



مَقْدَمُ شَيْخِ الْبَيْضِ فُلَانِي

الْمَشَاة

اَمَّا كَذَلِكَ الشَّيْخِ كَمِيلَانِي

لَمَّا فِي

اَوَّلَ الشَّيْخِ نَزِيلَانِي

لِلْعَبْدِ الضَّعِيفِ مُحَمَّدِ مُوسَى الرَّوْحَانِي الْبَارِي

مَكْتَبَةُ مَدَنِيَّةٍ

م. أ. ر. د. ب. أ. ر. د. لا. أ. ر. د. فون: ٤٢٢٨٩٤٤ / ٤٢٢٢٣٩

مَقْدَمُ شَيْخِ الْبَيْضِ فُلَانِي

مُحَمَّدُ مُوسَى الرَّوْحَانِي الْبَارِي

مَقَامُ مَنَاجِدِ الْبَيْضِ وَالْأَسْوَدِ

المسماة

امتنان التكميل

لما في

انوار التكميل

للعبد الضعيف محمد موسى الروحاني البازي عفا الله عنه وعافاه
استاذ الحديث والتفسير بالجامعة الاشرفية، لاهور

الجزء الأول والثاني

مكتبة مكنيا

فون ٤٢٢٢٢٦٩ اردو بازار لاہور فون ٤٢٢٨٩٤٤

مقدمۃ شرح البیضوی

المسماة

امثال التعمیل

لما فی

اخبار التبریک

للعبد الضعیف محمد موسیٰ الروحانی البازی عفا الله عنه وعافاه
استاذ الحدیث والتفسیر بالجامعة الاشرفیة، لاهور

الجزء الثانی



مکتبہ مانیہ

فون ۴۲۲۲۶۹ اردو بازار ○ لاهور ۴۲۲۸۹۴۴ فون

الجزء الثاني

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

العرب۔ یہ لفظ تفسیر ہذا میں متکرر الذکر ہے۔ موضوع ہذا میں میری ایک مستقل کتاب ہے، موسوم بحجۃ العرب بمعرفۃ اقسام العرب۔ اس کا محصل پیش خدمت ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اصحاب کتب کتب کہیں کہیں عرب میں طبقات پر منقسم ہیں ہر عربی شخص ان تین طبقات میں سے کسی ایک میں ضرور داخل ہوگا۔ گویا کل عرب تین بڑے قبائل پر منقسم ہیں۔ طبقہ اولیٰ کو عرب باندہ کہتے ہیں۔ یہ قدیم تر طبقہ ہے جو قائم ہو چکا ہے۔ اس طبقہ کا ایک قبیلہ بھی اب کے زمین پر موجود ہیں۔ طبقہ ثانیہ عرب عاریہ ہے۔ یہ قحطانیہ بھی کہلاتا ہے۔ ان کا سلسلہ نسب قحطان تک پہنچتا ہے قحطانیہ کا اصل وطن مسکن یمن ہے۔ اہل یمن و بادشاہان یمن سارے اولاد قحطان ہیں۔ طبقہ ثالثہ عرب متعربہ کے نام سے موسوم ہے۔ اولاد اسمعیل علیہ السلام کو عرب متعربہ عدنانیتیں کہتے ہیں۔ عرب متعربہ سارے کے سارے اولاد عدنان میں اور عدنان کا سلسلہ نسب اسمعیل تک جا پہنچتا ہے۔ عدنان ہمارے نبی علیہ السلام کا جد اعلیٰ ہے۔ لہذا ہمارے نبی علیہ السلام اور تمام قبائل قریش و قبائل حجاز عدنانی یعنی عرب متعربہ ہیں۔

ہمارے نبی علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک عرب کے صرف آخری دو طبقے یعنی عدنانیہ و قحطانیہ۔ لہذا آپ یوں بھی تقسیم کر سکتے ہیں کہ عرب دو قسم ہیں باندہ و باقیہ۔ باندہ کی نسل قائم ہو چکی ہے اور اگر کہیں شاذ و نادر ہو جو وہ عمار و مستعرب ہیں داخل ہو گئی ہے۔ و باقیہ کی دو قسم ہیں قحطانیہ و عدنانیہ۔ پس موجودہ دور میں عرب یا قحطانی ہو گئے یا عدنانی۔ ان دو قسموں سے کوئی عربی باہر نہیں ہے۔ کتاب ہذا میں ہم نے قحطان و عدنان کا الگ الگ ترجمہ ذکر کیا ہے۔ فراجع ذلک ان شئت التفصیل۔

بیان عرب باندہ عرب باندہ کے بعض قبائل کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ باندہ کے قبائل یہ ہیں عاد و ثمود۔ ہم جدیم جاکم۔ عیسیٰ بعد صلیح جبرائیل علیہ السلام۔ و انصوا۔ اربع قبائل الطبری ج ۱ ص ۱۳۰۔ قوم عاد و قوم ثمود کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ عرب باندہ سام بن نوح کی اولاد ہیں۔ سام کے کئی بیٹے تھے اول ام بن سام بن نوح دوم لاوین بن سام بن نوح سوم اخفش بن لاوین و قبل بالہ الملک ابن سام بن نوح۔ کذا فی المعارف لابن قتیبہ ص ۱۳۰۔ فاما عاد و ثمود۔ بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام و کانوا لیلو

الاحقاف من الرول فارس ل الله اليهم هو عليہ السلام واما ثقف فهو ثقف بن عابرون بن سام بن نوح عليہ السلام وكانوا ينزلون الحجر فارتل الله اليهم اخاهم صالحا عليہ السلام واما طهم جد ايسر فدنا اسلا ودين ام بن سام بن نوح عليہ السلام ورتلوا اليهم (لاؤد بالذال الدال المهملة)۔

واما اخوهما عمليق فهو عمليق بن لاؤد بن ارم بن سام بن نوح عليہ السلام نزل بعضهم بالحجر وبعضهم بالشام وجمع عمليق عمالقته فالعالمقة امهم تعرفوا في البلاد ومنهم فراعنة مصر والجبايرة ومنهم ملوك فارس واهل خراسان۔ كذا في المعارف لابن قتيبة ص ۱۰۳۔ اس كتاب میں ایک اور جگہ پر عمالقہ کی کچھ تفصیل مذکور ہے فرابع ذلک۔

فرعون موسیٰ وفرعون ابراہیم وفرعون یوسف علیہم السلام عمالقہ میں سے تھے۔ یہ تین مشہور ہیں۔ ان تین کے بارے میں مولف محمد بن صہیب بغدادی متوفی ۲۴۵ھ اپنی کتاب المحجر ص ۴۶۶ پر لکھتے ہیں الفراعنة وهم ثلاثة نفر اولهم سنان بن الاشل بن علوان بن العبيد بن عزيج بن عمليق بن يلع بن عابرون اسليحا ابن لؤد بن سام بن نوح عليہ السلام ويكنى ابا عباس وهو فرعون ابراهيم عليہ الصلوة والسلام۔ والثاني الريان بن الوليد بن ليث بن فارس بن عمران بن عمرو بن عمليق بن يلع وهو فرعون يوسف عليہ السلام۔ والثالث الوليد بن مصعب بن ابي اھون بن الھلوات بن فارس بن عمران بن عمرو بن عمليق بن يلع وهو فرعون موسى عليہ السلام قال (العله قيل) كان فرعون يوسف جد فرعون موسى عليهما السلام واسمه فرعون انتهى۔ معارف ومجترکي عبارتوں میں باعتبار اسماء وغیرہ کچھ اختلاف ہے۔ اسی طرح دیگر کتب تاریخ میں بھی ان اقوام قدیمہ کے نسب وبعض تفصیلات میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ قومیں زمانہ انضباط تاریخ سے بہت پہلے گزری ہیں اس واسطے اہل تاریخ اس قسم اختلاف میں مغدور ہیں۔

ملاحظہ ہوں تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۰۳ و مروج الذهب للسعودی ج ۱ ص ۹۲۔ المعارف لابن

قتيبة۔ ص ۱۳۔

واما امیم فهو امیم بن لاؤد بن ارم بن سام بن نوح عليہ السلام نزل بارض فارس فاجناس الفرس كلهم من ولد امیم ثم قال ابن قتيبة في المعارف والانبیاء كلهم عجمیہم وعربیہم والعرب كلها عجمیہا وازاريتھا من ولد سام بن نوح عليہ السلام اہ۔ قال الامام الطبري في تاريخه الكبير ج ۱ ص ۱۰۱ عن وهب بن منبه يقول ان سام بن نوح ابو العرب وفارس والرم وان حام بن نوح ابو السودان وان يافث بن نوح عليہ السلام ابو الترك وياجوج وماجوج۔

ثم قال الطبري في احوال بني جاسم وغيرهم وكان اهل البحرين واهل عمان منهم امية يسمون جاسم وكانوا ساكني المدينة منهم بنو هف وسعد بن هزان وبنو مطر وبنو الازرق وكان بنو امیم بن لاؤد بن سام بن نوح اهل وبارض بارض الرمل رمل عالج فاصابتهم من الله عز وجل نعمة من معصية اصابوا

فہلکوا وبقیت منهم بقیۃ وہم الذین یقال لہم النسناس اقلت وقد ذقنا بعض احوال النسناس فی بیل
عنقاء مغرب من فصل الحيوان فی هذا الكتاب فراجعہ) فكانت طسم والعماليق واميم وجاسم قوماع بالسائم
الذی جبلوا علیہ لسان عربی وكانت فارس من اهل المشرق ببلاد فارس يتكلمون بهذا اللسان الفارسی اہ
حافی تاریخ الطبری۔

وعن سمرة بن جندب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال وَلِدُ نُوْحٍ ثَلَاثَةُ سَامٍ وَحَامٍ وَيَافِثُ فَسَامُ
ابو العرب وحام ابو الزنج ويافث ابو الرزم۔ وعن سعيد بن المسيب يقول وَلِدَ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثَلَاثَةٌ وَ
وُلِدَ كُلُّ وَاحِدٍ ثَلَاثَةُ سَامٍ وَحَامٍ وَيَافِثُ فَوُلِدَ سَامُ الْعَرَبِ وَفَارِسُ وَالرُّمُّ وَفِي كُلِّ هُوَ لَا خَيْرَ وَوُلِدَ يَافِثُ
الْتُرْكُ وَالصَّقَالِبَةُ وَيَاجُوجُ وَمَاجُوجُ وَلَيْسَ فِي وَاحِدٍ مِنْ هُوَ لَا خَيْرَ وَوُلِدَ حَامُ الْقُطُ وَالسُّودَانُ وَالْبَرْبُرُ۔
اثر سعيد بن المسيب مذکورہ صد مرفوع روایت سمرة بن جندب کے خلاف ہے اور روایت مرفوعہ بہر حال اولیٰ ہے
غیر مرفوع روایت سے۔

سوال۔ یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے چنانچہ خود مجھ سے کئی طلبہ و علماء نے سوال کیا کہ اہل پاکستان
دہندستان نوح علیہ السلام کی اولاد ثلاثہ میں سے کس کی نسل سے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل
پاکستان دہندستان اولاد حام بن نوح علیہ السلام ہیں قال ابن اسحاق کما حکى عنه الامام الطبرى فى تاريخه
ج۱ ص۱۸۷ ومن وُلِدَ حَامُ بْنُ نُوحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ النُّبَيَّةُ وَالْجَبَشَةُ وَقُرَّانُ وَالْهِنْدُ وَالسِّنْدُ وَاهْلُ السَّوَاهِلِ
فِي الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا جد وہی ہے جو عرب کا ہے یعنی سام بن نوح۔ فذکر ابن
جریر باسنادہ عن ابن عباس مرضی اللہ عنہما قال أوحى الله الى موسى عليه السلام أَنْتَ يَا مُوسَى قَوْمُكَ
وَاهْلُ الْجَزِيرَةِ وَاهْلُ الْعَالِ مِنْ وَلَدِ سَامِ بْنِ نُوحٍ۔ وقال ابن عباس والعرب والنبط والهند والسند من
ولد سام بن نوح عليه السلام انتهى ما ذكر ابن جرير في تاريخه الامم والملوك ج۱ ص۱۸۷ اور ہندو سند میں
بلا ریب اہل پاکستان یعنی پنجاب و سرحد و بلوچستان داخل ہیں۔

وہ رب بن منبہ کہتے ہیں کہ ہند و سند اولاد یافث بن نوح علیہ السلام ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حام کے تین
بیٹے تھے قوط بن حام و کنعان بن حام و گوش بن حام۔ اور حبشہ و ہند و سند اولاد گوش بن حام ہیں۔ ایک اور
روایت ہے کہ ہند و سند اولاد قوط بن حام ہیں۔ کذا فی تاریخ الطبری۔ قال القزوينی فی آثار البلاد ص۹۷

قالوا السند والهند كانا أخوين من ولد توفير بن يقطن بن حام بن نوح عليه السلام انتهى
یہ تین اقوال ہوئے۔ اول یہ کہ ہمارا جد حام ہے دوم یہ کہ سام ہے سوم یہ کہ یافث ہے۔ ہم پاک ہند کے

باشندوں کے لیے اولاد یافت یا اولاد عام ہونے کی بجائے اولاد سام ہونا موجب فخر و مسرت ہے۔
اولاً تو اس لیے کہ اس طرح ہم عرب کے قریب ہو کر ان کے ابناء عم ہو جائیں گے۔ اور عرب کی فضیلت
مسلم ہے۔ مرفوع احادیث میں ان کے فضائل مروی ہیں۔ لہذا ان کا قریب یا قریب تر ہونا باعث مسرت
ہے۔

ثانیاً اس طرح ہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قریب تر ہو جاتے ہیں جو موجب فخر ہے آپ بھی سامی ہیں
اور ہم بھی سامی۔

ثالثاً۔ سامی النسل ہونے میں ہم کل انبیاء اللہ و رسل اللہ و تسلیمات علیہم کے نسل قریب ہو
جاتے ہیں۔ کیونکہ کل انبیاء علیہم السلام سامی النسل تھے کما قد منا آفناً۔ اور عظیم سعادت ہے۔ قال غیر ابن
اسحاق من المؤرخین ان نوحاً عاداً و السام بان یكون الانبیاء و الرسل من ولده و دعا لیاث بان یكون الملوك
من ولده۔

رابعاً۔ سامی ہونے کے طفیل ہم خیر و برکات والی نسل و جماعت میں داخل ہوتے ہیں جیسا کہ سعید بن
المسیّب کی مذکورہ روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ سام کی اولاد ہی خیر و برکت والی جماعت ہے بخلاف اولاد
یافث کہ عموماً شر والی جماعت ہے۔

خامساً۔ حامی النسل ہونے میں ہم حبش و سوڈان و بربر و قبط کے اخوان و ابناء عم ہوں گے اور یہ بات
ہمارے لیے موجب برکت و باعث مسرت نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان اقوام کو دنیا میں
دیگر قومیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتیں۔ یافثی النسل ہونا بھی ایسا ہی ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ حبش
اولاد یافت ہیں۔

سادساً۔ یافثی النسل ہونے میں ہم رومیوں کے ابناء عم اور بجائے عرب کے رومیوں سے قریب تر
ہوں گے اور یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہے۔ رومی ہمیشہ اسلام کے دشمن رہے ہیں اور آج بھی اسلام دشمنی میں
آگے آگے ہیں۔

سابعاً۔ یافث ابوالترک ہے۔ تو یافثی ہونے میں ہم روس و تاتار و ترک و چین کے قریب ہوں گے کیونکہ
عربی کی قدیم تاریخ میں لفظ ترک سے صرف موجودہ ترک مراد نہیں ہیں بلکہ لفظ ترک صقالہ اہل روس و قوم تاتار
و چین وغیرہ سب کو شامل ہے۔ لکھا صرح بہ اصحاب التاریخ۔ ظالم و جابر چنگیز تاتاری ہی تھا۔ اور یہ قرب و رشتہ
ہمارے لیے تکلیف دہ ہے۔

ثامناً۔ یافثی النسل ہونے کی صورت میں ہم بعض خاص خیر و برکات سے محروم ہوں گے اور بعض خاص
قسم کے شر و فساد کی حامل نسل سے وابستہ ہوں گے۔ کیونکہ ابن المسیب کی مذکورہ روایت سے اولاد یافت

مسلوب الخیر ہونا غایت ہوتا ہے اور یہ قرابت و تعلق ہمارے لیے روح فرسا ہے۔

تاسعاً۔ یافتی النسل ہونے کی حالت میں ہم نسل یا جوج و ماجوج سے وابستہ ہوں گے اور ان کے اہل علم ہوں گے۔ کیونکہ یا جوج و ماجوج اولاد یافت ہیں۔ اور یہ رشتہ ہم مسلمانوں کے لیے سوہان روح و قلب ہے۔

عاشراً۔ حامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کی بددعا کی زد میں آتے ہیں یا اس کی زد میں آنے کا خطرہ ہے اور یہ نہایت دکھ اور بڑی خطرناک بات ہے۔ کیونکہ بعض آیات میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے حام اور اولاد حام کو یہ بددعا دی تھی کہ وہ اولاد سام و یافت کے ماتحت یا ظلم رہیں۔ اسی طرح اگر ہم سامی النسل ہوں تو نوح علیہ السلام کی نیک دعا کا مصداق بنتے ہیں اور یہ بات ایمان افزا و سعادت عظیم ہے۔

حدیث ضمیمہ بن ربیعہ عن ابن عطاء عن ابیہ قال وَلِدُ حَامٍ كُلُّهُمْ اسْوَجُ شَعْرٍ وَلَدِ يَافَثَ كُلُّ عَظِيمٍ الْوَجْدُ صَغِيرُ الْعَيْنَيْنِ وَلَدُ سَامٍ كُلُّ حَسْبِ الْوَجْدِ حَسَنُ الشَّعْرِ قَالَ وَدَعَا نُوْحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى حَامٍ اَلَا يَبْعُدُ شَعْرًا دَلَّةً اِذَا نَهَمُوْهُ حَيْثُ مَالَقُوْهُ وَلَدَةُ سَامٍ اسْتَعْبَدُوْهُمُ۔ کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۸۱۔

اسی بددعا کا اثر ہے کہ حام کی اولاد کے بعض قبائل کا لے ہیں اور جو کالے رنگ والے نہیں ان میں اس بددعا کا ظور کسی اور صورت میں ہوگا۔ قال ابن اسحاق ويزعم اهل التواتر ان ذلك السواد في اولاد حام لم يكن الا عن دعوة دعاها نوح على ابنه حام وذلك ان نوحاً عليه السلام نام فانكشف عن عورت فرأها حام فلم يظفها وراها سام وياث فالتقىا عليها ثوباً فوآثر يا عورت فلما هبت من نومته علم ما صنع حام وسام وياث فقال ملعون كنعان بن حام يكونون عبيداً لإخوتهم وقال يبارك الله ربنا في سام ويكون حام عبداً أخيراً ويقرض الله يافث ويحل في مساكن سام ويكون حام عبداً لهم انتهى ما ذكره ابن اسحاق تاريخ الامم ج ۱ ص ۱۸۱۔ ومثل ذلك في المعارف لابن قتيبة ص ۱۸۱۔

قال في انسان العيون ج ۱ ص ۱۸۱ ان السفينة لنوح عليه السلام طافت ببیت المقدس اسبوعاً وطافت ببیت الله۔ وروى ان نوحاً عليه السلام قال لاهل السفينة وهي تطوف بالبيت العتيق انكم في حرم الله وحول بيته لا يمسه احد امرأة وجعل بينهم وبين النساء حاجزاً ويزكر ان ولداً حاماً تعدى وحطى زوجته فدعا عليه بان يسوقه الله لونه بنييه فاجاب الله دعاءه في اولاده فجاء ولده اسود وهو ابوالسوان حامی عشر۔ سامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام کی مذکورہ صد دعا کے مصداق ہونگے اور قیامت تک اولاد حام کے مقابلے میں بلند مناصب اور دیگر فوائد و ثمرات طیبات کے قابل و مستحق

ہتے ہیں۔ اور یہ وہ بے بہا سعادت ہے جو بزورِ بازو حاصل نہیں ہو سکتی۔

ثانی عشر۔ سامی النسل ہونے کی تقدیر پر ہم باعتبار اصل صرعی یعنی باشندگانِ حرم شریف ہوں گے اور حرم مکہ شریف ہی ہمارا وطن اصلی ہوگا اور ہم اجدادِ قدیمہ کے پیشِ نظر حیرانِ بیتِ اللہ ہوں گے اور یہ بہت بڑا شرف ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں میں سے سام اور اس کی اولاد نے مکہ مکرمہ کو اپنا مسکن و وطن اختیار کیا تھا۔ بعدہ مکہ مکرمہ سے کل کرا، ادھر ادھر اطرافِ عالم میں منتشر ہوئے قال ابن جریر فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۸۱ قولہ لسام عابر و آشود و آرفخشذ و لا ذ و ارم و کافقاصہ بمکة قال من ولد آرفخشذ الاممیا و الرسل و خیائہ الناس و العرب کلہا و الفراعنة بصر ۸۰۔

بیان ”عرب عاربة“ عرب کا دوسرا طبقہ عرب متغریہ و قحطانیہ کہلاتا ہے۔ ان میں سے اکثر یمن کے باشندے تھے۔ یمن میں یعرب بن قحطان اور اس کی اولاد مدتِ مدید تک حکمران رہی۔ انہوں نے یمن کے سابق حکمران عربِ باندہ سے سخت لڑائیاں لڑ کر حکومت حاصل کی تھی۔ یمن کے بادشاہانِ تباہیہ (جمع تیج) قحطانی النسل تھے۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ و دیگر ارضِ حجاز پر بھی انہوں نے حکومت کی ہے۔ مؤرخین نے ان کی حکومت کے احوال بسط سے ذکر کیے ہیں لیکن ان کے اقوال میں بڑا اختلاف ہے۔

قحطان کا نام توراتِ سفرِ تکوین میں یقطان ہے۔ تباہین کا اس کے سلسلہ نسب میں اختلاف ہے۔ تاہم اس بات پر اتفاق ہے کہ قحطان مثلِ عدنان سامی النسل یعنی اولادِ سام بن نوح علیہ السلام میں سے ہے۔ فقیل ہو قحطان بن عابر بن شالح بن آرفخشذ بالذال و صری بالذال المهملة ایضاً بن سام بن نوح علیہ السلام یہ اکثر تباہین کی رائے ہے۔

ملاحظہ ہوں المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۳۵ و مرجع الذہب ج ۱ ص ۲۰۰ و ابن ہشام ج ۱ ص ۱۰۰ و نہایت العرب ج ۲ ص ۲۰۰ و تاریخ الامم و الملوک ج ۱ ص ۱۰۰ و تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۱۰۰ و الاکلیل ج ۱ ص ۱۰۰ و کتاب الاشتقاق ص ۲۰۰ و الاحبار الطوال ص ۲۰۰ و التنبیہ ص ۲۰۰۔

اور تورات میں قحطان کا نسب یوں ہے یقطان بن عابر بن شالح بن آرفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ کذا فی سفرِ تکوین۔ الاصحاح العاشر آیت ۲۵ فابعدھا۔ وقال ابن سعد فی طبقاتہ ج ۱ القسم الاول ص ۱۰۰ و ابن خلدون فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۰۰ و یقطن ہو قحطان بن عابر بن شالح ۸۰۔ بعض اہل تاریخ کے نزدیک قحطان ہونہی اسر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ہیں اور بقول بعض قحطان خود ہونہی علیہ السلام کا نام ہے۔ رابع ترجمہ قحطان من ہذا الکتاب۔

بہر حال عربِ باقیہ دو قسم پر ہیں۔ قحطانیہ و عدنانیہ۔ موجودہ زمانہ میں کوئی عربی شخص ان دو طبقوں سے خارج نہیں ہے۔ بس وہ یا عربِ عاربہ یعنی قحطانی ہوگا یا عربِ مستغربہ میں شمار ہوگا یعنی عربِ عدنانی اسمعیلی ہوگا۔

عدنانی کو اسماعیلی بھی کہتے ہیں۔ عدنان کا سلسلہ نسب اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام تک جا پہنچتا ہے۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ اولاد قحطان کی زبان عربی تھی اور اول اول عربی بولنے والے یعرب بن قحطان ہیں۔ قیل اول من تکلم بالعربیۃ یعرب بن قحطان وقحطان اول من قیل له انعم صباحا ومن قیل له ابدیت اللعن۔ راجع السیرۃ الخلیفۃ ص ۱۷۱ و مرجع الذہب للمسعودی ج ۱ ص ۱۷۱۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ قحطانیہ اصل عرب ہیں اور عربی زبان میں بھی وہ اصل ہیں۔ اور عدنانیہ طبقہ تابع ہے قحطانیہ کا۔ اور قحطانیوں سے انھوں نے عربی زبان سیکھی تھی۔ اسی وجہ سے انھیں مستعربہ کہتے ہیں ای التابعتہ للعرب۔ اور قحطانیوں کو عرب عاربہ کہتے ہیں یعنی اصل العرب فی العربیۃ۔

لیکن یہ قول تحقیق کے خلاف ہے۔ حق یہ ہے کہ عربی زبان کے اول متکلم اسماعیل علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام وحی اسماعیل علیہ السلام کو یہ زبان سکھادی تھی۔ یاد رکھیں نسب عربیت یعنی عربی قومیت اور چیز ہے اور زبان عربی اور چیز ہے یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ عرب باندہ و مستعربہ اگرچہ قومیت کے لحاظ سے عرب ہیں یعنی سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ عرب باندہ کی زبان ہرگز عربی نہ تھی۔ اسی طرح عرب عاربہ کی زبان بھی عربی نہ تھی۔ علی التسلیم ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ یعرب اور اس کی اولاد کی زبان کے بعض کلمات و لہجات کچھ عربی زبان سے مشابہ ہوں لیکن موجودہ قرآنی فصیح عربی سے وہ نا آشنا تھے۔ محققین نے اس بات کی تصریح کی ہے۔

اس بات کی تائید ان کتبات حجریہ سے ہوتی ہے جو ماہرین آثار قدیمہ و مستشرقین کو تباہہ بین و بادشاہان حمیر کے حملات و ملک سبائیتین کے قلعوں سے زمانہ حال میں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان کتبات کی لغت ہرگز لغت عربیہ قرآنیہ کے موافق نہیں ہے۔ والتفصیل فی کتابی المستقل فی بیان اللغة العربیۃ و اول متکلم بھا ان شئت الحقیق فرأجہا۔

بیان ”عرب مستعربہ“ عرب کا یہ طبقہ اسماعیلیہ و عدنانیہ کہلاتا ہے۔ اولاد عدنان و قبائل اولاد عدنان عرب مستعربہ ہیں۔ ان کا اصل وطن مکہ۔ مدینہ۔ طائف۔ جدہ۔ خیبر وغیرہ سر زمین حجاز ہے۔ قریش عدنانی ہیں ہمارے نبی علیہ السلام عدنانی ہیں۔ عدنان کا شجرہ نسب اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

عدنان کا مشہور بیٹا معد بن عدنان ہے۔ یہ ہمارے نبی علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں۔ عدنان و معد بن عدنان مشہور ظالم بادشاہ بخت نصر کے معاصر ہیں۔ جب عرب اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی میں حد سے آگے نکلے اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور بنی اسرائیل پر بخت نصر بادشاہ بابل و عراق کو مسلط کر دیا۔ بنی اسرائیل اور بیت المقدس کو تباہ کرنے کے بعد بخت نصر اپنی افواج کو لے کر عرب کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے مقابلے میں عدنان فوج لے کر آیا۔ عدنان کو شکست ہوئی۔ بخت نصر

ہزار ہا عرب مردوں اور عورتوں کو گھر فاقہ کر کے واپس بابل لوٹا۔ یہ جنگ مقام ذات عرق میں ہوئی۔ عدنان صبح و سالم بچ گیا۔ بخت نصر کی واپسی کے بعد عدنان مر گیا۔

اس جنگ و تباہی سے قبل اللہ تعالیٰ نے معد بن عدنان کو بعض انبیاء کے ساتھ ملک شام پہنچا کر محفوظ رکھا۔ کیونکہ معد بن عدنان کی نسل سے اللہ تعالیٰ کو نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا تھا تاریخ طبری ج ۱ ص ۲۹۲ میں ابن جریر لکھتے ہیں وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَوْحٰی اِلٰی اَسْمٰیاءَ بِرَحْمٰتِہٖ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَنْزَلَ رَقْمَکُمْ فَلَیْسَ مِنْہٗوَاَفْعَادٌ وَاَبْعَدُ الْمُلَکِ عَیْبِدًا وَاَبْعَدُ نَعِیْمِ الْعِیْشِ عَالَةً یَسْأَلُوْنَ النَّاسَ وَقَدْ نَقَدْتُمْ اِلٰی اَہْلِ عَرَبِیَّةٍ بِمَثَلِ ذٰلِكَ فَاَنْتُمْ اِلَّا کَاجَاحِدٌ وَقَدْ سَلَّطْتُ بِخَتِ نَصْرِ عَلَیْہِمُ لَا تَنْقُمُوْہُمْ فَعَلِیْکُمَا بَعْدَیْنِ عَدْنَانَ الَّذِیْ مِنْ وَلَدِہٖ مُحَمَّدٌ صَلٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم الَّذِیْ اُخْرِجَہٗ فِیْ اَخْرِ الزَّمَانِ اَخْتَمَ بِہِ النَّبِیَّةَ وَاَرْفَعَ بِہِ مِنَ الضَّعْفَةِ فُجْرًا تَطْوٰی لَهَا الْاَرْضُ حَتّٰی سَبَقَا بِخَتِ نَصْرِ فَلَقِیَا عَدْنَانَ تَدْتَلَقٰہُمَا فَطَوٰی اِلٰی مَعْدٍ وَّلَمَعْدَ یَوْمَئِذٍ اَسْتَنَّا عَشْرَةَ سَنَہً نَحْمَلُ بِرَحْمٰتِہٖ عَلٰی الْبَرَقِ وَنَرْفِیْ خَلْفَہٗ فَاَنْهٰی اِلٰی حَرَامٍ مِنْ سَاعَتِہَا وَطُوِیْتُ لَاحِرَ مِیَا الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ جَحْلَانُ فَالْتَقٰی عَدْنَانُ وَبَخْتِ نَصْرِ بِذَاتِ عَرَقٍ فَهَزَمَ بِخَتِ نَصْرِ عَدْنَانَ۔ اہ۔

تو عدنان معاصر بخت نصر ہے اور بخت نصر بن نابو بولصرا بادشاہ بابل کی وفات ۱۵۵۰ قبل میلاد عیسیٰ علیہ السلام میں ہوئی۔ کذا فی دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۵۱۔ یہ تحقیق وزمانہ حال کے مستشرقین کی رائے ہے اور بعض مؤرخین کے نزدیک بخت نصر عیسیٰ علیہ السلام کا معاصر بلکہ ان سے کچھ مؤخر ہے۔

عکاظ۔ آیت لیس علیکم جناح ان تبغوا فضلا من ربکم کی شرح میں مذکور ہے۔ موضع ہذا میں میری ایک مستقل تصنیف، مسمیٰ بغایۃ الطلب فی اسواق العرب اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے، بسیم اللہ الرحمن الرحیم مقام عکاظ میں ایک بڑا بازار اور میلہ لگتا تھا۔ اسے عربی عکاظ کہتے تھے۔ جزیرہ عرب میں اسی طرح کی بازار لگتے تھے جن میں مختلف قبائل تجارت اور دیگر کئی مقاصد کے لیے شرکت کرتے تھے۔ یہ بازار عربوں کی تجارت اور شان شوکت کے منظر ہوتے تھے۔ ان میں ربیع بڑا سوق عکاظ تھا۔ یہ حقیقت ایک بڑا میلہ ہوتا تھا جس میں قبائل مختلف اغراض کے لیے شرکت سے شرکت کرتے تھے بعض کا مقصد تجارت ہوتا اور شعراء اپنے اشعار کی تشہیر کرنے کی غرض سے آتے تھے۔

عکاظ میں جلسے منعقد ہوتے تھے جن میں ہر قبیلہ والے اپنے شعر پیش کرتے تھے۔ شعراء اپنے اشعار میں اپنی بڑائی اور اپنے آباء و قبیلہ کے مناقب و مفاخر بیان کرتے تھے۔ پھر ان اشعار پر تنقید یا تحسین و داد کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ کسی قبیلہ کے مفاخر و خوبیوں کے اظہار کے لیے شعر سب سے مؤثر اور عظیم ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اس واسطے ہر قبیلہ اپنے شاعر کی بادشاہ کی طرح تعظیم کرتا تھا۔ شاعر بے تاج بادشاہ ہوتا تھا۔

سبع تعلقات مشہور قصائد اسی بازار عکاظ میں عظیم فصاحت و سلاست و بلاغت کی وجہ سے بازار کے خاص حصے میں لٹکائے گئے تھے۔ بازار عکاظ والوں کا انتخاب آج بھی مسلم ہے اور آج تک یہ سبع قصائد

البلغ والفصح و احسن شمار ہوتے ہیں۔

اسی طرح خطباء و فصحاء عرب اپنے خطبوں میں اپنے قبائل کی تعریف کرتے ہوئے اپنی فصاحت و بلاغت پر اتراتے تھے۔ چنانچہ ان جلسوں میں خطیبوں کے مقابلے بھی ہوتے تھے۔ تاہم نثر کے مقابلے میں نظم کا بچہ چار زیادہ تھا۔ سوق عکاظ خصوصاً اور دیگر بازار عموماً لغت عربیہ کی فصاحت و بلاغت کی تہذیب و تنقیح و عظمت کا منبع تھے۔

دائرة المعارف لفرید و جدی ج ۶ ص ۵۳۵ میں ہے عکاظ نخل بقرب الطائف فكانت قبائل العرب تقصد ہا لاناھا فی طریقھا الی الخ فیجتمعون منہا فی مکان یقال لہ الابتداء فتعمر اسواقہم بالناس فینتھز الشعراء هذه الفرصة فيعرضون ما قالوه من نخب قصائدہم علی نقدة القریض هناك و يكون لذلك احتفال حافل يشہدہ للماہیر فتشیع قصائدہم شیوعاً تاماً و یتزیم بها الرکبان فی کل صفعة و فذلک غاية ما یتمناہ شاعر لشعرہ۔

ولقد كان لهذه السوق العظيمة و غیرها من اسواق العرب تأثير كبير في تہذیب اللغة العربیة فان كل شاعر خطیب كان یفرض باحسن ما فقه الله به علیہ من المعانی العالیة فی العبارات الخجلة المتخللة فیتلقفها السامعون و یدخلونها الی کلامہم و یلفظون ما سواھا من وحشی الکلمات و متنافر التریکب و فی ذلک من اثر التہذیب اللغوی ما لا یتستہان بہ و كانت قریش لقربھا من تلك السوق (سوق عکاظ) اسبق القبائل لا لتقاط كل معنى حسن و لفظ حزل و عبارة شاردة فتنسب الیہا التہذیب الاخیر للغة و استأملت الشرف العظیم بنزول القرآن الکریم بلغتها و اعتبرت لہجتها اخلص لہجات العرب من التعقید المتناثرة و قال فی المفضل ج ۲، مکة ۲ و أشهر الاسواق و أعرفها سوق عکاظ و هی سوق تجارة و سیاست و ادب فیہا کان یخطب كل خطیب مصقع و فیہا علقت القصائد السبع الشهيرة افتخاراً بقصاحتہا علی كل من یحضر الموسم من شعراء القبائل علی ما یدکرہ بعض اهل الاخبار و فیہا صلت و یظهر من الرایات ان حظ المفارقة و البهاة و التمدح و الذم لم یکن باقل من حظ البیع و الشراء فی سوق عکاظ فقد کان الشعراء یعرضون اجرہ و احدث ما عندہم من شعر علی الحاضرين و کان کثیر من الحاضرين انما یفقدون الیہا للوقوف علی احدث ما یقال من صنوف الشعر ہو صنف رائج اکثر من رائج النثر بالطبع لما فیہ من ایقاع و موسیقی و وزن و سہولة فی الحفظ و اثر فی النفس لذلک کان للشاعر فی هذه السوق مكانة تزيد کثیراً علی مكانة التاجر فیہا للشعرہ من اثر فی الحیاة العامة لمجتمع ذلک الیوم۔

و یقال ان الشاعر الشهیر النابغة الذبیانی کان یحضر سوق عکاظ فتضرب لہ قبة من ادم یجلس تحتہا فیفقد الیہا الشعراء من یرید ان یفتخر بشعرہ علی غیرہ لینشد امامہ شعرہ فیحکم علی شعرہ برأیہ لما لرایہ من

اثر فی الناس وكان الشاعران الاعشى وحسان بن ثابت مزارحتهما اليه وكذلك الشاعرة لخنساء اهـ

راجع الاغانی ج ۹ ص ۱۵۱ وشعراء النصرانیة ج ۵ ص ۱۳۱ و تاج العروس ج ۵ ص ۱۵۱ و اللسان ج ۹ ص ۲۳۴ و البلدان ج ۶ ص ۲۳۱ وابن خلدون ص ۶۳۲

بازار عکاظ کے محل وقوع و زمانہ انعقاد میں متعدد اقوال ہیں۔ مورخ ابن حبیب مجرب میں لکھتے ہیں کہ عکاظ عرفات کے قریب ہے۔ قال وعکاظ باعلی نجد قریباً من عرفات اهـ مجرب ص ۲۶۴۔ بعض مؤرخین کی رائے میں عکاظ ایک نخلستان (نخل) کا نام ہے۔ جو طائف سے ایک رات اور مکہ مکرمہ سے تین رات کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسی مقام پر یہ میلہ لگتا تھا۔

کتاب مفصل فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۲۷۸ میں ہے و ذکر ان عکاظ نخل فی وادینہ و بین الطائف لیلۃ ویدینہ و بین مکة ثلاث لیلال و بہ کانت تقام سوق العرب وقیل عکاظ ماء ما بین نخلة و الطائف الی بلد یقال له الفسق کانت موسماً من مواسم الجاهلیة تقوم هلال ذی القعدة وتستمر عشرين يوماً و کانت تجتمع فیہ قبائل العرب فیتعاکظون ای یقفاخرون ویتناشدون ما احدثوا من الاشعار یقیمون علی ذلك شهر ایتبا یعون ثم یتفرقون فلما جاء الاسلام هدم ذلك انتهى۔ راجع تاج العروس ج ۵ ص ۱۵۲۔ و فی المفصل و ان للباحثین فی موضع سوق عکاظ اسراء متباینة فیہ ولا زالت هذه الاشراء متباینة حتی الیوم اهـ۔

راجع لسان العرب ج ۷ ص ۲۳۲۔ البکری ج ۴ ص ۹۱ القاموس ج ۲ ص ۳۹۶ تاج العروس ج ۵ ص ۱۵۲ مراد الاطلاق ج ۲ ص ۹۵۳ شرح دیوان الحماسة ج ۳ ص ۱۵۱ اخبار مکه للآزرق ج ۱ ص ۱۲۱ قال فی اخبار مکه وعکاظ و اسراء قرن المنازل بمرحلة علی طریق صنعاء فی عمل الطائف علی برید منها و هی سوق لقیس بن عیلان وثقیف وارضها نصر اهـ۔

سوق عکاظ کا انعقاد ہر سال ۱۵ ذوقعدہ سے آخر ذوقعدہ تک ہوتا تھا۔ مجرب۔ ص ۲۶۷ میں ہے کہ سوق رابیع و سوق عکاظ دونوں ایک ہی دن یعنی نصف ذی قعدہ سے شروع ہوتے تھے۔ رابیع مکہ مکرمہ سے بہت دور ایک مقام کا نام ہے۔ رابیع تک پہنچنا بہت مشکل تھا۔ قال فی المحبر و کانت ای سوق عکاظ و رابیع تقوما فی یوم واحد للنصف من ذی القعدة الی آخر الشهر و کانت عکاظ من اعظم اسواق العرب۔ انت قریش تنزلها و هو اذن و طوائف من افناء العرب اهـ۔

اور حسب قول بعض اہل تاریخ سوق عکاظ یکم ذی قعدہ سے ۲۰ ذوقعدہ تک جاری رہتا تھا قال للآزرق فی اخبار مکه ج ۱ ص ۱۲۱ فاذا کان الحج فی الشهر الذی یمتحن ذال الحجة خرج الناس الی مواضعهم فیصحبون بعکاظ یوم هلال ذی القعدة فیقیمون بہ عشرين لیلۃ تقوم فیہا اسواقهم بعکاظ والناس علی مدا عیہم و اسرا یاتہم من حازن فی المنازل تضبط کل قبيلة اشرفها و قادتها فاذا مضت العشرة انصرفوا الی حجۃ

فأقاموا بها عشراً أسواقهم قائمة فاذا رأوا هلالاً ذى الحجة انصرفوا الى ذى المجاز فأقاموا بها ثمان ليال
أسواقهم قائمة ثم يخرجون يوم التروية من ذى المجاز الى عرفة فيترودن ذلك اليوم من الماء لانه لا
ماء بعرفة ولا بالمزدلفة يومئذ وكان يوم التروية اخر أسواقهم اشهى -

تفصیل کے لیے دیکھیے مراد الاطلاع ج ۲ ص ۹۵۳ - قاموس ج ۲ ص ۳۹۶ - صبح الاعشی ج ۱
ص ۴۱۰ - البلدان ج ۳ ص ۴۰۴ - الارزمنة والامكنة ج ۲ ص ۱۶۵ - البيقولي ج ۱ ص ۲۳۶ - المفصل
ج ۷ ص ۳۷۸ -

بعض علماء کے نزدیک یہ بازار شوال میں لگتا تھا محققین کی رائے میں یہ قول خطا ہے - بلوغ الارباب
ج ۱ ص ۲۷۰ پر ہے وكانت تقوم هذه السوق في قول أول ذى القعدة الى عشرين من ثم يتوجهون
الى مكة فيقفون بعرفات ويقضون مناسك الحج ثم يرجعون الى أوطانهم وفي قول آخر انهم كانوا يقيمون
بها جميع شوال الى غير ذلك من الاقوال المختلفة ولعل ذلك لاختلاف العادة في السنين واختلاف
القبائل في الإقامة في هذا الموسم والذي عليه صاحب قبائل العرب انهم كانوا يقيمون في هذه السوق من
نصف ذى القعدة الى آخره انتهى -

وفي المفصل وغيره وهم يخطئون رأي من يذهب الى ان انعقاد السوق كان في شهر شوال ويحتمل
ان انعقاد السوق كان في الشهر الحرام ليراعى الناس حرمة تلك الايام فلا يعتدّن على من يقصد السوق
وشهر شوال لا يدخل في جملة اشهر الحرم ويستدلون بدليل اخر هو قتال بعض العرب في ايام عكاظ
فانهم اطلقوا على تلك الحروب والايام ايام الفجاءة هي اربعة ايام يوم شمطه ويوم العبلاء ويوم
الحريزة ويوم شرب وهذه الاسماء اما كن في عكاظ وما كان العرب ليطلقوا على تلك الايام ايام
الفجاءة لو لم تكن قد وقعت هذه الايام والحرب في شهر الحرام انتهى بتصرف -

ملاحظہ ہوں الاغانی ج ۹ ص ۱۷۶ ج ۱ ص ۹ - العقد الفريد ج ۳ ص ۳۷۷ - الكامل لابن الاثير ج ۱
ص ۳۵۸ - المفصل ج ۷ ص ۳۷۸ -

عرب کے عام بازاروں میں بازار کے نگران اور متولی تاجروں سے باقاعدہ ٹیکس اور سٹم وصول کرتے
تھے۔ جسے عربی میں عشور کہتے ہیں۔ اسی طرح بازاروں تک پہنچنے اور واپسی کے لیے خفارہ کی ضرورت ہوتی تھی خفارہ
کے معنی ہیں حفاظت کی ذمہ داری۔ راستے میں متعدد قبائل شرکار کی حفاظت اور بخیریت پہنچنے کی ذمہ داری لیتے
تھے۔ تاکہ چوروں اور ڈاکوؤں سے وہ شرکار محفوظ رہیں۔ اس کے برخلاف سوق عکاظ میں نہ عشور تھے اور نہ
خفارہ کی ضرورت۔ یہ محفوظ مقام تھا اور اشہر حرم کی وجہ سے کسی کا خطرہ نہیں تھا۔ عکاظ میں ہر قسم کی تجارت ہوتی
تھی۔ یعنی چمڑے، غلہ، کپڑوں، جانوروں اور غلاموں، باندیوں وغیرہ مختلف اشیاء کی خرید و فروخت ہوتی تھی

چمڑے کی تجارت اس میں بہت زیادہ ہوتی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعی زید بن حارثہ کو اسی سوق عکاظ میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے خریدایا تھا۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زید بنی علیہ السلام کو بہتے دے دیا۔ قال ابن قتیبہ فی المعارف ص ۶۳ ثم ان خدیجہ ملک زید بن حارثہ اشتراہ لہا حکیم بن حزام بسوق عکاظ باربع مائۃ درہم فسألہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تہب لہ زیداً وذلک بعد ان تزوجہا فوہبتہ لہ فاعتقہ ووزوجہ اُمّ ایمن فولدت لہ اُسامۃ بن زید ؓ اہ۔ اخبار مکہ ج ۱ ص ۱۲۵ پر از رقی لکھتے ہیں، و کانوا یرون ان افخر الفجوة العمرۃ فی اشهر الحج تقول قریش وغیرہا من العرب لا تحضر اسوق عکاظ ومحنۃ وذی المجاز الا محرمین بالبحر وکانوا یعظمون ان یأتوا شیئاً من المحارم او یعد بعضهم علی بعض فی الاشهر الحرم و فی الحرم۔

عکاظ کے اس بازار اور میلے کے انعقاد و اجراء کی ابتداء واقعہ نیل کے پندرہ سال بعد ہوئی جب کہ نبی علیہ السلام کی عمر پندرہ برس کی تھی۔ قال فی الفصل ولواخذنا بھذہ الرأیۃ نکون قد جعلنا مبدأ ہذا السوق ۳۵۸ھ للیلاد تقریباً ای ان تاریخ عکاظ لم یکن بعد عہد عن الاسلام فھو قبلہ بخمیسین قرن وقد اُقیمت وعمر الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ذلک ۱۵ سنۃ ویدھب الناس بعد سوق عکاظ الی سوق اخری ہی سوق محنۃ فیقیمون بہا عشرۃ ایتام فاذا رافا ھلال ذی الحجۃ فی ھایۃ ھذہ الایام العشرۃ قصدوا سوق ذی المجاز وہی سوق جاہلیۃ فیقیمون فیہا ثمانیۃ ایتام یدیعون ویشترون ثم یخرجون یوم الترویۃ من ذی المجاز الی عرفۃ اہ۔

بعض محققین کی رائے میں سوق عکاظ کی ابتداء ۳۵۸ھ میں ہوئی اور ظہور اسلام کے بعد ۱۲۹ھ تک ہر سال باقاعدہ اس کا انعقاد ہوتا رہا۔ ۱۲۹ھ میں خوارج کے خوف سے یا ان کے حملے اور لوٹنے کے بعد یہ ختم ہوا اور پھر کبھی اس کا اجراء نہ ہو سکا۔ وائرۃ المعارف میں ہے عکاظ اشہر اسواق العرب فی الجاہلیۃ واعظہا اتخذت سوقاً بعد عام الفیل بخمس عشرۃ سنۃ ۳۵۸ھ للیلاد ثم بقیۃ فی الاسلام الی ان تھبھا للخوارج للحروریۃ حین خرجوا بمکۃ مع المختار بن عوف سنۃ ۱۲۹ھ للھجرۃ اہ۔

علامہ از رقی لکھتے ہیں قال الکلبی وکانت ھذہ الاسواق بعکاظ ومحنۃ وذی المجاز قائمۃ فی الاسلام حتی کان حدیثاً من الدھر فاما عکاظ فاما ترکت عام خروجت المحروریۃ بمکۃ مع الی حمزۃ المختار بن عوف الازدی الاباضی فی ۱۲۹ھ خاف الناس ان ینھبوا وخافوا الفتنۃ فترکت حتی الان ثم ترکت محنۃ وذی المجاز بعد ذلک واستغنوا بالاسواق بمکۃ۔ وبمئی وبعرفۃ اہ۔ راجع تاج العروس ج ۵ ص ۲۵۳۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کانت عکاظ ومحنۃ وذی المجاز اسواق فی الجاہلیۃ فلما کان

الاسلام تأتوا من التجارة فيها فانزل الله ليس عليكم جناح في مواسم الحج قرأ ابن عباس كذا، كذا في ارشاد الساري
ج ۳ ص ۳۰۰۔ وفي تفسير الطبري قال ابن عباس كان ذو المجاز وعكاظ منجر الناس في الجاهلية فلما جاء الاسلام
تركوا ذلك حتى نزلت ليس عليكم جناح ان تبتغوا فضلا منكم في مواسم الحج۔ طبري ج ۲ ص ۱۴۰۔

سوق عكاظ کے انعقاد میں اگرچہ قریش کا بہت زیادہ دخل تھا۔ لیکن اس بازار و میلہ کے اصل سرپرست
و نگران اعلیٰ بنو تميم تھے۔ اس میلہ میں بھگڑوں اور خصوصیات کے فیصلے بنو تميم کا رئیس اعلیٰ کرتا تھا۔ اسی طرح تجارت
کی بعض اشیاء کے نرخ میں جب نزاع پیدا ہوتا تو بنو تميم کا رئیس ہی نرخ طے کرتا تھا۔ بنو تميم کے رئیس کی یہ عدالت
بڑی محترم و بارع ہوتی تھی اور سب شرکاء عكاظ اس کی تعظیم کرتے اور اس کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم
کرتے تھے۔

قال في صبح الاعشى ج ۱ ص ۱۴۰ والمفصل ج ۲ ص ۳۸۳ كانت في هذه الاسواق مجتمعات تعقد فيها
العقود والمعاهدات والاتفاقات القبلية والعائلية ومواضع يعلن فيها عن التبتى وعن الخلع اى خلع
الافراد المحرام يتكبرونها ويجب ان لا ننظر الى هذه الاسواق نظرنا الى السوق بالمعنى المفهوم من هذه اللفظة
في الوقت الحاضر فقد كانت اسواق الجاهلية اوسع مجالا من ذلك بكثير كانت مجامع لاهل اللسان من
شعراء ومن خطباء من مهووين معرفين ومن مغويين طلاب شهرة وهي ساحات محاكم مجلس فيها
المختصمون للاستماع الى قرار حاكمها ب محترم وقد كانت الحكومة في هذه السوق الى بنو تميم وكانت
اخر من حكم منهم بها الاقرع بن حابس التميمي الصحابي رضي الله عنه انتهى بتصرف۔

سوق عكاظ میں وعظ و تبلیغ و اصلاح معاشرہ وغیرہ مقاصد کے لیے بڑے بڑے معزز و بزرگ بھی
تشریف لے جاتے تھے۔ مشہور و موقد و واعظ جاہلی قس بن ساعدہ بھی اسی بازار میں تشریف لے جاتے تھے
اور وعظ کی مجلس منعقد کرتے ہوئے لوگوں کو توجید و آخرت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام
بھی سوق عكاظ و مجتہ و ذو المجاز وغیرہ مواسم میں دعوت اسلام کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ وقیل
انہ علیہ السلام مکت سبع سنین یتبع الناس فی مواسمہم فی سوق عكاظ وكان فیہم دعاهم و کلامہم
ودعاهم الى الاسلام بنو عامر بن صعصعة۔ البکری ج ۵ ص ۲۵۹ و البداية لابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۰۔

قس بن ساعدہ بازار میں وعظ کرتے ہوئے اور نبی آخر الزمان کے آنے کی اطلاع دیتے ہوئے کہا کرتے
تھے کہ نبی آخر الزمان خاتم الانبیاء کے طور کا زمانہ قریب آچکا ہے اور عن قریب وہ ظاہر ہوں گے۔ نبی علیہ السلام
نے انھیں بازار عكاظ میں وعظ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ تاہم ظہور اسلام سے قبل ہی قس وفات پا گئے۔
قالوا قس بن ساعدة اول من قال البينة على المدعى واليمين على من انكر واوّل من نالہ
من العرب اى ترك عبادة الاوثان واوّل من قال اما بعد واوّل من كتب من فلان الى فلان و

اول من اتكا على عصا ارقوس اوسيف عند الخطبة. روى ابن عباس رضي الله عنهما قال ان قس بن ساعدة كان يخطب قومه بسوق عكاظ فقال سيأتيكم حق من هذا الوجه واشارس بيده الى نحو مكة قالوا له ما هذا الحق؟ قال رجل ابلج احق من ولد لوى بن غالب يدعوكم الى كلمة الاحلاص وعيش ونعيم لا يتفقد ان فاذا ادعاكم فاجيبوه ولو علمت ان اعيش الى مبعثه لكنت اول من يسعى اليه. قد رويت هذه القصة من طرق متعددة قال الحافظ ابن كثير هذه الطرق كلها على ضعفها كالمعاوضة على اثبات اصل القصة وقال ابن حجر طرق هذا الحديث كلها ضعيفة.

وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال قدم وفد عبد القيس على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انكم يعرفون القس بن ساعدة الايادي قالوا كلنا يارسول الله نعرفه قال فافعل قالوا هلك قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما نساء بعكاظ على جبل اسمر وهو يقول ايها الناس اجمعوا واسمعوا وعوا من عاش مات ومن مات فات وكل ما هو ايت ات ان في السماء نجرا وان في الارض لعبا مهادا موضع ومقف مرفوع ونجوم تمور وبجارات تقوى انتم قس قسما حائلا ان كان في الامر رضا لكون سخطا ان الله ديننا هو احب اليه من دينكم. الذي انتم عليه مالي اسرى الناس يذهبون ولا يرجعون ارضوا بالمقام فقاموا ام تركوا هناك فقاموا ثم قال صلى الله عليه وسلم انكم يروى شعرة فانشده عليه الصلاة والسلام

في الداهيين الاولين من القرن لنا بصائر
لما رآيت مواردا لموت ليس لها مصادير
ورأيت قومي نحوها تسعى الا صاغر والا كابر
لا يرجع الماضي الى ولا من الباقيين غابر
أيقنت اني لا محال لتحيث صار القوم صائر

مراجع لتفصيل ترجمة قس ر سالتى النجم السعد في مباحث اما بعد وانسان العيون ج املا والبداية لامين كثير. روى بعض الناس ان القس كان من اسباط العرب اى من ولد ولد لهم شيخا عمر سبعمائة سنة وقيل ستمائة سنة ادركه من الخواريين سمعان هذا والله اعلم.

اسى سوق عكاظ كسفر كس دور لى جنات نى نبى عليه السلام كا قرآن سنا تها جس كا ذكر قرآن شريف مى وارو هى . وفى الصحيحين عن ابن عباس رضى الله عنهما قال ما قرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم على الجن ولا سراهم انطلق النبى صلى الله عليه وسلم فى طائفة من اصحابه عامدين الى سوق عكاظ وقد حيل بين الشياطين وخبر السماء فرجعت الشياطين الى قومهم فقالوا ما لكم؟ قالوا حيل بيننا وبين خبر السماء ولم يزلت علينا الشهب فقالوا ما ذاك الا من شئ حدث فاضربوا مشارق الارض ومغاربها

فالتقى الذين اخذوا نحو تهامة النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه وهم بخلة عامدين الى سوق عكاظ وهو
صلى الله عليه وسلم يصلي باصحابه صلاة الفجر فلما سمعوا القرآن انصتوا له وقالوا هذا الذي حال بيننا وبين
خبر السماء ورجعوا الى قومهم فقالوا اننا سمعنا قرآنا عجبا يهدي الى الرشداً - الآيتين -

وهذا الذي ذكره ابن عباس في اول ما كان من امر الحن مع النبي صلى الله عليه وسلم ولم يكن النبي
عليه السلام راى اذ ذاك انما ادعى اليه بما كان منهم - وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال في قوله تعالى و
اذ صرنا اليك نفرًا - الآية قال كانوا سبعة من حن نصيبين فجعلهم رسول الله صلى الله عليه وسلم رسلاً
الى قومهم فلم ان ابن عباس لم ينف كلامه صلى الله عليه وسلم الا حيث استمعوا في صلاة الفجر ولم يرد
نفر الكلام بعد ذلك وقوله فجعلهم رسول الله صلى الله عليه وسلم رسلاً الى قومهم دل على ان كلهم
بعد ذلك ولهذا قالوا يا قينا احييوا داعي الله فدل على انهم اجتمعوا به صلى الله عليه وسلم قبل عودهم
الى قومهم -

واخرج البيهقي باسناد عن ابن مسعود رضي الله عنه قال هبطوا على النبي صلى الله عليه وسلم
وهو يقرأ القرآن ببطن نخلة فلما سمعوا قالوا انصتوا قالوا واحدة وكانوا تسعة احدى هم زبعة فانزل الله و
اذ صرنا اليك نفرًا من الحن الى قوله مبين وفي الصحيحين من حديث ابن مسعود انه صلى الله عليه وسلم
اذ نثرتهم شجرة -

فائدة - ارض عرب میں سوق عكاظ کے علاوہ کئی بازار لگا کرتے تھے۔ سوق عكاظ و محمہ و ذو الحجا
کے علاوہ اکثر بازاروں کا گھران و سرپرست قبیلہ تاجروں سے ٹکیں (عشور) کو شرم وصول کرتا تھا۔ ہر بازار
کا ضامن و ذمہ دار ایک خاص قبیلہ ہوتا تھا جس کی کوشش سے وہ بازار کامیاب رہتا تھا۔ وہ ضامن قبیلہ
ہی شرکاء بازار اور ان کے مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا تھا کیونکہ بازار کے اندر چوروں اور ڈاکوؤں کا
خطرہ رہتا تھا۔ اس ضامن قبیلہ کے رئیس کے کارندے بازار کے اندر اور ارد گرد حفاظت پر مامور ہوتے تھے
تاہم بازار تک دور دراز علاقوں پر سے گزرنے کے لیے خفا کے بغیر پہنچنا مشکل تھا۔ اس واسطے راستہ میں واقع
قبائل کی حفاظت و مدد سے یہ کام آسان ہو سکتا تھا۔

یبقولہ لکھتے ہیں کہ عرب کے مشہور بازاروں میں ہیں۔ قال الیعقوبی فی کتابہ ج ۱ ص ۲۳ ان اسواق
العرب كانت عشرة اسواق يجتمعون بها في تجارلتهم و يجتمع فيها سائر الناس و يأمنون على دمائهم
واموالهم اهـ وفي المفصل ج ۱ ص ۳۱ و تقع هذه الاسواق في مواضع مختلفة متناثرة من جزيرة
العرب في اذن اسواق عربية وهناك اسواق اخرى قصد ها العرب للتجارة في مواسم في اوقات
مختلفة كانت خارج جزيرة العرب في العراق و في بلاد الشام و في الحبشة اهـ -

ان اسواق کے احوال کے لیے دیکھیے بلوغ الارب ج ۱ ص ۲۶۴۔ کتاب الازمنة والامكنة للمزودتی ج ۲ ص ۱۶۱۔ المفضليات ص ۲۰۸۔ نجم البکری ج ۳ ص ۹۵۹۔ التقاض ج ۱ ص ۱۳۹۔ العقد الفرید ج ۱۲ ص ۱۶ و ج ۱۵ ص ۲۴۰۔ الاغانی ج ۱۴ ص ۱۳۵۔ المجتر ص ۲۶۳۔ البیان والتبيين ج ۳ ص ۱۰۰۔ الاغانی ج ۱۴ ص ۲۳۔ ج ۱۱ ص ۸۲، ۶، ۱۲ ج ۱۴ ص ۱۵۔ ۲۴۰۔ اُسْدُ الغَابَةِ ج ۲ ص ۲۲۴۔ ان بازاروں کی حفاظت کرنے والے محرمون اور ان میں فساد کرنے والے اور ظلم و لوٹ مار کرنے والے محمولون کہلاتے تھے۔ قال اليعقوبي في كتابه ج ۲: وكان في العرب قوم يستحلون المظالم اذا حضر وا هذه الاسواق فسموا المحلولون وكان فيهم من يبيكو ذلك وينصب نفسه لنصرة المظلوم والمنع من سفك الدماء فيسمون الذادة المحرمون واما المحلولون فكانوا فباكل من اسد وطى وبنى بكر وقوم من بنى عامر بن صعصعة واما الذادة المحرمون فكانوا من بنى عمر بن قتيبة وبنى حنظلة بن زيد مائة وقوم من هذيل وقوم من بنى شيبان وقوم من بنى كلب بن دبرة فكانوا هؤلاء يلبسون السلاح لدفعهم عن الناس۔ انتهى۔ وراجع عقد الفرید ج ۲ والبيان والتبيين ج ۳ مثلاً۔

عرب کے مشہور بازاروں کے نام یہ ہیں ۱۔ سوق دومة الجندل۔ ۲۔ سوق بجر سوق عمان۔ ۳۔ سوق المشقر۔ ۴۔ سوق عدن ابن۔ ۵۔ سوق صنعاء۔ ۶۔ سوق حضرموت۔ ۷۔ سوق ذی المجاز۔ ۸۔ سوق مجنتہ۔ ۹۔ سوق عکاظ۔ ۱۰۔ سوق جاشة۔ ۱۱۔ سوق صحرار۔ ۱۲۔ سوق بدر۔ ۱۳۔ سوق بنی قینقار۔ ۱۴۔ سوق الشحر۔ ۱۵۔ سوق عثر۔ یہ تو عام بازار تھے۔ ان کے علاوہ بعض چھوٹے بازار بھی تھے جو کسی خاص قبیلہ سے متعلق ہوتے تھے۔ وقد ذكر بعض اهل الاخبار ان اسواق العرب الكبيرة كانت في الجاهلية ثلاث عشرة سوقاً واولها نياماً دومة الجندل قاله المرزوقي في الازمنة والامكنة ج ۲ ص ۱۷۱۔ يراجع لبياها الطبري ج ۲ ص ۲۴۷ صبح العشي ج ۱ ص ۱۷۹ کتاب الصفة ص ۱۷۹۔

تکمیل افادہ کی غرض سے ہم یہاں پر مذکورہ بالا بازاروں میں سے چند مشہور بازاروں کے مختصر احوال ذکر کرتے ہیں :-

(الف) سوق دومة الجندل۔ یہ شام و حجاز کے مابین ایک مقام ہے۔ ہر سال یکم ربیع الاول کو اس کا انعقاد ہوتا تھا اور ۱۵ دن تک زور شور کے ساتھ جاری رہتا۔ وجہ تھوڑا بہت ربیع الاول کے آخر تک جاری رہتا تھا۔ بنو کلب و جدیہ طی اس سوق کے جیران تھے۔ اس سوق کی تولیت و حکومت دوریوں یعنی اکیڈیہادی شم سکونی اور ثناتہ الکلبی میں بدلتی رہتی تھی۔

قال في المحبر ص ۱۷۱: فكان العباديون اذا غلبوا وليها اُكيدوا واذا غلب الفستانيون ولوها فثانفة وكانت غلبتهم ان الملكين كانا يخاصمان فاما ملك غلب صاحبه باخراج ما يلقى عليه تركه والسوق فصنع فيها

ما شاء ولم يبيع فيها احد شيئاً الا باذنه حتى يبيع الملك كلما اراد يبيعه مع ما يصل اليه من عشقها وكان
 يكلب فيها قن كثير في بيوت الشعر فكانوا يكرهون فتياتهم على البغاء وكانوا اكثر العرب وكانت مبايعة العرب
 فيها القاء الحجارة وذلك انه كان ربما اجتمع على السلعة نفر يساومون بها صاحبها فايهم رضى القى حجره
 فربما اتفق في السلعة سهط فلا يجدون بداً من ان يشتروا وهم كاسرهون وربما اتفقوا قالقوا الحجارة جميعاً
 اذا كانوا عدد على امر يدينهم فوكسو اصحاب السلعة اذا طابقوا عليه اهـ.

عبارت حجر سے معلوم ہوا کہ سوق دومتہ بخندل میں بیع القاد الحصاة والحجران قحی۔ یہ وہ بیع ہے کہ جس سے
 نبی علیہ السلام نے منع فرمایا اور اسے ختم کر دیا۔ فردی مسلم عن ابی ہریرۃ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 عن بیع الحصاة وعن بیع الغرہ۔ قال النووی فی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۱ واما بیع الحصاة ففیہ ثلاث تاویلات
 احدها ان يقول بعثتک من هذه الاثواب ما وقعت علیه الحصاة التي امریها او بعثتک من هذه
 الارض من هنا الى ما انتهت اليه هذه الحصاة۔ والثانی ان يقول بعثتک على انک بالحجارة الى ان امری
 بهذه الحصاة والثالث ان يجعل نفس الرمی بالحصاة بيعاً فيقول اذا امریت هذا الثوب بالحصاة فهو مبيع
 منك هكذا اهـ۔

قال فی الفصل ج، ص ۳۷۱ وكان اكيد صاحب دومتہ بخندل يرمى الناس ويقوم بامرهم اول يوم
 وتدم سوقهم الى نصف الشهر وكان اكيد يعشير الناس (تعشير کا معنی ہے ٹیکس لینا یا مال پر ٹم وصول کرنا۔
 بہر حال وہ شرکا۔ سوق سے کچھ مال وصول کرتا تھا) وربما يتولاها بنو كلب الذين يأتونها متأخرين فينتولونها
 وتدم عند قدم بني كلب الى آخر الشهر ويتولونهم حينئذ تعشير الناس اهـ۔

راجع البلدان ج ۲ ص ۱۷۱ واليعقوبي ج ۱ ص ۲۲۱ وابن خلدون ج ۳ ص ۷۷۔

ويعرف البيع فيها ببيع الحصاة وهو نوع من انواع المقامرة ابطله الاسلام وكان مكس هذه السوق
 لمن يتولى الاشراف عليها ودومتہ بخندل في غائط من الارض خمسة فراسخ ومن مغربه عين تيم تنقي
 ما به من النخل والزرع ودومتہ ضاحية بين غائطها واسر حصنها مارح۔ كما في تاج العروس ج ۲ ص ۲۹۷
 ج ۲ ص ۲۵۵ وهو حصن قديم ورد ذكره في الشعر الجاهلي وقد اكتسب شهرة كبيرة بين الجاهليين حتى ضربوا
 به وبالبليق حصن السمأل المثل في العز والمنعة فقالوا "تمرد مارح وعز البليق" قالوا تصدقهما الزباء
 فبحزت عن قتالهما ناقالت تمرد مارح وعز البليق وذهب مثلاً لكل عزيز متمتع۔ ودومتہ بخندل مفروق
 من مفارق الطرق مهم يقصده اصحاب القوافل الذاهبون الى العراق والى الشام وبالعكس لوجود
 العذب بها وهي اليوم يسمى للجوف في المملكة السعوية۔

راجع الفصل ج، ص ۳۷۱ والازمنة والامكنة للمزني ج ۲ ص ۱۶۱ ومرصد الاطلاع ج ۲ ص ۵۷۵ و

التاریخ الكبير ج ۱ ص ۱۹۵ والمسالک والممالک ص ۱۹۵ والکامل ج ۲ ص ۱۹۵۔

بعض بعید قبائل سوق دومتہ البجندل تک راستے میں واقع قبائل کی مدد و تعاون ہی سے جسے خفارہ کہتے ہیں پہنچ سکتے تھے۔ کیونکہ اس کے بغیر تاجر و شہر کا سوق پوروں اور ڈاکوؤں کے خطرے کے پیش نظر شریک سوق نہیں ہو سکتے تھے۔ بحر میں ہے وکان کل تاجر یخرج من الیمن و البحر یختر بقربیش ما داموا فی بلاد مضر لان مضر لم تکن تعرض لتجار مضر ولا یتھجیهم حلیف مضر فی کان ذلک بینهم فكانت کلک لا یتھجیهم لحلفهم بنی تمیم و طی لا یتھجیهم لحلفهم بنی اسد وکان مضر تقول قضت عنا قریش مذمة ما ورتنا اسمعیل علیه السلام من الدین ۸۰۔

(ب) سوق المشقر۔ یہ سوق مقام بحر میں تھا۔ سوق دومتہ البجندل کے بعد لوگ اس بازار میں چلے جاتے تھے۔ سوق مشقر یکم جمادی الآخرہ سے آخر ماہ تک پورا ایک مہینہ جاری رہتا تھا۔ اس بازار میں اہل فارس بھی سمنہ پارک کے شریک ہوتے تھے۔ بنو عبد القیس و تمیم اس بازار کے جیران تھے۔ اس بازار کے بادشاہ و نگران بنو تمیم میں سے ہوتے تھے۔ ملوک فارس ہی نے یہاں پر مختلف قبائل کے اپنی طرف سے بادشاہ و رؤسار مقرر کیے تھے۔ بازار مشقر کا انتظام بھی دومتہ البجندل کی طرح تھا یہاں کاربیس تجار سے عشور وصول کرتا تھا۔ وکان من یومها من التجار یخفرون بقربیش لا نکالوا توفی فی بلاد مضر وکان بیعهم فیها الملاء و الهمهة اما الملامسة فی الامم یؤمئ بعضهم الی بعض فیتبایعون ولا یتکلمون حتی یتراضوا ایماء و اما الهمهة فکیلا یحلف احدهم علی کذب ان زعم المشتري انه قد بداله۔ کذا فی المحبر۔

و فی المفصل و یحیی المشقر حصن قدیم قویم یقال وراثہ امرؤ القیس و قد اشیر الیه فی الشعر۔ یہ ایک مضبوط قلعہ تھا جس میں بادشاہ فارس کی کچھ فوج رہتی تھی۔ اور غلہ جمع کرنے کے گودام تھے جو بوقت ضرورت عرب میں وہ تقسیم کرتے تھے اور اسی قلعہ کے ذریعہ وہ اعراب کی شرارتوں سے مملکت فارس کی سرحدات کی حفاظت کرتے تھے۔

دیکھیے کتاب یعقوبی ج ۱ ص ۲۲۶۔ معجم البکری ج ۴ ص ۱۱۹۳۔ الازمنة والامکنۃ للمزنی ج ۲

ص ۱۶۲۔ آثار البلاد و اخبار العباد ص ۷۳۔ مرآۃ الاطلاع ج ۳ ص ۱۲۷۵۔

فائدہ۔ بیع ملامسہ کو نبی علیہ السلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔ فقہ صحیح مسلم ہری ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الملامسة و المنابذة قال النودی فی شرحہ ج ۲ ص ۱۷۵ ثلاثۃ اوجه فی تأویل الملامسة احدها تأویل الشافعی و هو ان یأتی بثوب مطوی اوفی ظلمۃ فیلبسہ المستام فیقول صاحبہ بعتک بكذا بشرط ان یقوم لمسک مقام نظرك ولا خیاسر لك اذ امرأیتہ و الثانی ان یجعل نفس اللبس بیعا فیقول اذ المستم فهو مبیع لك و الثالث ان یتبعہ شیئا علی انه متی لمسه انقطع

خیار المجلس وغيره وهذا البيع باطل على التاويلات كلها اهـ -

(۷) سوق صحار - یہ سوق عمان میں یکم رجب سے صرف پانچ دن تک قائم رہتا تھا۔ جلدی بن مشکبہ اس کا متولی و حاکم تھا اور وہی اس بازار کے عشور و وصول کرتا تھا۔ یہ سوق صحار سوق مشرق کے فوراً بعد منعقد ہوتا تھا۔ کذا فی مجمع - ص ۲۶۵۔ وید کہ بعض اہل الاخبار ان البيع فی سوق صحار هو بالقاء للحجارة - راجع الی یعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶ - الا زمنة والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۳ - المفصل ج ۷ ص ۳۴۷۔

(۵) سوق دبا - یہ عرب کا خاص سوق تھا۔ کیونکہ اس میں عرب کے علاوہ خارج عرب یعنی سند و ہند و چین و اہل مشرق و مغرب کے تاجر بھی شرکت کرتے تھے۔ سوق دبا سوق صحار کے بعد منعقد ہوتا تھا۔ یہ بازار ماہ رجب کے آخری دن شروع ہوتا تھا قال فی المحبر دکان بیعہم فیہا المساوۃ دکان الجلدی بن المستکبر یعشرہم فیہا فی سوق صحار ویفعل فی ذلک فعل الملوک بغیرہا۔ اهـ۔ و دبا احدی فہضی العرب۔

(۸) سوق الشحر شحر مہرہ۔ سوق دبا کے بعد سوق شحر اس پہاڑ کے دامن میں منعقد ہوتا تھا جس میں بقول بعض اہل تاریخ ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ ولم تکن بہا عشور لانہا لیست بارض مملکۃ وکانت التجار تحفہا فیہا بنی محارب بن ہرب من مہرۃ وکان قیامہا للنصف من شعبان وکان بیعہم بہا القاء للحجارة۔ کذا فی المحبر ص ۲۶۵۔ وکان غالب ما یعرض فیہا الادم والبر و سائر المرفق ویشترون بہا الکند والصبر ویقصد ہا تجار من البر والبحر۔

راجع الا زمنة والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۳ و الی یعقوبی ج ۱ ص ۲۲ و تاج العروس ج ۶ ص ۲۹۳ و المفصل ج ۷ ص ۳۴۷۔
(۹) سوق عدن - سوق شحر کے بعد سوق عدن یکم رمضان سے دس دن تک منعقد کیا جاتا تھا وکانوا لا یتحفون ہنا باحد لانہا ارض مملکۃ وامرہا حکم وکانت الابناء تعیشہم بہا ولا تشترون فی اسواقہم ولا بیعہم والابناء ابناء الفرس الذین فحقوا الیمن مع وھرز و قتلوا الحبشۃ۔ کذا فی المحبر۔ واما ما قبل حکم الابناء فقد کان یعشر ہذہ السوق ملوک حمیر ثم من ملک الیمن من بعدہم واشہر ما یباع فیہا الطیب ولم یکن احد یحسن صنم الطیب من غیر العرب حتی ان تجار العرب ترجع بالطیب الممول تفخر بہ فی السد الھند ویرحل بہ کذلک تجار البر الی فارس والروم۔

راجع الی یعقوبی ج ۱ ص ۲۳ و الا زمنة والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶ و المفصل ج ۷ ص ۳۴۷۔

(۱۰) سوق صنعاء - سوق عدن کے بعد سوق صنعاء ۱۵ رمضان کو شروع ہوتا اور آخر رمضان تک جاری رہتا تھا۔ دکان بیعہم بہا الجس جس الایدی انتہی ما فی المحبر۔ وقد اشتهرت ہذہ السوق ببيع الخرز والادام والبرود وکانت تجلب الیہا معافہ القطن والکتان والزعفران والاصباغ ویشترون بہا من البر والحديد و حاصلات الیمن۔

راجح جمع الاعشى ج۱ منلك والازمنة والامكنة ج۵ ۱۵۵۱ یعقوبی ج۱ ص ۲۳۱۔

بیع جس ایدری کو بیع الملامسہ کہتے ہیں۔ بیع الملامسہ سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔

(ج) سوق الرابیه - سوق رابیه وعکاظ ایک ہی دن یعنی ۱۵ ذوالقعدہ کو شروع ہوتے تھے۔ سوق عکاظ کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ رابیه حضرت موت یعنی مین میں ایک مقام کا نام ہے۔ قال فی المعجم ما الرابیه فلم یکن یصل الیها احد الا بخفاسة لا نهالم تکن ارض مملکة وكان من عزّٰئها بزّٰصاحبه فكانت قریش تقحّر فیها بنی اکل المار دسائر الناس یقحّرون بال مسروق بن دائل من کنده۔ اہ۔

(ط) سوق مجنّہ - سوق عکاظ بقول بعض کیم ذو قعدہ سے ۲۰ ذو قعدہ تک جاری رہتا تھا۔ پھر ۲۱ ذو قعدہ سے لوگ سوق مجنّہ میں چلے جاتے تھے۔ سوق مجنّہ دس دن تک قائم رہتا تھا۔ قال الازرقی فی اخبار مکة ج۱ ص ۱۲۴ وجنّہ سوق باسفل مکة علی برید منها وہی سوق لکنانة وارضاها من ارض کنانة وہی التي یقول فیها بلال رضی اللہ عنہ بعد الحجۃ ۵

الالبت شعری هل ایتنّ لیلۃ
بفتح وحولی اذخرو وجلیل
وهل ابردن یوما مایا مجنّۃ
وهل یدون لی شامة وطفیل

وشامة وطفیل جبلان مشرفان علی مجنّہ انتی۔

(ی) سوق ذوالحجاز - سوق مجنّہ کے بعد کیم ذوالحجہ سے آٹھ دن تک جاری رہتا تھا۔ ذوالحجاز ایک مقام کا نام ہے جو عرفات سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ذوالحجاز سے ۸ ذوالحجہ کو لوگ تجارت بند کر کے حج کے لیے عرفات و منیٰ کی طرف چلے جاتے تھے۔

(یا) سوق حباشہ - یہ عرب کے مشہور و قدیم اسواق میں سے ہے۔ وہی سوق بہامة بیتا جس فیہا اهل الحجاز و اهل الیمن وكان فی جملة من حضرها و تاجر فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وكانت تعام فی شہر رجب و حباشہ سوق آخری كانت لبني قینقاع۔ کذا فی المفصل۔

وقال الازرقی فی اخبار مکة ج۱ ص ۱۲۴ و حباشہ سوق الازد وہی فی دیار الادصام من بارق من صدقنونا وحلی من ناحیة الیمن وہی من مکة علی ست لیال وہی آخر سوق خربت من اسواق للماہلیۃ وكان والی مکة یستعمل علیہا سرجلا یخبر بہا معہ یجند فیقیمون بہا ثلاثۃ ایام من اول رجب متوالیۃ حتی تمکنت الازد والیا کان علیہا من غنی بعثہ داؤد بن عیسی بن موسی فی ۱۹۵۰ فاشاہا فقہاء مکة علی داؤد بن عیسی بتخربہا فخر بہا و ترکت الی الیوم و انما ترک ذکر حباشہ مع ہذا الاسواق لانہا لم تکن فی مواسم الحج ولا فی اشہرہ و انما كانت فی رجب انتی۔

حباشہ بضم حاء مکملہ ہے۔ یہ حباشہ ہی بڑا باعث تھا تصنیف یا قوت لکتاب معجم البلدان کا۔ کما صرح

بہ فی خطبتہ ومقدّمۃ کتابہ۔ اسی لفظ جاشہ پر یاقوت بن عبد اللہ حموی اور ایک محدث کے مابین مرو شاہجاں شہر میں ایک مجلس علمی میں گفتگو ہوئی۔ یاقوت کہتا تھا کہ یہ بضم حاء ہے اور وہ محدث کہتے تھے کہ حاء مفتوح ہے۔ معجم البلدان ج ۱ ص ۱۸۰۔

فارس۔ آیت وقلنا یا آدم اسکن أنت وزوجک الجنة کے بیان میں مذکور ہے۔

فارس ایک وسیع مملکت کا نام تھا قدیم زمانہ میں جو موجودہ مملکت ایران کے کہیں زیادہ وسیع تھی۔ ایک طرف اس کی حدود مکران سے متصل تھیں دوسری طرف کرمان سے نیز عراق کا اکثر بلکہ تقریباً سارا حصہ ارض فارس میں داخل تھا۔ اور تقریباً سارا افغانستان بھی فارس کا حصہ شمار ہوتا تھا۔ لفظ فارس عربی میں غیر منصرف ہے تانیث وعلیت کی وجہ سے۔ یہ ایک شہر کا نام بھی تھا۔ فارس لفظ عربی ہے لیکن یہ دراصل فارسی لفظ ہے معرب پارس سے تعریب کے بعد یہ فارس ہوا۔

ملک فارس کا اکثر حصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتح ہوا۔ اس کی فتح کی ابتداء مشہور صاحب کرامات صحابی علاء حضرت نے کی تھی جو اولاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بحرین پر عامل تھے اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کے بھی عامل رہے اسی پر۔ علاء حضرت نے فارس کے ایک جزیرے کو فارس کے قریب فتح کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر ناز و غلگی کا اظہار فرمایا کیونکہ ان کی اجازت کے بغیر یہ اقدام کیا تھا۔ وقال عمر غرہت المسلمین وامرہ ان یلحقی بسعد بن ابی وقاص بالكوفة فصار نحوه فلما بلغ ذاقا رات العلاء للضری۔

فاندہ۔ ارض فارس پر زمانہ قدیم سے کئی خاندان حکمران رہے ہیں۔ ظہور اسلام کے وقت فارس پر ساسانیوں کی حکومت تھی۔ دولت بنی ساسان کا ہر بادشاہ کسریٰ کے لقب سے ملقب ہوتا تھا۔ ساسانی دولت و حکومت سے قبل فارس کے بادشاہوں کو کسریٰ نہیں کہا جاتا تھا۔ حکومت ساسانی کا پہلا بادشاہ اردشیر ہے اور یہ اردشیر بابکان کے نام سے مشہور ہے۔ یہی شخص دولت ساسانیہ کا مؤسس اول ہے۔ اردشیر بابکان نے ۳۳۰ء قبل میلاد المسیح علیہ السلام میں بڑی جنگ کے بعد حکومت حاصل کی اور اس طرح اکاسرہ کی حکومت قائم ہوئی اور پھر سیکڑوں برس اردشیر کے خاندان میں ہی حکومت چلتی رہی۔ تا آنکہ کسریٰ انوشیروان ۵۷۸ء میں حاکم ہوا۔ مشہور حکیم ہزر جہر اس کا وزیر تھا۔ انوشیروان کا عدل مشہور ہے۔

انوشیروان ۶۲۸ء میں فوت ہوا اور اسی کے زمانہ حکومت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا۔ اکاسرہ کا آخری بادشاہ یزود ۶۳۰ء میں خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل ہوا۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۵ ص ۱۸۰۔ ملک فارس کی وجہ تسمیہ میں مؤرخین کہتے ہیں کہ فارس بن علم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ موسوم ہوا ہے۔ وقال ابن الکلبی سمیت بفارس بن مائس بن سام بن نوح۔ وقال ابو بکر احمد

الحولانی سمیت بغارس بن مدین بن (اسم بن سام بن نوح علیہ السلام - وقیل سمیت بغارس بن طرموث والیہ) ینسب الفرس لانهم من ولدک وکان ملکا عادلا قریب العهد من طوفان نوح علیہ السلام -

فائدہ - شاہان ملک فارس کے احوال میں اس فقیر روحانی بازی کا ایک مختصر مگر جامع و مفید تاریخی رسالہ ہے جس کا نام ہے عبرۃ السائن باحوال ملوک فارس - عام فائدہ کی خاطر قدرے تصرف کے بعد اسے کتاب ہذا کا جز بنانا اور یہاں پر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ رسالہ یہ ہے :- بسم اللہ الرحمن الرحیم -

ملوک شاہان فارس کے دو طبقے ہیں۔ اول قدام جہیں کینیہ کہا جاتا ہے۔ ان کا آخری بادشاہ داران تھا، جس کو سکندر نے قتل کر دیا۔ عند البعض کینیہ سے پہلے ملوک فارس کا ایک طبقہ اور بھی تھا۔ سکندر نے حکومت کینیہ ختم کر دی۔ دوم متاخرین جو حکومت ساسانیہ و کسرویہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ حکومت، حکومت کینیہ کی طرح مدت طویل تک قائم رہی پھر مسلمانوں نے اسے ختم کر دیا۔ حکومت ساسانیہ کا بانی اور اول حاکم اردشیر ابن بابک شاہ تھا۔

اہل فارس قدیم تر قوم ہے۔ ان کے قدام کی تاریخ مختلف فیہ و مجہول ہے۔ علماء و اصحاب تاریخ نے ان کے احوال اور ان کے حکمرانوں کے اسما و کوائف ذکر کیے ہیں لیکن وہ احوال یقینی نہیں۔ اسی وجہ سے خود اصحاب تاریخ کے اقوال ان کے بارے میں باہم متضاد ہیں۔

قتل دارا کے بعد فارسی لوگ یونانیوں کے ماتحت ہو گئے۔ سکندر کی موت کے بعد مدت تک طوائف الملوکی رہی۔ چھوٹے چھوٹے علاقوں اور صوبوں کے گورنر مستقل بادشاہت کے مدعی بن گئے۔ یہ طوائف الملوکی سکندر کی موت کے بعد حسب قول نصاریٰ و اہل کتاب ۵۲۳ سال تک اور بقول مجوس ۲۶۶ سال تک جاری رہی۔ پھر اردشیر بن بابک شاہ نے بزور بازو طوائف الملوکی ختم کی اور متحدہ فارس کا حاکم و بادشاہ بن گیا اور شاہنشاہ سے موسوم ہوا۔ اس طرح ساسانی حکومت قائم ہوئی تا آنکہ اسلام نے اس کو ختم کر دیا۔ ساسانی دور کا آخری بادشاہ یزدجرد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قتل کیا گیا۔

اہل فارس کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا۔ کیومرث سے یزدجرد تک کی مدت میں مؤرخین کا بڑا اختلاف ہے۔ ابن سید کتاب تاریخ الامم علی بن حمزہ اصفہانی سے نقل کرتے ہیں کہ کیومرث سے یزدجرد (یزدگرد) تک کا زمانہ ۴۲۸۱ سال پر مشتمل ہے۔ ہر ساسانی بادشاہ کو کسری کہا جاتا ہے۔ اس سے مقدم شاہان فارس کسری سے ملقب نہیں ہوتے تھے۔ فارسیوں کا دعویٰ ہے کہ ہماری بادشاہی کا سلسلہ دنیا میں قدیم تر ہے۔ مؤرخین فارس کے دعوے کے مطابق ان کا اول بلکہ کل اولاد آدم میں اول بادشاہ کیومرث (بائنا و التار کا قیل) ہے۔

قال في لفظه الجعلان ۳۱ امة الفرس من اقدم امم العالم واشدهم قرة واثاراً في الارض و كانت لهم في العالم دولتان عظيمتان طويلتان - الاولى منهما الكينية وهي التي غلب عليها الاسكندر والثانية الساسانية الكسرية وهي التي غلب عليها المسلمون واما قبل هاتين الدولتين فبعد اخباره مقارضة ولا خلاف بين المحققين انهم من ولد سام بن نوح عليه السلام وارض ايران هي بلاد الفرس ولما عرت قيل لها اعراق وقيل انهم من ولد ايران بن افريدون وهم ينسبون الفرس الى كيومرث ومعناه ابن الطين كانت ملوك الفرس من اعظم ملوك الارض في قديم الزمان -

وهم اربع طبقات - الاولى يقال لهم الفيشادية ومعناها اول سيرة العدل وعدتها تسعة وهم اوشفنج وطهمورث وشمشيد وبيوراسپ وهو الضحاک وافریدون بن اثنيان ومنوچهر و فرشیاب وزر و کرشاسف وهذه الطبقة قدیمة وقد نقل في مدة ملكهم وحر و بهرام و یأبأها العقل و بمجها السمع -

والثانية يقال لهم الكيانية وهم الذين في اول اسمائهم كني و هو لفظه التنوية قيل معناها الرحاني وقيل الجبار و عدة الكيانية تسعة ايضاً وهم كي كاؤس و كينسر و كيلهراسف و كي بشتاسف و كي اردشير و هم و خمانی بنت اردشير و دارالاول و دار الثاني وهو الذي قتله الاسكندر واستولى على ملكه -

والثالثة - هم بعض ملوك الطوائف و يقال لهذه الطبقة الاشفانية وعدتهم احد عشر - الرابعة هم الاكاسرة لان كل واحد منهم يقال له كسرى و يقال لهم ايضاً الساسانية نسبتة الى جد هم ساسان وملك منهم عدة من النساء وادلهم اردشير بن بابك و آخرهم يزدجرد الذي قتل في ايام عثمان ابن عفان رضي الله عنه انتهى بجذف -

علامه محمد بن حبيب اخباري متوفى ۲۴۳هـ في كتاب محبر، ص ۳۹۲، يكتفي بهن که جيومرث (كيومرث) جنس جن کافر و تھانہ کہ جنس انس کا اور جيومرث يعني كيومرث جنات کا پہلا بادشاہ تھا۔ اس کے بعد جنوں کا بادشاہ طهمورث بن كيومرث بنا۔ اس کے بعد اوشينک (اوشنج) بادشاہ ہوا۔ اوشينک يعني اوشنج کے زمانے میں آدم عليه السلام پیدا ہوئے۔ فبعث المجوس يقول ان آدم ابن شينك وليس كلام يقول ذلك - اور نوع انس میں پہلا بادشاہ جم شاذ بن یونجھان من ولد قابیل تھا۔ وکان جمشاذ يقطع الدنيا كل يوم كما تقطعها الشمس يضيئ بالشرق ويمسي بالمغرب ملكها والناس مائة نفس فيما بين نوح و آدم عليهما السلام والثاني بعده نمرود بن كنعان بن حام بن نوح عليه السلام ملكها والناس عشرة آلاف نفس والثالث هو الضحاک بن قيس ذو الحيتين صديق ابليس ثم سليمان بن داود عليهما السلام ثم ذو القرنين هو هُرمس بن ميطون بن

سرومی بن یطی بن کسلو حین بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام انتہی۔

قال العبد الضعیف الرحمٰنی انکلاسی صحتہ ما قال ابن حبیب من وجہ۔ منہا عدم ثبوت ما ادعی بدلیل شاف اذ من خبرہ من ملوک الجن ولم یثبت ذلك بنص۔ ومنہا المشہور ان جیورمت و اوسہنج من الانس لا من الجن ومنہا ان قبل خلق آدم كانت الارض خالیة عن ملک الجن والملائکة اخلت عامۃ الارض عنہم و ذکرہم فی الجبال والجزائر کما ثبت فی الآثار الصحیحۃ ولم ینزک لہم احدا برأس و یملک فکیف یصح قول ابن حبیب ان جیورمت و اوشینک یعنی اوسہنج و طہموت ملکوا الارض کلہا۔ و منہا انکثر المؤمنین صرحا بخلافہ و قالوا ان اول ملک من البشر فی الارض غیریم شاذ۔ ومنہا ان کون الناس الی نوح علیہ السلام مائۃ نفس بعید عقلا کیف و عمر آدم علیہ السلام الف سنة وکان نوح علیہ السلام طویل العمر هذه المدة الطویلة توجب لعدۃ الکثیر من الانفس۔ ومنہا ان قصر اولاد آدم الی زمن نوح علیہ السلام فی مائۃ نفس خطأ نقلًا و خلاف ما صرح بہ الثقات من اهل التاریخ وقد اخرج الطبری فی تاریخہ باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لم میت آدم حتی بلغ ولده وولد ولده اربعین الفابوۃ۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۸۴۔

مسعودی مروج الذهب ج ۱ ص ۲۲۰ پر لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فارسیوں کے دعوے کے مطابق ان کا پہلا بادشاہ کیورمت تھا۔ کیورمت ایک مجہول شخص ہے۔ اس کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ (۱) یہ اصل نوع انسانی ہے یعنی کیورمت آدم علیہ السلام کا نام ہے۔ (۲) وہ ابن آدم یعنی ہابیل وقابیل کا بھائی ہے۔ (۳) کیورمت کا نام اُمیم ہے۔ وہ اُمیم بن لاؤفن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ اُمیم سب سے پہلے ارض فارس میں آباد ہوا تھا۔ (۱) ایک چوتھا قول بھی ہے کہ وہ نوع جن میں سے تھا۔ کما قد منا من ابن حبیب النسابة)۔

آدم علیہ السلام سے تا کیورمت کوئی بادشاہ نہ تھا۔ کیورمت بنی آدم میں پہلا بادشاہ ہے۔ یہ اپنے زمانے میں بڑا محترم و مکرم شمار ہوتا تھا۔ اس زمانے کے لوگوں نے دیکھا کہ انسانوں میں بغض و عناد۔ جھگڑوں۔ شرارتوں اور جنگ و جدال کا معاملہ حد سے بڑھ گیا۔ طاقت ور کمزور کو ذلیل کرتا ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق ضائع کیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ صرف رعب و خوف کے ذریعہ سے ہی شریر کو شرارت سے روکا جاسکتا ہے۔ یہ تو عالم کبیر یعنی نوع انسانی کا حال تھا۔

پھر انہوں نے عالم کبیر کو عالم اصغر یعنی جسم انسانی پر قیاس کر کے بادشاہ کے وجود کو جو مرکز طاقت اور مرکز تدبیر ہو ضروری سمجھا تفصیل مقام یہ ہے کہ انہوں نے صورت و جسم انسان حساس و دراک پر غور کیا تو انہوں نے دیکھا کہ انسان کے مختلف افعال و گوناگون تصرفات و خواص ظاہریہ و باطنیہ کا ایک مرکز ہے جو

ان سب امور کا منبع ہے۔ اسی طرح انسان کے جملہ اعضا۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں وغیرہ ظاہری و باطنی محسوس و غیر محسوس ارکان بدن جسم کے اندر ایک مرکزی قوت سے مربوط ہیں۔ اس مرکز قوت و منبع تدبیر و انتظام کا نام دل ہے۔ دل تمام بدن اور جملہ اعضا و اجزا بدن کا بادشاہ و حاکم اعلیٰ و مدبر ہے۔ وہ مرکز قوت ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق ارکان بدن کو چلاتا اور روکتا ہے۔ باقی سب اعضا۔ دل کے تابع اور بمنزلہ رعایا و متحد ام ہیں۔ دل کے طفیل جسم انسانی کے یہ اعضا باہم مربوط ہیں۔ اچھے اور بُرے رستے پر ڈالنے والا یہی دل ہے۔ بہر حال قلب بدن کا امیر و حاکم ہے۔ عالم اصغر کے حسین و قوی نظم و ضبط سے دانشوران اہل فارس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عالم کبیر و نوع انسانی کے انتظام و اصلاح کے لیے ایک مختار صاحب قوت حاکم اعلیٰ اور بادشاہ کی تقرری ناگزیر ہے۔

چنانچہ انہوں نے کیومرث سے قوم کا امیر و حاکم بننے کی درخواست کرتے ہوئے اپنی وفاداری و فرمانبرداری کا یقین دلایا۔ کیومرث نے امارت و بادشاہت قبول کرتے ہوئے مجلس قوم میں جو خطبہ دیا اس کے چند قیمتی جملے یہ ہیں اِنَّ النِّعَمَ لَا تَدُومُ اِلَّا بِالشُّكْرِ وَاَتَاخُذُ اللّٰهَ عَلٰی اَيَادِيهِ وَنَشْكُرُهُ عَلٰی نِعَمِهِ وَكَرَّعَ الْيَدَيْنِ مَزِيدًا وَنَسَّالَهُ الْمَعُونَةَ عَلٰی مَا دَفَعْنَا اِلَيْهِ وَحَسَنَ الْهُدٰى يَتٰى اِلَى الْعَدْلِ الَّذِیْ بِهِ يَجْتَمِعُ الشَّمْلُ وَيَصْفَوُ الْعَيْشُ فَتَقْبَلُ بِالْعَدْلِ مَنَا وَانْصِفُوْنَا مِنْ اَنْفُسِكُمْ تُؤَدُّ كَوَالِیْ اَفْضَلُ مَا فِیْ هِمْكُمُ وَالسَّلَامُ۔

پھر کیومرث کے سر پر تاج رکھا گیا۔ وہ پہلا انسان ہے کہ جس کی تاج پوشی ہوئی۔ کیومرث نے آخر دم تک عدل و انصاف سے حکومت کی اور لوگ اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے۔

کیومرث پہلا شخص ہے جس نے کھانا کھاتے وقت خاموش رہنے کی تلقین کی وقال لناخذ الطبیعة بقسطها فیصلح البدن بما یرد الیه من الغذاء وتسکن النفس عند ذلك فتدبر کل عضو من الاعضاء تدبیراً یدّی الی ما فیہ صلاحہ من اخذ صفوا للطعام فیکون الذی یرد الی الکبد وغیرہ من الاعضاء القابلۃ للغذاء ما یناسبها وما فیہ صلاحها فان الانسان متى شغل عن طعامه بضرب من الضرب انصرف قسط من التدبیر وجزء من التغذی الی حیث انصباب الھمة ووقوع الاشتراک فأضرّ ذلك بالانفس الحیوانیة والقوی الانسانیة واذاکان ذلك ادى الی مقارعة النفس الناطقة لھذا الجسد المرنّ و فی ذلك ترک للحکمة دخروج عن الصواب۔ کذا فی المروج۔ ج ۱ ص ۲۲۔

بعض اُستادین کہتے ہیں کہ بنی آدم کا پہلا حاکم و بادشاہ اوشنچ (اوشنق) تھا۔ اوشنچ بطن حواری سے آدم علیہما السلام کا بیٹا ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ نوح علیہ السلام کی نسل میں سے ہے۔ قال الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۷۰ کان بعضهم یزعم ان اوشنچ ہذا هو ابن آدم علیہ السلام لصلبہ من حواء واما هشام الکلبی فانہ فیما حدّثتْ عنہ قال بلغنا واللّٰہ اعلم انّ اَوَّلَ مَلِکٍ مَلَکَ الارض اوشنق بن

عابرن شالح بن اسر فخذ بن سام بن نوح علیہ السلام قال والفرس تدعیہ وتزعم انه كان بعد فاة آدم بمائتی سنة قال وانما كان هذا الملك فيما بلغنا بعد نوح بمائتی سنة فصیرہ اهل فارس بعد آدم بمائتی سنة ولم یعرفوا ما كان قبل نوح ثم مر الطبری قول الکلبی رنج القول الاول . وقال ان ملوک اوشهجر هذا كان اسربعین سنة . مسعودی نے اوشہج کے بارے میں لکھا ہے کہ دو کیومرث کی اولاد یعنی نسل میں سے ہے اور کیومرث کے بعد بادشاہ بنا۔

سلسلہ شاہان فرس میں پانچواں بادشاہ ضحاک کے نام سے مشہور ہے۔ بقول مسعودی اس کا اصل نام بیوراسب بن ارداسب بن رستوران بن نیاداس بن طلح بن قر وال بن ساہر فرس بن کیومرث ہے۔ یہ عجیب زمانہ شخص تھا۔ بعض کے نزدیک فرس میں سے تھا اور بعض کے نزدیک عرب میں سے تھا۔ یہ بڑا ساحر تھا۔ اقلیم سبعہ کا حکمراں تھا۔ بڑا جاہل و سرکش و ظالم تھا۔ ابونواس وغیرہ کی رائے میں وہ عرب یمن کا ایک فرد ہے۔ قالوا هو الضحاک بن علوان بن عبید بن عویج من الیمن۔ ضحاک نے اپنے بھائی سنان بن علوان کو حاکم مصر مقرر کیا تھا۔ سنان بن علوان فرعون مصر میں سے پہلا فرعون ہے۔ مصر میں ابراہیم علیہ السلام کی تشریف آوری کے وقت یہی فرعون مصر تھا اور اسی کے ساتھ حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ پیش آیا تھا۔ پھر اس نے ہاجرہ اتم اسماعیل علیہ السلام سارہ کو دی۔ یہ اہل یمن کا بیان ہے۔ مگر فرس اس بیان کے منکر ہیں۔ کمافی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۹۸۔

فرس کہتے ہیں الضحاک هو الازدهاق وهو بیعیاسب بن ارمئداسب وقیل فی اسم ابیہ ارمئداسب وقیل انداماسب۔

قدیم اسماء کے تلفظ میں عموماً ایسا اختلاف نظر آتا ہے۔ علماء تاریخ بھی اس بارے میں مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری اس کتاب میں اسماء قدیمہ کا اس قسم کا اختلاف موجود ہے۔ مصنف اس میں معذور ہے۔ امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ضحاک کا نام قرشت تھا۔ یہ جاہل تھا اللہ تعالیٰ نے اسے مسخ کر کے اژدہا بنا دیا جس کے سات سر تھے کہتے ہیں کہ اب بھی اس کی صورت و مورتنی شہر دباوند میں موجود ہے۔ اقلیم سبعہ کا مالک تھا۔ مری الطبری عن الامام الشعبي قال اجد وهو ذو حطی وکلن وسعقص قرشت كانوا ملوکاً جباً بركة فتفكر قرشت يوماً فقال تبارک الله احسن الخالقین (ای جعل نفسه احسن الخالقین فسخه الله فجعله اجد هاق) وهو معرب اژدہا۔ سانپ) وله سبعة اروس فهو هذا الذي بدنيادندو جميع اهل الاخبار من العرب والعجم تزعم انه ملك الاقليم كلها وانما كان ساحراً فاجراً، اة۔ ثم قال ملك الضحاک بعد جم فيما يزعمون الف سنة وسار بالبحر وبسط يده في القتل وكان اول من سن الصلب والقطع واول من وضع العشا (ای الخواصر) وضرب الدرهم واول من تعنى و

وَعُغْرَةَ لَهُ أُمُّهُ.

وفي المروج ٢٢٣ انه كان ساحراً وملك الاقاليم السبعة وكان ملكه الف سنة وبغى في الارض وقمره وانه مقيّد في جبل دباوند بين الرى وطبرستان امة قيده افريدون وفي تاريخ الطبرى ج١ ملك كان عمره الف سنة وملكه منها كان ستاًة سنة وقيل كان عمره ١١٠٠ سنة الى ان خرج عليه افريدون فقتله وزعم بعضهم ان نوحاً عليه السلام كان في زمانه وانه ارسل اليه والى من في مملكته.

وقال الطبرى ايضا قبيل هذا ان الضحّاك كان عاصياً وانه غصب الارض واهلها بسحره وخبثه وهول عليهم بالحيّتين اللتين كانتا علم منكبىه فلقى الناس منه كل جهد وذبح الصبيان يقول البعض الذى كان علم منكبىه كان لحيّتين طويلتين ناتئتين على منكبيه كل واحد منهما كرس الثعبان وانه كان بجنبته ومكره يسترهما بالثياب ويقول للتحويل وترهيب الناس انهما حيّتان تقتضيان الطعام وكانتا تحتركان تحت ثوبه اذا جاع كما تحرك العضو من الانسان عند التها به بالحجوع والغضب وكانت الناس منه في جهد شديد ويقال انه خرج في منكبه سلعتان فكانتا نضريان عليه فيشتد عليه الرجوع حتى يظليهما بدماغ انسان فكان يقتل لذلك في كل يوم رجلين ويطلق سلعتيه بدماغيهما فاذا فعل ذلك سكن ما يجده.

قال هشام بن محمد بلغنا ان افريدون وكان مولده بدباوند خرج حتى ورد منزل الضحّاك وهو عنه غائب بالهند فحوى على منزله وما فيه فاقبل الضحّاك وقد سلبه الله قوته فاوثقه افريدون وصيره بجبال دباوند فالعجم تزعم انه الى اليوم موثق في الحديد يعبّ هناك وبعض المجوس تزعم انه جعله اسيراً في تلك الجبال موكلًا به قوم من الجن ومنهم من يقول انه قتله هذا ما في تاريخ الطبرى وفي كتاب اللقطة من غير من الكتب ما حاصله ان اول من خرج على الضحّاك رجل باصبهان اسمه كابى وكان حدّاداً فدعا الناس الى مجاهدة الضحّاك في ٣٩٣ هـ من هبوط آدم عليه السلام وكان معه عصا فعلق باطرافها جراباً كان عنده ثم نصب ذلك العلم فاسرع الناس الى اجابته لما كانوا في فنون الجن فلما غلب كابى على الضحّاك تقال الناس بذلك العلم ففظموا امره وزادوا فيه حتى كان جميع ملوك الفرس عليهم الاكبر الذى يتبركون به وسموه درفش كايان - فكانوا يظهرونه في الامم العظام وقال هشام بعد ذكر قصة اخرى لرفع العلم بلغنا ان هذا العلم كان جلد اسد انه لم يزل محفوظاً عند ملوك فارس في خزائهم فالبسه ملوك فارس الذهب والديباچ يمتنّاه طبرى ج١ ٩٩ ثم بعد الفخر ملكوا عليهم افريدون.

فائدة - اتخذت الفرس بافريدون يوم قتل افريدون الضحّاك اوحبسه في جبل دباوند عيداً ويوم نجاة من الافات وسموا هذا العيد عيد المهرجانات وكان ذلك في شهر مهر ماه مهر وزدكره الطبرى

فی التاریخ ۹۹ وللفرس عیدان مشهوران وبقیاحتی فی الاسلام عند بعض ملوک العراق وایران کانوا یظهرون فیها المسرّات وهما مهرجان ونبروز (نوروز) اما المهرجان فقد مرّ وجهه تقرّره -

ومهر فی الفارسیّة اسم الشمس قال القزینی و ذکر و ان فی هذا الیوم یوم مهرجان دحا الله الارض وجعل الاجساد قرار الاحراج اه - و یوم مهرجان داما هو یوم ۲۲ سبتمبر اذ فی هذا الیوم تكون الشمس فی الاعتدال الخریفی و یعتدل اللیل والنهار فی جمیع العالم اذ مدار الشمس یسامت فی خط الاستواء وبعد هذا الیوم تصیر الشمس الی البروج الجنوبیة وتكون فیها الی ستة اشهر ثم بعد ستة اشهر تصل الشمس الی الاعتدال الربعی فی ۲۱ من شهر مارس (مارچ) و یعتدل اللیل والنهار فی العالم لكون الشمس مسامتة لخط الاستواء ثم بعد ۲۱ مارس تدخل الشمس فی البروج الشمالیة وتكون فیها الی نحو ستة اشهر و یوم ۲۱ مارس هو یوم عید النبروز عند الفرس - نوروز معناه فی الفارسیّة الیوم الجدید وهو اول یوم من السنة الفارسیّة والفرس زعموا ان الله فی هذا الیوم ادار الافلاك وسیر الشمس والقمر والكواكب -

وقد ذکرنا فی ترجمة جشید بالذال العجبة والمهملة وجه بدء النبروز و ذکرنا هنالك انهم کانوا یتزیّنون ویظهرون انواع الفرج فی النبروز الی ستة ايام فكان عیدهم الی ستة ايام - وكذلك مهرجانهم الی عدة ايام بل قال البعض انهم کانوا یجمعون جمیع الشهر عیداً باظهار انواع الزینة والفرج -

قال فی المروج ۲۷۹ ان شهر تشرین الاول ۳۱ یوماً و فیہ المهرجان و بین النبروز و المهرجان ۱۶۹ یوماً و عند الفرس فی معنی المهرجان ان کان لهم ملک فی قدیم الزمان من ملوک الفرس قد عمّ ظلمه خواص الناس و عوامهم و کان یسمی مهر و كانت الشهر تسمى باسماء الملوک فقیل مهرماه ومعنی ماه هو الشهر و ان ذلک الملك طال عمره واشتدّت وطأتہ فمات فی النصف من هذا الشهر و هو مهرماه فسمی ذلک الیوم الذی مات فیہ مهرجان و تفسیره نفس مهر ذہبت و بعض اهل العراق و غیرهم من العجم یجعلون هذا الیوم اول یوم من الشتاء باه بتصرف -

وفی بعض کتب التاریخ ان زرادشت الذی تزعم الفرس انه نبیهم وجاء بکتاب ادعاه وحیاً من الله تعالی هو الذی رتب لهم عیدین النبروز فی الاعتدال الربعی والمهرجان فی الاعتدال الخریفی و کان زرادشت کما قیل فی ايام بشتاسف -

مزید تفصیل مندرجہ ذیل نقشہ و جدول سے معلوم کی جاسکتی ہے :-

هذا جدول ملوك فارس من بدئ نوع الانسان الى ظهور الاسلام

سنة المثلث	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
٣٠	كيومرث - هو اول من ملك الارض وتزوج بتاج قيل هو آدم وقيل ابن آدم وقيل من نسل نوح عليه السلام وقال ابن حبيب المؤرخ كان من الجن قبل آدم عليه السلام -	١
٣٠	ثم اوشهنج بن فرح ال بن سيامك بن يرنيق بن كيومرث وقيل هو اخر الكيومرث بن آدم كان ينزل الهند -	٢
٣٠	ثم طهموت بن توبجيهان بن اسرخشد بن اوشهنج كان ينزل سابقا وظهر في عهد بؤ اسف الذي احدث مذاهب الصابئة والفرس تزعم ان الله اعطى طهموت لطاعته قوة وقال الكلبى اعطى من القوة ما خضع له ابليس وشياطينه وقيل انه ابنتى مدينة سابقا ونزلها وانه وثب على ابليس فكبّه فطاف عليه في جميع الارض وانه اول من امر باتخاذ الكلاب لحفظ المواشى -	٣
٩٠٠	ثم جمشيد بن طهموت قيل كان في زمنه الطوفان وقيل كان قبل الطوفان - وهي اول من امر بغزل الابرسيم والقطن	٤
له قال ابن حبيب كان من الجن ملك الارض كلها وحكى الطبري في تاريخه خبرا عنه انه اول من اقطع الشجر وبنى البناء واول من استخرج المعادن والحديد وانه بنى مدينة الرقي وانه قهر ابليس وجنوده ومنعهم من الاختلاط بالناس وقتل مائة منهم وملك الاقاليم كلها ١٢٠٠ سنة وشين معناه عنهم الشعاع لقبوا به فقالوا جمشيد بكماله واسمه الاصل جم ملك ٦٠٠ سنة وقيل ٩٠٠ سنة وستة اشهر كما في المروج ٢٢٠ سنة وانه سحر الشياطين على ما زعمت الفرس وذللهم وامرهم بعمل الرخام والمبص وصنعة النواة وامر بجولة من زجاج فصعد فيها الشياطين وركبها واقبل عليها بمساة عذ الشياطين في الهواء من بلدة من دناوند الى بابل في يوم واحد وذلك في يوم النبروز فاتخذ الناس للاجوبة التي سראوه عيد نوروز وامرهم باتخاذ ذلك اليوم وخمسة ايام بعده عيدا وهو عيد الفرس المسمى بالنبروز (نوروز) ودفع الله عنه وعنهم الحر والبرد والاسقام والهمم والفساد الى مدة طويلة ثم ان جمشيد بطر تكبر بعد ما كان مطيعا لله خاضعا له ومجدا احسان الله واخبرهم		

الترتيب	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
١٠٠٠	٥ ثم بيوراسب بن امرؤ داسب وهو الضحاك وهو الذي قتل بمشيد -	٥
٥٠٠	٦ ثم افريدون بن اثقابان بن بمشيد ملك الاقاليم السبعة وكانت دار مملكته بابل وهو أشهر ملوك الفرس -	٦

بمشيد انه وليهم ودرتهم والدافع عنهم بقوته الاسقام والهرم وغيره لك فجاء النقص والهوان في ملكه بعد ما ادعى الربوبية ووثب عليه بيوراسب فغلبه على ملكه وقتله - كذا ذكر الطبري ج ١ ص ٨٨ -

١٢ وكان الضحاك ساحراً ملك الاقاليم السبعة وفي اللقطة من انه يقال له الدهاك ومعناه عترة اقات فلما عتب قيل الضحاك وكان ابراهيم عليه السلام في اواخر ايام الضحاك واول ملك افريدون والفرس يجعلون الضحاك قبل الطوفان لانهم يعترفون بالطوفان وفي الطبري ج ١ ص ٩٩ قال بعض العلماء ان الضحاك هو من د وهو الذي اراد احراق ابراهيم عليه السلام ١٢ -

١٣ وفي زمنه ومن يسمي است كان ابراهيم النضر عليها السلام كما في الطبري ج ١ ص ١٩٠ ويقال كان افريدون قبل ابراهيم الخليل عليه السلام بكثير ويقال ان افريدون هو نوح النبي عليه السلام والصحح انه من ولد بمشيد بينهما تسعة ابناء وانه الذي عاثر نوح وقيل هو ذو القرنين المذكور في القرآن ويدل كلام الطبري في تاريخه ج ١ ص ١٩٠ ان ابراهيم وموسى والنضر عليهم السلام وفرعون مصر كلهم كانوا في زمن بيوراسب و افريدون وللمؤرخين في ذلك اختلاف كثير وافریدون هو الذي قتل الضحاك الذي كان اظلم الناس سجلاً ساحراً وقيل حبسه وجعلوا يوم قتل الضحاك عيداً سموه المهرجان وقد تقدم بيانه وبيان النيروز -

وافريدون اول من تسمى بكى ومعناه التنزيه اي مخلص متصل بالروحانيات وقيل معناه البهاء لانه كان يغشاه نور من يوم قتل الضحاك وقيل معناه مدرك التار وفي تاريخ الطبري ج ١ ص ١٩١ قيل ان افريدون اول من سمي بالكيفية فقيل له كى افريدون وتفسير الكيفية التنزيه كما يقال روحاني يعنون به ان امره مخلص منزّه يتصل بالروحانية وقيل ان معنى كى طالب الدخول وقيل معناه البهاء وان البهاء فيسبى افريدون حين قتل الضحاك -

وكان افريدون رجلاً جسيماً بهيئاً مجزباً عادلاً في ملكه وكان طوله تسعة اسماح كل رمح ثلاثة ابراع وعرض حوزته ثلاثة اسماح وعرض صدره اربعة ارماع -

وكان له ثلاثة ابناء اسم الاكبر سرم والثاني طوج والثالث ابرج وهو اصغرهم وقسم الارض بينهم

تاريخ	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
١٣٨	ثم منوچهر (منوچهر) بن ايران بن افریدون وكان ينزل بابل دار مملكة قيل كان في زمانه موسى وهارون ويوشع عليهم السلام -	٤
٦٠	ثم سهر بن ابان بن اثعبان بن يوحنا بن منوچهر كانت دار مملكة بابل قاله المسعودي	٨

اثلاثا وجعل ايرج ملك العراق والهند والبخارا وجعل صاحب التاج والسرير وفوض اليه الولاية على اخيه قيل وبه سميت مملكة بابل واسرها وما حولها ايران فايرج مصحف لفظة ايرج وقيل سميت ارض بابل لهذا السبب ايران شهر قيل ان افریدون اول من نظر في الطب والجوهر واول من ذل الفيلة وامطأها ونجم البغال واول من اتخذ الاوز والحمام ويقال ان الترك من اولاد افریدون فان الترك الذي تنسب اليه الا تراك كان ابن ارسشيب بن طوچ بن افریدون ويقال فاشسب شهر اسب -

هو اول من خند الخنادق وزعم البعض ان منوچهر هذا ابن منشخرون افریقيس بن اسحاق بن ابراهيم عليها السلام انتقل اليه الملك بعد ان مضى ١٩٢٢ سنة من عهد جيوهرت ذكره الطبري والفرس يكره هذا النسب ولا تعرف لها ملكا الا في اولاد افریدون تملك منوچهر (منوچهر) ١٢٠ سنة ثم وثب عليه ابن الاين طوچ التركي فقناه عن العراق ١٢ سنة ثم غلب عليه منوچهر وملك بعد ذلك ٢٨ سنة فدخل جميع ملكه ١٣٨ سنة وكان ملك اليمن في هذه الراش بن قيس بن صيفي بن سبأ بن يشجب بن يعرب بن قحطان ويقال ان موسى عليه السلام ظهر في سنة ٦٠ من ملك منوچهر -

قال الطبري وقد زعم بعض المموس ان افریدون وطى ابنة لابنه ايرج يقال لها كوشك فولدت لافريدون جارية اسمها فر كوشك ثم وطى افریدون فر كوشك فولدت لافريدون جارية اسمها زوشك ثم وطى افریدون زوشك فولدت لافريدون جارية اسمها بيتك ثم وطى افریدون بيتك فولدت لافريدون جارية اسمها ايرك ثم وطى افریدون ايرك فولدت لافريدون جارية اسمها ورك ثم وطى افریدون ورك فولدت لافريدون ابنة اسمها منشخروفاغ وبنات اسمها منشجرك ثم ان منشخروفاغ وطى اخته منشجرك فولدت له ابنة اسمها منشخرو وبنات اسمها منشجرك ثم ان منشخرو وطى اخته منشجرك فولدت له منوچهر اى منوچهر كان مولده بد نابوند وقيل بالرقي -

ثم ان منوچهر لما كبر صار الى جد افریدون فتقسم فيه افریدون الخبير وتوجه بتاجه - ٣ -

الاسماء بنو الملك	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
١٢	٩ ثم فراسياب بن اطوچ بن ياسر بن رامي بن ارس بن بولك بن ساساسب بن نسست بن نوح بن دهر بن سرور بن اطوچ بن افريدون وكان عمره اربعاً وستة سنين -	
٣	١٠ ثم زون بن طهاسب وقيل في اسمه زاب وقيل زاغ وكان محمود السيرة محسنًا في سر عينته وهو الذي طرد فراسيات بن فشنج بن رستم بن ترك وترك هذا جده سائر الترك الموجودين اليوم -	
١٠٠	١١ ثم كيقباد بن زاغ بن نوحياه بن ميسون بن نذر بن منوشهر قيل ان الملوك الكبيته واولادهم من نسله -	
١٥٠	١٢ ثم كيقاوس بن كبيته بن كيقباد الملك قيل ان الشياطين كانت مستخرة له عن امر سليمان بن داود عليهما السلام -	
١٣ قيل بعد موت منوشهر (منوچهر) غلب على مملكة فارس فراسيات (فراسياب) بن فشنج بن رستم بن ترك فهو من الترك لا من الفرس وقيل ان فراسيات من نسل افريدون فهو من الفرس وقيل ان الترك كلهم من اولاد افريدون وكان فراسيات جائراً اجاراً عظم جوراً وخرب ما كان عامراً من بلاد فارس ودفن الانهار القنى ولم يزل الناس منه في اعظم البلايا والفتن الى ان ظهر عليه زون بن طهاسب من نسل منوچهر فطرده زون الى تركستان فعمر زون ما خرب وافسد ويوم طرده زون فراسيات اتخذ الفرس عيداً ويوم سرور لما رفع الله عنهم شر فراسيات وجعلوه الثالث من اعيادهم النوروز والمهرجان - ١٤ كان كيقاوس في زمن سليمان عليه السلام قيل بنى كيقاوس بلدة كبيرة بمساعدة الشياطين لها سور من صفر وسور من شبه وسور من نحاس وسور من نحاس وسور من فضة وسور من ذهب وكانت الشياطين بنوا هذه البلدة ما بين السماء والارض مع ما فيها من الحيوانات والناس وكان كيقاوس لا يحدث اى لا يبول ولا يتغوط وهو يأكل ويشرب وكان منصوراً مظفراً في كل امر فلما رأى عزه تحبّر فغزا بلاد اليمن وعلى اليمنيين مثل ذو الاذعار بن ابرهة ذى المنابر الرأش فظفر بكيقاوس وحسبه في بئر ثم جاء رستم واطلق كيقاوس - يقال لكيقاوس قابوس ايضاً ١٢		

٣٣	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
٤٠	ثم كيخسر بن سيا وخش بن كيقاوس قيل انه زهد بعد مدة في الملك وتناك فغاب للعبادة فلا يدري اين مات قيل ان سيا وخش والد كيخسر بنى في حياة ابيه مدينة القند هار من ارض افغانستان وكيقاوس بنى مدينة كشمير في ارض الهند ولم يكن لكيخسر وعقب -	١٣
١٢٠	ثم لهراسف بن قنوج بن كيمس بن كيناسس بن كيناسته بن كيقباز الملك و قد احسن و عدل في الرعيّة و بنى بلدة بلخ -	١٢
١٥٠	ثم بشتاسب بن لهراسب وهو الذي اطلق سبايا بنى اسرائيل واساراهم اذن لهم بالذهاب الى ارضهم بلاد الشام وفلسطين وعامرة بيت المقدس بعد ما خرجوا بخت نصر فعمروها -	١٥
١٥٠	ثم بكمين بن اسفنديارس بن بشتاسب كان دار مملكته بلخ ويقال له اردشير بهمن بن اسفنديارس كان متواضعا مريضاً يكتب في كتبه من اردشير عبد الله وخادم الله	١٦
هو الذي غضب على بنى اسرائيل واهلكهم وشتت شملهم حيث عثت بخت نصر مرزبان بابل والعراق معني مرزبان النائب والحاكم على حصّة من الملك (اي گورزر) وكان اسمه بالفارسيّة بخترشه وهذا هو الاصح وقيل كان بخت نصر ملكاً مستقلاً قال الطبري في تاريخه ج امثلاً كان يختصر في زمان لهراسب وكان يختصر اصبهذه (گورزر) ما بين الاهواز الى ارض الرّم من غربي دجلة اة بحاصله و يختصر هو الذي سبي بنى اسرائيل قتلهم وخرّب بلادهم وكان ينزل بابل وكان في زمانه ارميا النبي عليه السلام الذي مكث في نومه ٤٠ سنة او مكث ١٠٠ سنة كما في القرآن المجيد قاله الطبري وقيل كان ذلك عزير النبي عليه السلام وكان يختصر بعد داود وقبل عيسى عليها السلام ويؤرخ كثير من القدماء كبطليموس صاحب الجسطي تاريخ الامم من عهد يختصر وكانت نباية يختصر ٢٠ سنة وقيل عاش اكثر من ٣٠٠ سنة وكان في خدمة لهراسب ثم في خدمة بشتاسب بن لهراسب ثم في خدمة بهمن ١٢		
هو وفي زمنه انتب ارميا وعزير عليها السلام من النوم بعد ٤٠ سنة او ١٠٠ سنة فنظروا الى بيت المقدس كيف تعمر ويبنى مسجد ها وقال اعلم ان الله على كل شئ قدير وفي عهد بشتاسب وقيل اسمه يستاسف ظهر زرادشت الذي تزعم المجوس ان نبينهم وكان زرادشت عند البعض من العلماء خادماً لبعض تلامذة ارميا النبي عليه السلام		

اسماء الملوك وبعض احوالهم

- السائس لاهركم وهو ابو اسرا الكبير وابو ساسان ابى الملوك الساسانية من القبر المتأخرة
 على ماسياقى توفى بهمن وله ابان داسرا الكبير وساسان وبنت اسمها خاني وقيل حمية - ١١٢
 ثم حمية بنت بهمن بن اسفند يار كانت حسنة السياسة قاله المسعودى وقال ١٤
 الطبرى اسمها خاني وتلقبت بشهرزاد وانما ملكت خاني بعد ابيها لانها حملت من ابيها
 فسألته ان يعقد التاج له فى بطنها ففعل ذلك بهمن فلما رأى ساسان ذلك وكان
 كبيراً حينئذ لحق باصطخر فترهق وحق بالجمال يعرى الغنم ولذا قيل له الراعى - ٣٠
 ثم اخوها وابنها اى داسرا بن بهمن وكانت داسر مملكة بابل وهو داسرا الكبير اخو
 ساسان ابى الملوك الساسانية وبعد ما كبر داسرا حوت اختها واما خاني التاج عن
 سراسها اليه وبني هومدينه بفارس سماها داسرا مجرى وكانت داسر مملكة بابل كاضابطا
 الملكة قاهر من حوله من الملوك وكان مجباً بابنه دال الاصغر من جته اياه سماه باسم
 نفسه وصير له الملك من بعده - ١٢
 ثم داسرا الاصغر ابن داسرا الكبير بن بهمن اساء السيرة فى رعيته وقتل رؤساء هم ١٩
 وكان غراً جباراً حقيقاً - ١٣

اشيراعند فكدب عليه فدعا عليه الله فبرص فلهق ببلاذ اذ سرحان فاطهر بهادى بن المجى سيته ثم توجه
 الى بشتاسب وهو يبلغ فاعجبه ودخل بشتاسب فى المجوسية وقصر الناس على الدخول فيه وقتل فى
 ذلك رعيته مقتلة عظيمة وكان قبل هذا على دين الصابئين ١٢
 ثم وهو اخر سلسلة ملوك الفرس القداماء وقد مله اهل فارس واحبوا الراحة منه غزا الاسكندر الرمى
 فلحق كثير من اعلامهم بالاسكندر فالتقى ببلاذ الجزيرة وقيل بناحية خراسان مما يلى الفخر فاقتلوا ستة قتلاً شديداً
 ثم ان داسرا قتله اصحابه وتقربوا بذلك الى الاسكندر فقتل الاسكندر قاتليه وقال هذا جزء من اجترأ على ملكه
 وكان الاسكندر امر ياسر داسرا عدم قتله فلما اخبر بذلك ذهب اليه فوجد يجرى بنفسه فوضع رأسه فى
 حجره وبكى عليه وقال سلقى حوائجك فسأله داسرا ان يتزوج ابنته رشنك ويقتل قاتليه فوفى له الاسكندر
 وتزوج بروشنك وبعد قتل داسرا سهل الاسكندر التسلط على جميع ملوك الدنيا وملك فارس والروم و
 الشام ومصر وهدم كثيراً من المدن والحصون وبيوت النيران فى فارس واحرق كتبهم ودواوين داسرا

تاريخ الملك	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
١٣	ثم الاسكندر بن فيلفوس المقدوني اليوناني الرومي كان فيلفوس ابوه ملكا على اليونانيين وكان من بلدة مقدونية -	٢٠
٣٨	ثم بعد موت الاسكندر ملك كل قطر ناحية امراء الاسكندر وكان ابنه صغيرا وذكر الطبري ان اسم ابنه الاسكندر وس وانه ابى واختار النسك والعبادة فحلت اليونانية عليهم بطليموس ابن لوغوس وكان على مصر والشام ونواحي المغرب ملكه وكل من ملك هذه البلاد يسمى بطليموس وكان ملكه ٣٨ سنة -	
٢٩	ثم ابنه اوسر غاطس	
١٤	ثم بطليموس ساطر	
١١	ثم بطليموس الاحسند	
٨	ثم بطليموس الذي اختفى عن ملكه	
١٦	ثم بطليموس دوسيوس	
١٤	ثم بطليموس قلوبطري - وكل هؤلاء من اليونانيين -	
٥	ثم ملك الشام فيما ذكر الروم المصاص فكان اول من ملك منهم جايوس يوليوس -	
٥٦	ثم ملك الشام اغوستوس ولما مضى من ملكه ٣٢ سنة ولد عيشي عليه السلام وبين مولده وقيام الاسكندر ٣٠٣ سنة -	
ودفاتر علومهم وكان يعبد الاصنام ومعلمه ومشيئة ارسطو الفيلسوف ١٢ الله وكان يعمل للخراج الى ملك الفرس فلما ملك الاسكندر انكر عن اداء ذلك فوقع الحرب بينه وبين داريوس كان ما كان قيل كان يونانيا وقيل فرميا والطبري حكى كل ذلك وغزا الهند ووصل الى فخراب اقليم باكستان ثم رجع فأت بناحية السواد فحل الى الاسكندرية في نابوت من ذهب وكان ملكه ١٣ سنة وقتل داريوس كان في اول السنة الثالثة من ملكه وبني اثنتي عشرة مدينة وسماها كلها اسكندرية منها الاسكندرية بمصر ومنها مدينة اصبهان ومدينة هراة ومدينة مره ومدينة سمرقند وقرب في كل ناحية من فارس وغيرها نواياك وخاطب كل واحد بالملك ونحو ذلك من الالقاب وكان مراد الاسكندر تشييت كلمتهم وعلبة كل رئيس منهم على ناحية فينعدم نظام الملك والانتفاذ الملك واحد على الاسكندر ليجمع الامر اليه وكان ذلك بانشارة ارسطو معلمة ١٢		

سنة الملك

اسماء الملوك وبعض احوالهم

٢١	ثم ترجع الى ملوك الفرس فنقول لم يجتمع ملك فارس لاحد بعد الاسكندر وكان الزمان زمان ملوك الطوائف الى مدة ٥٢٣ سنة او اقل لا يخضعون لاحد.	٥٢٣
٢٢	ثم ملك الفرس كلها ارجش شيرين بابك بن ساسان قيل كان من الفرس من نسل همن ابن اسفنديار اى من نسل افريدون وكان من ملوك الطوائف .	٥٢٣ تقريباً
٢٣	ثم كسر سابور بن ارجش كتب اليه ملك الروم بلغنى حسن سياستك لرعيتهك وسلامة مملكته وانى احببت ان اسلك طريقته فكنت اليه سابور نلت لك بثمان خصال لم اهزل فى امر ولا نهى ولم اخلف وعداً ولا وعيداً قط وحاربت للغنى لا للهموى واجتلبت قلوب الناس ثقة بلاكرة وخوفاً بلا مقته وعاقبت للذنب لا للغضب وعمت بالقوت وحسنت الفضول.	٣١
٢٤	ثم هزم بن سابور كان حسن السيرة فى رعيته .	١
٢٥	ثم بهرام بن هرمز كان جليلاً فاستبشر الناس بولايته وفى عهده كان مانى بن يزيد الزنديق داعى المذهب الثنوى .	٣

٢٦ فيران من كان ملك بلاد الجبل بعد وثه اكبرهم وهم الملوك الاشغانون الذين يدعون ملوك الطوائف وكان هذا الافتراق قائماً الى ملك ارجش شيرين بابك وفى هذا الزمان كان سرفرغ عيسى وقتل الانبياء منهم يحيى وذكر يا عليهم الف الف صلاة وسلام قال الطبرى وكان ملك الاسكندر وملك سائر ملوك الطوائف فى النواحي ٥٢٣ سنة اة - وقيل ٢٤٦ سنة وقال المسعودى ٥١٤ سنة وذلك من ملك الاسكندر الى ان ظهر ارجش شيرين بابك بن ساسان الذى هو جد الملوك الساسانية ١٢ -

٢٧ قالوا ان ارجش غلب على جميع الملوك واسرهم وقتل البعض وخضع له البعض واجتمع به الفرس كلهم وكان ملك الفرس فى اسرته الى ان ظهر الاسلام وهم الملوك الساسانية وكل ملك ساسانى كان يلقب بكسر واخر من ملك منهم يزيد جرح قتل فى عهد عثمان رضى الله عنه وكانت مدة ملكه اربع عشرة وعشرة اشهر ١٢

٢٨ قال الطبرى دعاه مانى الزنديق الى دينه فوجد داعية الشيطان فامر بقتله وسلم جلد وحشوه بئناً وتعليقه على باب من ابواب مدينة جندى سابور وقتل اصحابه اة - وفى المروج ج اة ان مانى بن يزيد عرض على بهرام مذهب الثنوية فاجابه احتيلاً لا منه عليه الى ان احضر دعاه المتفرقين فى البلاد فقتلهم

٣١	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
١٤	ثم بهرام بن بهرام بن هرم بن ملك ١٨ سنة او ١٤ سنة وكان في اول ملكه مشغولاً في اللذات واللهو والصيد والنزهة فخربت البلاد وهلك الضعيف واقطع الضياع لخواصه فخلت من عمارها وقل مال الخزانة -	٢٦
٣	ثم بهرام بن بهرام بن بهرام ملك ٣ سنين او تسعاً -	٢٤
٩	ثم نرسی بن بهرام وهو اخو بهرام المذكور من قبل اى اخو بهرام الثالث -	٢٨
٤	ثم هرم بن نرسی - ثم هلك ولا ولد له فشق ذلك على الناس وكانت بعض نسائه حبلى فلكوا حبلها فولدت تلك المرأة سابقاً ذاك الكتاف -	٢٩

قتل الرثساء من اصحابه وفي ايام ما في هذا ظهر اسم الزندقة وذلك ان الفرس اتاهم زرادشت بكتاب اسمه البستاه ثم تفسره وسماه الزند ثم فسر الزند وسماه البازند وكان الزند بياثلاً تاويل المتقدم المنزل فمن عدل منهم من البستاه الى التاويل الذي هو الزند قالوا هذا زندي اى منخوف عن ظواهر المنزل الى تاويل هو مخلف المنزل فعرّبتهم العرب وقالوا زندين والشنيته هم الزنادقة ١٢

١٥ قيل انه سار ليلة مع الموبدان (قاضى القضاة) في منزهاته وصيده نحو المداين فتوسطوا خرابات لا انيس بها الا اليوم واذا يوم يصيحه واخر يجاوبه فقال بهرام للموبدان هل احد اعطى فهم منطق الطير فقال الموبدان انا فهمه فقال ما يقول هذان الطائران قال الموبدان هذا يوم ذكر يخاطب بومة ويقول لها امتعيني من نفسك حتى يخرج منا اولاد يستحيون الله ويبقى لنا عقب يكثر من ذكرنا فاجابت البومة نعم هذا هو لخط الاوفر لكن بشر خصال اولها ان تعطيني من خرابات امهات الضياع عشرين قرية مما قد ضرب في ايام هذا الملك فقال اليوم ان دامت هذا الملك اعطيتك ما يخرج من الضياع الف قرية فما تصنعين بما؟ قالت في اجتماعنا ظهور النسل وكثرة الولد فنقطع كل واحد من اولادنا قرية من هذه الخرابات فقال لها الذكر هذا اسهل امر سألتيه وانا ملئ بذلك فها في ما بعد ذلك - فلما سمع بهرام هذا الكلام من الموبدان استبقيت من نومه قال ما الغرض الذي له قصدت بضربك المثل على لسان الطائر قال الموبدان ايها الملك ان الملك لا يملك عزه الا بالشرعية والقيام لله تعالى بطاعته والتصرف تحت امره ونهيه ولا قوام للشرعية الا بالملك ولا عز للملك الا بالرجال ولا قوام للرجال الا بالمال ولا سبيل الى المال الا بالعمارة ولا سبيل الى العمارة الا بالعدل والعدل الميزان المنصوب بين الخليفة نصيب الرب وجعل له قوماً وهو الملك وانت انتزعت الضياع من عمارها وهم ارباب

رد المحتار	أسماء الملوك وبعض أحوالهم	
٤٢	ثم سابور ذو الاكتاف وخلفه والده حملاً وتقلد الوزارة والكتاب أعمال المملكة .	٣٠
٣	ثم اردشير بن هرم بن نوسي فخلع بعد اربع سنين وكان جازاً مفسداً قتل العظماء .	٣١
٥	ثم سابور بن سابور ذي الاكتاف مات تحت فسطاط كان ضرب عليه بعد ما قطع اطنابها وكان عادلاً .	٣٢
١١	ثم اخوه بهرام بن سابور ذي الاكتاف كان حسن السياسة فرماه بعض الفتناء برمية نشابة قتله كان لقبه كرماني شاه .	٣٣
٢٢	ثم يزيد بن بهرام كرماني شاه وقيل هو اخو كرماني شاه .	٣٤

الخارج واقطعها للحاشية واهل البطالة فقلبت العمارة والاموال فانترع الملك الضياع ورتها الى اربابها وتوجه الى امير الملك فحسنت ايامه حتى كانت تدعى ايامه اعياداً ١٢

ثم وضع امر الفرس فطمعت فيها الترك والروم والعرب وغلبوا على كثير من النواحي والاقاليم فقلبت العرب على سواد العراق وملكهم الحارث بن الاغر الايادي فلما بلغ عمر سابور ١٢ سنة فتح جميع النواحي واكثر من القتل والسبي والتخريب وقتل العرب وغزا الروم وبنى في هذه الغزوات مدينة بارض السواد وهي الانبار بارض الاهواز مدينة السوس وبارض خراسان مدينة نيسابور وكل ملوك الفرس الثانية من نسل اردشير بن بابك بل اكثر الفرس الاولى قبل اردشير كانوا من الجوس يبعدون الناصر كانت لهم بيوت الناصر في شتى المواضع كانت دار ملكة بعض الفرس الثانية من نسل اردشير مدينة سابور وتسمى ايضاً جند يسابور من بلاد خوارستان و في المروج ١٧٥٩ ان ملوك الساسانية يسكنون بطيسون بغربي المدائن فسكن سابور بالجانب الشرقي من المدائن وبنى هناك الادوان المعروف بابوان كسركا وكان في زمنه ملك الروم قسطنطين الذي بنى مدينة قسطنطينية وكان اول من تنصر من ملوك الروم ثم انما سمي سابور بذي الاكتاف لانه قتل العرب وخلع اكنافهم ظمناً فلما هلك سابور اوصى بالملك لاهية اردشير بن هرم ١٢

ثم كان يلقب بالاثيم وكان جباً راجاً شيطاناً يريد ان يقتل ابياقب بادى زلة سيئ الخلق متهم للناس لا يأمن احداً على شيء وكان الناس من العظماء وغيره منه في بلاد عظيم فقتلوا الله تعجل انقاذهم منه فانفق ارضه فرس على فتاده رحمت هلك منها مكانه وغاب ذلك الفرس في مكانه فكانوا يقولون لم يره هذا الفرس من قبل ان الله ارسل هذا الفرس من الغيب لاهلاكه ١٢

بہرام جوہن	اسماء الملوك بعض احوالهم	
۲۳	۳۵ ثم بہرام جوہن بن یزدجرد الاشیم نشأ فی العرب فی الخورنق عند النعمان ملک وهو ابن عشرين سنة وكان ذا قوة وبطش شديد وجراحة كبيرة فغرق مع فرسه فی جب الوحل ولم يجدوا جثته ۔	
فائدہ ملک فارس کی ارض عرب سے متصل سرحدات پر بادشاہ فارس کی طرف سے بعض نابین مقرر تھے یہ نابین بظاہر غور و مختار بادشاہ تھے لیکن درحقیقت وہ کسری کے تابع تھے۔ ان نابین میں سے ایک مشہور بادشاہ تھا نعمان بن امرئ القیس البداء بن عمر ملک الحیرة وهو صاحب الخورنق والخورنق قصر له اشهر من قنابك يضرب المثل ببانيه ستمار وكان النعمان المذكور في زمان يزدجرد الاشيم هذا۔ وكان سبب بناء الخورنق فيما ذكره الطبري في تاريخه ج ۲ ص ۲۷ ان يزدجرد الاشيم كان لا يبقى له ولد فسأل عن منزل برئ مرئى صحيح من الاداء والاسقام فدل على ظهر الحيرة فدفع ابنه بهرام جوہن الى النعمان هذا وامره ببناء الخورنق مسكنًا له وانزله اياه وامره باخراجه الى البادية من بوادي العرب وكان الذي بنى الخورنق رجلاً يقال له ستمار فلما فرغ من بنائه تعجبوا من حسنه واتقان عمله فقال لوعلت انكم توفونني اجري وتصنعون بي ما انا اهلكه بنيته بناء يد رمع الشمس حيث دارت فقال وانك لتقد على ان تبني ما هو افضل منه ثم لم تبنه فامر به فطرح من رأس الخورنق فمات ستمار اہ۔ فضر به اب للمثل لمن ظلم محسنه ولمن كان مكفرًا قال ابو الطمحان القيني ۷ جزاء ستمار جزاها و سر بها وباللات والعزى جزاء المكفر وقال سليط بن سعد ۷ جزى بنو ابا الغيلان عن كبير وحسن فعل كما يجزى ستمار وقيل ۷ جزاني جزاء الله شر جزايش جزاء ستمار وما كان ذا ذنب وقيل ان الذي امر ببناء الخورنق هو المند بن النعمان وهو الذي استخضه يزدجرد ابنه وكان اسم هذا الابن بهرام جوہن بن يزدجرد الملك ۱۲ ۱۸ حکى من قوته انه ركب يوماً قبل ان يتملك الى الصيد فاذا هو باسد قد شد على ميرفتنا ول اهد ظهر العير فيه ليفترسه فرماه بهرام رمية في ظهرة فنقذت الشابة من بطنه ثم من ظهر العير الى سترته حتى		

ت
س
ن

اسماء الملوك وبعض احوالهم

١٩

٣٦ ثم يزجرجرد بن بهرام جرد سارفيهم باحسن سيرة وكان له ابنان احدهما فيروز
والاخر هرمز.

افضت الى الارض فساخت فيها الى قريب من ثلثها فتحركت طويلاً فامر بهرام فصوّ ما كان منه في ام الاسد
العير في بعض مجالسه. ومما حكى من شدة بأسه وشجاعته انه اخذ الراية والتاج بين اسدين ضارين و
قتلها من غير سيف وذلك انه لما مات ابيه يزجرجرد الاشيم وكان ظالمًا ثقافتا العظام ان لا يملكوا احداً من
ذرية يزجرجرد لسوء سيرته فملكوا رجلاً من عترة اسد شيرين بابك يسمى كسرى فطلب بهرام جرد ان يكون ملكاً
في مقام ابيه واجتمع بالوزراء والكبار القصة طويلاً وصالحوا على ان يلقي التاج والراية بين اسدين
ضارين مشبلين فمن تناولهما من بين الاسدين فهو الملك وبهرام جرد هو الذي اشار بهذا
الطريق من الصلح فعملوا التاج والراية بين اسدين مجوعين واسرخي وثاقهما وكان هذا بحضور
جمع عظيم ثم قال بهرام لكسرى دونك التاج والزينة فقال لكسرى انت اولى بالبد فلم يكره بهرام قوله
ثقة ببطشه وحماسته وحمل جرداً ومشى الى الاسد بن فبد اليه اسد فلما دنا من بهرام وثب وثبة
فعلا بهرام ظهر الاسد وعصر جنبى الاسد بفخذه عصرًا اثخنه وجعل يضرب على راسه
بالجرز ثم شد الاسد الاخر عليه فقبض على اذنيه وعركهما بكلمات يد به فلم يزل يضرب راسه
برأس الاسد الاخر الذي كان ساكبه حتى دمغها ثم قتلها بالجرز فتناول التاج والزينة وصار
ملك الفرس كلها وكتب على خاتمه بالافعال تعظم الاخبار. ولم يزل ملكا على الفرس فركب
يومًا للصبيد فشد على غير (الحمار الوحشي) فغاص هو فرسه في حومة حمأة فغرق فسارت الدابة
الى ذلك الحب والحومة وامرت بنقل الطين فنقلوا طيناً كثيراً حتى جمعوا من ذلك اكاماً عظيماً ولم
يقدروا على جثته بهرام كذا في كتب التاريخ ١٢

١٩ احضر يزجرجرد هذا رجلاً من الحكماء لا قنباس الرأي منه يسوس به سر عيته فقال له
يزجرجرد ايها الحكيم الفاضل ما صلاح الملك؟ فقال الرفق بالوعية واخذ الحق منهم من غير مشقة
والتؤدة اليهم بالعدل وامن السبل وانصاف المظلوم من الظالم قال فما صلاح امر الملك؟ فقال
وزرارة واعوانه فانهم ان صلحوا صلح وان فسدوا فسدوا ١٢

سنة الملك	أسماء الملوك وبعض أحوالهم	
٢٤	ثم هرم بن يزدجرد بن بهرام جور فنازعه اخوة فيروز فقتله فيروز وول الملوك ثم فيروز بن يزدجرد تملك بعد ما قتل اخاه هرمز وثلاثة نفر من اهل بيته فظهر العدل وحسن السيرة -	٣٤ ٣٨
٢٤	ثم بلاس (بلاش) بن فيروز نازعه في الملك اخوة قباد ففر قباد الى خاقان ملك الترك يسأله المعونة وكان بلاس حسن السيرة وبني بالسواد اى بقرب المدائن مدينة ساباط فمات بعد اربع سنين من ملكه -	٣٩
٣	ثم قباد بن فيروز قيل في اسمه قباد بالمهمله . وفي زمنه ظهر مزدك الزنديق واليه تنسب المزدكية ودخل قباد في المزدكية فقتل ابنه انوشن ان هذا الزنديق -	٣٠ ٣٣
٥٢٠ قحط الناس في زمنه سبع سنين فاحسن التدبير وقسم الخزان وكف عن الجباية واخذ الجزية وامر ان يكون حال الغنى والفقر والشريف والوضيع في التامى واحدا واخبرهم انه ان بلغه ان انسيامات جوعا عاقب اهل المدينة او اهل القرية فلم يمت احد منهم جوعا الا امر رجلا واحدا ثم استهل الى ربه فانزل الغيث هلك فيروز في الحرب على يدى ملك الهياطلة المسمى اخشنوار في بلاد خراسان ١٣ ٥٢١ كان قباد عند النزاع مع اخيه بلاش ذهب الى خاقان مستصرا به على اخيه بلاش ففر يحدود نيسابور ومعه جماعة متكررين فنزلوا عند رجل من الاساورة فتاق قباد الى الجماع وامر ان تلتبس له امرأة ذات حسب فصار رفيق له الى امرأة صاحب المنزل وكان رجلا من الاساورة وكانت له ابنة بكروا نقة في الجمال فكنم معها ان تبعت بابنتها الى قباد فاعلمت زوجها ولم يزل ذلك الرقيق واسمه زهر مهر يرغب المرأة وزوجها حتى فعلا وصارت الابنة الى قباد واسمها نيوند خت فعشيها قباد فحملت انوشن وان وهو الملك المشهور بالعدل فامر لها بجائزة حسنة وجباها حياء جزيل وما كانت تعلم ان قباد من ابناء الملوك - وقيل ان ام تلك الجارية سالتها عن هيئة قباد فقالت انها لا تعرف غير انها رأت سر او ولد منسوجا بالذهب فعلمت انها من ابناء الملوك وسرها ذلك ومضى قباد الى خاقان فوجه مع قباد جيشا فلما انصرف قباد بذلك الجيش وصار في ناحية نيسابور استخبر من ام الجارية حالها فاخبرته انها ولدت غلاما فانتته ومعهما انوشن وقد شابها في جماله وصورته وفي هذا الموضع وحل الخبر بموت بلاش فامر بحمله و حمل امه على امراكب نساء الملوك ودخل المدائن ملكا بغير صرب لموت بلاش -		

الملك
المعروف

أسماء الملوك وبعض أحوالهم

٢١	ثم كسرى أنوشروان بن قباد بن فيروز بن يزدجرد بن بهرام جى وهو الملك المعروف بالعدل أشهر ملوك الفرس الثانية الملوك الساسانية حارب ملوكاً.
٢٨	

وعمر قباد في عهده مدناً منها مدينة الرجان (ارجان) ومدينة حلوان وظهر في عهده مزدك رئيس المزدكية الزنادقة وتابعه قباد فبعد مضي عشرين من ملكه اجتمع العظماء فعزلوا قباد وحبسوا المتابعة مزدك والمزدكية شيوعية العهد القديم كانت المزدكية تقول الناس شركاء سواء في كل شئ من الإراضى والدُّرِّ المال الإبرزاق حتى النساء فدخل السفلة في هذا الدين وتابعا مزدك فوقع الناس منهم في بلاد عظيم وقوى أهل المزدكية حتى كانوا يدخلون على الرجل في داره فيغلبونه على منزله ونساء وأمواله لا يستطيع الامتناع منهم حتى كانت أفة عمياء وفتنة دهياء وصائر لا يعرف الرجل منهم ولده ولا المولود أباه ولا يملك الرجل شيئاً مما يتسعه به.

وكان مزدك يبنى الناس عن المخالفة والمباغضة والقتال ولما رأى أن أكثر ذلك إنما يقع بسبب النساء والأموال أحل النساء وأباح الأموال وجعل الناس شركاء فيها كما شرأكم في الماء والنار والكلاء ومذهب مزدك مثل مذهب المانوية في القول بالأصليين النور والظلمة وكان يقول أن النور يفعل بالاحضياء والظلمة تفعل على الخبط والاتفاق والنور عالم حساس والظلام جاهل اعلم ويقول أن الأركان ثلاثة الماء والارض والنار لما اختلطت هذه الثلاثة حدث عنها مدبر الخير ومدبر الشر فما كان صفوها فهو مدبر الخير وما كان من كدّها فهو مدبر الشر ورأى عنه أن معبوده قاعد على كرسيه في العالم الأعلى هيئة قعود الملك في العالم الأسفل وبعد عزلهم قباد ملكوا أخاه جاماسب وكان ملك جاماسب ست سنين ثم فر قباد من الحبس بجيلة وغلب على أخيه في الملك فملك مرة ثانية وكان ملكه مع سقى ملك أخيه ثلاثاً وأربعين سنة وبغير سقى ملك أخيه سبعاً وثلاثين سنة ١٢

٢٢ فتح بلاد كثيرة من ملك فارس التي قبض عليها بعض الملوك في زمن من قبله وبلاداً من الترك والروم وكان منصوباً مظفراً قتل مزدك بن بامداد وأصحابه وثبتت المجوسية مذهب أجداده ورثه الأموال التي أخذتها أصحاب مزدك إلى أهلها.

كان أنوشروان ذارفة برعيته شديداً على أعدائه فخر انطاكية وكثيراً من بلاد الروم ومملكته تهابه جميع الأمم وكان مكرماً للعلماء وزوجاً خاقان ملك الترك ابنته وهادنه ملوك الهند وغيرهما وكثر جنده وحملت إليه الهدايا من سائر الملوك.

وفي زمانه كان مولد النبي عليه السلام ومولد ابيه عبد الله بن عبد المطلب وفي زمانه كان ملك الحبيشة على اليمن وقبوع واقعة اصحاب الغيل الذين جاؤ الهدم بيت الله وكان مولد النبي عليه السلام لمضى سنة من ملك انوشروان قاله الطبري ولما كانت ليلة ولد فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم ارتجس ايوان كسرى وسقطت من اربع عشرة شرفة وسجدت نارسا فارس التي كانت الفرس تعبد ها ولم تخد قبل ذلك بالف عام وغاضت بحيرة ساوة وسأى الموبدان ابلا صعبا تقود خيلا عرابا قد قطعت دجلة وانتشرت في بلادها فافزع كسرى ما رأى وجمع العظاء ثم ودر عليه كتاب بخود النار و قص عليه الموبدان ما رأى فازداد غمًا فقال حادث يكون من عند العرب.

فكتب كسرى الى النعمان ملك الحيرة ان يوجه اليه عالمًا بما يريد ان اسأله عنه فوجه اليه عبد المسيح بن عمر بن حيان الغساني فاخبره بما رأى فقال عبد المسيح لا علم لي بذلك وعلم ذلك عند خالي في مشارف الشام يقال له سطيح قال فأتته وأتت بجواب فركب عبد المسيح حتى قدم على سطيح وقد اشفى على الموت فحياه.

فقال سطيح له عبد المسيح على جل يسبح الى سطيح وقد ادنى على الصريح بعثت ملك بنى ساسان لارتجاس الايوان ونحو النيران ورأى الموبدان يا عبد المسيح اذكرت التلاوة وبعث صاحب الهرة وفاض وادى السماوة وغاضت بحيرة ساوة وسجدت نارسا فارس فليست الشام لسطيح شأما يملك منهم (اي من الساسانية) ملوك وملكات على عدد الشرفات وكل ما هوأت أت ثم مات سطيح مكانه ثم قام عبد المسيح وقدم على كسرى واخبره بقول سطيح فقال كسرى الى ان يملك منا اربعة عشر ملكًا قد كانت امم ملك منهم عشرة في اربع سنين وملك الباقيون الخلافة عثمان رضى الله عنه واخرهم يزود وقل في خلافة عثمان رضى الله عنه.

كان وزير انوشروان رجلاً حكيماً اسمه بزرجمهر ولهذا الحكيم اقوال في الادب والحكمة مشهورة و انوشروان كسرى هو الذي ورد عليه ابن ذي يزن من اليمن يستنصره على الحبيشة الذين تملكو على اليمن فبعث معه جيشاً عليه قائد له اسمه وهرن فافتحى اليمن ونفوا السودا وكان ملك انوشروان كما قال ابن قتيبة في المعارف سنة ٢٩٤ سبعة واربعين سنة وسبعة اشهر اهـ. وكان لانوشروان مائدة من الذهب عظيمة عليها انواع من الجواهر مكتوب عليها ما اكلته وانت تشتهي فقد اكلته ما اكلته وانت لا تشتهي فقد اكلت كان انوشروان يدعى كسرى الكبير.

وجلس يوماً للحكام لياخذ من ادايهم فقال لهم دولي على حكمة فيها منفعة خاصة نفسي وعامة رعيتي فتكلم كل واحد منهم ثم قال بزرجمهر بن البختگان ايها الملك انا جاع لك ذلك في اثنتي عشرة كلمة

فقال هات فقال اولهن تقوى الله في الشهوة والرغبة والرغبة والغضب والهوى فاجعل من ذلك كله
 لله لا للناس والثانية الصدق في القول والعمل والوفاء بالعادات والشرط والعهد والمواثيق والثالثة
 مشورة العلماء فيما يحدث من الامور والرابعة اكرام العلماء والاشراف واهل الثغر والقواد والكتاب
 وللنول بقدر منازلهم والخامسة التقيد للقضاء والفحص عن العمال محاسبة عادلة ومجازاة المحسن منهم
 باحسانه والمسيئ على اساءته والسادسة تعهد اهل البجون بالعرض لهم في الايام لتستوثق من
 المسيئ وتطلق البرئ والسابعة تعهد سبيل الناس واسواقهم واسعارهم وتجارتهم والثامنة حسن
 تأديب الرعية على الجرائم واقامة الحدود والتاسعة اعداد السلاح وجميع آلات الحرب والعاشرة اكرام
 الولد والاهل والاقارب وتفقد ما يصلحهم والحادية عشرة اذكاء العيون في الثغر ليعلم ما يتخوف
 فيؤخذ له اهبت قبل هجومه والثانية عشرة تعهد الوزراء والنول والاستبدال بذي الغش و
 العجز عنهم.

فامر انوشروان ان يكتب هذا الكلام بالذهب وهذا مشتمل على مياسة المملكة وسئل
 انوشروان ما اعظم الكثرة وانفعها عند الاحتياج فقال معروف اودعته الاحبار وعلم تودش الاحقاب و
 قيل له من اطول الناس عمرا فقال من كثر علمه فتأدب به من بعده او معرفه فيشرف به عقبه انوشروان
 قال يوما لبرزجهم من يصلح من ولدي للملك فقال لا اعرف ولدك ولكن اصف لك من يصلح لذلك .
 اسامهم للمعالي واطلبهم للادب واجزهم من العامة وارأهم بالرعية وادصلهم للرحم وابعدهم من الظلم .
 كان ملك اليمين في ايام قبا وانوشروان تبع واسمه تيان اسعد ابوكرب وتبع هذا فتح بلاد كثيرة من
 المشرق وسار في اطراف الاراضي فمر في مسيرة على المدينة المنورة فلم يحج اهلها وخلف بين اظهروهم
 ابنه فقتل غيلة فخارب الانصار عليهم عمر بن عبدول فكانوا يحاربونه بالنهار فيقرنه بالليل فيجبهه
 ذلك منهم ويقول والله ان قومنا هؤلاء كرام فجاء خبر ان من اليموحين سمعان تبع يريد اخراب
 المدينة الشريفة فقال له ايها الملك لا تفعل والالم نأمن عليك عاجل العقوبة لان هذه البلدة مهاجر
 نبي يخرج من قريش في اخر الزمان فتناهي عما اراد وانصرف الى اليمين معه الخبران المذكوران ولما وصل مكة
 وكانت مكة في طريق اليمين فاخبره نفر من الهذليين ان في الكعبة مأكلا اثر من اللؤلؤ والزبرجد و
 الياقوت والذهب والفضة واراد الهذليون هلاكه تبع بطريق الحيلة اذ قد عرفوا من هلاكه من اراد
 الكعبة وبغى عليها فاجتمع ثمانه الخبران وقالوا له انهم ارادوا هلاكك وامراه بتعظيم بيت الله والطواف و
 الخضوع عنده ففعل .

وارى في المنام ان يكسوه فكساه فهو اول من كسا البيت كفا في تاريخ الطبري وكان تبع من يعبد الوثان

اسماء الملوك وبعض احوالهم

بسم الله الرحمن الرحيم

٢٢ ثم هزم ^٣هرويزن ان و امه فاقم بنت خاقان ملك الترك كان عادلاً كثير الادب والاحسان الى المساكين والضعفاء وكثير الميل على العطاء والاشراف لاستطالعتهم على المساكين والضعفاء كما هو عادة العظماء في التكبر والظلم على الضعفاء -

١٢

فتهود باشارة هذين الحبرين وحمل اهل اليمن على اختيار اليهودية ولبعض المؤرخين كلام في من تبع هذا وحكى انه اخبره بعض الكهنة بظهور نبي من قريش وانه يملك ارض اليمن فقدم عليه مرة شافع بن كليب الصد في الكاهن فقال له تبع ما بقى من ملكك فهل تجد لقوم ملكاً يوازي ملكي قال لا الا الملك غسان فجعل قال فهل تجد ملكاً يزيد عليه -

قال نعم قال ولمن ؟ قال اجداً لبا تر مبرور ايتد بالقهوه ووصف في الزبور وفضلت امتي في السفور يفرح الظلم بالنور احمد النبي طوبى لامته صلى الله عليه وسلم -

٢٣ قيل ان هرويزن كان عادلاً اريباً ردى النية وانه كان مانعاً للاشراف من التجار على الضعفاء مقصياً لهم وانه اجل ذلك قتل من العلماء واهل البيوتات والشرف ١٣٤٠٠ رجلاً ولم يكن له رأى الا في تألف المساكين والسفلة واستصلاحهم ففسد عليه كثير من الاشراف فخلع عن الملك وسمل الحالفون عينيه وصار الملك الى ابنه كسر ابرويز بعد حوادث وحروب كثيرة جرت ثم قتل بعض الناس هرويزن حينما كان ابرويز غائباً -

ثم لما ملك ابرويز بعد ابيه وبعد مضي مدة من ملكه وقعت بينه وبين قيصر ملك الروم حرب طالت الى عدة سنين وغلبت جيوش فارس على اكثر بلاد الروم واحتوت على مصر اسكندرية وبيت المقدس و فلسطين وحاصرت القسطينية داسر مملكة الروم ثم ان هرويل بكى الى الله ودعا الله ان ينقذه ووعيته من جنود فارس ثم استعد لقتال جنود فارس وهزمهم هزلاً وخلص منهم جميع بلادهم وغلب على بلاد فارس حتى المداين داسر مملكة فارس وتحصن كسر ابرويز في المداين خوفاً من جنود قيصر ملك الروم وكانت هذه الحرب بعد مضي اربع عشرة سنة من ملك كسر ابرويز الى سنة ٢٨ من ملك كايخيم من كلام الطبري ج ٢ ص ١٣ وقيل اقل من ذلك وغير من ذلك من اقوال متعددة -

وفي هذه الحرب نزل قول الله تعالى الم غلبت الروم في ادنى الارض وهم من بعد غلبهم سيفعلون في بضع سنين الله الامر من قبل ومن بعد ويومئذ يفرح المؤمنون بنصر الله ينصر من يشاء وهو العزيز الرحيم

السنة من الهجرة	اسماء الملوك وبعض احوالهم
٣٨	٣٣ ثم كسرت ابرويزين هرمين انوشروان كان اشد ملوكهم بطشاً وابعدهم غوثاً وبلغ من جمع البأس والجدّة والنصر الظفر جمع الاموال ومساعدة القدر مبلغاً كبيراً ولذلك سمي ابرويز ومعناه بالعربية المظفر وفي زمنه بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو صاحب الحرب مع قيصر التي نزلت فيها الم غلبت الروم لخرثم قتله ابنه شيرويه بن ابرويز.
وَعَدَّ اللَّهُ لَا يَخْلِفُ اللَّهُ وَعَدَهُ وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ - الروم - رُوي أَنَّ فِي الْأَرْضِ يَوْمَ إِذْ رَعَاتِ بِهَا التَّقْوَى فَهَزَمَتْ فَارِسُ الرُّومِ قَبْلَهُ ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ وَهُمْ بِمَكَّةَ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ أَنْ يَظْهَرَ الْأُمِّيُّونَ الْمُشْرِكُونَ مِنَ الْمَجُوسِ عَلَى أَهْلِ الْكِتَابِ مِنَ الرُّومِ وَفَرَحَ الْكُفَّارُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ وَشَتَمُوا فَقَالُوا لِلْمُسْلِمِينَ أَنْتُمْ أَهْلُ كِتَابٍ مِثْلَ النَّصَارَى وَهِيَ أَقْيَمُونَ مِثْلَ الْمَجُوسِ وَقَدْ غَلَبَ إِخْوَانُنَا عَلَى إِخْوَانِكُمْ وَأَنْتُمْ أَنْ قَاتَلْتُمُونَا نَظْهَرُونَ عَلَيْكُمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ الْمَ غَلَبَتِ الرُّومُ لَخْرَثَمَ فَفَرَحَ الْمُسْلِمُونَ بِهَذِهِ الْآيَةِ - فلقي ابوبكر الصديق رضي الله عنه ابي بن خلف الجمحي فقال والله ليغلبن الروم على فارس اخبرنا بذلك نبينا فقال ابي بن خلف كذبت فقال ابوبكر انت اكذب و خاطره عشرة قلائص الى ثلاث سنين فان غلبت الروم على فارس غرمت وان غلبت فارس على الروم غرمت انا فاخبر ابوبكر النبي عليه السلام فقال ما هكذا ذكرت لك انما البضع مابين الثلاث الى التسع فزيادة في القلائص ومادة في الاجل فلقي ابوبكر ابياً فجعلها مائة قلوص اى ناقة الى تسع سنين فغلبت الروم على فارس قبل تمام المدة فاخذ ابوبكر القلائص من وريثة ابي بن خلف - ٣٤ قال هشام بن محمد في سنة عشرين من ملك ابرويز بعث الله محمداً صلى الله عليه وسلم وهاجر في سنة ٣٣ من ملكه الى المدينة وقال الطبري ولمضى ٣٢ سنة وخمسة اشهر وخمسة عشر يوماً من ملكه هاجر النبي صلى الله عليه وسلم اهلكه ابنه شيرويه واسم شيرويه قباد وجاء خبر قتله الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة ففرح - ثم ان ابرويز قد بنى على دجلة طاق مجلسه ولم ير له مثل وكان يعلق تاجه فيجلس فيه ثم اصبح ذات غداة وقد انقصت طاق مجلسه من وسطها من غير ثقل وانخرقت عليه دجلة فاحزنه فسأل الكهنة المجتمعين فاخبروه ان هذا الامر حدث من السماء وانه قد بعث نبياً اوهو مبعوث فلذلك حيل بيننا وبين علمنا -	

بسم الله الرحمن الرحيم

اسماء الملوك وبعض احوالهم

٢٢ ثم شيرويه بن ابرويز بن هرم بن انوشروان وكان اسم شيرويه قباد ملك بعد قتل ابيه والفرس تسميه المشعوم وفي ايامه كان الطاعون بالعراق واقاليم فارس كان ملكه سنة وستة اشهر قاله المسعودي وقال الطبري كان ملكه ثمانية اشهر - ٨ اشهر

وعن الحسن البصري ان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قالوا يا رسول الله ما حجة الله على كسركم فيك قال بعث الله اليه ملكا فاخرجه من سور جدار بيته الذي هو فيه تلهة كنوز فلما راها فزع فقال لم تر عياضا ان الله بعث رسولا وانزل عليكم كتابا فاتبعه تسلم دنياك واخرتك قال ما نظرت قال المسعودي في المروج ج ١ ص ٢٤٠ ان ابرويز هو الذي قتل الويزر الحكيم المشهور نزرجه بن البشكان حيث اقمه بالميل الى الزنادقة من التنوية ومال بعد ذلك ابرويز الى الظلم وتجهروا الناس منه في بلاد عظيم وكانت عند اثنتا عشرة الف امرأة وجارسية ونحو الف فيل فملكوا شيرويه وحبسوا ابرويز ثم امر بقتل ابرويز - ثم ابرويز هذا هو الذي ارسل اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم الكتاب يدعوه الى الاسلام بيد شجاع بن هب وفي رواية بيد عبد الله بن حذافة ففرقه فدعا عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يمزقوا كل ممزق وفي كتب الحديث ان ارسال رسول الله صلى الله عليه وسلم الكتب الى الملوك كان بعد الحديبية ونظرا الى هذا الاصح ان قتل شيرويه لابرويز كان بعد الحديبية وما ذكر الطبري ان خبر قتله وصل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الحديبية كما قد منا فشكل الا ان يقال ان المراء من يوم الحديبية فكلام الطبري زمن قضاء عمرة الحديبية بعد عام صلح الحديبية -

٢٥ كانت الفرس تسميه المشعوم لسوء سيرته وقبح افعاله وكان في زمانه الطاعون في فارس فهلك فيه مائتا الف من الناس فالكثير يقول هلك نصف الناس والمقل يقول الثلث وبعد قتل الوالد ابرويز خرق جيبه وبكى بكاء كثيرا ثم قتل اخوته وهم سبعة عشر اخاله وذلك بمشورة وزيرة فيروز فاستولى بالاسقام ولم يلد بشئ من لذات الدنيا وحزق لقتل اخوته جزاء شديدا وفي اليوم الثاني من قتل اخوته دخلت عليه اخوته بول ان وازر ميدخت فاغلظتاله وقالت حملك الحرص على ملك لا يتم على قتل ابيك وجميع اخوتك فبكى بكاء شديدا ورمى بالتاج عن رأسه ولم يزل ايامه كلها مغموما مدنفا ويقال انه لهلك من قدر عليه من اهل بيته قاله الطبري وقال ابن قتيبة في كتاب المعارف ص ٢٩٣ ان شيرويه امر بابيه فسملت عيناه وقتل من اخوته ثمانية عشر رجلا وخفف المؤنة على الناس ورفع الخراج لظهور الطاعون

سنة الملك	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
١٢ سنة	ثم اترشيرين شيرويه بن ابرويزين هرمزين انوشروان وكان اترشير صغيراً ابن سبع سنين فقتله شهر يار سماه الطبري شهر يراز وسماه ابن قتيبة خرها ان وكان ملك اترشير سنة وستة اشهر قاله الطبري وقال المسعودي وابن قتيبة كان ملكه خمسة اشهر -	٢٥
٢٠ يوماً	ثم شهر يراز (شهر يار) وهو قز خان مائة اسفند اسر القاتل لهرشير ولم يكن من بيت المملكة -	٢٦
١٢ سنة	ثم بوران بنت ابرويزين هرمزين انوشروان فقالت يوم ملكك البر انوي بالعدل امر واحسن السير في الرعية ووضعت بقايا الخراج عن الناس وامرتهم بالطاعة والمناصحة -	٢٧
شهران	ثم بختنشدة وقال المسعودي اسمه فيروز خشنده من بني عم ابرويز وكان ملكه اقل من شهر وقال المسعودي كان ملكه شهرين -	٢٨
٤ اشهر	ثم ابنة لكش ابرويز يقال لها اترمي دخت -	٢٩

فهلك فيهن هلك فيه وكان ملكه خمس سنين واشهر مضت من مقدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة وكان ملكه سبعة اشهر ١٢

٢٤ ولما جلس على سرير الملك ضرب بطنه عليه وبلغ من شدة ذلك عليه انه لم يقدر على اتيان الخلافة بطست فوضع امام السريفتبرزيه فقتل بعد اربعين يوماً من ملكه وقيل بعد ٢٢ يوماً منه قيل احتس له امرأة من اهل بيت الملك يقال لها بوران فقتلته وقيل اسمها اترمي دخت فملكوا عليهم بوران بنت كسري ابرويز ١٢

٢٥ وقال الطبري اسمها اترمي دخت يقال ارسل اليها عظيم فارس فرشح هرمزيها ان تزوجه نفسها فارتدت اليه ان التزوج للملكة غير جائز وقالت انك تريد قضاء الشهوة متى فصر الى ليلة كذا وكذا فركب اليها في تلك الليلة وامرت اترمي دخت الى صاحب حرسها ان يقتل ليلة التواعد فقتله فبلغ الخبر ستم بن فرخ هرمز خليفة ابيه بخراسان فاقبل في جند عظيم الى المدائن الى الملكة وسلم عيني اترمي دخت وقتلها وقيل بل سُميت وكان ملكها اشهر وقيل اربعة اشهر وقال المسعودي سنة واربعة اشهر وقيل غير ذلك ١٢

تاريخ	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
عقدايام	٥٠ ثم كسرى بن مهران جشش وكان من عقب اردشير بن بابك وقتل بعد ان ملك بايام.	
عقداشهر	٥١ ثم قيل ان الذي ملك بعد آزر ميدخت اسمه خرداذخر وقال المسعودي اسمه فرج خسر بن كسرى ابرويز وهو طفل فكانت مدة ملكه شهرا وقيل عدة اشهر ثم خالفوه.	
عقدايام	٥٢ ثم فيروز بن مهران جشش وكان من نسل بعض بنات انوشروان جاؤا به فملكوه كرها وكان رجلا ضخما الرأس فلما نجا قال ما اضيق هذا التاج فتطير العظام من افتتاحه كلامه بالضيق وقتلوه ساعة تكلم بما تكلم به وقيل قتلوه بعد ايام.	
٦ شهر	٥٣ ثم فرخ زاد خسر بن كسرى ابرويز.	
٢٠ سنة	٥٤ ثم يزدجرد بن شهريار بن ابرويز بن هرم بن انوشروان	
٢١ وقال الذين قالوا ملك بعد آزر ميدخت كسرى بن مهران جشش لما قتل كسرى هذا طلب عظام فارس من له عنصر من اهل ذلك البيت ولومن قبل النساء فاذا برجل يقال له فيروز بن مهران جشش ويسمى ايضا جششده ١٢ ٢٢ وكان قد فر الى حصن الحجابة قريب من نصيبين فذهب اليه بعض العظماء فجاءوا به اذ لم يجدوا احدا من ابناء الملوك فملكوه ثم قتلوه بعد ستة اشهر. وقيل ملك بعد فرهاد خسر رجل اسمه يزدجرد بن شهريار بن ابرويز وهو آخر الملوك ١٢ ٢٣ ظفر به اهل اصطخر وقد هرب اليها كما ذكر الطبري حين قتل شيرويه اخوته فملكوه وكان حدثا واقبلوا به الى المدائن وقتلوا فرهاد خسر وكان ملكا في مقابلة ملك ابائه كالحجبال والحلم وكانت الزمراء يدبرون امر المملكة لحدث سنة وضعف امر المملكة الفارسية واجتأل على فارس اعداؤهم من كل وجه وغزت العرب المسلمون بلادهم بعد ان مضت سنتان من ملكه وقيل اربع سنين وهو آخر ملوك الساسانية قتل في خلافة عثمان رضي الله عنه بمصر من خراسان وكان عمره كله الى ان قتل ٢٨ سنة قال المسعودي وذلك لبع سنين ونصف خلت من خلافة عثمان رضي الله عنه وهي ٣١ سنة وقيل غير ذلك وكان ملكه عشرين سنة وقيل غير ذلك أه. ويزدجرد هو الذي قاتل المسلمون افواجه في خلافة عمر رضي الله عنه وبعده.		

قائمة قد أن لنا ان نذكر هنا تفصيل ما كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى كسرى عظيم فارس وغيره من الملوك فنقول وبالله التوفيق ان الذي كتب اليه النبي علي السلام من ملوك فارس اسمه ابرويز ابن هرمزين انوشيروان وابرويز هذا هو جد زودجر . واختلفوا في زمن كتب النبي عليه السلام الى الملوك فنذكر الواقدي ان ذلك كان في اخر سنة ست في ذي الحجة بعد الحديبية وذكر اليهم في هذه الكتب بعد غزوة مؤتة التي كانت في جمادى الاولى سنة ولا خلاف بينهم ان بدأ هذه الكتب كان قبل فتح مكة و بعد الحديبية . كذا في البداية لابن كثير ج ٢ ص ٢٦٢ -

قال الواقدي وفي سنة ست من الهجرة في ذي الحجة منها بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة نفر مصطحبين حاطب بن ابي بلتعنة الى المقوقس صاحب الاسكندرية وشجاع بن وهب الى الحارث ابن ابي شمر الغساني يعني ملك العرب النصارى ودحية بن خليفة الكلبى الى قيصر وعبد الله بن حذافة السهمي الى كسرى وسليط بن عمرو الى هوزة بن علي الحنفي وعمر بن أمية الى الجاشي آة . وقد روى مسلم في صحيحه عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب قبل موته الى كسرى وقيصر والى الجاشي والى كل جبار يدعوهم الى الله عز وجل وليس بالجاشي الذي صلى عليه .

اما كتابه الى هرقل فكتب فيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدى اما بعد فاسلم تسلم وتوكل الله اجره مرتين فان ابنت فان اشرك الاكاسريين عليك . وفي رواية اما بعد فاني ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم وتوكل الله اجره مرتين فان توليت فاما عليك اثم الاكريسيين ويا اهل الكتاب فقالوا الكلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون قوله بدعاية الاسلام اي بالكلمة الداعية للاسلام وهي كلمة التوحيد والاكاسريون والاكاسرون هم الفلاحون في القرى .

www.KitaboSunnat.com

واما كتابه الى الجاشي ففيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى الجاشي ملك الحبشة سلم انت (اي انت سالم لان السلم يأتي بمعنى السلامة) فاني احمد اليك الله الذي لا اله الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن واشهد ان عيسى بن مريم روح الله وكلمته القاها الى مريم البتول (اي المنقطعة عن الرجال ادعن الدنيا والعفيفة) واني ادعوك الى الله وحده لا شريك له والموالاة على طاعته وان تتبعني وتؤمن بالذي جاءني فاني رسول الله واني ادعوك وجنوك الى الله وقد بلغت نصحت فاقبلوا نصيحتي والسلام على من اتبع الهدى .

واما كتابه للمقوقس ملك القبط وهم اهل مصر والاسكندرية ففيه بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد بن عبد الله ورسوله الى المقوقس عظيم القبط سلام على من اتبع الهدى اما بعد فاني ادعوك
بدعاية الاسلام اسلم تسلم يؤتلك الله اجر ك مرتين فان توليت فانما عليك اثم القبط ويا اهل
الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا
بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون -

واما كتابه الى المندرين ساوى التميمي وكان بالبحرين ففيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد
رسول الله الى المندرين ساوى ففيه سلام عليك فاني احمد اليك الله الذي لا اله الا هو واشهد
ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله اما بعد فاني اذكرك الله عز وجل فانه من ينصحه فانما ينصحه
لنفسه وانه من يطع رسلي ويتبع امرهم فقد اطاعني ومن نصحه لهم فقد نصحه لي وان رسلي قد اثنوا
عليك خيرا واني قد شفعتك في قومك فاترك للمسلمين ما اسلموا عليه (اي من مال وزوجات) وغفرت
من اهل الذنوب فاقبل منهم وانك مما تصليهم فلن نعزلك عن عملك ومن اقام على يهوديته او مجوسيته
فعليه الجزية -

قال اهل التاريخ كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا في جواب كتاب ارسله المندرجوا
كتاب اخر ارسله له صلى الله عليه وسلم قبل ذلك يدعوه الى الاسلام فاسلم المندرجون وحسن اسلامه - واما
الكتاب الاول لرسول الله صلى الله عليه وسلم للمندرجين شرح المواهب قال ولو نرا هذا ذكر لفظ ذلك
الكتاب -

واما كتابه صلى الله عليه وسلم الى الحارث بن ابي شمر الغساني وكان بد مشق نائبا من قيصر
ففيه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى الحارث بن ابي شمر سلام على من اتبع الهدى و
امن وصديق فاني ادعوك الى ان تؤمن بالله وحده لا شريك له يبقى لك ملكك -

واما كتابه الى كسرى ملك فارس وهو ابرويز بن هرم بن انوش ان بسم الله الرحمن الرحيم
من محمد رسول الله الى كسرى عظيم فارس سلام على من اتبع الهدى وامن بالله ورسوله وشهد ان
لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله ادعوك بدعاية الله فاني انار رسول الله
الى الناس كافة لا نذر من كان حيا ويحيى القول على الكافرين اسلم تسلم فان ابيت فعليك اثم
المجوس -

ارسل رسول الله صلى الله عليه وسلم كتاب كسرى على يد عبد الله بن حذافة لانه كان يتردد
عليه كثيرا وقيل بيد اخيه خنيس وقيل اخيه خارجة وقيل شجاع بن وهب وقيل عمر بن الخطاب رضي
الله عنهم - وفي انسان العيون للحلي ج ٣ ٢٢٤ - قال عبد الله بن حذافة رضي الله عنه فاتيته الى باب

وطلبت الاذن عليه حتى وصلت اليه فدفعته اليه كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرأ عليه فأخذته
ومزقه اى دق رايته ان كسرى لما علم بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فأذن بحامل الكتاب ان يدخل
عليه فلما وصل امر كسرى ان يقبض منه الكتاب فقال لاحق ادفعه اليك كما امرنى رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقال كسرى ادنه فدنا فناولته الكتاب -

فدعا من يقرأه تقرأه فاذا فيه من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم الى كسرى عظيم فارس فاعضب
حين بدأ رسول الله صلى الله عليه وسلم بنفسه وصاح ومزق الكتاب قبل ان يعلم ما فيه وامر باخراج حامل
ذلك الكتاب فأخرج فلما رأى ذلك فقد على سراحته وسار فلما ذهب عن كسرى سورة غضب بعث
فطلب حامل الكتاب فلم يجده فلما وصل اليه صلى الله عليه وسلم واخبره الخبر قال صلى الله عليه وسلم مزق
كسرى ملكه -

وكتب كسرى الى بعض امرائه باليمن يقال له باذان انه بلغنى ان رجلا من قريش خرج بمكة يزعم
انه نبي فيسري اليه فاستتبه فان تاب والآ فابعث الى برأسه يكتب الى هذا الكتاب اى الذي بدأ فيه
بنفسه وهو عبدى اى دق رايته ان تكفينى رجلا خرج بارضك يدعوى الى دينه والآ ففعلت فيك كذا
يتوعد فابعث اليه رجلين جلدتين فيأتيا به فبعث باذان بكتاب كسرى الى النبي صلى الله عليه وسلم
مع قهرمانه وبعث معه رجلا آخر من الفرس وبعث معهم الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمره ان ينصرف
معه الى كسرى فخرجوا وقد ما الطائف فوجد رجلا من قريش فى ارض الطائف فسأله عنه فقال هو بالمدينة
فلما قدم عليه صلى الله عليه وسلم المدينة قال له شاهنشا ملك الملوك كسرى بعث الى الملك باذان
بأمره ان يبعث اليك من يأتى بك وقد بعثنا اليك فان ابليت هلكت واهلكت قومك وخربت
بلادك -

وكانا على زى الفرس من خلق محاهم واعفاء شو اسر بهم ففكره النبي صلى الله عليه وسلم النظر اليهما ثم قال
لها ويلكما من امركما بهذا قالوا امرنا ربنا يعنينا كسرى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ولكن امرنى ربى بعفا
لحييتى وقص شاربى ثم قال لهما ارجعا حتى تأتيا فى غدا واتى رسول الله صلى الله عليه وسلم الخبر من السماء بان
الله قد سلط على كسرى ابنه يقتله فى شهر كذا فى ليلة كذا فلما كان الغد دعاهما واخبرهما الخبر وكتب رسول الله
صلى الله عليه وسلم الى باذان ان الله قد وعدنى ان يقتل كسرى يوم كذا من شهر كذا فلما اتى الكتاب باذان
توقف وقال ان كان نبيا فسيكون ما قال فقتل الله كسرى فى اليوم الذى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
على يد ولده شيرويه قيل قتله ليلا بعد ما مضى من الليل سبع ساعات فيكون المراد باليوم فى تلك الرأية
مجرد الوقت اى دق رايته قال صلى الله عليه وسلم لرسول باذان اذهب الى صاحبك وقل له ان ربى قد قتل بك

الليلة ثم جاء الخبر بان كسرى قتل تلك الليلة فكان كما اخبر صلى الله عليه وسلم.
فلما جاءه صلى الله عليه وسلم هلاك كسرى قال لعز الله كسرى اول الناس هلاكاً فارس ثم العرب وعن
جابر بن سمرة رضي الله عنهما انه صلى الله عليه وسلم قال لتفتحن عصابتة من المسلمين اورهط من امتي كني
كسرى التي في القصر الابيض فكننت انا وابي فيهم واصبنا من ذلك الف درهم وقدم على باذان كتاب ولد
كسرى شيرويه فيه اما بعد فقد قتلت كسرى ولم اقتله الا غضبا لفارس فانه قتل اشراخهم فتفرق الناس
فاذا جاءك كتابي هذا فخذ لي الطاعة ممن قبلك وانظر الرجل الذي كان كسرى يكتب اليك فيه فلا ترجع
حتى ياتيك امرى فيه فبعث باذان باسلامه واسلام من معه الى رسول الله صلى الله عليه وسلم -
وفي تاريخ ابن خلدون ج ٣ ص ٣٢ لما اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم ان كسرى قرأ كتابي قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ الله ملكه وفيه ان باذان بعث قهرماناً بنوياً معه خرقة من الفرس
قال لقهرماناً اختر الرجل وعزني بامر وفيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لهما ان الله ساطع على
كسرى ابنه شيرويه ليلة كذا ومن شهر كذا ذلك لعشر مضين من جمادى الاولى سنة سبع وقال اذ هبوا
اخبراه بذلك عني وقولا له ان ديني وسلطاني يبلغ ما بلغ ملك كسرى وان اسلمت اعطيتك ما تحت يديك
وملكتك على قومك -

واعطى خرقة منطقة فيها ذهب وفضة وكان بعض الملوك اهداها له صلى الله عليه وسلم فقد ما على
باذان واخبره فقال ما هذا كلام ملك ما ارى الرجل الا نبياً كما يقول ونحن ننظر مقالته وكانت سمير تسمى
خرقة ذالمفخرة للمنطقة التي اعطاها اياها النبي صلى الله عليه وسلم والمنطقة بلسانهم المفخرة وقد كان
بانويه قال لباذان ما كلمت رجلاً قط اهيى عندي من قال هل معه شرط قال لا انتهي وكذا في البداية
ج ٣ ص ٢٤ -

وفي الحديث مرفوعاً عن ابي هريرة اذ اهلك كسرى فلا كسرى بعده واذا هلك قيصر فلا قيصر بعده
فوالذي نفسي بيده لتنفق كنوزهما في سبيل الله اخرج مسلم - وقال الشافعي لما اتي كسرى بكتاب رسول الله
صلى الله عليه وسلم قرأته فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يمزق ملكه وحفظنا ان قيصر اكرم كتاب رسول الله
صلى الله عليه وسلم ووضعه في المسك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثبتت منك فباد ملك الاكاسرة
بالكلية وزال ملك قيصر عن الشام بالكلية وان ثبت لهم ملك في الجملة ببركة دعاء رسول الله صلى الله
عليه وسلم لهم حين عظموا كتابه - قال ابن كثير وفي هذا بشارة عظيمة بان ملك الروم لا يعود ابداً الى
ارض الشام وكانت العرب تسمى قيصر لمن ملك الشام مع الجزيرة من الروم اه -

فائدة - قال المسعودي في المروج ج ١ ص ٢٢ ذهب الاكثر من الناس ان جميع من ملك من آل ساسان

من ارجشيين بابك الى يزدرجدين شهر يارس من الرجال والنساء ثلاثون ملكاً امراً ثمان وعشرون رجلاً وقيل اثنان وثلاثون ملكاً وعدد الملوك الاول وهم الفرس الاول من كيومرث الى ايزد ارث تسعة عشر ملكاً منهم امرأة وهي حماية بنت بهمن و فراسياب التركي وسبعة عشر رجلاً وعدد ملوك الطوائف احد عشر ملكاً فجميع الملوك من كيومرث الى يزدرجدين ستون ملكاً منهم ثلاث نسوة ومدة ما ملكو اربعة الاف سنة واربعمائة وخمسون وقيل ان عدة الملوك من كيومرث الى يزدرجدين ثمانون ملكاً .

وذهب بعض اهل السير الى ان سني الفرس الى الهجرة ٣٦٩٠ سنة منها من كيومرث الى منوشهر ١٩٢٢ سنة ومن منوشهر الى زرادشت ٥٨٣ سنة ومن زرادشت الى الاسكندر ٢٥٨ سنة وملك الاسكندر خمس سنين ومن الاسكندر الى ارجشيين ٥١ سنة ومن ارجشيين الى الهجرة ٣٠٢ سنة انتهى باختصار لاصحاب التاريخ في ذلك اختلاف كثير .

قال الطبري في تاريخه ٢٧٩٩ م فجميع ما مضى من السنين من هبوط آدم عليه السلام الوقت الهجرة على زعم اليهود ٣٦٣٢ سنة واشهر وعلى زعم النصارى ٥٩٩٢ سنة واشهر وعلى قول المجوس من الفرس ٣١٨٢ سنة وعشرة اشهر وتسعة عشر يوماً على انه داخل في ذلك مدة ما بين وقت الهجرة ومقتل يزدرجدين وذلك ثلاثون سنة وثمان مائة وخمسة عشر يوماً .

واما علماء الاسلام فقال بعضهم كان بين آدم ونوح عليهما السلام عشرة قرون والقرن مائة سنة و بين نوح و ابراهيم عليهما السلام عشرة قرون و بين ابراهيم وموسى عليهما السلام عشرة قرون و بين موسى سليمان عليهما السلام ٦٣٦ سنة وقيل غير ذلك ومن بناء سليمان بيت المقدس الى الاسكندر ١١٠٠ سنة ومن الاسكندر الى مولد عيسى عليه السلام ٣٦٩ سنة ومن مولد عيسى عليه السلام الى مبعث محمد صلى الله عليه وسلم ٥٥١ سنة وقيل من عيسى الى محمد عليهما السلام ٦٠٠ سنة -

وعن بعض اهل الكتاب قال من آدم الى الطوفان ٢٢٥٦ سنة ومن الطوفان الى وفاة ابراهيم عليه السلام ١٠٢٠ سنة ومن وفاة ابراهيم عليه السلام الى دخول بني اسرائيل مصر ١٠٠٠ سنة ومن دخول يعقوب عليه السلام مصر الى خروج موسى عليه السلام منها ٢٢٠ سنة ومن خروج موسى من مصر الى بناء سليمان عليه السلام لبيت المقدس ٥٥٠ سنة ومن بناء بيت المقدس الى ملك بخت نصر وخراب بيت المقدس ٢٢٦٠ سنة ومن ملك بخت نصر الى الاسكندر ٢٢٦٠ سنة ومن ملك الاسكندر الى سنة ست ومائتين من الهجرة ١٢٣٥ سنة هذا خلاصة ما ذكره الطبري - هذا اخره سالتنا التاريخية المسماة بعبرة السانس باحوال ملوك فارس -

وبلله الحمد والمنة :

الفترۃ - آیت کان الناس امة واحدة اور آیت فلولاً فضل الله علیکم ورحمته کی شرح میں مذکور ہے۔ احوال زمانہ فترت میں میرا مختصر مستقل رسالہ ہے بمسمیٰ بہ النظرة الى الفترۃ یاں پر اس کا اندراج (معمولیٰ تصرف کے بعد) بہت مفید ہوگا ان شاء اللہ۔ وہ رسالہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم زمانہ فترت کے مصداق تین ہیں یعنی اس کی تین قسمیں ہیں۔ قرینہ کے ذریعہ ان تین میں سے ایک قسم کی تعیین کی جاتی ہے کتابوں میں تینوں اقسام متعل ہیں۔

قسم اول فترۃ وحی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ غار حرا میں ہمارے نبی علیہ السلام کو نبوت مل جانے اور اقرأ باسم ربک الآية نازل ہو جانے کے بعد تقریباً تین سال تک وحی کا تسلسل جاری نہ رہا۔ یہ زمانہ انقطاع زمانہ فترۃ الوحی کہلاتا ہے۔ فترت وحی کی مدت بقول ابن اسحاق وغیرہ تین سال تھی اور بقول سیوطی دھائی سال اور بقول حافظ سیوطی دو سال تھی۔ فترت کے بعد پہلی وحی یہ نازل ہوئی یا ایہا المدثر قم فانذر۔

الآیات۔ کتب حدیث و تاریخ میں درج ہے اند علیہ السلام حزن لفترۃ الوحی بعد نزول اقرأ باسم ربک حزنًا شدیدًا و مکث مدلاً لا یری جبریل حتی غدا امرأاً کی یتودی من رؤوس شواہق الجبال فکلما وافی بدرة جبل کی یلقى نفسه منها تبدی لہ جبریل علیہ السلام فقال یا محمد انک رسول اللہ حقاً فیسکن لذلک جأشہ ای قلبہ و تقر نفسه و یرجع فاذا طالت علیہ فترۃ الوحی عندا مثل ذلک فاذا وافی بدرة جبل تبدی لہ مثل ذلک و فی رؤایہ اند لما فتر الوحی عندا صلی اللہ علیہ وسلم حزن حزنًا شدیدًا حتی کان یغدا الی ثیمرة والی حراء مرة أخرى یرید ان یلقى نفسه منها فکلما وافی بدرة جبل منها کی یلقى نفسه تبدی لہ جبریل فقال یا محمد انت رسول اللہ حقاً فیسکن لذلک جأشہ وکانت تلك المدة اربعین یوماً وقیل خمسة عشر وقیل اثنی عشر یوماً وقیل ثلاثة ايام کذا ذکر بعض المفسرین و اهل التاریخ و فی فتح الباری وغیرہ من شرح الحدیث انها ثلاث سنین کذا فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۶۱۔

ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں لیس المراد بفترۃ الوحی المقدرة بثلاث سنین عدم مجئ جبریل الیہ بل تأخر نزول القرآن علیہ فقط انتھی۔

سوال فترت الوحی کی مدت میں اختلاف ہے کما علم من العبارات السابقة چنانچہ بعض تین سال بعض دھائی سال بعض دو سال اور بعض چالیس دن اور بعض پندرہ دن اور بعض بارہ دن اور بعض تین دن ذکر کرتے ہیں۔ اس اختلاف کی توجیہ کیا ہوگی؟

جواب صحیح روایات کے پیش نظر فترت وحی کی کل مدت تین سال تھی نہ دھائی سال اور نہ دو سال۔ باقی زمانہ فترت کے اندر جبریل علیہ السلام سے ملاقات کا وقفہ کبھی چالیس دن ہوتا تھا اور کبھی پندرہ دن

اور کبھی بارہ دن اور کبھی تین دن ہوتا تھا۔ امام سیبلی رحمہ اللہ روض الانفعاض پر لکھتے ہیں وقد جاء في بعض الاحاديث المسندة انها كانت سنتين ونصف سنة فمن هنا يتفق ما قاله النس رضي الله عنه ان مكث بمكة كان عشرين وقلوب ابن عباس ثلاث عشرة سنة وكان قد ابتدئ بالمرثيا الصادقة سنة اشهر فمن عد مدة الفترة و اضاف اليها الاشهر الستة كانت كما قال ابن عباس ومن عدّها من حين حي الوحي وتتابع كما في حديث جابر كانت عشرين سنة ووجه اخرى في الجمع بين القولين ايضا وهوان الشعبي قال وكل اسرافيل بنبرة محمد ثلاث سنين ثم جاءه بالقرآن جبريل واذ اتم فهو ايضا وجه من الجمع بين الحديثين انتهى۔

بیان سابق سے معلوم ہوا کہ فترت وحی کے زمانے میں بھی وقتاً فوقتاً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے تھے اور آپ کے ساتھ تسلی آمیز کلام فرماتے تھے بایں الفاظ انت رسول اللہ حقاً۔ البتہ صرف نزول قرآن تین سال تک مؤخر رہا۔

قسم دوم۔ عہد قدیم میں دو پیغمبروں کے مابین زمانہ جاہلیت پر فترت کا اطلاق ہوتا ہے۔ مثل فترۃ اور یس علیہ السلام ای الزمان الذی ہو بعد رفعہ الی السماء الی ان بُعث نوح علیہ السلام ومثل فترۃ نوح علیہ السلام ای بعد موتہ الی ان بُعث ہو علیہ السلام ومثل الفترۃ بین آدم وادریس علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

قسم سوم۔ عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین طویل زمانہ جاہلیت زمانہ فترت کہلاتا ہے۔ اس زمانہ فترت کی مقدار میں اختلاف ہے قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲۷ والفترۃ التي كانت بينهما اربع مائة سنة وقيل ستمائة سنة وقيل زیادة عشرين سنة اہ۔

فائدہ۔ زمانہ فترت کے بعض اہم واقعات و امور کا ہم یہاں پر ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ ان امور کا ذکر ان شاء اللہ فوائد سے خالی نہ ہوگا اور بہت سے ناظرین کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

امراؤں۔ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے فعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول انا اولی الناس بابن مریم والانبياء اولاد علات لیس بینی وبينہ نبی اخرجہ البخاری۔ وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اولی الناس بعیسی علیہ السلام والانبياء اخوة اولاد علات ولیس بینی وبين عیسی علیہ السلام نبی اخرجہ احمد فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ واخرج احمد ايضا عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبياء اخوة لعلات ودينهم واحد امہاتہم شتی وانا اولی الناس بعیسی بن مریم لانہ لم یکن بینی وبينہ نبی واند نازل الحدیث۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زمانہ فترت میں چند انبیاء مبعوث ہوئے تھے البتہ وہ صرف نبی تھے رسول اور صاحب کتاب مستقل نہ تھے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مبلغ و مقرر تھے۔

چنانچہ ان میں سے ایک خالد بن سنان بھی ہیں۔ یہ زمانہ فترت میں تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ نبی تھے۔ بعض احادیث ضعیفہ میں ان کی نبوت کی تصریح ہے۔ رومی الطبرانی باسنادہ عن ابن عباسؓ قال جاء بنت خالد بن سنان الى النبي صلى الله عليه وسلم فبسط لها ثوبه وقال بنت نبي ضيعه قومہ وروى الحافظ ابوبكر البزار باسنادہ عن سعيد عن ابن عباسؓ قال ذكر خالد بن سنان عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ذاك نبي ضيعه قومہ ثم قال ولا نعرفه مرفوعاً الا من هذا الوجه وكان قيس بن الربيع الراوى للحديث ثقة في نفسه الا انه كان روى الحفظ وكان له ان يدخل في احاديثه ما ليس منها۔ خالد بن سنان عوفی تھے اور بنو اسماعیل علیہ السلام یعنی عرب مستعربہ میں سے تھے۔ قبیلہ بنو عیس میں سے تھے۔ اور احادیث و آثار قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبی صاحب شریعت نہیں آئے۔

بعض علماء تاریخ و تفسیر کے نزدیک حنظلہ بن صفوان علیہ السلام بھی زمانہ فترت کے نبی ہیں۔ حنظلہ علیہ السلام اصحاب الرس کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ رس کا معنی ہے کنواں۔ حضرت حنظلہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایک بڑے پرندے کی آفت و تباہی سے نجات دی تھی۔ وہ پرندہ عقارب مغرب تھا جو ان لوگوں کے بچوں اور عورتوں کو کھا جاتا تھا۔ عقارب کا بیان اس کتاب کی فصل حیوانات میں ملاحظہ کیا جائے۔ علامہ بیضاویؒ نے تبعاً لصاحب الکشاف فترت میں چار انبیاء کے مبعوث ہونے کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک یعنی خالد بن سنان عوفی تھے اور بقیہ تین بنی اسرائیل میں سے تھے۔

اخرج ابو يعلى الموصلى باسنادہ ان رجلاً من عبس يقال له خالد بن سنان قال لقومہ انی اطفئ عنکم نائر الخرتین فقال لہ رجل من قومہ (هو عمارة بن زياد محاصرته في المستدك) والله يا خالد ما قلت لنا قط الا حقاً فما شانك و شان نائر الخرتين تزعم انك تطفئها فخرج خالد ومعه اناس من قومہ فيهم عمارة بن زياد فاتوها فاذا هي تخرج من شق جبل فخط لهم خالد خطه فاجلسهم فيها فقال ان ابطأت عليكم فلا تدعوني باسمي فخرجت كأنها خيل شقري يتبع بعضها بعضاً فاستقبلها خالد فجعل يضربها بعصاه وهو يقول بدل بدل كل هدى زعم ان راعية المعزى انى لا اخرج منها و شياني بيدى حتى دخل (خالد) معها (اي مع الناس) الشق ما بطل عليهم فقال لهم عمارة بن زياد والله ان صاحبكم لو كان حيّاً لقد خرج اليكم بعد قالوا فادعوه باسمه قال فقالوا الله غانا ان ندعوه باسمه فدعوه باسمه۔

فخرج وهو آخذ برأسه فقال الم انهم ان تدعوني باسمي ؟ فقد والله قتلتهموني فادفونى فاذا امرت

بكم الحمر فيها حمار ابتز فانبشوني فانكم تجدوني حيًّا قد فنوه فمرت بهم الحمر فيها حمار ابتز فقلنا انبشوه فانه امرنا ان ننبشه فقال لهم عامرة لا تنبشوه لا والله لا نتحدث مضرا نانبش موتانا وقد كان قال لهم خالد ان في عكن امرأته لو حين فان اشكل عليكم امر فانظروا فيها فانكم ستجدون ما تسألون عنه قال ولا يمتسها حائض فلما رجعوا الى امرأته سألوها عنهما فانخرجتهما اليهم وهي حائض فذهب ما كان فيهما من علم.

علامه علي بن بريان الدين جلبي سيرة النبي ج ١ ص ٢١ پر لکھتے ہیں لم یبعث بشریعة مستقلة من العرب بعد اسمعيل الا محمد صلى الله عليه وسلم واما خالد بن سنان وان كان من ولد اسماعيل على ما قيل فقال بعضهم لم يكن في بني اسمعيل نبي غيره قبل محمد صلى الله عليه وسلم الا انه لم یبعث بشریعة مستقلة بل بتقریر بشریعة عیسی علیه السلام ای وکان بینہ وبين عیسی ثلاثمائة سنة وخالد

هذا هو الذي اطفأ الناس التي خرجت بالبادية بين مكة والمدينة كادت العرب ان تعبدوها كالحجوس كان يرى ضوءها من مسافة ثمان ليال ودر بما كان يخرج منها العنق فيذهب في الارض فلا يجد شيئا الا اكله فامر الله تعالى خالد بن سنان باطفائها وكانت تخرج من بئر ثم تنتشر فلما خرجت وانتشرت اخذ خالد بن سنان يضربها ويقول بدا بدا كل هدى دهي تتأخر حتى نزلت الى البئر فنزل الى البئر خلفها فوجد كلابا تحتها فضربها وضرب الناس حتى اطفأها ويزكروا انه كان هو السبب في خروجها فانه لما دعا قومه كذبوه وقالوا له انما تحو فانا للناس فان تسل علينا هذه الحوة نارا اتبعناك فتوصنا ثم قال اللهم ان قومي كذبوني ولم يؤمنوا بي الا ان تسيل عليهم هذه الحوة نارا فارسلها عليهم نارا فخرجت فقالوا يا خالد اسردها فانا مؤمنون بك فردها.

قيل وكان خالد بن سنان اذا استسقى يدخل رأسه في جيبه فيجئ المطر ولا يقطع الا ان فعر رأسه قيل وقد امت ابنته وهي عجي على النبي صلى الله عليه وسلم فتلقاها بخير وكرمها وبسط لها رداءه وقال لها مرحبا بابنة اخي مرحبا بابنة نبي ضيعة قوم فأسلمت وهذا الحديث مرسل رجاله ثقات وفي البخاري انا اول الناس با بن مريم في الدنيا والاخرة وليس بيني وبينه نبي قال بعضهم وبه يرد على من قال كان بينهما خالد بن سنان وقد يقال مرادة صلى الله عليه وسلم بالنبي الرسول الذي يأتي بشريعة مستقلة.

وحينئذ لا يشك كل هذا لما علمت انه لم يأت بشريعة مستقلة ولا مجاء في رؤية اخرى ليس بيني وبينه نبي ولا رسول ولا ما في كلامه البيضاء وى تبعالا لكشاف من ان بين عيسى ومحمد صلى الله عليهما وسلم اربعة انبياء ثلاثة من بني اسرائيل وواحد من العرب وهو خالد بن سنان وبعده حنظلة بن صفوان عليهما السلام ارسله الله تعالى لاصحاب الرأس بعد خالد بمائة سنة لانه يجيء

ان يكون كل من هؤلاء الثلاثة لم يبعث بشريعة مستقلة بل كان مقرراً للشيعة عيسى عليه الصلاة والسلام
ايضاً كخالد بن سنان -

والرسول البئر الغير المطوية اي الغير المبنية كذا في الكشف والذي في القاموس كالصباح المطوية باسقاط
غير فأنهم قتلوا حنظلة ودسسه فيها اي وحين دسسه فيها غار ماؤها وعطشوا بعد ريمم ويبست اشجارهم وانقطعت
ثمارهم بعد ان كان ماؤها يروهم ويكفي ارضهم جميعاً وتبدلوا بعد الانس الوحشة وبعد الاجتماع الفرقة لانهم
كانوا ممن يعبد الاصنام اي وكان ابتلاهم الله تعالى بطير عظيم ذي عنق طويل كان فيه من كل لون فكان
ينقض على صبيانهم يخطفهم اذا اعوز الصييد وكان اذا خطف احداً منهم اغرب به اي ذهب به الى
جهة المغرب فقيل له لطول عنقه ولذا هابه الى جهة المغرب عنقاء مغرب فشكوا ذلك الى حنظلة عليه
السلام فدعا على تلك العنقاء فارسل الله تعالى عليها صاعقة فاهلكتها ولم تعقب وكان جزاؤه منهم ان
قتلوه وفعلوا به ما تقدم -

وذكر بعضهم ان حنظلة هذا كان من العرب من ولد اسمعيل عليه السلام ايضاً عليه الصلاة والسلام
ثم رأيت ابن كثير ذكر ان حنظلة هذا كان قبل موسى عليه السلام وانه لما ذكر ان في زمن عمر بن الخطاب
فقت تسترا المدينة المعروفة وجدوا تابوتاً وفي لفظ سريراً عليه انيال عليه السلام ووجدوا طول انفه
شبراً وقيل ذراعاً ووجدوا عند راسه مصحفاً فيه ما يحدث الى يوم القيامة وان من وفاته الى ذلك اليوم
ثلاثمائة سنة ثم قال ابن كثير في البداية ۲ من لكن ان كان تاريخ وفاته محفوظاً من ثلاثمائة سنة فدايئلاً
ليس بنبي بل هو رجل صالح لان عيسى عليه السلام ليس بينه وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم
نبي بنص الحديث الذي في البخاري - قال الحلبي اقول وقد علمت للجواب عن ذلك بان المراد بالنبي
الرسول وفيه ان هذا يبعده عطف الرسول على النبي المتقدم في بعض الروايات الا ان يجعل من عطف
التفسير انتهى -

مؤرخ مسعودي نے مرجع الذہب ج ۱ ص ۶۷ پر خالد بن سنان کی نبوت کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں -
ومن كان في الفترة خالد بن سنان العباسي وهو خالد بن سنان بن غيث بن عباس وقد ذكره النبي صلى
الله عليه وسلم فقال ذلك نبي اصابه قومه ثم ذكر قصته النار وانه اطلقها ثم قال فلما حضرت خالد بن
سنان الوفاة قال لاختوته اذا نادفت فانه سبقي عانة من حمير يقدرها غير ابتر فيضرب قهري بجا فرة
فاذا سرائتكم ذلك فانبشوا عني فاني ساخرج اليكم فاخبركم بجميع ما هو كائن فلما مات ودفنه سراً وما قال
فارادوا ان يخرجوه فذكره ذلك بعضهم وقالوا يخاف ان تنسبنا العرب الى نبشنا عن ميث لنا واتت ابنته
الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعته يقرأ قل هو الله احد الله الصمد فقالت كان ابني يقول هذا

قول صحیح یہ ہے کہ خالد بن سنان صالح و مؤدود صاحب کرامات اولیاء اللہ میں سے تھے وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ اولاً تو اس لیے کہ عیسیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین زمانے میں کوئی نبی نہیں آئے۔ صحیح حدیث بخاری میں اس کی تصریح گزر چکی ہے۔ ثانیاً قرآن شریف کی اس آیت لتذرقوا ما ماتہم من نذیر من قبلک سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔

قال ابن کثیر فی البدایہ ۲۱۲؎ قال ابو یونس قال سمالک بن حرب سئل النبی علیہ السلام عن خالد بن سنان فقال ذاک نبی اصابہ قومہ قال ابو یونس قال سمالک بن حرب ان ابن خالد بن سنان اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرحبا باین اخي فهذا السياق موقوف علی ابن عباس ولبس فیہ انه کان نبیاً والمرسلات التي فیہا انه نبی لا یحکم بها ههنا والاشبه انه کان رجلاً صالحاً له احوال وکرامات فانه ان کان فی زمن الفترة فقد ثبت فی صحیح البخاری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ان اولی الناس بعیسی بن مریم انالانہ لیس بینی وبنیہ نبی۔ وان کان خالد قبل الفترة فلا یمکن ان یمکن نبیاً لان اللہ تعالیٰ قال لتذرقوا ما ماتہم من نذیر من قبلک۔

وقد قال غیر واحد من العلماء ان اللہ تعالیٰ لم یبعث بعد اسماعیل علیہ السلام نبیاً فی العرب الا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء الذی دعاہ ابراهیم الخلیل وبشرت به الانبیاء لقومہم حتی کان آخر من بشر به عیسی بن مریم علیہ السلام وبهذا المسکت بعینہ یرد ما ذکرہ السہیلی وغیرہ من ارسال نبی من العرب یقال له شعیب بن ذی مہزم بن شعیب بن صفوان صاحب مدین وبعث الی العرب حظلة من صفوان فکذبوہا فسلط اللہ علی العرب یحنت نصر وقال منهم من القتل والسبی نحو مال من بنی اسرائیل وذلك فی زمن معد بن عدنان والظاهر ان ہولاء کانوا قومًا صالحین یدعون الی الخیر انتہی۔

اخر ثانی۔ مشہور زمانہ سخی حاتم طائی زمانہ فترت میں تھے۔ یہ قبیلہ طلی سے تھے۔ طلی عرب میں مشہور اور بہت بڑا قبیلہ ہے۔ حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حاتم طائی کفر پر مرا ہے کہما یعلم من کتب التاریخ۔ اس کے مکارم اخلاق و مناقب و مغاخر و احوال جو دو نسخا کے کتابوں میں عجیب و حیرت انگیز قصے منقول ہیں۔ تاہم وہ نیک کام اور سخاوت و شہرت اور دنیا میں نیک نامی کی نیت سے کرتا تھا۔ رضا اللہ و ثواب آخرت کے ارادے سے وہ یہ کام نہیں کرتا تھا۔

قال ابن کثیر فی البدایہ وکان لحاتم مائت و امو مجیبة و اخبار مستغربہ فی کرمہ یطول ذکرہا ولكن لم یکن یقصد بها وجه اللہ واللذ الاخرة واما کان قصده السمعة والذکر وعن ابن عمر قال ذکر حاتم عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذاک اراد امرأ فادركہ واخرج اسمہ فی مسندہ قال قلت لرسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان ابی کان یصل الرحم ویفعل ویفعل فهل له فی ذلك یعنى من اجر قال ان اباک طلب شیئاً فاصابه واخرج الیہمقی باسناده عن علی رضی اللہ عنہ قال یا سبحان اللہ ما ازهد کثیراً من الناس فی خیر عجبا لرجل یحیثہ اخوة المسلم فی حاجة فلا یرى نفسه للخیر اهلاً فلو کان لا یرجو ثواباً ولا یحشى عقاباً لکان ینبغی له ان یمارسع فی مکاسرم الاخلاق فانها تدل علی سبیل النجاح فقام الیہ رجل قال فذلک ابی واتی یا امیر المؤمنین اسمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم وما هو خیر منه (اسمعته عن علیہ السلام ما هو خیر من هذا)۔

لما أتى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبایا طی وقعت جارية سملہ لساء زلفاء عیطاء شماء الانف معتدل القامة والها متد سماء الکعبین خد لجة الساقین لفاء الفخذین خمیصة الخصرین ضامة الکعبین مصقولة المتین قال فلما سرائتها اعجبت بها وقلت لأطلبن الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیجعلها فی فیئ فلما تکلمت انسیت جمالها لما سرائت من فصاحتها فقالت یا محمد ان سرائت ان تخلى عني ولا تشمت بی احياء العرب فانی ابنة سيد قومي وان ابی کان یحی الذمار یفک العانی ویشبع الجائع ویکسو العاری ویقری الضیف ویطعم الطعام ویفشی السلام ولم یرد طالب حاجة قطاً وانا ابنة حاتم طی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا جارية هذه صفة المؤمنین حقاً لو کان ابوک مؤمناً لرجعنا علیہ خلقوا عنہا فان اباهما کان یحب مکاسرم الاخلاق واللہ تعالی یحب مکاسرم الاخلاق فقام ابوردة رضی اللہ عنہ فقال یا رسول اللہ واللہ یحب مکاسرم الاخلاق فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذي نفسی بیده لا یدخل الجنة احد الا بحسن الخلق۔

مہر ونحوی ابو عبیدہ سے نقل کھتے ہیں کہ جب حاتم طائی نے شاعر متکس کے وہ اشعار سنے جن میں مال محفوظ رکھنے کی ترغیب ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

قليل المال تَصْلِحُهُ فَيَبْقَى وَلَا يَبْقَى الْكَثِيرُ عَلَى الْفَسَادِ

وَحَفَظَ الْمَالَ خَيْرٌ مِنْ فَنَاهُ وَعَسَفَ فِي الْبِلَادِ بَغِيرُ زَادِ

تو حاتم نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا مالہ قطع اللہ لسانہ حمل الناس علی البخل فہذا قال۔

فَلَا يُلْجِ يُفْنِي الْمَالَ قَبْلَ فَنَائِهِ وَلَا الْبَخْلُ فِي مَالِ الشَّحِيمِ يَزِيدُ

فَلَا تَلْتَمِسْ مَالًا بَعِيشَ مَقْتَدَرُ لِكُلِّ غَدٍ رِزْقٌ يَعُودُ جَدِيدُ

الْمُ تَرَانِ الْمَالَ غَادٍ وَرَاشِحُ وَأَنْ الَّذِي يُعْطِيكَ غَيْرُ بَعِيدُ

قال القاضي الفرج ولقد احسن في قوله وان الذي يعطيك غير بعيد ولو كان مسلماً لم يجز له الخیر في معادہ

وقد قال الله تعالى في كتابه واسألوا الله من فضله. وقال تعالى واذا سألك عبادي عني فاني قريب
اجيب دعوه الداع اذا دعان. انتهى -

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حاتم کا یہ قول الم تر ان المال لم یحی بہت خوب ہے۔ اسی وجہ سے ابوحنیفہؒ کے نزدیک کجیاح میں کفارت بالمال معتبر نہیں ہے فان المال غادر ورائہ کما فی کتب الفقہ بلکہ تینوں اشعار کا مضمون اسلامی اور حق ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا یہ قول وان الذی یعطیک غیر عبید حاتم کے ایمان باللہ اور موحد ہونے کی دلیل ہو جائے کیونکہ زمانہ فترت میں صرف توحید نجات آخرت کے لیے کافی ہے کما صرح بہ العلماء۔ بہر حال حاتم کا یہ قول دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود و توحید کا معترف تھا۔ نیز اس بات پر کہ معطیٰ یعنی سب کچھ دینے والے اور تمام امور میں متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ نیز اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ قریب وغیرہ عبید میں نحن اقرب الیہ من جبل الودید اور فترت میں ایمان کے لیے اتنا اعتقاد رکھنا کافی ہے۔ یہ دلیل اول کا بیان تھا۔

دلیل دوم۔ حاتم کا ایک اور شعر ہے جس میں وہ اپنی مملوکہ باندی کو اپنی سخاوت کے بارے میں کہتا ہے
نعمان بادشاہ سے ملاقات کرنے اور اس کے تحائف وصول کرنے کے بعد

ان یغنّ ما عندنا فالله یرزقنا یمتن سوانا ولسنا نحن نورزق

یہ قول فائدہ یرزقنا بہ ظاہر حصہ بردار ہے یعنی صرف اللہ ہی رازق ہیں معلوم ہوا کہ حاتم موحد تھا اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہونے کے علاوہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو رزاق اور متصرف فی الامور سمجھتا تھا۔

دلیل سوم۔ حاتم خصال حمیدہ و مکارم اخلاق، پاک دامنی و عفت سے موصوف تھا۔ لوگوں کی خیر خواہی ہمسایوں کی عزت کا خیال رکھنا، مہمانوں کا اکرام و اطعام و سخاوت وغیرہ یہ وہ افعال صالحہ ہیں جن کا منبع ایمان باللہ و خوف خدا ہی ہو سکتا ہے۔ ذکر الدار قطعی الحافظ المحدث باسنادہ قال قالت امراة حاتم لحاتم یا ابا سفانة اشتی ان اکل انا و انت طعاما و حدنا لیس علیہ احدًا فامرہا فحولت خیمتها من الجماعۃ علی ضرب سحر و امرہ بالطعام فہیئ و ہی مرخاة ستورہا علیہ و علیہا فلما قارب نضج الطعام کشف عن رأسہ ثم قال ے

فلا تطبخی قدری و ستورک دونہا علی اذن ما تطبخین حرام

ولکن بهذاک الیفاع فاقدی بجزل اذا و قدت لا بضرام

قال ثم کشف الستور و قدم الطعام و دعی الناس فاکل و اکلوا فقالت ما اقممت لی ما قلت فاجابہا فانی لا نظا و عنی نفسی و نفسی اکرم علی من ان یشنی علی هذا و قد سبق لی السخاء ثم انشاء
یقول ے

أَمَارِسَ نَفْسِي الْبِخْلَ حَتَّى أَعْزَهَا وَاتْرَكَ نَفْسَ الْجُودِ مَا اسْتَشِيرَهَا

وَلَا تَشْتَكِينِي جَارَتِي غَيْرَ انْهَاجَا إِذَا غَابَ عَنْهَا بَعْلُهَا لَا أَزُورَهَا

سَيَبْلُغُهَا خَيْرِي وَدَرْجِعَ بَعْلُهَا إِلَيْهَا وَلَمْ تَقْصُرْ عَلَيْهَا سَتَقُورَهَا

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکارم اخلاق کی فطرت بن گئی تھی اور ہڑاپا کہ امن تھا ہمسایہ عورتوں کو کبھی بڑی گاہے نہیں دیکھتا تھا اہل جاہلیت کی آوارگی کے برخلاف وہ زنا اور بیچاری سے مکمل اجتناب کرتا تھا۔ حاتم کا قول نفسی اکرم علی من ان یشنی علی هذا قابل غور و فکر ہے اس کو واضح ہوتا ہے کہ وہ دکھاوا دیا اور صرف حسن شناسی اور دنیاوی شہرت نیکی نامی حاصل کرنے کے لیے یہ نیک عمل نہیں کرتا تھا۔ لہذا ظاہر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اعمال صالحہ کرتا تھا۔ حاتم کے کچھ مزید اشعار نیچے ہیں وہ اپنی عفت اور اپنی عورتوں کو بڑی نگاہ سے نہ دیکھنے پر خوشی و فخر کرتا ہے۔ حاتم کہتا ہے ۷

إِذَا مَا بَيْتُ أَشْرَابٍ فَوْقَ سَرِيٍّ لَسْتُ كَرِيٍّ فِي الشَّرَابِ فَلَا سَرِيٍّ

إِذَا مَا بَيْتُ أَخْتَلَّ عَرَسٌ جَارِيٍّ لِيُخْفِيَنِي الظَّلَامُ فَلَا خَفِيٍّ

أَأَفْضَحُ جَارَتِي وَأَخُونُ جَارِيٍّ فَلَا وَاللَّهِ أَفْعَلُ مَا حَيِيٍّ

اس قطعہ میں مکارم اخلاق کے بیان کے علاوہ اس کا قول فلا ولا اشہر ہمارے دعوے کا گواہ ہے۔ اس نے خدا تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی۔ معلوم ہوا کہ وہ موحد تھا اور نہ یہاں پر بت کی قسم کھا کر واللہ بھی کہہ سکتا تھا۔ اس سلسلے کے چند اور اشعار حاتم کے نیچے کہتا ہے ۷

مَا ضَرَّ جَاهِلِيٍّ أَلْفَ أَجَادٍ وَرَهْ أَنْ لَا يَكُونَ لِبَابِهِ سِتْرٌ

أَغْضَى إِذَا مَا جَارَتِي بَزْرَتْ حَقِّي يُوَارِي جَارَتِي الْجَدُّ

مندرجہ ذیل اشعار میں حاتم اپنے مکارم اخلاق کی مزید وضاحت کرتا ہے ۷

وَمَا مِنْ شَيْمَتِي شَتَمَ ابْنُ عَمِّيٍّ وَمَا أَنَا مُخْلِفٌ مَنْ يَرْجِيَنِي

وَكَلِمَةٌ حَاسِدٍ مِنْ غَيْرِ صَرِيٍّ سَمِعْتُ وَقُلْتُ مَرَّتِي فَا نَقْدِيَنِي

وَعَابَوْهَا عَلَيَّ فَلَمْ تَعْبِيَنِي وَلَمْ يَعْزِقْ لَهَا يَوْمًا جَبِيَنِي

وَذِي وَجْهَيْنِ يَلْقَانِي طَلِيقًا وَلَيْسَ إِذَا تَغَيَّبَ يَا تَسِيَنِي

ظَفَرْتُ بِعَيْبِهِ فَكَفَفْتُ عَنْهُ مَحَافِظُهُ عَلَى حَسْبِي وَدِينِي

ان پانچ ابیات پر غور و فکر کرنے سے چند اہم باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) شعر اول کے پہلے مصرعے سے معلوم ہوتا ہے کہ رشتہ داروں کی مخالفت کے باوجود کسی کو بڑا نہیں کہتا اور سب و شتم سے اجتناب کرنا مومنوں کی خصلت ہے۔ وَاذْأَخَاطِهِمُ الْبِجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا (۲) دوسرے مصرعے میں بتاتا ہے کہ وہ وعدہ خلافی سے بچتا ہے اور کسی سائل اور طامع مال و امیدوار نفع کو نا امید نہیں کرتا۔ یہ کتنی اچھی خصلت ہے

(۳) دوسرے بیت میں وہ بتاتا ہے کہ وہ حاسدین کی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ انھیں معاف کر دیتا ہے۔ (۴) تیسرے شعر میں بتاتا ہے کہ حاسدین کو سزا نہ دینے اور ان کی سنی ان سنی کر دینے کے بارے میں وہ لوگوں کی ملامت کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ (۵) آخری دو شعروں میں یہ ذکر ہے کہ دو وہ جہین و منافقین جو پس پشت اس کی غیبت و بدخواہی میں کسر نہیں چھوڑتے کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود حاتم ان کی عیب جوئی سے احتراز کرتا ہے۔

(۶) آخری مصرع میں ہے کہ وہ یہ تمام افعال حسنہ و خصال طیبہ اپنی شرافت، عزت اور دین کو بچانے کے پیش نظر اختیار کرتے ہیں نہ کہ ریا و دنیاوی شہرت کے حاصل کرنے کے لیے۔ (۷) لفظ ”دینی“ دلالت کرتا ہے کہ حاتم اپنی جاہل و کافر قوم کے برخلاف ایک دین و شریعت کا معتقد تھا اور وہ دین توحید ہی ہو سکتا ہے۔ لفظ ”دینی“ خصوصی طور پر توجہ طلب ہے۔ ایک اور شعر میں حاتم نے کمال کر دیا۔ کہتا

ہے

وانك ان اعطيت بطنك سُؤْلَه و فرجك نكاحاً مستهياً الذم اجمعاً

اس شعر میں اپنی عفت و حلال خوری اور حرام مال کھانے سے اجتناب کے بیان کے ساتھ ساتھ اوروں کے لیے بڑی نصیحت بیان کر دی ہے۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شہادت حاتم ایک کید بنفسہ فقال لی ای بنی انی اعهد من نفسی ثلاث خصال واللہ ما خالکت جاسراً لویبة قط ولا اؤمنت علی امانت الا اذ یتھادک اذنی احد من قبلی بس۔

دلیل چہارم۔ محدث ابن کثیر رحمہ اللہ نے برابر ج ۲ ص ۲۱۶ پر باسنادہ حاتم کی ایک حکایت ذکر کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حاتم متواضع و منکسر المزاج ہونے کے علاوہ انخی الناس یعنی سب سے نیادہ سخی ہونے کا مدعی ہوتا تو کجا بلکہ وہ اس کی نفی کرتا اور کہتا تھا کہ سارے عربی لوگ مجھ سے زیادہ سخی ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ اس قسم کے دعوے سے سخاوت کا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ صرف اور محض دنیاوی نام و شہرت کا طالب تو ہر جمع میں انخی الناس ہونے کا دعویٰ و اظہار کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ لوگ اسے سب سے بڑا سخی سمجھیں اور ہر مقام پر اس کی مدح سرائی ہوتی رہے اپنی سخاوت کی نفی تو دور کی بات ہے۔ طالب نام و شہرت اپنی مدح و نام کے ساتھ کسی اور شخص کا نام اپنی ہتک و بے عزتی سمجھتا ہے۔

وہ حکایت یہ ہے قال ابو بکر بن عیاش قیل لحاتم هل فی العرب اجد منک فقال کل العرب اجد منی ثم انشأ یحذث حاتم قال نزلت علی غلام من العرب یتیم ذات لیلۃ وکانت له مائۃ من الغنم فذبح لی شاة منها وانا نانی بها فلما قرب الی دماغها قلت ما اطیب هذا الدماغ قال فذهب فلم یزل یأتینی منه حتی قلت قد اکتفیت فلما اصبحت اذا هو قد ذهب المائۃ شاة وبقی لا مثلی لہ

فقيل فما صنعت به فقال ومتى ابلغ شكرك ولو صنعت به كل شئ قال على كل حال فقد اعطيتك ما انت تاتى من خيار ابلى اءه۔

دلیل پنجم۔ حاتم طائی اپنے کلام میں کثرت سے قسم ذکر کرتے ہیں لیکن ہر مقام پر وہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھاتے ہیں بتوں کے نام کی قسم نہیں کھاتے مثل قوله فلا والله افعل ما حیت فی الشعر المذکور لمن قبل۔ نیز اللہ تعالیٰ ہی کو رزاق و مطی اور قریب سمجھنے کے علاوہ کثرت سے ان شاء اللہ کا استعمال اپنے کلام میں کرتے تھے۔ مثل قوله لزوجة نواس فی زمن القحط۔ اسکتی فوائد لا شعب علی ان شاء الله حاتم کی بیوی نوار بیچکامیت بیان کرتی ہے کہ قحط سال میں ایک رات ہمارے تینوں بچے عبد اللہ سفانہ اور عدی بھوک سے رو رہے تھے ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ تینوں بچوں کو ہم نے بہانے سے سلا دیا ہم میاں بیوی بھی بھوکے تھے کہ آدھی رات کو ایک ہمسائی عورت نے آکر کہا کہ میرے بچے بھوکے ہیں اور بھوک کے مارے پھیل رہے ہیں۔ اس عورت نے کھانے کے لیے کچھ مانگا۔ حاتم نے کہا اپنے بچوں کو جلدی سے میرے پاس لے آ۔ قالت النوار فقلت له ماذا صنعت اضطجع والله

لقد تضاعی اصبیتک فما وجدت ما تعلیہم فکیف بهذا وولدھا فقال حاتم اسکتی فوائد لا شعبتک ان شاء الله فقام الی فرسہ فوجأ بحربہ فی بستانہ ثم قدح زبدہ وادری نارہ ثم جاد بمدیۃ فکشط عن جلدہ ثم دفع المدیۃ الی تلک المرأة ثم قال دونک ثم قال لی یا نوار ابعثی صبیانک فبعثتہم ثم قال سوۃ اناکلون شیئا دون اهل الصرم فجعل یطوف فیہم حتی ہبوا واقبلوا علیہ والتفع فی ثوبہ ثم اضطجع ناحیۃ ینظر الینا والله ما ذاق مریۃ وانہ لا یجھو الیہ فاصبحنا وما علی الارض الا عظم و حافوکل فی البدایۃ۔

یہ تمام باتیں حاتم کے موصد و مؤمن باللہ و بصفات اللہ کی دلیل ہیں۔ کافر و مشرک اللہ کی بجائے واللات والعزی اور ان شاء اللہ کی بجائے ان شاء اللات والعزی یا اسی قسم کے کسی اور بت کا نام ذکر کرتا ہے۔

دلیل ششم۔ تراجم اعیان کی فصل میں ترجمہ حاتم طائی میں ہم نے ایک وفد کی حکایت ذکر کی ہے جو حاتم کی قبر کے پاس ایک رات ٹھہرا تھا، ان میں سے ایک شخص نے حاتم کی قبر پر آکر اس سے کھانا مانگا۔

وہ حکایت یہ ہے قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۲۱۴ ذکر الخمرانی فی کتاب مکارم الاخلاق باسناد عن المحرم مولی ابی ہریرۃ قال مرنا من عبد القیس بقبر حاتم طی فمزنا وافرینا منه فقام الیہ بعضہم یقول له ابو الخیر جعل یرکض قبرہ برجلہ ویقول یا ابا جعد اقرنا فقال له بعض اصحابہ ما تخاطب من ساقۃ وقد بلیت واجتہم اللیل فناموا فقام صاحب القول فزاع یقول یا قوم علیکم بطیتکم فان

حائماً اتانی فی النوم وانشد فی شعر او قد حفظتہ بقولہ

ابا الخیبری دانت امرؤ ظلوم العشیقة شتاً مہا
انیت بصبحک بغی القرى لدى حفرة قد صدت هامہا
اتبغی الذنب عند المبيت وحولک طینی و انعامہا
وانا لنشبع اذیاً فتناً و تانی المطنی فنعت مہا

قال و اذا ناقة صاحب القول نکوس عقیراً فخر و ہا و قاموا یشتون و یاکلون و قالوا و اللہ
لقد اضافنا حاتم حیثاً و میناً قال و اصبح القوم و ارجوا صاحبہم و ساروا فاذا سرجل ینوبہم سلاکباً
جلاً و یقود اخر فقال انکم ابو الخیبری قال انا قال ان حاتم اتانی فی النوم فاخبرنی اند قرى اصحابک
ناقتک و امرنی ان اسحک و هذا بعید فخذ و دفعہ الیہ ا۔

یہ قصہ صاحب احوال و کرامات بزرگوں کے قصوں سے مشابہ ہے۔ مومنین و مومنین کے ہاں
ایسے کرشموں کا دیکھنا ممکن ہے اور کفار کی قبروں پر ایسے کرشموں کا دیکھنا ناممکن ہے کافر قبر میں مبتلائے عذاب
ہوتا ہے وہ کسی شخص کی نصرت و اعانت نہیں کر سکتا۔

دلیل ہفتم۔ کتب تاریخ میں حاتم کے مفصل احوال اور قصے درج ہیں مگر کسی نے یہ نہیں لکھا کہ حاتم
بت پرست تھا یا کسی وقت بت کے پاس جا کر اس نے بت سے امداد مانگی بلکہ اس کے برخلاف یہ
درج ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کو رازق و متصرف اور سب کچھ دینے والا سمجھتا تھا۔ کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا
کہ حاتم نے بت کی تعظیم کی یا اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نے جانوروں کی قربانی پیش
کی۔ حالانکہ کفار عرب کا ہر شخص حسب استطاعت بتوں کو خوش کرنے کے لیے نذر و نیاز پیش کرنا اور
ان کے نام پر جانور ذبح کرنا فخر و سعادت اور نیک نامی کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ اگر حاتم کافر و مشرک ہوتا اور ثواب
آخرت کی بجائے صرف اور محض دنیا کی نیک نامی و شہرت کا طالب ہوتا تو وہ عرب کے اس مروجہ اور ان کے
زعم کے پیش نظر معزز و قابل ستائش سلسلے میں سب سے آگے ہوتا اور ہر چہ کہ حصہ لیتا تا کہ اسے اپنے
مقصود یعنی حصول شہرت و نیک نامی میں کامیابی حاصل ہو جاتی۔ طلب شہرت کی خاطر اس قسم کے مقابلوں
کے بہت سے قصے کتب تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن ہمیں اس سلسلے کے شرکاء کے ناموں میں کہیں بھی حاتم کا
نام نظر نہیں آتا جب کہ اس کا نام سرفہرست ہونا چاہیے تھا۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حاتم بت پرست
و مشرک نہیں تھا بلکہ وہ موحّد تھا۔

دلیل ہشتم۔ حاتم زمانہ فترت میں تھا اور اشاعرہ و محدثین و مفسرین کے بے شمار ائمہ عظام و علماء کرام نے
اہل فترت کے ناجی اور جنتی ہونے کی تصریح کی ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین و اجداد کے آخرت میں

ناجی ہونے کے لیے حافظ سیوطی وغیرہ علما نے متعدد اولیاء کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ذکر کی ہے کہ وہ اہل فترت میں سے ہیں اور اہل فترت ناجی ہیں۔

قال السيوطي رحمه الله تعالى في رسالته التعظيم والمنته مسند عند بيان مذهب اهل السنة فيمن هو قبل الدعوة - قال اهل اصول قاطبة شكر المنعم ليس بواجب عقلاً خلافاً للمعتزلة قال الكيا الهراسي وغيره المراد بشكر المنعم امتثال الاوامر اجتناب النواهي من الكفر وغيره - وقد مر ابن السبكي في شرح مختصر ابن الحاجب قول العلماء الذين هم من اهل السنة وقالوا بوجوب شكر المنعم عقلاً تبعاً للمعتزلة ثم قال ابن السبكي وعلى مسألة شكر المنعم تتخرج مسألة من لم تبلغه الدعوة فعندنا يموت ناجياً ولا يقاتل حتى يدعى الاسلام وهو مضمون بالكفارة والديته ولا يجب القصاص على قاتله على الصحيح اذ هو ليس بمسلم انتهى بحاصله قال السيوطي وهو صريح في نجاة - وان لا يدل خلل لنا من انه يدخل الجنة مع كون لا يمتي مسلماً -

ثم قال السيوطي في ذكر عذر من كفر من اهل الفترة وكونهم ناجين - ولم يكن كفر العرب انكاراً للصانع ولا لألوهيته ولا ادعوا في الاصنام انها خلق وتدبر كما دعي نمرود وقومه بل كانوا يقرّون الله بالالهية وانه الخالق المدبر كما قال الله تعالى ولئن سألتهم من خلقهم ليقولن الله وكانوا يرجعون في الاصنام انها تشفع لهم عند الله كما قال تعالى حكاية عنهم ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى -

دلیل نمہ - مسند احمد کی مذکورہ حدیث میں عدی بن حاتم کے سوال پر نبی علیہ السلام کا قول ان ابائک طلب شیئاً فاصابہ حاتم کے موقد ہونے پر محمول ہو سکتا ہے - بہر حال یہ قول اس کے کافر ہونے کی تصریح نہیں ہے بلکہ یہ محمل وہم یا ذومعینین قول ہے - اس قول کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ تیرا باپ حاتم اپنے مقصد و مطلوب میں کامیاب ہوا - یہ ہے حدیث بذکا مفہوم - پس اس کا یہ مطلب متعین کرنا کہ حاتم کافر ہے اور وہ صرف دنیاوی نیک نامی کی خاطر مکارم اخلاق پر عمل کرتا تھا ہرگز درست نہیں -

بلکہ یہ قول اولاً تو بہم و ذومعینین ہے جس طرح یہ حاتم کے کفر پر محمول ہو سکتا ہے اسی طرح اس کے موقد و جنتی ہونے پر بھی محمل ہو سکتا ہے یعنی اس (حاتم) نے اجر و ثواب آخرت کو چاہا سو وہ اس نے پالیا -

ثانیاً - اس حدیث میں ظاہری طور پر کامیابی کی خوش خبری سنائی گئی اور فرمایا کہ حاتم کے اعمال صالحہ رانگاں نہیں گئے - باقی باطن و نیت قلب کہ یہ تعین و نشان دہی کہ وہ اچھی تھی یا بری ، ثواب آخرت کی تھی یا صرف دنیا کی نیک نامی کی تھی نہیں فرمائی بلکہ اس سے سکوت فرمایا اور بہم چھوڑ دیا - چنانچہ نیت قلب اچھی تھی یا بری اس کا علم تو حاتم کو ہے یا عدی بن حاتم کو صاحب الداد آدمی بنا دیا - اس کی نظیر حدیث

المع مع من أحب ہے۔ حدیث ہذا میں جنت یا دوزخ میں میت کی تخصیص و تعیین سے قطع نظر صرف میت و رفاقت اخروی کی اطلاع دی گئی ہے۔ باقی جنتی یا دوزخی رفاقت کی تعیین و انتخاب محبت کے سپرد ہے۔ اگر وہ محبت صالحین ہو تو جنت میں ان کا رفیق ہوگا اور اگر محبت شیطین و مفسدین ہو تو دوزخ میں ان کا مصاحب ہوگا۔

دلیل دہم۔ اگر حاتم کافر و غیر موحد یا غیر ناجی ہوتا تو نبی علیہ السلام حدیث مذکور میں عدی بن حم رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر المومع مع من أحب جیسے مبہم و ذومفہین جواب نہ دیتے۔ کیونکہ اسی قسم کے کئی سوالات کے جواب میں نبی علیہ السلام نے واضح طور پر مسئول عنہ کے کفر کا ذکر فرمایا۔ مثلاً ایک بار ایک صحابی نے اپنے باپ کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا فی النار۔ اخرج مسلم عن انس رضی اللہ عنہما۔ سراجاً قال یا رسول اللہ ابن ابی؟ قال فی النار۔ اسی طرح عبداللہ بن جعدان جو حاتم طائی کی طرح سختی و اجوار عرب میں سے تھا، کے بارے میں سوال کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح جواب دیا۔ فقد ثبت فی صحیح مسلم ان عائشة رضی اللہ عنہا قالت یا رسول اللہ ان ابن جعدان کان یطعم الطعام ویقری الضیف فهل ینفعہ ذلک یوم القیامۃ فقال لا۔ انہ یقل یومئذ یرب اغفر لی خطیئتی یوم الدین۔

ابن جعدان اگرچہ بڑا سختی تھا اور سخاوت میں مشہور تھا لیکن اس میں اور حاتم میں بڑا فرق ہے وہ یہ کہ ابن جعدان سخاوت و اطعام الطعام کے سوا دیگر مکرم اخلاق و خصال مومنین سے موصوف نہ تھا بلکہ سرے سے شریف الطبع و سلیم الفطرۃ بھی نہ تھا وہ اولاً انتہائی ذلیل و بدکردار اور غنڈہ قسم کا انسان تھا۔ شرارتوں و بدکرداری کی وجہ سے اپنے قبیلہ اور خاندان میں مبغوض تھا، سب اس سے نالاں تھے یہاں تک کہ اپنے والدین کا بھی نافرمان تھا اس کے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ اس کی سخاوت کا قصہ بھی عارضی ہے وہ فطرۃ و طبعاً سختی نہ تھا اس لیے اس نے صرف اپنی نیک نامی و دنیاوی مدح و ثنا حاصل کرنے کے لیے مال مل جانے کے بعد سخاوت شروع کی تھی۔ ہم آگے بتائیں گے کہ ابن جعدان کو اچانک ایک بڑا خزانہ مل گیا تھا اس میں سے وہ خرچ کرتا تھا۔ مفت راہبہ، مفت آمد مفت رفتہ کی بات تھی۔

اس کے برخلاف حاتم طائی کا حال ایسا نہ تھا۔ اس کے پاس کوئی پوشیدہ خزانہ نہ تھا۔ وہ سخاوت کے علاوہ اسلام کے بلند و پاکیزہ جملہ خصال طیبہ مثل پاک دامن، عفت، حرام سے اجتناب، بری نگاہ سے بچنا، کسی انسان کو تکلیف اور دکھ نہ پہنچانا، ہمسایوں کا خیال رکھنا، خود بھوکا رہنا اور دوسروں کو کھلانا وغیرہ اخلاق شریفہ سے موصوف تھا۔ یہ وہ اوصاف ہیں جن کی وجہ سے آج تک حاتم طائی کی سخاوت و شرافت کے ڈنکے چار دانگ عالم میں بج رہے ہیں اور ابن جعدان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ حاتم آج تک

اگرچہ صرف سخاوت کی وجہ سے مشہور ہے لیکن ابتداء میں اس کی مقبولیت و شہرت میں سخاوت کے علاوہ دیگر اخلاقی حسنہ کا بھی دخل تھا۔

بہر حال ظاہری قرآن کے پیش نظر حاتم ناجی و مومد معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کا معاملہ توحید مستور و پوشیدہ تھا اور اس کا حکم بتلانا زیادہ اہم بھی نہ تھا جتنا ورقہ بن نوفل و قس بن ساعدہ و زید بن عمر بن نفیل کا معاملہ توحید واضح اور اہم تھا۔ کیونکہ ان تینوں کی اسلامی باتیں خود نبی علیہ السلام سن چکے تھے یہ تینوں اشخاص شرک سے بیزاری اور ایمان باللہ و اعتقاد توحید کا بر مجلس میں اعلان کرتے ہوئے دیگر لوگوں کو بھی صراطِ مستقیم کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس لیے ان کا معاملہ باطل و واضح تھا۔ دربار نبوت میں وہ واضح بشارت کے متحق تھے اس واسطے نبی علیہ السلام نے تینوں کے جنتی ہونے کی طرف واضح اور غیر مبہم اشارہ فرمایا۔

احراج ابن عساکر باسنادہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما قال فی حق زید بن عمر بن نفیل یبعث یوم القیامۃ امتہ وحلہ فی مرایۃ یحشر ذلک امتہ وحلہ مینی و بین عیسیٰ بن مریم۔ وقال علیہ السلام فی حق قس بن ساعدہ رحم اللہ قسًا اما انتہ سیبعث یوم القیامۃ امتہ واحداً و سدی البیہقی باسنادہ عن ابن عباس فذکر حدیثاً فیہ طول الی قولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی بعثنی بالحق لقد امن قس بالبعث۔

حاتم جیسے مستور الحال موحدین و ناجین لوگوں کے بارے میں آپ مبہم جواب پر اکتفا فرماتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حاتم کے مومن و موت علی التوحید سے متعلق نبی علیہ السلام کے پاس خصوصی وحی نہ آئی ہو اس لیے ایک جامع و ذو معنی جملہ پر اکتفا کرتے ہوئے فرمایا ان ابالک طلب شیناً فاصابہ۔

سوال مذکورہ صدر روایت علی رضی اللہ عنہ میں حاتم کے مومن ہونے کی تصریح ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے حاتم کی صاحبزادی سے فرمایا یا جاسریتہ ہذہ صفتہ المؤمنین حقاً لو کان ابولہ مؤمناً لترحمنا علیہ۔

جواب اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ حدیث باعتبار سند ضعیف ہے۔

ثانیاً یہ ہے کہ مستور الحال موحدین زمانہ فترت پر عام مسلمانوں کی طرح مومن و مسلم کا اطلاق نہیں کیا جاتا اور نہ ان پر بوقت ذکر اہم تر ترم کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کسی حدیث میں عبدالمطلب وغیرہ اجداد نبی علیہ السلام پر ترم منقول نہیں ہے۔ اسی طرح علما و ائمہ کے نزدیک ان کے لیے رحمہ اللہ کا استعمال راجح نہیں حالانکہ وہ موحد تھے کما صرح بہ السیوطی وغیرہ من العلماء رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس واقعہ کے وقت تک حاتم کے موحد ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے نبی علیہ السلام کو مطلع نہ فرمایا ہو۔ ابن بکی نے شرح مختصر الاصول میں اور سیوطی نے رسالہ التظیم والمتمۃ ص ۲۱ میں تصریح کی ہے کہ اہل فترت پر

مسلم کا اطلاق نہیں ہوتا۔

تنبیہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حاکم کے ناجی ہونے کے باوجود میں یہ بحث صرف فنی ہے۔ ہم اس کے ناجی ہونے کا قطعی ثبوت پیش کرنے کے مدعی نہیں ہیں کیونکہ یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حاکم ناجی ہے اللہ تعالیٰ ہی عالم الامور والغیوب ہیں اللہ تعالیٰ عز وجل ہی جانتے ہیں کہ حاکم ناجی ہے یا نہیں۔ اسی طرح اس کے ایمان یا ناجی ہونے کا فتویٰ دینا بھی مقصود نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ اولاً تو اہل فترت کے ناجی ہونے کے بشرطیکہ صحیح نصوص کسی کے کفر پر موجود نہ ہوں (متعدد محدثین و ائمہ دین قائل ہیں۔ ثانیاً بزرگوں کے اس قول کی تائید میں اس عاجز کے ذہن میں چند دلیلیں آئیں جو سپرد قلم کردیں۔ فان کان ما ذکرنا حقاً ان الله وتوفيقه وان كان خطأ فاستغفر الله عز وجل. هذا والله اعلم وعلمه اتم۔

اخر ثالث۔ عبداللہ بن جعدان بن عمر و اہل فترت میں سے ہے۔ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد کا ابن عم ہے۔ ابن جعدان کی سخاوت بھی عرب میں مشہور ہے۔ وہ عرب کے چند مشہور احواد میں سے ہے۔ ابن کثیر بریہ ج ۲ ص ۲۱۷ پر لکھتے ہیں کان من الکرماء الاجواد فی الجاہلیۃ المطعین للمستنین وکان فی بدۃ امرہ فقیراً مملقاً وکان شریراً یکثر من الجنایات حتی ابغضہ قومہ وعشیرتہ واهلہ وقبیلۃ ابغضہ حتی ابوہ فخرج ذات یوم فی شعاب مکۃ حائرًا باثر افرأی شقائی جبل فظن ان یکون بہ شیئاً یؤذی فقصده لعلہ یموت فیستریح ما ہوہو فیہ فلما اقترب منه اذا ثعبان یخرج الیہ ویثب علیہ فجعل یحید عنہ ویثب فلا یغنی شیئاً فلما دنا منه اذا هو من ذہب ولہ عینان ہما یا قوتتان نکسہ و اخذا ودخل الغار فاذا فیہ قبول لرجال من ملوک جرہم ومنہم الحارث بن مضاض الذ عطلت غیبتہ فلا یدری ابن ذہب ووجد عندہ سہم لو حامن ذہب فیہ تارخیخ وفاتہم ومد ولا یتہم۔ واذا عندہم من الجوہر واللائی والذہب والفضۃ شئ کثیر فاخذ منه حاجتہ ثم خرجه وعلم باب الغار ثم انصرف الی قومہ فاعطاهم حتی احبوه وسادہم وجعل یطعم الناس وکلما قل ما فی یدہ ذلک الی ذلک الغار فاخذ حاجتہ ثم رجع وکان لہ جفۃ یأکل منه الراكب علی بعیرہ ووقع فیہا صغیر ففرق۔

وذكر ابن قتيبة وغيره ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لقد كنت استظل بظل جفنة عبد الله بن جعدان وفي حديث مقتل ابي جهل ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لاصحابه تطلت بين القتلى وتعرفون بالبحر في مركبته فاني تراحت انا وهو على مأدبة لان جعدان قد فعتة فسقط على مركبته فاشتمت فاثرا باقى في مركبته فوجدته كذلك وجعل ابن جعدان مناديا ينادي كل ليلة على ظهر الكعبة ان هلموا الى جفنة ابن جعدان وفي صحيح مسلم ان عائشة قالت يا رسول الله

ان ابن جدعان کان یطعم الطعام ویقری الضیف فهل ذلک یوم القیامة فقال لا نه لم یقل یوماً رب اغفر لی
خطیئتی یوم الدین ۔

قال ابن حبیب الموصی فی کتابہ المصبرۃ ۱۳ لما استن ابن جدعان بن عمر وجر علیہ رھط فکان
اذا اعلی احدًا شیئاً رجوا علی المعلى فاخذوا منه فکان اذا سأل سائل قال کن منی قریباً اذا جلست
فانی ساطمک فلا ترض الا بان تلطنی بلطمتک او تفتدی لطمتک بفداء مرغیب ترضاک وله یقول ابن
قیس الرقیات ۷

والذی از اشار نحوک لطماً تبع اللطم نائل وعطاء
وذكره ان امیة بن ابر الصلت دخل علی عبد اللہ بن جدعان وعنده قینتان له فلما راها قال انم صبا
ابازھیرثم انشأ یقول ۷

أأذکر حاجتی ام قد کفانی حیاءک ان شیئتک الحیاء
فقال له خذ بید اھما شئت فاخذ احدھما ثم صرح علی مجالس قریش فقالوا له یا امیة اتبت شیخنا و
سیدنا وعنده جاسریتان له تلھیانہ فسلبتہ احدھما فتذم امیة من ذلک فرجہ فلما راہ عبد اللہ
قال له اکفف حتی اخبرک ما الذی سرک جزت علی قریش فقالوا لک کذا وکذا انا اعاهد اللہ
لتأخذن الاخری فان احدھما لا تصلح الا بالآخری فاخذھما وصرح وهو یقول ۷
عطاؤک زین لأمری ان حبوتہ بفضل وما کلل العطاء یزین

آخر البیع ۔ اہل جاہلیت و فترت کے ناجی وغیر ناجی ہونے پر علماء نے بحث کی ہے بعض علماء کہتے
ہیں کہ چونکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی داعی یعنی پیغمبر نہیں آیا تھا لہذا وہ معذور ہیں اور ہر روز قیامت
نجات پائیں گے فاخرج ابن جریر وابن ابی حاتم فی تفسیر یھما عن قتادة فی قوله تعالیٰ وما کننا معذبین
حتى نبعث رسولا ۔ قال ان اللہ لیس بمعذب احدًا حتی یسبق الیہ من اللہ خبراً او یأتیہ من اللہ
بینة ۔ علماء کے اس گروہ کے نزدیک اہل فترت اگرچہ ناجی ہیں لیکن ان پر مسلم کا اطلاق نہیں ہو سکتا ۔
ایک اور گروہ علماء امام غزالی وغیرہ کی رائے میں اہل فترت فی حکم المسلم وفی معنی المسلم ہیں ۔ یہ تینوں گروہ عام
اشعارہ وشوافع کے ہیں ان کے نزدیک اہل فترت ناجی ہیں ۔

قال الحافظ السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ مسالک الخفاء ۷۱ قد اطبقت ائمتنا الاشاعرة
من اهل الکلام والاصول والشافعیة من الفقھاء علی ان من مات ولم تبلغہ الدعوة یموت ناجیاً
وانہ لا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وانہ اذا قتل یضمن بالدیة والکفارة نص علیہ الامام الشافعی
رضی اللہ عنہ وسائر الاصحاب بل زاد بعض الاصحاب وقال انہ یجب قتله القصاص ولكن الصحیح خلافہ

لانہ ليس بمسلم وشرط القضا صر المكافحة -

وقد علل بعض الفقهاء كونہ اذا مات لا يُعَذَّب بانہ على اصل الفطرة ولم يقع منه عتاً ولا جاءہ رسول فكنہ وسئل الشيخ شيخ الاسلام شرف الدين المناوي الشافعي المتوفى سنة ۷۶۵ عن الد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل هو في النار فصر السائل زجراً شديداً فقال له السائل هل ثبت اسلامہ فقال انه مات في الفترة ولا تعذيب قبل البعثة ونقل سبط ابن الجوزي في مرآة الزمان ذلك عن بعض العلماء حيث قال وقال قوم قد قال الله تعالى وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا و الدعوة لم تبلغ اباه ولا امه فما ذنبهما؟

انقلت هل في القرآن اشارۃ الى ذلك -

قلت نعم - عدة آيات من القرآن تشير الى انه لا تعذيب قبل البعثة -

الاولى قوله تعالى وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا - وهذه الآية هي التي اطبقت ائمة السنة على الاستدلال بها في انه لا تعذيب قبل البعثة ورجعوا بها على المعتزلة ومن وافقهم في تحكيم العقل -

الثانية قوله تعالى ذلك ان لم يكن ربك مهلك القرى بظلم واهلها غافلون - اخرج هذه الآية زمخشري في شرح جمع الجوامع استدلالاً على قاعدة ان شكر المنعم ليس بواجب عقلاً بل بالسمع الثالثة قوله تعالى وما كان ربك مهلك القرى حتى يبعث في اممها رسولا يتلو عليهم آياتنا اخرج ابن ابي حاتم عن ابن عباس وقتادة في الآية اي لم يهلك الله تعالى اهل مكة حتى يبعث اليهم محمداً فلما كذبوا وظلموا فبدلت هلكوا -

الرابعة قوله تعالى وما اهلكنا من قرية الا لاهلها منذرون ذكرى وما كنا ظالمين - اخرج ابن المنذر وابن ابي حاتم عن قتادة في الآية قال ما اهلك الله من قرية الا بعد الحجّة والبيّنة والعدو حتى يرسل الرسل وينزل الكتب تذكرة لهم وموعظة وحجّة لله ذكرى وما كنا ظالمين - يقول ما كنا لنعذبهم الا من بعد البيّنة والحجّة -

بعض علماء كثرے ہیں کہ اہل فترت کا قیامت کے دن امتحان لیا جائے گا۔ پھر اس امتحان کے نتیجے میں وہ دو نرخ میں جائیں گے یا جنت میں یا جہنم میں احمد فی مسند والبیہقی فی کتاب الاعتقاد وصحاحہ عن الاسحق ابن سہیر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعۃ یحتجون یوم القیامۃ رجلٌ اصمٌ لا یسمع شیئاً ورجلٌ احمقٌ ورجلٌ گھمروس رجلٌ مات فی فترۃ - اما الاصم فیقول رب لقد جاء الاسلام وما اسمع شیئاً و اما الاحمق فیقول رب لقد جاء الاسلام والصبيان یخذونی بالبرء واما الغمروس فیقول رب لقد جاء الاسلام وما اعتقل شیئاً واما الذی مات فی الفترۃ فیقول رب ما اتانی لك رسول فیاخذ مواثیقہم

ليطيقته فيرسل اليهم أن ادخلوا النار فمن دخلها كانت عليه برداً وسلاماً ومن لم يدخلها يستجر إليها -
 واخرج البراء في مسندة عن انس مرفوعاً يؤتى بأربعة يوم القيامة بالملوح وللعنوة ومن مات في الفترة
 وبالشيخ القاني كلهم يتكلم بحجته فيقول الله تبارك وتعالى لعنق من جهنم ابرز ويقول لهم اؤكنت ابعث
 الى عبادي رسلًا من انفسهم واني رسول نفسي اليكم ادخلوا هذه فيقول من كتب عليه التقوى يا رب
 أنك خلها ومنها كنا نفر؟ ومن كتب له السعادة يمضي فيقتحم فيها مسرعا فيقول الله قد عصيتوني فانتم
 لرسل أشد تكذباً ومعصيةً نيدخل هؤلاء الجنة وهؤلاء النار -

وقال تاج الدين السبكي في شرح مختصر ابن الحاجب على مسألة شكر النعم فيخرج مسألة من لم تبلغه
 الدعوة فعندنا يموت ناجياً ولا يقاتل حتى يدعى الى الاسلام وهو مضمون بالكفارة والدية ولا يجب
 القصاص على قتله على الصحيح وقال البغوي أما من لم تبلغه الدعوة فلا يجوز قتله قبل أن يدعى الى الاسلام
 فان قتل قبل ان يدعى الى الاسلام وجب في قتله الدية والكفارة وعند أبي حنيفة لا يجب الضمان
 بقتله واصله انه عند مجروح عليه بقتله وعندنا هو غير مجروح عليه قبل بلوغ الدعوة اليه لقوله
 تعالى وما كنا معدن حتى نبعث رسولا - فثبت انه لا يحجته عليه قبل مجي الرسول انتهى -

وقال الغزالي المتوفى سنة ٥٠٥ في البسيط من لم تبلغه الدعوة يضمن بالدية والكفارة لا بالقصاص
 على الصحيح لان ليس مسلماً على التحقيق وانما هو في معنى المسلم اه - هذا الحكم الذي قررناه من كون اهل
 الجاهلية قالوا انه ليس بعام بل هو خاص بمن لم تبلغه دعوة بني اصر اما من بلغته منهم دعوة احد
 من الانبياء السابقين ثم اصر على كفره فهو في النار قطعاً وهذا لا نزاع فيه -
 انقلت صحت احاديث تعذيب اهل الفترة كصاحب المحجن وغيره -

قلنا اجاب عن ذلك عقيل بن ابي طالب بثلاثة اجوبة - الاول - انها اخبار آحاد فلا تعارض
 القاطع - الثاني قصر التعذيب على هؤلاء والله اعلم بالسبب - والثالث قصر التعذيب في هذه الاحاديث
 على من بدل وغير الشرائع وشرع من الضلال ما لا يعذر به فان اهل الفترة ثلاثة اقسام -

القسم الاول من ادرك التوحيد بصيرته ثم من هؤلاء من لم يدخل في شريعة كقصة بن
 ساعدة وزيد بن عمرو بن نفيل ومنهم من دخل في شريعة قائمة حقيقة ككتبهم ونحوه -

القسم الثاني من بدل وغير وأشرك ولم يؤخذ وشرع لنفسه فحلل وحرم وهم الاكثر كعمر بن لُحَيّ و
 من سَنَّ للعرب عبادة الاوثان وشرع الاحكام فبحر البحيرة وسيب السائب وزادت طائفة من العرب
 على ما شرعه ان عبدوا الحجر والملائكة وخرقوا له البنين والبنات -

والقسم الثالث - من لم يشرك ولم يؤخذ ولا دخل في شريعة نبي ولا ابتكر لنفسه شريعة ولا اخترع

دینا بل بقی عمره علی حین غفلة من هذا كله وفي الجاهلية من كان كذلك. فيحمل من صخر تعذيبه علی اهل القسم الثاني لكفرهم بما لا يُعَدُّ شر من به. واما القسم الاول فقد قال النبي صلى الله عليه وسلم في كل من قس وزيد انه يبعث امته وحده واما تبعة ونحوه فتحكمهم حكم اهل الدين الذي دخلوا فيه ما لم يلحق احد منهم الاسلام النافع لكل دين واما القسم الثالث فهم الفترة حقيقة وهم غير معدن بين للقطع كما تقدم انتهى بتصرف.

۱۴۵ خا مس اصحاب کف کا واقعہ زمانہ فترت میں واقع ہوا تھا یہ میں طوائف الملوک کا زمانہ تھا۔ قرآن شریف میں اصحاب کف و قیم کا قصہ مذکور ہے۔ قال الله تعالى افرحبت ان اصحاب الكهف الرقيم كانوا من ايتنا عجبا۔

رقیم سے مراد وہ لوح و تختی ہے جس پر ان لوگوں نے اصحاب کف کے نام و احوال و تاریخ وغیرہ کچھ تفصیل لکھی تھی پھر وہ تختی کف (غار) کے دروازے پر لٹکا دی تھی۔ یا ان لوگوں نے اس تختی کو صندوق میں بند کر کے سرکاری خزانے میں محفوظ کر دیا تھا۔ اصحاب کف اہل روم میں سے تھے۔ قوم روم بت پرست تھی۔ ان کا بادشاہ بڑا ظالم تھا اور بت پرستی پر لوگوں کو مجبور کرتا تھا۔ ملک روم کے کسی پہاڑ میں یہ کف یعنی غار واقع ہے جس میں اصحاب کف داخل ہوئے تھے۔ اصحاب کف کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت ایمان بانسہ و عیسیٰ رسول اللہ و روح اللہ سے نوازا تھا۔

قال الطبري وكان من قوم يعبدون الاوثان من الروم فهداهم الله للاسلام وكانت شريعتهم شريعة عيسى عليه السلام في قول جماعة من سلف علمائنا وكان ملكهم كافرا. بعض اهل تاريخ كل راى في ان كان زمانه عيسى عليه السلام پر مقدم ہے۔ البتہ خواب سے ان کا بیدار ہونا اور لوگوں کو ان کا اور ان کے کف کا علم عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا تھا۔

قال الطبري في تاريخه ج ۲ ص ۲۷ وكان بعضهم يزعم ان ابرهم ومصبرهم الى الكهف كان قبل المسيح وان المسيح اخبر قومهم خبرهم فان الله عز وجل ابتعثهم من سر قد تم بعد ما رفع المسيح عليه السلام في الفترة بينه وبين محمد صلى الله عليه وسلم فاما الذي عليه علماء الاسلام فعلى ان ابرهم كان بعد المسيح فاما ان كان في ايام ملوك الطوائف فان ذلك مما لا يدفعه دافع من اهل العلم بالاختيار القديمة ۱۴۵۔

اصحاب کف کے زمانہ کے بت پرست ظالم بادشاہ کا نام دقینوس تھا۔ کہا قال الطبري۔ یا اس کا نام دقینوس تھا۔ کہا ذکر المسعودی فی المروج۔ ج ۱ ص ۳۴ مشہور یہ ہے کہ اس کا نام دقینوس تھا۔

قال بعض المؤرخين المعروف ان الملك الذي هرب منه اصحاب الكهف اسمه دقيانوس ۱۴۵۔

وفی البدایۃ ج ۲ ص ۱۳۳ انہ اسماء دقیانوس۔ مسعودی ملوک روم کے احوال میں لکھتے ہیں ثم ملک دقیوس یعد الاوثان ستین سنۃ وامن فی قتل النصرانیۃ وطلبہم ومن هذا الملك هرب اصحاب الکہف وقد اختلف الناس فمنہم من رأى ان اصحاب الکہف هم اصحاب الرقيم وزعموا ان الرقيم هو ما رقم من اسماء اهل الکہف فی لوح من حجر علی باب تلك المغارة ومنہم من رأى ان اصحاب الرقيم غير اصحاب الکہف وموضع اصحاب الکہف هو الموضع المعروف من بلاد الروم بخارمی کذا فی المروج۔ ج ۱ ص ۳۰۰۔

ثم قال وفي ایام ملك الروم المسمى بأولس وكان على دين النصرانية استيقظ اصحاب الکہف من وقد تم فبعثوا كما فی القرآن المجید احدثهم بولقهم الى المدينة وكانوا من اهل المدينة افسيس من ارض الروم اه وفي البدایۃ ويقال اسم القرية دفسوس۔

کہف والے پہاڑ کا نام طبری نے بجلوس لکھا ہے اور جس زمانے میں وہ میند سے بیدار ہوئے اس زمانے کا بادشاہ صالح و مسلمان تھا۔ اور کہف کے پاس بادشاہ نے کنیسر یعنی عبادت گاہ بنائی جس میں لوگ نماز پڑھتے اور عبادت کرتے تھے۔ اصحاب کہف بعویس وفات پا گئے اب وہ زندہ نہیں ہیں۔ قال قتادة وغزاة بن عباس رضي الله عنهما مع جيب بن مسلمة فمررنا بالكهف فاذا فيه عظام فقال رجل هذا عظام اصحاب الكهف فقال ابن عباس لقد ذهبت عظامهم منذ اكثر من ثلثمائة سنة اه وقال الله تعالى ولبنوا في كهفهم ثلثمائة سنين وازدادوا تسعا قل الله اعلم بما لبثوا۔ وفي البدایۃ يقال انهم استمروا سراقدين ويقال بل ما توا بعد ذلك اه۔ اصحاب کہف کی صحیح تعداد و نصوص قطیعیہ سے معلوم نہیں ہوتی۔ بقول ابن عباس رضي الله عنهما وہ سات تھے اور آٹھواں کلب (کتا) تھا۔ ابن اسحاق کی رائے میں وہ آٹھ تھے۔ کتا تو اس ہے اور بعض کے نزدیک وہ نو تھے۔ ان کے نام طبری نے یہ لکھے ہیں مکسینا مستینا۔ میلیخا۔ مرطوس۔ کسوطوس۔ بیرونس۔ رٹونوس۔ بطونس۔ قالوس۔ کتے کا نام بعض علماء نے قطیعیہ لکھا ہے۔

قال ابن كثير في البدایۃ ج ۲ ص ۱۳۳ ان اصحاب الکہف كما قيل من ابناء الملوك اوقيل من ابناء الاحكام واقفق اجتماعهم فی يوم عيد لقومهم ثم قال واما اختلاف العلماء فی محلة هذا الکہف فقال كثير هو بارض ايلة وقيل بارض نينوى وقيل بالبلقاء وقيل ببلاد الروم وهو شبه وقال شعيب الجبائي اسم كلهم حمران واسم كهفهم حيزم واما الرقيم فعن ابن عباس انه قال لا ادري ما المراد منه وقيل هو الكتاب المرقوم فيه اسماءهم وما جرى لهم من بعدهم وقيل هو اسم الجبل الذي فيه كهفهم وقال ابن عباس واسمه بناجلوس وقيل هو اسم واد عند كهفهم وقيل اسم قرية هناك هذا حاصل ما فی البدایۃ۔

علامہ حلی رحمہ اللہ شرح بیضاوی میں لکھتے ہیں قال النیشاپوری عن ابن عباس رضي الله عنهما ان اسماء اصحاب الکہف تصلي للطلب والهروب واطفاء الحريق تكتب فی خرقۃ ویرمی بها فی وسط الناس وبكاء الطفل يوضع

تحت رأسه في المهد والمحرث يكتب على القرطاس ويرفع على خشب منصوب في وسط الزرع والمضربان
ولحم المثلثة والصداع والغنى والجاه والدخول على السلاطين يشد على الفخذ اليمنى ولحم الولادة تشد على
فخذها اليسرى ولحفظ المال والركوب في البحر والنجاة من القتل والله اعلم انتهى۔

وفي قطب الارشاد ۴۳ ولدفع الفارسة من الزرع يكتب اسماء اصحاب الكهف في اربع قطعات
قرطاس ثم توضع في اربع حرات صغيرة من الخذف ثم تدفن تلك الحرات في اربع اركان الزرع تفراً
منه الفارسة باذن الله تعالى ۸۵۔ ويكتبها بعض العلماء للمحبة ولدفع عقم المرأة ولدفع العين وعن
بعض السلف ان يكتب اسماء اصحاب الكهف على ناحية السفينة امان من الغرق ثم ذكر اسماء اصحاب
الكهف وهي يملخا۔ مكسينا۔ مرنوش۔ برنوش۔ شاذنوش۔ كشيפטونس۔ تبيونس۔ قطير وهو اسم
كلبهم۔ وفي اسماءهم اختلاف كثير۔

اصحاب كهف کے احوال کے لیے ملاحظہ فرمائیں تفسیر طبری ج ۱ ص ۱۲۶۔ تفسیر النیسابوری ج ۱ ص
۱۱۶۔ المفصل فی تاریخ العرب ج ۳ ص ۲، قطب الارشاد ص ۴۲۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۰۔ تفسیر القرطبی ج ۱
ص ۳۵۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۳۔

بعض کتب میں ہے کہ رقیم فلسطین کے اور ایلہ کے قریب ایک وادی ہے۔ وقال البعض القيم الذي
فيه الكهف على فريخ من عمان او قرية صغيرة بالقرب من البحر الميت او انها البترا ۸۵ بتراء ایک
جگہ کا نام ہے۔ مقام بتراء کے قریب ایک شق (پھاڑی غار) میں بعض کتبات و خطوط کی دریافت سے پتہ
چلتا ہے کہ اس غار میں زمانہ قدیم میں کچھ لوگ مر گئے تھے۔ بعض کا خیال تھا کہ یہی اصحاب کہف کا غار ہے۔
لیکن جب ان خطوط و کتبات کو ماہرین آثار قدیمہ نے پڑھا تو ان سے معلوم ہوا کہ ایک یونانی جماعت اصحاب
کہف سے قبل مقام جرش سے آ رہی تھی اور شق بتراء میں مر گئی۔ ان کتبات کو ماہر مکتوبات قدیمہ تارکی نامی
شخص نے پڑھا۔

دائرة آثار مملکت اردنیہ میں اصحاب کہف کے احوال کی تحقیق کی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ یہ کہف
ایک چھوٹے سے شہر رجب نامی کے پاس ہے۔ قدیمی نام رقیم تھا۔ رقیم میں تصرف حجر کے رجب مستعمل ہوا۔
اس غار میں مدفون قبروں کے الواح کی تاریخ سنہ ۵۸۵ء ہے۔ یہ قیصر ثیودوسیوس ثانی کی حکومت کا زمانہ تھا
جب اصحاب کہف خواب سے بیدار ہوئے۔

قال في المفصل ج ۳ ص ۲۰۰ وذهب من رأى ان كهف الرجب هو كهف اصحاب الكهف الى
ان دخول الفتية الكهف كان في ايام الطاغية تراجان سنة ۱۸۰ للمسيح المشهور فاتح الكورة العربية
ومؤسسها والامم بانشاء الممر للحربي المعروف باسم طريق تراجان وباني مدينة ايلة الرومانية وصاحب

الملعب الرماي والآن ثار العدايدة للمباني التي اقامها بعمان وعبدن اخرى من الاشراف وقد كان شديدًا عاتياً قاسياً على النصارى عذم خونة مرقية خاسرون على الدلة والقانون لذلك اصدرة
 ۱۱۲ شہد بقتل كل نصراني لا يخلص للقيصر والدلة فتكتم منه النصارى ومن جملة من تكتمم وانزوى
 اصحاب الكهف اہ۔

امیر شہادس عمرو بن لُحی بھی اسی زمانہ فترت میں تھا۔ یہ بیت اللہ شریف کا متولی اور عرب جاہلیت کا
 بادشاہ تھا۔ قبیلہ خزاعہ میں سے تھا۔ بیت اللہ شریف کا متولی اسمعیل علیہ السلام کے بعد نابت بن اسمعیل
 علیہ السلام تھا۔ نابت کی وفات کے بعد تولیت بیت اللہ شریف کئی سو سال تک بنو جُرہم کے پاس رہی۔
 پھر بنو جُرہم سے بڑی جنگ کے بعد قبیلہ خزاعہ نے یہ تولیت چھین لی۔ خزاعہ قبائل یمن میں سے ایک قبیلہ تھا
 خزاعہ میں سے پہلا شخص جو بیت اللہ کا متولی ہوا وہ ربیعہ بن عارث بن عمرو بن عامر تھا۔ اسی ربیعہ کو لُحی کہا جاتا
 تھا۔ کما فی تاریخ مکہ للآزرقی ج ۱ ص ۶۰۔ ربیعہ یعنی لُحی کے بعد عمرو بن لُحی سربراہ و متولی بنا۔ عمرو بن لُحی نے
 بڑی ترقی کی اور اس علاقہ کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔

یہ ظہور اسلام سے پانچ چھ سو سال قبل کا قصہ ہے۔ قبیلہ خزاعہ تقریباً پانچ سو سال تک بیت اللہ
 شریف کا متولی رہا۔ کما فی تاریخ مکہ۔ ج ۱ ص ۵۵۔ بعض نے تین سو سال لکھا ہے۔ عمرو بن لُحی جاہلیت میں بڑا
 معزز و محترم و مطاع تھا۔ وہ جو حکم اور جو بدعت جاری کرنا چاہتا تو گ اُسے بلا چون و چرا تسلیم کر لیتے تھے۔
 علامہ سیوطی روض الانف ج ۱ ص ۶۲ پر لکھتے ہیں کان عمرو بن لُحی حین غلبت خزاعة علی البیت
 ونفت جرهم عن مکة قد جعلته العرب رباً لا یبتدع لهم بدعة الا اتخذوها شرعة لا ینکحون
 یطعم الناس ویکسو فی الموسم فربما خیر فی الموسم عشرة آلاف بدنة وکسا عشرة آلاف حلة حتی
 قيل انه اللات الذی یلبث السویق للحجیب علی صخرة معروفة تسمى صخرة اللات ویقال دام امرؤ
 و امرؤ لدة علی هذا بمكة ثلاثاً مائة سنة فلما هلك سُمیت تلك الصخرة اللات مخففة التاء ولتخذ
 صنماً یعبدها انتہی۔

علامہ ازرقی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں ان عمرو بن لُحی بلغ بمكة وفي العرب من الشرف ما لم یبلغ
 عربی قبله ولا بعده فی الجاهلیة وهو الذی قسم بین العرب فی حطیطة حطسها عشرة آلاف ناقۃ و
 قد کان قد اعور عشرين فحلاً وکان الرجل فی الجاهلیة اذا ملك الف ناقۃ فقأ عین فحل ابله فکأن
 قد فقأ عین عشرين فحلاً وکان اول من اطعم الحاج بمكة سلایف الابل وکما نھا علی الثرید وعم فی
 تلك السنة جمیع حاج العرب بثلاثة اثواب من برود الیمن وکان قد ذهب شرف فی العرب کل مذهب
 وکان قوله فیهم دیناً متبعاً لا یمال ف اہ۔

مؤرخ مسعودی مروج الذهب ج ۲ ص ۵۶ پر لکھتے ہیں کہ لمی کا نام عارثہ بن عامر ہے۔ لیکن دیگر مؤرخین کے نزدیک لمی نام ہے ربیعہ بن عارثہ بن عمرو بن عامر کا۔ کماؤکثر نامن قبل۔ مسعودی یہ بھی لکھتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا مننولی عمرو بن لمی تھا۔ لیکن علامہ ازرقی وغیرہ بعض محققین کی رائے میں پہلا مننولی اس کا باپ تھا یعنی ربیعہ بن عارثہ۔ قال المسعودی وقد كانت ولائۃ البیت فی خزاعة ثلاث مائۃ سنة ثم اخذ الولاۃ قصی بن کلاب بن مرۃ واخرا من ولی البیت من خزاعة حلیل بن حبشیۃ بن سلول بن کعب بن عمرو قال ایضاً ان عمرو بن لمی قد عمر فمات وله من الولد وولد الولد الف الف انتی بتصرف۔

عمرو بن لمی عرب میں پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی کو بدل ڈالا اور متعدد بدعات اور رسوم شرکیہ عرب جاہلیت میں جاری کرائیں۔ اور یہی عمرو بن لمی پہلا شخص ہے جس نے مکہ مکرمہ میں اور عرب میں بت پرستی شروع کرائی اور تبلیغ جو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے ایک ہی طریقے پر جاری تھا اس میں مشرکانہ الفاظ کا اضافہ کیا۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ عمرو بن لمی ایک بار ملک شام کے سفر پر گیا وہاں ارض بقرہ میں مقام تاب میں قوم عمالیق کو دیکھا جو کہ بتوں کی عبادت کرتی تھی فقال لهم عمرو بن لمی ما هذه الاصنام؟ قالوا هذه اصنام نعبد ما فستطوهرها فمطرنا ونستنصرها فتنصرنا فقال لهم الا تعطوني منها صمناً فاسیرب الی ارض العرب فיעبدونه فاعطوهم صمناً یقال له هبل فقدم به مکة فنصبه وامر الناس بعبادته وتعظیمه کنانی البلیۃ ثلاثین کثیر ج ۲ ص ۱۵۵۔

وقال الاثرقی وهو الذی بجر البحیرۃ ووصل الوصیلۃ ونصب الاصنام حول الکعبۃ وجاء هبل من هیت من ارض الجزیرۃ فنصبه فی بطن الکعبۃ فكانت العرب وقریش تستقسم عنده بالاکرام وهو اول من غیر الخنیفۃ دین ابراہیم علیہ السلام۔ انتی۔

علامہ سیسی روض الانف میں لکھتے ہیں وكانت التلبیۃ من عهد ابراهیم علیہ السلام لبیک لا شریک لك لبیک حتی کان عمرو بن لمی فینما هو یلبی تمثلاً له الشیطان فی صورۃ شیخ یلبی معه فقال عمرو لبیک لا شریک لك فقال الشیخ الا شریکاً هو لك فانكر ذلك عمرو وقال ما هذا؟ فقال الشیخ قل تمليكاً و ما ملک فان لا یأس بهذا فقال لها عمرو فذانت بها العرب انتھی۔ چنانچہ اسلام سے قبل قریش وغیرہ یوں تبیین پڑھتے تھے لبیک اللهم لبیک لبیک لا شریک لك الا شریکاً هو لك تملكه وما ملک۔ پس توحید بالتبیین میں وہ اپنے اصنام بھی آخر میں داخل کرتے ہوئے انھیں اللہ کے مملوک ظاہر کرتے تھے اسی بات کی طرف اشارے نے اس آیت میں اشارہ فرمایا وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وہم مشرکون ای ما یؤحدوننی لمعرفۃ حتی لا یعجلوا

معی شریکاً من خلقی کذا فی سیرۃ ابن ہشام۔

وفی صحیح البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً ان اول من سیب السوائب وعبد الاھنام
ابن خزاعة عمرو بن عامر انی رأیت بحیرۃ أمعاء فی النار۔ وروی احمد باسنادہ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً
رأیت عمرو بن عامر الخزاعی بحیرۃ قصبہ فی النار هو اول من سیب السوائب۔

وقال محمد اسحق عن ابی ہریرۃ ینقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاکثم بن الجون الخزاعی
یا اکثم رأیت عمرو بن لُحی بحیرۃ قصبہ فی النار فخلعنا رأیت رجلاً اشبه برجل منک بہ ولا ینک منہ فقال
اکثم عسی ان یضرتنی شبہہ یا رسول اللہ قال لا انک مؤمن وهو کافر انما کان اول من غیر دین
اسمعیل علیہ السلام فنصب الاوثان وبحر البحیرۃ وسب السائبۃ ووصل الوصیلۃ وحی الحامی
قال اللہ تعالیٰ ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حامی ولكن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب
واکثرہم لا یعقلون۔

وعن سعید بن المسیب قال البحیرۃ التي ینعہ دمرها للطراغیت فلا یجلبها احد من الناس و
السائبۃ التي کانوا یسبونہا لآلہم لا یجل علیہا شیء وفی سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۱۱ قال ابن اسحق اما
البحیرۃ فی بنت السائبۃ والسائبۃ الناقۃ اذا تابعت بین عثراناث لیس بینہن ذکر سببت فلم
یرکب ظہرہا ولم یجزو وبرہا ولم یشر بلبنہا الا ضیف فما تجت بعد ذلک من انثی شقت اذ نہا ثم
خلی سبیلہا مع اقہا فلم یرکب ظہرہا ولم یجزو وبرہا ولم یشر بلبنہا الا ضیف کما فعل بامہا فی البحیرۃ
بنت السائبۃ والوصیلۃ الشاة اذا یامت عثراناث متتابعات فی خمسۃ ابطن لیس بینہن ذکر جعلت
وصیلۃ قالوا قد وصلت فکان ما ولدت بعد ذلک للذکور منہم دون اناثہم الا ان بیوت منہا شیء
فی شترکوا فی اکلہ ذکورہم واناثہم والحام الفحل اذا انجم لہ عثراناث متتابعات لیس بینہن ذکر حمی
ظہرہ فلم یرکب ولم یجزو وبرہ وخلی فی ابل یضرب فیہا لا ینتفع منہ بغير ذلک الا۔ وللمفسرین فی تفسیر
اقوال۔ هذا تمت رسالۃ النظرة فی الفترۃ۔ واللہ الحمد علمہ انعم۔

فِلَسْطِین۔ آیت وقلنا یا ادم اسکن انت وذو جک الجنة کی شرح میں مذکور ہے۔ فلسطین کبیر
فار وفتح لام وکون سین ہے۔ نسبت فلسطی ہے۔ اس کے اعراب میں نجات کے دو مذہب ہیں۔ اول یہ کہ وہ
غیر منصرف ہے اور یہ لازم ہے ہر حال میں۔ تقول هذا فلسطین ورایت فلسطین ومرت فلسطین بغیر
تنوین۔ دوم یہ کہ وہ بمنزلہ جمع ہے اور اعراب بالحرک ہے مثل جمع تقول هذه فلسطون ورایت فلسطین و
مرت فلسطین بفتح الفاء واللام۔ کذا ضبطہ الامام الازہری۔

فلسطین قدیم نقشوں اور لغت کے پیش نظر ملک شام کا آخری صوبہ ہے بجانب مصر۔ عسقلان۔ رملہ۔ غزہ۔

ارسوف - قیساریہ - ناپلس - اریحا - عمان اس کے مشہور شہر ہیں۔ فلسطین بن سام بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے۔ وہ یہاں پر آباد ہوا تھا۔ بقول زجاجی فلسطین بن کلثوم من ولد فلان بن نوح علیہ السلام سے موسوم ہے۔ اور یہ روایت ہشام بن محمد فلیطین بن کسلوخیم من بنی یافت بن نوح علیہ السلام سے سنی ہے کتاب ابن الفقیہ میں ہے کہ فلسطین بن کسلوخیم بن صدقیان کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام کے اہم کو منسوب ہے۔ ابن کلبی فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ یا قوم ادخلوا الارض المقدسة التوکتب الله لکم میں اور قولہ تعالیٰ الارض التي بارکنا فیہا للعالمین میں ارض سے ارض فلسطین مراد ہے۔ کذا فی المعجم۔

الفرات بضم الفاء تھری من تحتها الانہاس کی شرح میں مذکور ہے۔ فرات عراق میں کوفہ کے قریب ایک مشہور دریا کا نام ہے۔ اس کا پانی میٹھا ہے اور مفید تر ہے۔ شاید اسی وجہ سے یا بطور تقالو اس کا نام فرات رکھا گیا۔ عربی لغت میں فرات کا معنی ہے میٹھا پانی قال اللہ تعالیٰ هذا عذب فرات و هذا ملح اجاج۔ اور فرات کا مقابل مارملح ہے يقال فرات الماء فرتاً اذا عذب فهو فرات۔ دریائے فرات کا منبع و مخرج جبال ارمنیہ ہے۔ پھر وہاں سے ہوتے ہوئے ارض روم میں داخل ہوتا ہے راستہ میں مزیر کی چھوٹی بڑی نہریں اس سے جا ملتی ہیں۔ پھر مقام قرنہ میں دریائے دجلہ سے جا ملتا ہے۔ فرات شہر و قلعہ منبع شہر بلس۔ شہر رقہ۔ شہر مانہ شہر بیت کے مقابل گزرتا ہوا شہر واسط و بصرو کے مابین جا نکلتا ہے۔

مقام صفین جہاں پر معاویہ و علی رضی اللہ عنہما کی افواج میں جنگ ہوئی تھی کے قریب گزرتا ہے۔ اس کا طول تقریباً ۵۰۰ فرسخ ہے۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ قال المسعودی فی مروج الذهب ج ۱ ص ۱۱۱، فیکون مقدراً دجراً یاند علی وجه الارض نحواً من خمسائے فرسخ وقد قیل اکثر من هذا آگے جا کر فرات خلیج فارس میں گرجاتا ہے۔ وفی دائرة المعارف ج ۱ ص ۱۱۱ ویبلغ طول الفرات ۲۸۶۰ کیلومتراً ویصب عند مدینة عبادان علی الخلیج الفارسی ص ۱۰۵۔ وفی معجم البلدان ج ۳ ص ۲۳۲ ثم یصب فی بحر الهند اہ۔

دریائے فرات کے بہت سے فضائل ہیں وری ان اربعۃ انہا من الجنة النیل والفرات و سیحون وجیحون وری عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال یا اهل الکوفة ان نھرکم هذا یصب الیہ میزبان من الجنة وعن عبد الملک بن عمیر ان الفرات من انہا من الجنة ولولا ما یحاطہ من الاذی ماتدا وی بمریض الا ابرأہ اللہ تعالیٰ وان علیہ مکتا یذود عنہ الادواء۔ وری ان عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق شرب ماء الفرات ثم استزاد ثم استزاد فحمد اللہ وقال نھرکما اعظم برکتہ ولو علم الناس ما فیہ من البرکة لضربوا علی حافتیہ القباب ولولا ما یدخلہ من الخطائین ما غتمس فیہ ذوا عاہة الا براؤما وری عن السدی و اللہ اعلم بصحتہ من باطلہ قال مد الفرات فی زمن علی رضی اللہ عنہ فالقی رمانة قطعت الجسر من عظمها فأخذت فكان فیہا کتر حب فامر المسلمین ان یقتسموها بینہم وكانوا یرونها

من الجحۃ۔ وهذا باطل لان فواکله الجحۃ لم توجد فی الدنیا کذا فی معجم البلدان قلت لاشک فی بطلان هذا بعض ما ذکر من قبل نعم خبر اربعة انہا من الجحۃ مرئی فی الاحادیث الصحیحة والحسنة۔ وقد فصلناه فی بیان النیل من هذا کتاب فرلجه۔

قریش۔ آیت فمن فرض فیہن الحجۃ فلا حرج الا یہ کی شرح میں مذکور ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی ہیں۔ بنو ہاشم قریش ہی میں سے ایک خاندان ہے۔

قریش نضر بن کنانہ کا لقب ہے۔ پس جو اولاد نضر میں سے ہو وہ قریشی ہے اور جو اس کی اولاد میں سے نہ ہو وہ قریشی نہیں کہلاتا۔ اور بعض مورخین کے نزدیک نضر بن مالک کا لقب قریش تھا نہ کہ نضر کا پس اولاد قریشی ہے اور جو شخص نضر کی اولاد سے نہ ہو وہ قریشی نہیں ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک قول اول مختار ہے۔ واخارہ ابو عبیدہ معمر بن اثنی۔ اور بہت سے محققین تاریخ نے قول ثانی کو ترجیح دی ہے۔ رابع البدایۃ والنهاية لابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۰ وروض الانف ج ۱ ص ۴۰۔ فر اور نضر دونوں نبی علیہ السلام کے سلسلہ نسب میں اجداد کے نام ہیں۔

نبی علیہ السلام کا سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن نضر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدکہ۔ کذا فی سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۵۔

تسمیہ بہ قریش کی وجہ اشتقاق متعدد ہیں۔ (۱) قیل من التقریش وهو التجمع بعد التفرق وذلك فی زمن قصی بن کلاب کذا فی البدایۃ ج ۱ ص ۲۰۰ وفید نظر اذ قریش لیس لقب قصی بل کان هذا الاسم قبل قصی قال العلامة السہیلی فی مرض الانف ج ۱ ص ۱۰۰ بعد ذکر هذا القول والدلیل علی اضطراب هذا القول ان قریشاً لم یجتمعوا حتی جمع قصی بن کلاب۔

(۲) وقیل من التقریش وهو التکسب والتجارة قال الجوہری القُریش التکسب والمجمعة قال الفراء وبہ سمیت قریش۔

(۳) وقال ابن الکلبی سمي النضر قریشاً لانہا کان یقرش ای یفتش عن حاجۃ الناس فیسددھا والتقریش هو التفتیش وکان بنوہ یقرشون اهل موسم الحجۃ عن الحاجۃ فیؤنذونہم بما یکلفہم بلادہم۔

(۴) وفي مرض الانف ج ۱ ص ۱۰۰ ان قریشاً تصغیر القریش وهو حوت فی البحر یا کل حیوان البحر سمي بہ ابو القبیلۃ اذ مرئی البیهقی ان معاویۃ رضی اللہ عنہ قال لابن عباس لم سمیت قریش قریشاً فقال لدایۃ تكون فی البحر تكون اعظم دوابہ قال فانشدنی فی ذلك شیئاً فانشدہ شعراً الجمحی

وقریش هی التي تسکن البحر بها سمیت قریش قریشاً
تأکل الفث و السمین ولا تترکک لذلی الجناحین ریشاً
هكذا فی البلاد حتی قریش یاکلون البلاد اکلاً کمیشاً

(۵) وقیل سُمُّوا بقریش بن الحارث بن یخلد بن النضر بن کنانة وكان دلیل بنی النضر فی اسفار التجارة فكانت العرب تقول قد جاءت عید قریش قالوا بدین قریش هو الذی حفر البئر المنسوبة الیه التي كانت عندھا الوقعة العطی فی صحیح مسلم عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفیٰ کنانة من ولد اسمعیل واصطفیٰ قریشاً من کنانة واصطفیٰ ہاشماً من قریش واصطفیٰ من بنی ہاشم - ایک اور حدیث شریف ہے الاثنا من قریش - احادیث میں قریش کی بڑی فضیلت منقول ہے -

قحطان - خطبہ تفسیر بیضاوی کی ابتداء میں مذکور ہے - قحطان عرب کے جد اعلیٰ کا نام ہے - اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ اہل مین قحطان کی اولاد میں اور دیگر عرب یعنی قریش وغیرہ عدنان کی اولاد ہیں - قحطان کا بیٹا یعرب تھا اور یعرب کے نام کی مناسبت سے عرب کو عرب کہتے ہیں - اولاد قحطان کو عرب عاربہ کہتے ہیں - اس کے سلسلہ نسب میں اہل اخبار کے متعدد اقوال ہیں - (۱) حسب قول بعض اس کا نسب یہ ہے قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام - یہ اکثر تباہین کی رائے ہے -

راجع سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۴ وسیرۃ ابن ہشام علی ہامش الروض الانف ج ۱ ص ۱۱ - و مرجع الذریعہ ج ۱ ص ۲۶ - نہایت الارب ج ۲ ص ۲۴۵ والاخبار الطوال ص ۹ و کتاب الاشتقاق ص ۲۱۷ والاکیل ج ۱ ص ۸۷ و تاریخ الطبری ج ۱ ص ۲۰۵ وابن خلدون ج ۱ ص ۹ وغیر ذلک -

(۲) توراۃ میں قحطان کا نام یقطان لکھا ہے فہو یقطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام - دیکھو تورات التکوین الاصحاح العاشر الآیۃ ۲۵ فہما بعد ہا - نیز ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۸ و تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۹ - یہ دونوں سلسلہ نسب تقریباً ایک معلوم ہوتے ہیں -

بعض اہل اخبار کہتے ہیں کہ عابر ہود علیہ السلام ہیں لہذا وہ یوں سلسلہ نسب ذکر کرتے ہیں قحطان بن ہود بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام - لیکن بعض مؤرخین قحطان کو ہود علیہ السلام کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے - بقول بعض علما قحطان ہود علیہ السلام کا بھائی یا بھائی کا بیٹا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قحطان خود ہود علیہ السلام کا نام ہے - کذا فی الروض الانف ج ۱ ص ۱۳ - بعض کتب تاریخ سے اس کی تائید ہوتی ہے -

ففی انسلن العیون للخلی ج امثلاً وقحطان اول من قیل لہ ابیت اللعن وادل من قیل لہ انہم صبا حلو یعرب بن قحطان

قيل له ايمن لان هو نبي الله صلى قال له انت ايمن ولدي وسهي اليمن يمتا بنزوله فيااه وهذا يدل على ان قحطان هو هو نبي عليه السلام۔

(۴) بعض علماء کے نزدیک قحطان اولاد اسمعیل علیہ السلام میں سے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ سارے عرب اولاد اسماعیل ہیں۔ فہو قحطان بن تمیم بن قیذ بن اسمعیل علیہ السلام۔ وقد احتج لكون قحطان من ولد اسماعيل عليه السلام بقول نبينا عليه السلام ارموا يا بني اسمعيل فان اباكم كان راميا قال هذا القول لقوم من اسلم بن افضى واسلم اخو خزاعة وهم بنو حارثة بن ثعلبة ابن عمر بن عامر ابن عامر بن سبا بن يشجب بن يعرب بن قحطان انتهى يتصرف ما في الروض الانفج امتا اور اہل سبا اہل مین میں معنی اہل مین اولاد قحطان ہیں تو ثابت ہوا کہ کل اہل مین بھی اولاد اسمعیل ہیں جس طرح قریش وغیرہ اولاد اسمعیل علیہ السلام ہیں۔

لیکن عام اہل تحقیق کے نزدیک اولاد قحطان یعنی اہل مین مقابل ہیں اولاد اسمعیل علیہ السلام کے اور حدیث مذکور کی تاویل کرتے ہیں قال ابن هشام فی سیرتہ فالعرب کلہا من اسمعيل عليه السلام وقحطان ای کل العرب اما من اسماعيل واما من قحطان فہم نوعان بعضهم من اسماعيل وبعضہم من قحطان وبعض اہل الیمن یقول قحطان من ولد اسماعيل ویقول اسمعيل عليه السلام ابو العز کلہا اہ۔ ج ۱ ص ۱۳۰۔

وفی دائرة المعارف ج ۲ ص ۵۲۳ عند ذکر التبابعة ملوک الیمن وہم بنو حمیر كانوا بالیمن ولہم یکنونایسمون منهم الملک بقیع حتی یملک الیمن واول من ملک منهم قحطان بن عامر بن صالح و هو اول من لبس التاج سنة ۲۰۳ قبل الميلاد ولما مات تولى بعده ابنه يعرب بن قحطان وهو من كبار ملوک العرب یقال انہ اول من حیثاہ ولد بقولہم ابیت اللعن وانعم صباحا ثم ملک بعده ابنہ یشجب بن یعرب اہ۔

قریظہ۔ آیت دان یا توکم اُسرای تُفاد وہم کے بیان میں قریظہ مذکور ہے۔ بنو قریظہ مدینہ منورہ میں یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ ان کا سردار کعب بن اسید تھا۔ مسلمانوں اور بنو قریظہ کے درمیان معاہدہ صلح تھا۔ بنو قریظہ کی جلا وطنی کے بعد وہ ۳۵۰ تک مدینہ میں مقیم رہے۔ جنگ خندق میں انہوں نے بنو نضیر کے رئیس جہی بن اخطب کے کہنے پر معاہدہ توڑنے کا اعلان کر دیا۔ غزوہ خندق ختم ہونے کے بعد نبی علیہ السلام اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔

چند روزہ محاصرہ کے بعد بنو قریظہ نے اس شرط پر قلعہ کا دروازہ کھول دیا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کر دیں ہم اس پر راضی ہوں گے۔ چنانچہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق ان میں سے بڑے

مردوں اور بالغ لڑکوں کو قتل کر دیا گیا جو ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے لگ بھگ تھے۔ بچوں اور عورتوں کو غلام اور باندی بنایا گیا۔ یہ سہ ماہ کا واقعہ ہے۔ ان کا محاصرہ ۲۳ روز قعدہ کو شروع ہوا تھا۔

قرح۔ آیت فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام کی تفسیر میں مذکور ہے۔ قرح دراصل اس قوس کا نام ہے جو بارش کے بعد یا خفا کے مرطوب ہونے کی وجہ سے رنگا رنگ خطوط سے مرکب نظر آتی ہے۔ مزدلفہ میں ایک پہاڑ کا نام قرح اس لیے رکھا گیا کہ کسی زمانے میں لوگوں کو اس پر سے یہ قوس قرح نظر آتی تھی وعن جبیر بن الخیرث قال رأیت ابا بکر الصديق رضي الله عنه على قرح وهو يقول ايها الناس اصبحوا ثم دفع واني لا أنظر الى نخذه وقد انكشف ما يحضر بعيرة بھجنه۔ اعلام الساجدين سے کہ مزدلفہ کے پار نام میں مزدلفہ و قرح و مشعر حرام۔ قال البيضاوی فی تفسیر المشعر الحرام (هو) جبل يقف عليه الامام و يسهى قرحاً۔

الكوفة۔ شرح تسمیہ کی ابتداء میں مذکور ہے اس کے علاوہ مکرر الذکر ہے۔ کوفہ ارض بابل یعنی عراق میں مشہور شہر ہے۔ بصرہ کی طرح کوفہ کی تعمیر بھی حکم عمر رضی اللہ عنہ ہوئی۔ تعمیر شامہ کو ہوئی و قبل سلسلہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء وغیرہ فوج اسلام کی بیماری کی اطلاع دی جو ادھر ادھر بستے تھے فکتب عمر رضي الله عنه اليه ان العرب لا يصلحها من البلدان الا ما أصله الشاة والبعر فلا تجعل بيني وبينهم بحراً و عليك بالرفيف۔

پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کئی لوگوں کے مشورہ سے کوفہ کی موجودہ جگہ کو شہر بنانے کے لیے منتخب کیا۔ اس جگہ کا نام سورستان تھا۔ وسط میں جامع مسجد بنائی جس میں چالیس ہزار انسانوں کی گنجائش تھی۔ اولاً جھونپڑیوں اور چھتروں کی آبادی تھی۔ افواج اسلام کی چھاؤنی تھی۔

کوفہ کی وجہ تسمیہ میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) سمیت بذلک لاجتماع الناس بها من قولهم قد تكوف الزمل ای اجتماع و سرب بعضہ بعضاً۔ (۲) قيل أخذت من الكوفان يقال هم في كوفان ای في بلاد و شمر۔ (۳) او سمیت بذلک لانها قطعة من البلاد من قول العرب قد أعطيت فلا تكييفاً ای قطعاً ثم انقلبت الياء في الكوفة واذا الانضمام ما قبلها۔

(۴) قال قطرب سميت بموضعها من الارض وذلك ان كل رملة يُخاطها حصباء تُسمى كوفَةً۔ (۵) اولاً جبل سائید ما يحيط بها كالكفاف عليها (۶) قال ابن الكلبي سميت بجبل صغير في وسطها اسم كوفان۔ (۷) وقال ابن القاسم سميت الكوفة لاستلاد رثها أخذاً من قول العرب آيت كوفاناً و كوفاناً للرؤيلة المستديرة۔

اہالی کوفہ و بصرہ میں و اما مغاخرہ و مناضلہ ہوتا رہتا تھا۔ بعض بصرہ کو او بعض کوفہ کو ترجیح دیتے تھے

خلیفہ عبد الملک بن مروان کے پاس ایک مرتبہ اشرف جمع تھے تو دونوں شہروں کا ذکر آیا۔ محمد بن عمیر نے کوفہ کی طرح میں کہا الکوفة سفلت عن الشام ووبائها و اسرقعت عن البصرة وحرها ففی برية مريضة مریعة اذا اتتنا الشمال ذهبَت مسيرة شهر علی مثل مرضاض الكوفة و اذا هبت للجنوب جاءتنا سحر السواد ووردة وياسمينه و اترجها ماؤنا عذب و عيشنا خصب فقال فی جوابه عبد الملک: لا الهة نحن والله اوسعهم برية واعد منهم فی السرية واکثر منهم ذرية و اعظم منهم نفرا ولا يخرج من عندنا الا سائق او قاتل۔

فقال للحجاج ان لی بالبلدین خبرا فقال هات۔ فقال اما البصرة فبحسب شطاء بخراء ذفراء او تبیت من کل حلی واما الکوفة فیکو عا طلع عطاء لاحت لها ولا زينة۔

فقال عبد الملک ما امرک الا قد فضلت الکوفة۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الکوفة کثر لایمان و حجة الاسلام و سیف اللہ و سرحه یضعه حیث شاء و الذی نفسی بیده لیصورن للہ باهلها فی شرق الارض و غيرها کما انتصر بالبحار سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اهل الکوفة اهل اللہ و هی قبة الاسلام یحیی الیها کل مؤمن۔ کذا فی المعجم ج ۴ ص ۲۹۳۔

مسجد کوفہ کے بہت سے فضائل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں دو رکعت کا ثواب دس رکعات کے برابر ہے۔ اور ایک حصہ اس کا وہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے و فار التثود۔ نیز اس کے پانچویں ستون کے قریب ابراہیم علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے۔ لیکن یہ اثر و حدیث ضعیف یا موضوع ہے۔

سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خذوا المنايا عن اهل مكة وخذوا القرارة عن اهل المدينة وخذوا الحلال والحرام عن اهل الکوفة۔ کوفہ کے کچھ احوال بصرہ کے احوال میں ملاحظہ کریں۔
قائدہ۔ نجات و علماء عربیت کے نزدیک یہ مقولہ مشہور ہے سرت من البصرة الى الکوفة اس مقولہ کی وجہ استعمال دوہرہ تقدیم ذکر بصرہ و تاخر ذکر کوفہ میں بہت سے حقائق و لطائف ہیں جن کا ذکر میں اپنی کتاب بغیة الکامل شرح محصول و حاصل للجامی میں کر چکا ہوں۔ فرابعها ترى لطائف خلعت عنها الاسفار۔

بحرمان۔ وقلنا یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة کی شرح میں مذکور ہے۔ بحرمان اقلیم رابع میں ایک مشہور مملکت کا نام ہے۔ یہ فارس و مکران و بختان و خراسان کے مابین ہے۔ بحرمان کے مشرق میں مکران ہے اور مغرب میں ارض فارس اور شمال میں خراسان اور جنوب میں بحر فارس ہے۔ اس میں باغات بہت ہیں کھجوریں اور دیگر درخت اس میں کثرت سے ہیں نہایت سرسبز و شاداب خطہ ہے یہ نہروں کی

سرزمین ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس علاقے کو فتح کیا گیا۔ عثمان بن العاص کو جو بحرین کے گورنر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحران فتح کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عثمان بن العاص مسند پار کرتے ہوئے ارض فارس میں پہنچے اور بڑی سخت جنگ کے بعد اس کے بادشاہ کو قتل کر دیا اور کچھ علاقہ فتح کر لیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن عامر کو امیر بنا کر فارس بھیجا۔ ابن عامر نے مجاشع بن مسعود سلمی کو یزدجرد شہنشاہ فارس کے نقاب میں بھیجا۔ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں یزدجرد قتل کیا گیا۔

کعبۃ اللہ بیت اللہ شریف کا نام کعبۃ اللہ بھی ہے اور بغیر اضافت کے الکعبہ بھی کہتے ہیں۔ کعبۃ اللہ مسلمانوں کا اور انبیاء علیہم السلام کا قبلہ صلاۃ ہے اور عظیم شرف ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی برکات کا مرکز اور انوار رحمانیہ کا منبع ہے۔ روئے زمین پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جو گھر بنایا گیا وہ کعبۃ اللہ ہے۔

اور یہی کعبۃ اللہ زمین کا وہ پہلا خطہ ہے جو آفرینش ارض کے وقت پانی پر خشک ٹیلے کی صورت میں ظاہر ہوا تھا اور پھر ہمیں سے اللہ تعالیٰ نے چاروں طرف خشک زمین پھیلا دی۔ قرآن مجید میں ہے ان اول بیت وضع للناس للذي ببكة مبارک وهدى للعالمين۔ بیت اللہ شریف کے لا محذور فضائل و برکات میں سے چند فضائل ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں۔

اول یہ فضیلت جس کا بیان ابھی ہوا اور جس کی طرف آیت مذکورہ میں اشارہ ہے قال کعب الاحبار کانت الکعبۃ غنائاً علی الماء قبل ان یخلق اللہ السموات والارض باسبعین سنۃً ومنہا دجیت الارض وعن مجاہد یقول خلق اللہ عز وجلّ هذا البیت قبل ان یخلق شیئاً من الارضین وعز عطاء عن ابن عباس انہ قال لما کان العرش علی الماء قبل ان یخلق اللہ السموات والارض بعث اللہ تعالیٰ سراجاً هکافاً فصققت الماء فابرزت عز خشفة (الخشفة بجارة تنبت فی الارض نباتاً) فی موضع هذا البیت کانها قبۃ فدا اللہ الارضین من تحتها فمادت ثم مادّت فادّھا اللہ تعالیٰ بالجبال فکان اول جبل وُضع فیہا البوقیس فلذلک سمیت مکة أمّ القرى۔ وعن مجاہد قال لقد خلق اللہ عز وجلّ موضع هذا البیت قبل ان یخلق شیئاً من الارض بالفی سنۃ وانّ قوامه لفی الارض السابعة السفلی۔ ذکر هذا الاثر باسنادھا ابو الولید الاذرقی فی اخبار مکة۔

ثانی احادیث میں ہے کہ بیت اللہ کی سمت اور سیدہ پر ساتوں آسمانوں میں اور ساتوں زمینوں میں اسی طرح کعبۃ اللہ و بیت اللہ ہے اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے اور ہر زمین کے باشندے اپنے اپنے کعبہ کی زیارت کے لیے آکر اس کا طواف کرتے ہیں۔ فعن لیث بن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذا البیت خامس خمسة عشر بیتاً سبعة منها فی السماء الی العرش وسبعة منها الی تخوم الارض السفلی

لکل بیت منها حر مکرم هذا البيت۔ ذکرۃ الازرقی۔ آسانوں میں موجود کعبہ کا نام بیت معمور ہے بعض روایات میں ہے کہ اس کا نام خراج ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ بیت معمور سمار سادہ میں ہے۔

ابن کلبی روایت کرتے ہیں ان بیٹائی السماء يقال له خراج بحیال الکعبۃ یدخله کل یوم سبعون الف ملک من الملائکۃ ما دخلوا قط قبلها۔ مجاہد کی روایت ہے کہ زمین میں پہلے اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کو بنایا اور کعبۃ اللہ اول اول ایک محجوف سرخ جنتی یا قوت تھا اس کا ایک دروازہ شرقی اور ایک غربی تھا۔ طوفان نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسے اوپر آسمان کی طرف اٹھایا اور حجر اسود کو جبل ابوتیس میں بطور امانت رکھا۔ خرمی ابن جریر کان بمکۃ البيت المعوی فرفع زمان الغرق فهو فی السماء۔

طوفان نوح علیہ السلام کے بعد بیت اللہ شریف کی جگہ پر کوئی عمارت نہ تھی بس ایک سرخ ٹیلے کی مانند یہ جگہ نظر آتی تھی تا آنکہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ آیا اور انہوں نے جگہ خدایہاں پر کعبۃ اللہ کی عمارت قائم کی۔ کچھ اہل الذکر فی القرآن قال اللہ تعالیٰ واذ یرفع ابراہیم القواعد من البيت واسمعیل اور پھر آج تک وہ آباد چلا آ رہا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تھی بعد شیش ابن آدم نے تعمیر کی کما ساقی بیانہ۔

ثالث کعبۃ اللہ اسلام سے قبل ہر زمانے میں معتم و محترم رہا ہے اور بڑے بڑے بادشاہ اس کی زیارت کے لیے آتے تھے اور بہت سے ہدایا اور اموال بھیجتے تھے۔ ملوک فارس کسری وغیرہ بھی اموال و نذرانے بھیجتے تھے۔ چنانچہ غزالی کا قصہ مشہور ہے وہ یہ کہ عبدالمطلب نے زمزم کی کھدائی میں سونے کے دو بڑے قیمتی غزال پائے تھے یہ دو بڑی مورتیاں تھیں سونے کی ہرن کی صورت میں جو بعض سلاطین نے بطور نذرانہ بیت اللہ شریف کو بھیجی تھیں۔

اسی طرح بیت اللہ شریف کے اندر بہت گہرا کنواں تھا جس میں وہ نذرانے ڈالے جاتے تھے جو مختلف امراء و سلاطین بھیجتے تھے۔ اور وہ کنواں اب بھی سونے اور بیش بہا موتیوں سے پُر ہے جس کا منہ بند کیا گیا ہے۔ تراجم مؤرخین و دیگر علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے اندر اس کنویں میں اب بھی اتنی عظیم دولت ہے جو شمار سے باہر ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس دولت کا پتہ تھا لیکن اسے آپ نے ہاتھ نہیں لگایا شاید مقصد یہ تھا کہ بیت اللہ شریف کو روحانی و باطنی برکات کے ساتھ ساتھ دنیاوی عظمت و بلندی بھی حاصل رہے۔

بعض کتب تاریخ میں لکھا ہے وقد وجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح مکۃ فی الحبۃ الذی کان فیہ سبعین الف اوقیۃ من الذہب مما کان الملوک یمدون للبيت فیہا الف الف دینار

مہرتین بماتنی قطار زنا۔ وقال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، یا رسول اللہ! لو استعنت بهذا المال علی حریک فلم یفعل ثم ذکر لابی بکر فلم یحرکہ۔ قالہ الانزرقی۔ وفي البخاری بسندہ الی وائل قال جلست الی شیبۃ بن عثمان وقال جلس الی عمر بن الخطاب فقال هممت ان لا ادع فیہا صفرہ ولا بیضاء لا فتنہا بین المسلمین قلت ما انت بفاعل قال ولم؟ قلت لم یفعلہ صاحبک فقال ہما اللذان یقتدی بہما وخرجه ابو داؤد وابن ماجہ۔

بعض کتب تاریخ میں ہے مثل تاریخ ابن خلدون وغیرہ کہ ۱۹۹ھ میں وہ مال حسن بن حسین بن علی بن علی زین العابدین نے نکال لیا۔ قال واقام ذلک المال الی ان کان فتنة الافطس وهو الحسن بن الحسين ابن علی بن علی زین العابدین سنة تسع وتسعين ومائة حين غلب علی مكة عند الکعبة فاحذ ما فی خزائنها وقال ما نضع الکعبة بهذا المال موضوعا فیہا لا ینتفع بها نحن احق به نستعین به علی حربنا وخرجه وتصرف فیہ وبطلت الذخيرة من الکعبة من یومئذ۔ کذا فی تاریخ ابن خلدون وغیرہ۔ خامش۔ بیت اللہ شریف جس طرح بہارا اور بہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قبلہ ہے اسی طرح کل انبیاء علیہم السلام کا قبلہ بھی یہی تھا مگر بنی اسرائیل کچھ نبض دیگر مؤمنین کے نزدیک انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ چنانچہ تحویل قبلہ کے بعد یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے و قالوا یا محمد ما ولاک عن قبلتک التوکلنت علیہا وانت تزعم انک علی ملۃ ابراهیم ودينہ وفي سرائیۃ انہم قالوا المسلمین ما صر فکم عن قبلۃ موسیٰ ويعقوب وقبلۃ الانبیاء۔

یہود کا یہ قول ان کے اس عقیدے پر مبنی ہے کہ بیت المقدس تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ تھا۔ بعض دیگر آثار بھی اس کے موافق ملتے ہیں فردی عن الزہری انہ قال لم یبعث اللہ منذ ہبط آدم علیہ السلام الی الارض نبیا الا جعل قبلتہ صخرۃ بیت المقدس۔ بنا بریں قول بہارے نبی علیہ السلام کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ آپ کا قبلہ کعبۃ اللہ بنایا گیا اور بیت المقدس کے قبلہ ہونے میں بھی آپ دیگر انبیاء علیہم السلام کے کچھ مدت تک شریک ہے۔

لیکن محقق و صحیح قول یہ ہے کہ کعبۃ اللہ تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا۔ فعن ابی العالیۃ کانت الکعبۃ قبلۃ الانبیاء وكان موسیٰ علیہ السلام یصلی الی صخرۃ بیت المقدس وہی بینہ و بین الکعبۃ۔

و ذکر بعض العلماء ان ذلک مما کتمہ الیہود لات الیہود لم یجد کون الصخرۃ قبلۃ فی التورۃ وانما کان ثابت السکینۃ علی الصخرۃ فلما غضب اللہ علی بنی اسرائیل رفعہ وصلو الی الصخرۃ بمشاوۃ منہم وادعوا نہا قبلۃ الانبیاء۔

ناہر میں قول ثانی امام زہریؒ کے قول کی تاویل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا قبلہ کعبۃ اللہ تھا۔ البتہ وہ کعبۃ اللہ کی جانب صحرہ بیت المقدس رکھتے تھے اس طرح وہ صحرہ اور کعبۃ اللہ دونوں کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ کذا فی انسان العیون للعلامة علی الجلی ج ۲ ص ۱۳۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تھوہیل قبلہ پہلا نسخہ جو قرآن مجید میں واقع ہوا۔

اس قول ثانی کی تائید محمد بن کعب کے قول سے بھی ہوتی ہے فعن محمد بن کعب القرظی قال ما خالف نبی نبیاً قط فی قبلۃ الا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استقبل بیت المقدس ای فہو مخالف لغيرہ من الانبیاء فی ذلک وهذا موافق لما تقدم عن ابی العالیہ۔

سادس کعبۃ اللہ کو یہ شرف اور عظیم مقام اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے بخشا تھا اور اللہ تعالیٰ مختارِ کل ہیں وہ اپنی رحمت اور فضل جس خطے کو دینا چاہے یہ اس کی مرضی ہے لا یُسئل عما یفعل وہم یسئلون نیز بیت اللہ شریف کا یہ شرف کسی ستارے کی سعادت یا اس کی سرپرستی کا مرہون نہیں ہے ستارے بیت اللہ شریف کے محتاج ہو سکتے ہیں لیکن بیت اللہ گردشِ کوکب کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام زمین و آسمان اپنی بقا میں بیت اللہ شریف کی بقا سے موقوف ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بیت اللہ شریف کی عزت انسانوں کے دلوں میں باقی نہ رہے اور اس کے زائرین و حجاج ختم ہو جائیں یا ان میں بہت کمی آجائے تو اللہ تعالیٰ قیامت برپا کر دیں گے اور یہ سارا عالم نیست و نابود ہو جائے گا۔ چنانچہ قیامت سے کچھ قبل ذوالسویقتین من الحبشہ ایک شخص حبش کی فوج لے کر خانہ کعبہ کو گرا دے گا اور یہ علامتِ قیامت میں سے ایک علامت ہے۔

بعض متبحرین کہتے ہیں کہ بیت اللہ شریف اس لیے معظم و محترم ہے کہ یہ بیتِ زحل ہے اور زحل سیارہ ہی اس کا سرپرست ہے۔

لیکن منجمن کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اولاً تو اس لیے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ بیت اللہ شریف کا شرف کسی کوکب کی سرپرستی کا مرہون منت نہیں ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ منجمن کا اتفاق ہے کہ کوکبِ زحل بد بخت و منحوس ہے اور اس کی نحوست ضرب المثل ہے یقال اشئم من زحل و انفس من زحل۔

مسعودی اپنی کتاب مروج الذهب ج ۱ ص ۳۷۳ پر ان منجمن کا کلام نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں قد ذهب قوم الی ان البیت الحرام علی مرادہو معظم فی سائر الاعصار لانه بیت زحل وان زحل قوی لاد ولان زحل من شانہ البقاء والثبوت فاما کان لزحل فغیر زائل ولا دائر و عن التعظیم غیبا ممل انتہی۔

شایع۔ روایات میں ہے کہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی پانی پر گھومتے گھومتے حرم مکہ میں داخل ہوئی اور کھڑکی سے بیت اللہ شریف کا حکم خدا طواف کیا اور پورے سات چکر لگائے۔ یہ کشتی والوں کی خوش نصیبی اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ انھیں ارض امن اطمینان میں پہنچا کر طواف بیت اللہ شریف نصیب فرمایا۔ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ کشتی چالیس دن تک مسلسل بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ کذا فی تاریخ مکہ لازرق ج ۱ ص ۱۷۔

ثامن قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمائی۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کے پہلے معمار نہیں ہیں بلکہ وہ بیت اللہ شریف کے قواعد اور بنیادوں کو جو پہلے سے موجود تھیں بلند کرنے والے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ واذ یرفع ابراہیم القواعد من البیت واسمعیل۔

علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر کئی بار ہوئی ہے۔ جمہور علماء و مؤرخین لکھتے ہیں کہ دس مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی تعمیر گیارہ بار ہوئی ہے۔ آگے ان کی کچھ تفصیل ہم ذکر کر رہے ہیں :-

اول بناہ ملائکہ۔ بعض روایات میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آسمان میں بیت المعمور پیدا کرنے کے بعد زمین میں کعبۃ اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اثر علی بن حسین کی عبارت یہ ہے ثم ان اللہ تعالیٰ بعث ملائکۃ فقال لهم ابنوی بیئانی الارض بمثاله وقدہ ای مثال البیت المعمور فامر اللہ من فی الارض من خلقہ ان یطوفوا بهذا البیت۔ حلبی ج ۱ ص ۱۳۸۔

ثوم بناہ آدم علیہ السلام۔ بناہ آدم من خمسة اجبل من حرہ وطلہ سیناء وطلہ زیتا والجدی ولبنان کذا فی الاثر فی تری البیہقی فی دلائل النبوة عن عبد اللہ بن عمر فروغاً بعث اللہ جبریل الی آدم وحقاً امر فامرہما ببناء الکعبۃ فبناءہ آدم ثم امرہ بالطواف بہ وقیل لہ امت اول الناس وھذا اول بیت وضع للناس۔ سوم بناہ شیث بن آدم علیہما السلام۔ شیث علیہ السلام نبی تھے اور آدم علیہ السلام کے جانشین تھے۔

چہارم بناہ ابراہیم علیہ السلام فی الرض الانف ج ۱ ص ۱۲۹ فی آثارہ مدیۃ ان ابراہیم بناہ من خمسة اجبل وان الملائکۃ کانت تأتیہ بالحجارة منها وھی طولہ سیناء وطلہ زیتا اللذین بالشام والجدی ولبنان حرہ وھما فی الحرم فشاکل ذلک معناھا اذھی قبلۃ للصلوات الخمس وعمود الاسلام وقد بنی ای الاسلام علی خمس اہ۔ وفی تاریخ مکتبہ ج ۱ ص ۱۲۹ فبناءہ من خمسة اجبل من حرہ وثلثہ ولبنان والطلہ والجبل الاحمر۔ اہ۔

ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا دروازہ کو بند کرنے کے لیے کوڑھیں بنائے تھے۔ سب سے پہلے شیخ یعنی اسعد حمیری نے دروازہ کے طاق اور پٹ بنوا کر قفل یعنی تالا لگا دیا تھا۔ نیز ابراہیم علیہ السلام نے اسے مسقف بھی نہیں کیا تھا بلکہ چھت کے بغیر صرف اونچی چار دیواری بنادی تھی۔ قال الانصاری فی تاریخ مکہ: حجۃ امسک ولم یکن ابراہیم سقف الکعبۃ ولا بناہا بعد واما سرخہا سرخہا اہ۔ وکذا فی اعلام الساجد ص ۲۔

ابراہیم علیہ السلام نے حجر اسود کے مقام تک دیوار اونچی کر لی تو اسمعیل علیہ السلام سے فرمایا اسمعیل ابغی حجراً أصعبہ ہننا یكون للناس علماً یتدثرون منه الطواف ذنہب اسمعیل یطلب لہ حجراً ورجع وقد جاءہ جبریل بالحجر الاسود وكان اللہ عز وجل استوحى الرکن اباقیس حیث غرق اللہ الارض زمن نوح علیہ السلام وقال اذا رأیت خلیلی بینی بیتی فأخرجہ لہ فجاءہ اسمعیل فقال لہ یا ابلہ من ابن لک هذا؟ قال جاءنی بہ من لم یحکم فی الحجرتک جاء بہ جبریل فوضع جبریل الحجر فکانہ وهو حیث تثنی تلاتاً ثلاثاً من شدۃ بیاضہ فضاء نورة شرقا وغربا ویمنا وشاماً فکان نورة یضئ الی منتہی انصاب الحرم من کل ناحیۃ من نواحی الحرم۔

وعن الشیخ لما أمر ابراہیم علیہ السلام ان یبنی البیت وانتهی الی موضع الحجر قال لاسمعیل ائتنی بحجر لیکون علماً للناس یتدثرون منه الطواف فأتاہ بحجر فلم یرضہ فأتی ابراہیم بهذا الحجر۔ وعن عبد اللہ ابن عمر ان جبریل ہوالذی نزل علیہ بالحجر من الجنة وانه وضعہ حیث رأیتہ وانکم لن ترالواجب وما دام بین ظہر انکم فمستکوا بہ ما استطعتم فانه یوشک ان یحیی فیرجع بہ من حیث جاء بہ۔

وعن ابی قلابۃ قال اللہ عز وجل یا آدم انی مہبط معک بیتی یطاف حولہ کما یطاف حول عرشی ویصلی عندہ کما یصلی عند عرشی فلم یزل کذلک حتی کان زمن الطوفان فرفع حتی بقوا لابرہیم مکانہ فبناہ من خمسۃ اجبل حراء وثییر ولبنان والطور والجبل الاحمر وعن قتادۃ قال ذکر لنا انہ بناہ من خمسۃ اجبل من طور سیناء وطور زیتا ولبنان والحجودی وصراء و ذکر لنا ان قواعد من حراء۔

کعبۃ اللہ مربع نہیں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بھی مربع نہیں بنایا تھا بلکہ قدم میں کعب یعنی پاؤں میں ٹخنے کی مانند اس کی شکل تھی۔ قال ابن اسحاق فلذلک سُمیت الکعبۃ لانہا علی خلقۃ الکعب قال وکذلک بنی اساس آدم علیہ السلام اہ۔ کعب کا معنی لغۃً بلندی بھی ہے۔ تو بیت اللہ کی شان و مرتبہ چونکہ بہت بلند ہے اسی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔ یا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ مقام آفرینش ارض کے وقت پانی سے بلند تھا اور جبلے یا ٹیلے کی طرح اونچا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلانا چاہا تو اسی مقام سے چاروں طرف خشکی پھیلادی۔ اسی بلندی کی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔

وفی انسان العیون جہ امۃ جعل ابراہیم اس ارتفاع البیت تسعة اذرع قیل وعرضہ ثلاثین ذراعاً قال البعض وهو خلاف المعروف ولم یجعل له سقفاً ولا بناءً بعداً وانما رصده رصاً وجعل له باباً ای منفذاً لا صقاً بالارض غیر مرتفع عنہا ولم ینصب علیہ باباً یقفل وانما جعلہ تبع المحمیری بعد ذلك و حفرة له بئرآد اخله عند بابه علی یمین الداخل منه یلقی فیہا ما یمدی الیہ وكان یقال لها خزنة الکعبة۔

یہ منجم بناء عالمقہ۔ بعض آثار و کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہرم سے قبل ایک قوم یعنی عالمقہ مکہ مکرمہ میں آباد تھی اور بیت اللہ شریف کی متولی تھی۔ پھر معاصی کی کثرت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کر کے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور یہی اللہ تعالیٰ کا قانون رہا۔

آج جو لوگ حرمین میں مقیم ہیں انہیں چاہیے کہ بیت اللہ شریف کی تعظیم کھویں اور زائرین و حجاج کی عزت و خدمت کھویں ورنہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ان پر بھی جاری ہو سکتا ہے۔

عن ابن خيثم قال كان بمكة حتى يقال لهم العالقي فاحد ثوا فيها احد ثا فجعل الله يقرهم بالغيث ويسوقهم بالسنة الحلقط يضع الغيث امامهم فيذهبون ليرجعوا فلا يجدون شيئاً فيتبعون الغيث حتى الحقم بمسقط رؤس اباؤهم وكانوا من حمير اى اهل اليمن ثم بعث الله عليهم الطوفان قال الراوى فقلت لابن خيثم وما الطوفان؟ قال الموت۔ وعن ابن عباس رضي الله عنهما انما كان بمكة حتى يقال لهم العالقي فكانوا في عزّة وكثرة و ثروة وكانت لهم اموال كثيرة من خيل وابل وما شبيه فلم يزل بهم البغي والاسراف على انفسهم والاحقاد بظلم و اظهار المعاصي ولم يقبلوا ما اوتوا بشكر حتى سلبهم الله تعالى ذلك فنقصهم بحبس المطر عنهم وتسلط الجذب عليهم فكانوا يكرهون بمكة الظل و يبيعون المال فلخرجهم الله من مكة بالذّر سلطه عليهم حتى خرجوا من الحرم وكانوا قاعراً من حمير فابدل الله تعالى الحرم بعدهم بجرهم فكانوا سكانه حتى بغوا فيه واستغفوا بحقه فاهلكهم الله جميعاً۔ قوم عالمقہ کا بیان تفصيلاً اس کتاب میں دوسرے مقام پر مذکور ہے۔ فرابعہ۔

بناء عالمقہ مشکوک ہے۔ کیونکہ اسمعیل علیہ السلام وہاں ہجر کے ساتھ سب سے اول یہاں پر قبیلہ جہرم آباد ہوا۔ اور بنو اسمعیل کے بعد جہرم متولی ہوئے تو جہرم سے قبل عالمقہ کیسے متولی و بانی ہو سکتے ہیں۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ عالمقہ نے بنا۔ جہرم کے بعد بیت اللہ کی تعمیر کی مگر یہ بات بھی مشکل ہے کیونکہ باتفاق اصحاب تاریخ جہرم کے بعد خزاعہ ہی متولی تھے۔ ممکن ہے جواب میں یہ کہا جائے کہ عالمقہ جہرم کے ساتھ مکہ میں آباد ہوئے اور وہ اہل تروت تھے تو عالمقہ نے تولیت جہرم کے زمانے میں تعمیر بیت اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہوگا۔ پھر جہرم کے زمانے میں دوبارہ بیت اللہ کی تعمیر کی ضرورت کسی حادثہ کی وجہ سے درپیش ہوئی ہوگی۔ اس تعمیر

ثانی میں صرف جرہم نے حصہ لیا ہوگا۔ اسی طرح اول تعمیر عمارت کے طرف اور ثانی تعمیر جرہم کی طرف منسوب ہوئی۔
راجع تاریخ مکہ۔ للفاسی والمقرنی والسیرة الحلبیة ج ۱ ص ۱۶۲۔

ہشتم بنا جرہم۔ بیت اللہ شریف کی تولیت قوم عمالیق کے بعد احمایل یا نابت بن اسمعیل علیہ السلام کے بعد (مما قالوا) قبیلہ جرہم کے قبضہ میں آئی ان کی ولایت کے زمانے میں سیلاب آجانے سے خانہ کعبہ گر گیا تو انہوں نے تعمیر ابراہیمی کی مانند اس کی تعمیر کی۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ انہوں نے اور عمالیق نے بیت اللہ شریف کی چھت کے بغیر صرف چار دیواری بنا دی جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اس کی عمارت پر رحمت نہیں ڈالی تھی۔ سب سے پہلے بیت اللہ شریف پر چھت تعمیر قریشی میں ڈالی گئی۔

ہفتم بنا قصی بن کلاب۔ قصی نبی علیہ السلام کے اجداد کے سلسلے میں واقع ہے۔ نسب نبی علیہ السلام کا سلسلہ یہ ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب۔

ہشتم بنا قریش۔ قریشی تعمیر میں نبی علیہ السلام نے بھی حصہ لیا تھا۔ یہ نبوت و بعثت سے قبل کا قصہ ہے۔ قریش کے زمانے میں دو حادثے پیش آئے۔ اول یہ کہ ایک عورت کے ہاتھ بیت اللہ شریف مل گیا۔ وہ عورت بیت اللہ شریف کو خود کی خوشبو پہنانے کی خاطر عود کا دھواں قریب کرنے لگی جس سے اس کو آگ لگی۔ آگ سے بیت اللہ شریف کی دیواریں محزور ہو گئیں۔

دوم یہ کہ آتش زدگی کے اس حادثہ کے بعد سیلاب سے اس کی دیواروں میں شکاف پڑ گئے اور بہت نقصان ہوا اور خطرہ پیدا ہوا کہ اس کی عمارت گر جائے گی۔ چنانچہ قریش نے از سر نو تعمیر کا پختہ ارادہ کر لیا اور چند جمع کیا گیا۔

اسی دوران جدہ کے قریب بندر گاہ میں ایک جہاز خراب ہو گیا۔ قریش نے جہاز والوں سے اُس جہاز کی لکڑی تعمیر بیت اللہ کے لیے خرید لی۔ جہاز والوں میں ایک ماہر تجارت تھا اس سے بات کی گئی تو وہ بیت اللہ شریف کی تعمیر میں حصہ لینے پر آمادہ ہو گیا۔ اس ماہر کا نام باقوم رومی تھا وہاں سرد میاں دکان فی سفینۃ حبستہا الریح فخرت الیہا قریش فاخذوا خشبہا وقالوا لہ ابنہا علی بنیان الکناکس وان باقوم الریم اسلم بعد ذلک ثم مات فلم یجد وارثا فذبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم میراثہ لسهیل بن عمرو۔ کذا فی الاصابۃ وغیرہا۔ وقال ابن اسحق دکان بمکۃ قطبی یعرف بنجر الخشب وتوسیتہ فوافقہم علی ان یعمل لہم سقف البیت ویساعدا باقوم الریم اذ قال قطبی هو مولی سعاد بن العاص۔

اس کے بعد ایک اور مشکل درپیش ہوئی وہ یہ کہ بیت اللہ شریف میں پانچ سو سال سے ایک اژدہا نے ڈیرہ بھایا ہوا تھا۔ وہ اژدہا کسی کو قریب آنے نہیں دیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ قبیلہ جرہم کے زمانے میں بیت اللہ شریف کے خزانے سے لوگ مال چرائے جاتے تھے تو غیب سے یہ اژدہا آیا اور خزانے کے قریب رہنے لگا۔

وہ اژدہا خزانے کے قریب ہر آنے والے چور پر حملہ آور ہوتا تھا۔ دیگر زائرس کو کچھ نہیں کتا تھا بلکہ ان سے مانوس تھا۔ اس کا سر بکری کے سر کے برابر تھا۔ اسی طرح اس سانپ نے تقریباً ۵۰۰ سال تک حفاظت بیت اللہ کی۔ اب جب قریش نے دیواروں کو اصلاح و تعمیر کی نیت سے گھرانا چاہا تو سانپ نے مقابلہ کیا اس وجہ سے تعمیر کا کام رک گیا۔

اللہ تعالیٰ نے غیب سے عقاب کی شکل کا ایک بہت بڑا پرندہ بھیجا وہ اس اژدہا پر چھپتا اور اسے اٹھا کر اجیاد میں اور بقول بعض جحون میں پھینک دیا اور پھر وہ سانپ زمین میں غائب ہو گیا۔ پتہ نہیں چلا کہ کبھر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہی سانپ وہ دابۃ الارض ہے جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔ دابۃ کی شکل میں لیکن صحیح احادیث میں یہ ثابت نہیں کہ واقعی یہی سانپ دابۃ الارض ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قریش نے حلال چندہ جمع کھانے کا اہتمام کیا تھا۔ اب قریش کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ بیت اللہ شریف کی دیوار گرنے سے کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا ہمارا ارادہ اصلاح و تعمیر ہے نہ کہ توہین و تحریب اور اللہ تعالیٰ مصلحین پر عذاب نازل نہیں فرماتے۔ پھر وہ تنہا اٹھا اور بیت اللہ کی دیوار پر چڑھتے ہوئے کتا جاتا تھا اللہ لم ترع لانرید الا انحر۔ پھر کفین کی جانب کا کچھ حصہ گرا دیا۔ باقی لوگ دور ہی رہے اور کہا کہ اگر آج رات ولید پر عذاب نازل نہ ہوا تو کل ہم بھی شریک ہوں گے۔ مگر ولید کو کچھ نہ ہوا۔ چنانچہ دوسرے روز سب نے مل کر دیواروں کو گرا کر شروع کر دیا۔ تاکہ زمین کے اندر قواعد نظر آگئے جو اونٹ کے کوبان کے مانند سبز رنگ کے بڑے بڑے حین تھیں ایک دوسرے میں زنجیر کے مانند گھسے ہوئے تھے بعض نے ان تھیلوں میں گدال ڈال کر بلایا تو سارا شہر مکہ ہلنے لگا۔ پھر ان بنیادوں پر انہوں نے عمارت بیت اللہ قائم کی۔

تعمیر کے وقت قریش نے قرعہ اندازی کے ذریعہ بیت اللہ شریف کی دیواروں کو تقسیم کر لیا۔ ہر ایک قبیلہ اپنے حصہ کی دیوار مٹانے میں مصروف ہو گیا۔ تعظیم کعبہ کی خاطر اپنے مونڈھوں پر ہاتھ لاتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام بھی پتھر لانے والوں میں شریک تھے۔ قریش نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈال کر عمارت کی تکمیل کی۔

قریشی تعمیر کے وقت بعض اہم امور درپیش ہوئے۔ اول امر یہ ہے کہ قریش میں برہنہ ہونا زیادہ عیب نہ تھا لہذا ان میں سے بعض لوگ اپنی چادر یعنی تہ بند کھول کر کندھے پر ڈال لیتے تاکہ پتھر اٹھانے اور لے جانے میں آسانی ہو۔ چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو بار بار کہا کہ لے بھتیجے آپ بھی ایسا ہی کر لیں، تاکہ آپ کو آسانی ہو۔ ان کے بار بار کہنے پر نبی علیہ السلام نے بھی اپنی چادر یعنی تہ بند کھولنا چاہا تو غیب سے آواز آئی مت کھولنا۔ یہ آواز اتنی رعب والی تھی کہ حضور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہ فرشتے کی آواز تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبوت سے قبل بھی نبی علیہ السلام کو ہر قسم کے عیوب سے محفوظ رکھتے تھے اور آپ کی حفاظت

کے لیے فرشتے مامور تھے۔

امرنانی یہ کہ جب دیوار حجر اسود کے اس مقام تک بلند ہوئی جو روانہ حال میں اس کا محل وقوع ہے تو قبائل قریش میں اس بات پر سخت نزاع پیدا ہوا کہ حجر اسود کو کون اٹھا کر اُس کے مقام پر نصب کرے گا؟ ہر قبیلہ والے کہتے تھے کہ ہم ہی اٹھا کر نصب کریں گے۔ خون ریزی کا خطرہ ہو گیا چار پانچ دن تعمیر بند رہی اور نزاع جاری رہا۔

پھر سب مسجد میں جمع ہوئے ابو امیہ یعنی حذیفہ بن المغیرہ جو ان میں معمر تھا ایہ ام سلمہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا والد ہے) نے کہا کہ نزاع و خون ریزی کے لیے تعمیر نہیں کھنی تھی پھر اس کے مشورہ سے طے پایا ابھی ابھی باب بنو شیبہ جس کا نام اب باب السلام ہے (و فی لفظ اول من یدخل من باب الصفا و هو المقابل لما بین الرکنین الیمانی والاشم) سے جو شخص پہلے داخل ہو وہی اس کا فیصلہ کرے گا اور اسے ہی اختیار ہوگا۔ سب راضی ہو گئے۔

حسن اتفاق سے اول شخص نبی علیہ السلام اس دروازہ سے نمودار ہوئے۔ سب لوگ خوش ہو کر کہنے لگے ہذا الامین رضینا ہذا محمد اور پھر نبی علیہ السلام نے ایسا فیصلہ فرمایا جس سے سب خوش ہو گئے۔ آپ نے اپنی چادر بکھا کر اس پر حجر اسود کو رکھا دکان کساء ابیض من متاع الشام پھر چاروں پارٹیوں جن کے ذمہ بیت اللہ شریف کے چار ارکان میں سے ایک ایک رکن تعمیر کرنا تھا میں سے ایک ایک رئیس کو بلایا ان کے نام یہ ہیں عبیدہ بن ربیعہ - زمعہ - حذیفہ بن المغیرہ اور قیس بن عدی اور ہر ایک کو چادر کا ایک ایک کناؤ پکڑ کر اٹھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب نے مل کر چادر کو اٹھایا پھر نبی علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے چادر پر سے حجر اسود کو اٹھا کر اپنے محل پر رکھ دیا۔ سب نے اس فیصلہ کو سراہا اور خوش ہوئے۔ ازرقی کی روایت میں زمعہ کی بجائے ابو زمعہ بن الاسود کا اور قیس کی بجائے العاص بن وائل کا نام مذکور ہے۔ تاریخ ازرقی ج ۱ ص ۱۰۳۔

امر ثالث۔ قریش کو قواعد بیت اللہ کی کھدائی میں بعض پتھروں پر منقوش و کندہ چند خطوط ملے۔ رکن کے پاس سریانی لغت میں یہ مکتوب تھا۔ انا اللہ ذو بکۃ خلقنا یدم خلقت السموات والارض و صوّرت الشمس والقمر وحففتها بسبعة أملاک حنفاء کأمرزل أخشباہا رای جلاہا و ما ابی قیس و هو جبل مشرف علی الصفا و قیقعان و هو جبل مشرف علی مکۃ و جہۃ الی ابی قیس) یبارک لاهلہا و لوالدہا و للبن۔

مقام ابراہیمی کے پاس یہ عبارت کندہ ملی مکۃ بلد اللہ الحرام یا زیہا رنقہا من ثلاث سبل۔ ایک جگہ پر یہ نوشتہ حروف میں یزرع خیرا یحصد غبطۃ و من یزرع شرا یحصد ندامۃ تعلمون السیتا

وتحزون الحسنات؟ اجل كما يجنى من الشوك العنب۔

ایک پتھر پر یہ تین سطریں مکتوب تھیں۔ انا الاول۔ انا اللہ ذوبکۃ صنعتها یوم صنعت الشمس والقمر الى اخر ما تقدم ذكره وفي الثاني انا اللہ ذوبکۃ خلقت الرحم وشققت لها اسمًا من اسمی فمن وصلها وصلته ومن قطعها قطعته وفي الثالث انا اللہ ذوبکۃ خلقت الخیر والشر فطوبی لمن کان الخیر علی یدیه ویل لمن کان الشر علی یدیه۔

ایک اور پتھر پر یہ کتبہ تھا انا اللہ ذوبکۃ مفقر الزناة ومُعري تارك الصلاة اُرخصها والاقوات فارغتها وأغلبها والاقوات ملائمة۔ وفي الاصلية عن الاسود بن عبد يغوث عن ابيہ انہم وجدوا کتابًا باسفل المقام فدعت قریش رجلاً من حمیر فقال ان فیہ لحرفا لو حدثتکموه لقتلتمونی قال وطنننا ان فیہ ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فکتمناه۔

بنو قریش کی چند خصوصیات یہ ہیں۔

اول، انہوں نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈالی۔ اس سے قبل اس کی چھت نہیں تھی صرف چار دیواری تھی اور ان دیواروں پر وہ غلاف چڑھاتے تھے۔ قریش نے چھت چھتے ستونوں پر قائم کی تھی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل قصی نے بھی کچی چھت ڈالی تھی واللہ اعلم۔ وفي السيرة للحلبية جازلاً شعبانہ قصی جدہ صلی اللہ علیہ وسلم وسقّفه بخشب الزم وجريد الغل آہ۔

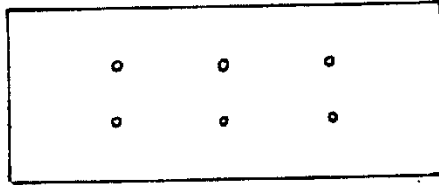
دوم، انہوں نے دروازہ بہت اونچا رکھا تاکہ ان کی اجازت کے بغیر کوئی اس میں داخل نہ ہو اور تاکہ اس میں داخل ہونے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہو اور اس طرح ہر شخص اس میں داخل ہوتے وقت قریش سے بیڑھ مانگے گئے۔ بیڑھ ان کا محتاج رہے۔ حسب تصریح ازرقی چار گز ایک بالشت بلند دیوار سے دروازہ شروع ہوتا ہے۔ فعن ابی جعفر قال کان باب الکعبۃ علی عهد ابراہیم وجہم بالارض حتی بذتھا قریش قال ابوحنيفة بن المغيرة یا معشر قریش ارفعوا باب الکعبۃ حتی لا یدخل علیکم الا من اردتم فان جاء احد من تکرہون سرقتم بہ فیسقط فکان نکالاً لمن راہ ففعلت قریش ذلک آہ۔

سوم۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کے دو دروازے بنائے تھے ایک مشرق کی طرف تھا اور دوسرا مغرب کی طرف۔ ممکن ہے کہ قریش تک اس کے دو دروازے موجود ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان سے قبل جرم وغیرہ میں سے کسی قوم نے اس کا ایک دروازہ بند کر دیا ہو۔ بعض کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ایک ہی دروازہ بنایا تھا۔ بہر حال قریش نے صرف مشرقی دروازہ باقی رکھا۔

قال فی تاریخ مکہ ج۱ مکتبۃ فبنوا حتی رفعوا اربعۃ اذرع وشبرا ثم کبسوها ووضعوها بابہا مرتفعاً

على هذا الذرع ورفعوها بدماء خشب ومد مائة حجارة حتى بلغوا السقف فقال لهم يا قوم الزموا ما تحبون ان تجعلوا سقفها مكبسا ومسطحا؟ فقالوا بل ابن بيت سربنا مسطحا قال فبنوه مسطحا وجعلوا فيه ست دعائم في صقین فی کل صف ثلاث دعائم وجعلوا ارتفاعها من خارجها من الارض الى اعلاها ثمانية عشر ذراعا وكانت قبل ذلك تسعة اذرع وجعلوا ميزابها يسكب في الحجر وجعلوا درجة من خشب في بطنها في الركن الشامي يصعد منها الى ظهرها وجعلوا لها بابا واحدا فان يغلّق ويفتح انتهى بتصرف بيت الله شریف کی صورت ہے حجر کے سوا جو علامہ ازرقی نے ذکر کی ہے۔ یہ مرج ہے اس میں چھ ستونوں کی ہیئت ظاہر کی گئی ہے۔

بيت الله شریف



چہارم۔ قریش کے پاس حلال مال کھ ہونے کی وجہ سے (کما فی الحدیث المرفوع) یا عمارتی لکڑی کا فی ہونے کی وجہ سے (کما فی بعض الآثار وکتب التاريخ) انھوں نے سارے بیت اللہ شریف پر چھت نہیں ڈالی بلکہ کچھ حصہ چھت کے بغیر چھوڑ دیا۔ اس باقی حصہ کے ارد گرد انھوں نے بیت اللہ شریف کی نشان دہی کے لیے صرف چند گز اونچی چار دیواری پر اکتفا کیا جسے حطیم و حجر کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو ایسا ہی منظور تھا۔ حطیم کی برکات سے اب زائرین و حجاج پوری طرح مستفید ہوتے ہیں۔ لہذا اب جس کی یہ خواہش و تمنا ہو کہ بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھے وہ حطیم کے اندر بے تکلف اور بے روک ٹوک نماز پڑھ کر اپنی ایمانی آرزو و حسرت پوری کر سکتا ہے۔ اگر حطیم نہ ہوتا اور بیت اللہ کے سارے حصہ پر چھت ہوتی تو یہ خواہش کس طرح پوری ہوتی۔

پنجم۔ ابراہیم علیہ السلام کی بنا مرع نہیں تھی بلکہ بیت اللہ کعب قدم یعنی ٹخنے کی شکل پر تھا۔ اب بھی حطیم سمیت بیت اللہ شریف مثل کعب ہے۔ عام کمروں کی طرح مرع نہیں۔ اس واسطے بیت اللہ شریف کے صرف دو رکن تھے یعنی یمانیثین۔ ایک رکن میں حجر اسود تھا اور ایک میں آج کل ایک اور پتھر نصب ہے جس کا مس منوں ہے نہ کہ تقبیل۔ قریش نے اس کے چار ارکان بنائے یعنی اس کی شکل مرع رکھی اور ہر مرع کمرے کے چار رکن و کچ بنی ہوتے ہیں۔ کیونکہ حطیم کے علاوہ مستقف بیت اللہ کی شکل مرع بن گئی البتہ حطیم سمیت مرع نہیں، قال فی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۹ ذکر بعضہم انہ کان لبیت اللہ سرکنان وھا الیمانیان ای

لم يجعل له إبراهيم عليه السلام الا الركنتين المذكورتين فجعلت له قریش حین بنته اربعة اركان اه
 هشتم۔ بیت اللہ شریف کے اندر لکڑی کی سیرھی بنائی گئی تاکہ اس کے ذریعہ اندر اندر سے ہی کوئی شخص
 صفائی کے لیے چھت پر چڑھ سکے۔ کما تشری الیہ العباسۃ المتقدمة۔

ہفتم۔ بیت اللہ شریف کی چھت کے پانی کا پڑالا (میزاب) حلیم کی جانب بنایا تاکہ رحمت کا پانی بیت
 اللہ کے اندر ہی گرے۔ اسے میزاب رحمت کہتے ہیں۔ یہ میزاب زائرین کے لیے ایک الگ خصوصی رحمت
 ہے۔ احادیث میں ہے کہ اس کے نیچے دعا قبول ہوتی ہے۔ خصوصاً کسی مظلوم کی ظالم پر دعا اس مقام پر
 بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

ہشتم۔ قریش نے عمارت میں لکڑی کا بہت زیادہ استعمال کیا۔ چنانچہ بیت اللہ شریف کی دیوار
 اس طرح بنائی کہ ایک لائن یعنی صف پتھر کی تھی پھر اس کے اوپر والی دوسری صف لکڑی کی پتھر بھری صف
 پتھر کی۔ دیکھا۔ اسی طرح چھت تک دیوار کھڑی کی گئی۔ شاید مضبوطی اور زینت و آرائش کے خیال سے
 انھوں نے ایسا کیا۔ یہ خشب الساج یعنی ساگوں کی لکڑی تھی جو بہت قیمتی اور خوبصورت ہوتی ہے۔ اور
 اسی لکڑی کی وجہ سے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بیت اللہ شریف جل گیا کیونکہ لکڑی کو آگ
 بہت جلد لگ سکتی ہے۔

نہم بنار عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہادت حسین رضی اللہ عنہ
 کے بعد یزید کی بیعت سے انکار کرتے ہوئے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ یزید نے فوج بھیجی۔ فوج نے جبل ابوقیس
 پر سے منجیق کے ذریعہ آگ کے گولے پھینکے جس سے بیت اللہ شریف جل گیا۔

وذكر في كتاب الشرف ان الله بعث عليهم صاعقة بعد العصف فأحرق المنجيق وأحرق
 تحت ثمانية عشر رجلاً من اهل الشام وبن كرا النصار لما أصابت الكعبة أنت جيث يُسمع انبيها
 كائنه المريض اه اه وهذا من أعلام النبوة فقد جاء انذاره صلى الله عليه وسلم بتحريق الكعبة اه۔
 اسی اشار میں یا اس سے قبل سیلاب سے اور ایک عورت کے تجزیر کرنے یعنی بیت اللہ کو خوشبو کی دھوئی
 دینے کے بعد آگ لگ جانے کی وجہ سے بھی بیت اللہ شریف کو کچھ نقصان پہنچا تھا۔

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی نئی تعمیر کرائی۔ ابن زبیر نے تعمیر ابراہیمی اور نبوی علیہ السلام کی
 خواہش کے مطابق کچھ تبدیلی کر دی وہ یہ کہ دو دروازے شرقی و غربی بنا کر حلیم کو بھی شامل کر کے سب پر
 چھت ڈال دی اور دروازے زمین سے ملا دیے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی علیہ
 السلام نے حجۃ الوداع میں فرمایا تھا کہ اگر آئندہ سال میں زندہ رہا تو بیت اللہ شریف کی ایسی ہی تعمیر کروں گا
 ابن زبیر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی تھی۔

تعمیر کے لیے بیت اللہ کے گمراہے وقت بہت سے اہل مکہ عذاب الہی نازل ہو جانے کے خوف سے مکہ مکرمہ سے نکل گئے وخرج ناس كثير من اهل مكة الى منى ومنهم ابن عباس رضی اللہ عنہما فاقاموا بها ثلاثاً مخافة ان يصيبهم عذاب شديد بسبب هدمها۔ اس احراق سے حجر اسود و نحرے ہو گیا تھا یا دو نحرے ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا تو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چاندی سے اسے مضبوط کر دیا۔ بعد قرامطہ نے اسے نحرے نحرے کر دیا۔ علیہم ما علیہم۔

والقرامطة طائفة ملاحدة ظهروا بالكوفة سنة ۳۰۵۔ يزعمون ان لا غسل من الجنابة وحل الخمر وان لا صوم في السنة الا يومى النيروز والمهرجان ويزيدون في اذانهم وان محمد بن الحنفية رسول الله وان الحج والعمرة الى بيت المقدس وافتتن بهم جماعة من الجبال واهل البراري وقوى شوكتهم حتى انقطع الحج من بغداد بسببهم۔

وكبيرهم ابوسعيد وولده ابوطاهر بنى ابوطاهر داراً بالكوفة وسماها دار الحجرة وكثر فسادہ واستيلاؤه على البلاد وقتله المسلمين وتمكنت هيبتہ من القلوب وكثرت اتباعه وذہب اليه جيش الخليفة المقدس بالله السادس عشر من خلفاء بنى العباس غير مامرة ابوطاهر يزمهم ثم ان المقدس ستر كبا من الحجاج المكة فوافاهم ابوطاهر يوم التروية فقتل الحجيج بالمسجد الحرام وفي جوف الكعبة قتلاً ذريعاً والقي القتلى في بئر زمزم وضرب الحجر الاسود بسنة فكسره ثم اقتلعه واخذ معه وقلع باب الكعبة ونزع كسوتها وشققها بين اصحابه وهدم قبة زمزم وارتحل عن مكة بعد ان اقام بها احد عشر يوماً ومعه الحجر الاسود وبقي الحجر عند القرامطة اكثر من عشرين سنة۔

ثم ان الناس الطائفين كانوا يضعون ايديهم محل الحجر الاسود من الكعبة للتبرك ودفع الى القرامطة في الحج وخمسون الف دينار فأتوا حتى أعيد في خلافة المطيع وهو الرابع والعشرون من خلفاء بنى العباس فاعيد الحجر الى موضعه وجعل له طوق فضة شديدة زنته ثلاثة آلاف وسبع مائة وتسعون درهما ونصف۔

ثم بعد القرامطة في ۳۱۲ قام سرجل من الملاحدة وضرب الحجر الاسود ثلاث ضربات بدبوس فتشقق وجه الحجر من تلك الضربات وتساقطت منه شظيات مثل الاظفار فجمع بنو شيبة ذلك الفتا وعجنه بالمسك واللك وحشوه في تلك الشقوق۔ كذا في كتب التاريخ۔

وتم بناء حجاج۔ ابن زبير کی عمارت گمراہ حجاج نے بام خلیفہ عبد الملک بیت اللہ شریف کی تعمیر مطابق تعمیر قریش کردی چنانچہ آج تک حجاج ہی کی تعمیر قائم ہے۔ بقول بعض اس کے بعد بھی ایک مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے۔

کتب تاریخ میں ہے کہ عبد الملک نے حجاج کو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ کا حکم دیا۔ حجاج لشکر حرار کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ کر ابن زبیر پر حملہ آور ہوا۔ ابن زبیر قتل ہوئے تو خلیفہ عبد الملک نے حجاج کو سابقہ تعمیر قریش کے موافق بنا کر کعبہ کا حکم دیا وقال لسان من تخبط ابن الزبیر فی شئ۔ یہ سچ کا واقعہ ہے۔

عبد الملک کو بتایا گیا کہ ابن زبیر نے جو تبدیلی عمارت میں کی تھی اس کی خواہش کا اظہار خود نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا اور ابن زبیر نے یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی تھی تو عبد الملک نے کہا یہ صحیح نہیں ہے اور اس نے یہ حدیث عائشہ سے نہیں سنی اور نہ عائشہ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ عمارت ابن عبد اللہ نے کہائے امیر المؤمنین یہ حدیث صحیح ہے میں نے بھی خود عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی ہے۔ فقال عبد الملك له انت سمعتها تقول هذا قال نعم قال فکت بعصاه ساعة ثم قال انی وددت انی ترکها وما تمحل۔

ولما ولی الخلافة ابو جعفر المنصور اراد ان یبنی الکعبة علی ما بناها ابن الزبیر وشا ورا الناس فی ذلک فقال له الامام مالک بن انس انشدک الله یا امیر المؤمنین ان لا تمحل هذا البیت ملعنة الملوك لا یشاء احد منهم ان یغیره الاغیره فتذهب هیبتہ من قلوب الناس فصره عن رأیه فی۔

وذكر الطبری فی مناسکہ ان الذی اراد ذلک ونهاہ مالک هو الرشید و ذکر ذلک المقری فی ایضاً وقال ابن کثیر لما کان فی زمن المنهدی بن المنصور استشار الامام مالکاً فی ستر الکعبة علی الصفة التي بناها ابن الزبیر فقال له انی اخشى ان تمحلها الملوك لعنة۔

یا زوہم۔ حسب قول بعض اصحاب تاریخ بیت اللہ شریف کی تعمیر گیارہویں بار ۳۳۰ھ میں ہوئی یہ سلطان مروغان ابن سلطان احمد من سلاطین آل عثمان کا زمانہ تھا کیونکہ یا شوں کی کثرت کی تیاریوں میں شکاف پڑ گئے تھے تو پھر نئے سرے سے اس کی تعمیر ہوئی واللہ اعلم۔ یہ فضیلت ثامن کا بیان تھا۔

فضیلت تاسع۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اصل طینۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سترۃ الارض بمکة۔ وفي السیرۃ الحلبیۃ ج۱ ص ۱۸۱ ولما خاطب اللہ السموت والارض بقوله ائتیا طوعاً او کرها قالتا اتینا طاعین۔ کان المذیب من الارض موضع الکعبة ومن السماء ما حادها الذی هو محل البیت المعمور۔ یہاں پر ایک اشکال ہے۔ وہ یہ کہ مذکورہ صدر روایت ابن عباس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی تخلیق کی مٹی اور خمیر کاخذ بیت اللہ شریف کا محل وقوع ہے اور روایت کعب اجبا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کاخذ نبی علیہ السلام کی قبر کی جگہ ہے۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ لما اراد اللہ تعالیٰ ان یخلق محمداً صلی اللہ علیہ وسلم امر جبریل ان یاتی بالطینۃ التي هی قلب الارض دہا و دہا و نورھا فقبض قبضة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من موضع قبرۃ الشریف وھی بیضاء منيرة لها شعاع عظیم نیز اگر مقام کعبۃ الشریعہ کاخذ طین نبی علیہ السلام ہوتا تو آپ کی قبر بھی بیت اللہ شریف کے اندر ہوتی۔ کیونکہ

آثار میں مروی ہے کہ ماخذ تربت وطین ہی شخص کا محل دفن ہوتا ہے۔ اس اشکال کا حل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے طین وغیرہ کا ماخذ مقام بیت اللہ شریف ہے۔ لیکن اولاً زمین پر پانی ہی محیط تھا۔ پانی کی موجودگی کے ذریعہ طینتہ انبی علیہ السلام کا خاص حصہ اچھل کر مدینہ منورہ میں محل قبر نبی علیہ السلام پہنچ گیا۔ قال فی انسان العیون وتلك الطینة (التي كانت بمكة) لما توج الماء من مری بها من مكة الى محل تربتہ صلی اللہ علیہ وسلم ومدفنه بالمدينة وبهذا یبذل فم ما یقال مقتضى كون اصل طینتہ صلی اللہ علیہ وسلم بمكة ان یكون مدفنه بالان تربتہ الشخص تكون فی محل دفنه او۔

فضیلت عائشہ۔ بیت اللہ شریف کے متولی کئی قبائل سے ہیں۔ تعمیر بیت اللہ کے اول متولی اسمعیل علیہ السلام تھے۔ مکہ مکرمہ میں ان کے ساتھ قبیلہ جرحم کے سردار مضاض بن عمرو جرحمی کی لڑکی سماء سیدہ (وقیل علمہ) سے شادی کی تھی۔ سیدہ کے بطن سے اسمعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ ان کے بیٹوں میں سے ایک کا نام قیدار اور ایک اور کا نام نابت تھا۔ قیدار سب سے بڑا تھا۔

اسمعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد نابت بن اسمعیل کعبۃ اللہ کا متولی ہوا۔ اسمعیل علیہ السلام کی عمر بوقت وفات ۱۳۰ سال تھی۔ اور اپنی والدہ ہاجر کے پاس حطیم میں مدفون ہوئے۔

نابت کی وفات کے بعد ان کے نانا مضاض بن عمرو متولی ہوئے۔ اسمعیل علیہ السلام کے سارے بیٹے اپنے نانا اور احوال کے ساتھ اکٹھے رہنے لگے اس طرح ولایت کعبۃ اللہ قبیلہ جرحم کے قبضہ میں آگئی۔ ایک بار سیلاب سے بیت اللہ شریف کی دیواریں گر گئیں تو جرحم نے بنا۔ ابراہیمی کے موافق اسکی دوبارہ تعمیر کی۔

ازرقی وغیرہ بعض مؤرخین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جرحم سے قبل قوم عمالیق کعبۃ اللہ کی سرپرست و متولی تھی۔ جب عمالیق نے بیت اللہ شریف اور مکہ مکرمہ میں فسق و فجور شروع کر دیا اور حد سے تجاوز کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کر دیا اور پھر بڑی ذلت کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکلے اور قبیلہ جرحم کے قبضہ میں ولایت کعبۃ اللہ آگئی۔ پھر جرحمی لوگوں نے بھی کچھ مدت کے بعد شرارتیں شروع کر دیں اور بیت اللہ شریف کے ہدایا و اموال چرانے لگے اور باہر سے آنے والے زائرین پر ظلم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک مرد و عورت اساف و نائلہ نامی نے بیت اللہ شریف کے اندر ہجاری کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پتھر بنا دیا۔ ان کا قصہ صفا کے بیان میں دیکھ لیا جائے۔

مضاض مذکور کی نسل میں سے ایک نیک دل شخص نے جس کا نام مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض بن عمرو تھا انھیں نصیحت کی اور گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کی لیکن ان لوگوں پر اس کے وعظ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر کار ان کے گناہوں کی وجہ سے زمزم کا پانی بالکل خشک ہو گیا۔ چنانچہ اسے مٹی سے

بھڑک کر دیا گیا۔ اسی زمانے میں سیدہ مآرب سہیل عرم سے ٹوٹ گیا جس سے اہل یمن تباہ ہو گئے۔ سہیل عرم کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ سہیل عرم کا خطہ بھانپ کر مآرب کا رئیس عمرو بن عامر بن حارثہ اپنی اولاد و بعض اقارب سمیت مآرب سے نکل پڑا۔ ثعلبہ بن عمرو بن عامر ایک بڑی جماعت کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف آیا۔ جرہم اور ان میں تین دن تک جنگ جاری رہی۔ بالآخر جرہم شکست کھا گئے۔

قبیلہ عمرو بن عامر ایک سال تک مکہ میں اقامت کے بعد متفرق ہو گیا۔ بعض عراق چلے گئے۔ اور بعض یعنی اوس و خزرج مدینہ منورہ میں جا بسے اور غسان ملک شام میں آباد ہوئے۔ ان میں سے قبیلہ خزاعہ مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہا اور بیت اللہ شریف کا متولی ہوا۔ عمرو بن لُحی اسی قبیلہ خزاعہ سے تھا جس کا ذکر احادیث میں ہے کہ عرم میں سب سے پہلے اسی نے بت پرستی شروع کرائی تھی۔ لُحی ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر کا لقب تھا۔

قال عليه السلام ما أتت ليلة المعراج عمر بن لُحی فبجئة فصبه في النائر على رأسه فذرة وهو أول من جعل البحيرة والسائبة والوصيلة والحام ونصب الإذنان حول الكعبة وغير الخليفة دين إبراهيم عليه السلام۔ مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض بن عمرو جرہمی نے مکہ مکرمہ کی جدائی میں کئی قصاص کئے جن میں سے یہ دو شعر کتابوں میں ضرب المثل ہیں ۷

كان لم يكن بين الحجون والصفاء أنيس ولم يسر بمكة ساجداً

بلى غركنا أهلها فآذا لنا صروف اللباب والجلد العواثر

اولاد اسماعیل علیہ السلام جو مختلف شہروں اور علاقوں میں متفرق ہو گئی تھی خزاعہ کی اجازت سے واپس آکر مکہ مکرمہ میں آباد ہو گئی تاہم ولایت بیت اللہ شریف خزاعہ کے قبضہ میں رہی۔

خزاعہ تقریباً پانچ سو سال تک کعبۃ اللہ کے متولی رہے۔ ان میں آخری متولی کا نام حلیل بن حبشیہ تھا۔ حلیل کی بیٹی سے ہمارے نبی علیہ السلام کے جد اعلیٰ قصی بن کلاب نے شادی کر لی۔ حلیل نے مرتے وقت قصی کو بیت اللہ شریف کی چابی دے کر اسے متولی مقرر کر دیا۔ مگر حلیل کی وفات کے بعد خزاعہ نے قصی سے ولایت چھین لی۔

قصی نے پھر مختلف شہروں سے اپنے اجباب و اقارب جمع کر کے ایام حج میں سخت جنگ خونریزی کے بعد خزاعہ سے تولیت بیت اللہ شریف حاصل کر لی اور بالآخر اس طرح بیت اللہ کی تولیت دوبارہ اپنا اسماعیل علیہ السلام یعنی قریش میں آگئی اور آج تک بیت اللہ شریف کی چابی قریش ہی کے پاس ہے اور تاقیامت ان ہی کے پاس رہے گی۔ قریش اس منصب کو حجابت کہتے تھے۔ قصی نے اپنے بیٹے عبدالدار کو حجابت دے دی۔ ظہور اسلام تک یہ عمدہ خاندان بنو عبدالدار میں تھا۔

فتح مکہ کے وقت نبی علیہ السلام نے عثمان بن طلحہ سے جو بنو عبد الدار سے تھا چابی لے لی اور بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولا۔ عثمان بن طلحہ کو یقین ہو گیا کہ اب یہ عہدہ ہم سے ہمیشہ کے لیے چھن گیا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے درخواست کی یا رسول اللہ! أعطنا الحجابۃ مع السقایۃ فانزل اللہ تعالیٰ ان اللہ یاہر کو ان تؤدوا الامانات الی اہلہا۔ ثم دعا عثمان بن طلحۃ فدفع الیہ المفتاح ثم قال خذوها یا بنی ابی طلحۃ بامانة اللہ واعملوا فیہا بالمعروف خالدة تالدة لا ینزعہا من یدکم الا ظلم فخرج عثمان بن طلحۃ الی ہجر نہ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقام ابن عمہ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحۃ ثم قدم بعد مدۃ۔ کذا فی تاریخ الازرۃ وغیرہ۔

آج تک خاندان ابو طلحہ یعنی بنو شیبہ وغیرہ کے پاس ہی چابی رہتی ہے۔ سعودی حکومت کا بادشاہ بھی اگر آئے تو بنو شیبہ ہی کا کوئی شخص کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولتا ہے اور وہی اسے بند کرتا ہے۔ میں نے بعض ثقہ علماء جن میں حضرت العلامة مفتی محمود مرحوم زعیم علماء پاکستان بھی ہیں سے سنا ہے کہ چند سال قبل سعودی حکومت نے بنو شیبہ کو اس عہدے سے ہمیشہ کے لیے محروم کرنا چاہا۔ بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مملکت میں ہر قسم کے عہدے اپنے قبضہ میں رکھنے کے خواہاں ہوتے ہیں چنانچہ چابی بنو شیبہ سے چھین لی گئی۔ ارباب حکومت نے بڑی کوشش کی کہ اس چابی سے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولیں مگر وہ نہ کھل سکا۔ پھر مملکت کے بڑے ماہرین بلائے گئے مگر ان سے بھی تالا نہ کھل سکا۔ آخر کار تھک کر بنو شیبہ کو بلایا۔ بنو شیبہ چونکہ ناراض تھے اس لیے ان میں سے کوئی شخص نہ آیا اور اپنے گھر کے ایک صغیر السن یعنی چھوٹے لڑکے کو بھیج دیا۔ وزراء دولت و بادشاہ وغیرہ منتظر تھے۔ چنانچہ اس بچے نے تالے میں چابی داخل کی اور تھوڑی سی حرکت دی تو قفل بیت اللہ شریف کھل گیا۔ بدین حکومت نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور چابی بنو شیبہ کو واپس دے دی چنانچہ وہ آج تک ان کے پاس ہے۔

اللائت۔ آیت فلا تجعلوا للہ انداداً کی شرح میں مذکور ہے۔ لات مشرکین عرب کا مشہور بیت تھا قرآن میں اس کا نام مذکور ہے۔

وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ اول یہ مانور ہے لایۃ یلیتہ اذا صرفہ عن شئ سے کا نہم زعوا انہ یصرف عنہم الشئ۔ دوم۔ من لات یلیت بمعنی الاحالۃ۔ سوم قیل وزن لات ففعہ والاصل فعل لویہ حذف الیاء فبقی لوع وفتحت لمجا ورتہ الہاء وانقلبت الفاء من لویۃ الشئ اذا اقلت علیہ۔ چہارم اصلہا لَوَّهَتْ مِنْ لَاءِ السَّرَابِ یلوع اذا لمع حذف الہاء وقلبت الواو الفاء۔

لات قبیلہ ثقیف کے بت کا نام تھا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ ایک چٹان تھی یا بڑا پتھر تھا جس پر بیٹھ کر ایک شخص حجاج کے لیے ستودہ وغیرہ کھانے کی بعض چیزیں تیار کرتا تھا۔ وکانوا یقولون لتلك الصخرة صحفة

اللات وكان اللات مرجلاً من ثقيف فلما مات اللات قال لهم عمر بن لحي لم يمت ولكن دخل في الصخرة ثم امرهم بعبادتها وان يبنوا عليها نبيا يسمى اللات واشتهر ذلك الرجل باللات بتشديد التاء لانه كان يلت السويق للعباج على تلك الصخرة ثم حَقَقُوا التاء - ثم قال لهم عمر بن لحي ان سربكم قد دخل في هذه الصخرة فجعلوها صنما بعيدا - وكان فيه وفي العزى شيطانان يكلمان الناس فاتخذنها ثقيف طاغوتا وبنيت لها بيتا وجعلت لها سدة وطافت به - وقيل كانت صخرة بيضاء مربعة بنيت عليها ثقيف بنية ثم امر النبي عليه السلام بهدمها عند ظهور الاسلام وموضعها اليوم تحت مسجد الطائف - كذا في الجمع ليا قوت -

مناة بنت كازمانه مقدم ہے لات پر - مناة کے بعد لات کی عبادت شروع کی گئی تھی قال ابو المنذر كانت قريش وجميع العرب يعظمون اللات وكانت في موضع منارة مسجد الطائف اليمري اليوم قال الله تعالى افرايم اللات والعزى -

وبعد ظهور الاسلام بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم المغيرة بن شعبه رضي الله عنه فهدمها وحرقها بالنار وقيل ارسل ابا سفيان بن حرب والمغيرة رضي الله عنهما -

مصر - قرآن شریف میں مذکور ہے قال الله تعالى اهبطوا مصر ا - مصر مشہور قدیم ملک ارض فرعون اور گہوارہ علوم و فنون و کمالات و عجائبات ہے - مصر بن مصر ایم بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ ملک مصر سے موسوم ہوا - مصر اس ملک کا سربراہ اول تھا - عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں اسے فتح کیا - قرآن مجید میں مصر مذکور ہے - واویناها الى ربوة ذات قرار ومعين سے عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے نزدیک مصر مراد ہے -

قال بعض العلماء لم يذكروا الله تعالى في كتابه مدينة بعينها بحد غير مكة ومصر فانه قال اليس لي ملك وهذا تعظيم ومدح وقال اهبطوا مصر فان لكم ما سألتم تعظيما لها فان موضعها يوجد فيه ما يسألون لا يكون الا عظيما زمانه قدیم میں اس کا نام مقدس و بڑا تھا - قيل مُثِلَت الارض على صورة طائر فالبصرة ومصر للجناحان فاذا اخربت اخربت الدنيا -

مصر کے بڑے فضائل میں سے ایک یہ بات ہے کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ام ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصر میں پیدا ہوئے اور ہاجر ام اسمعیل بن ابراہیم علیہما السلام بھی مصری ہیں - اور ام اسمعیل بالواسطہ ام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - اسی رشتہ قرابت کی طرف ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا اذا فتحتم مصر فاستوصوا بالقبط وفي رواية باهلها خيرا فان لهم صهرا - کئی انبیاء کا تعلق ولادت یا موت مصر سے ہے مثل یوسف و اسباط موسیٰ و ہارون علیہم السلام - لفظ مصر منصرف و غیر منصرف دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے -

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ مصر کے قدیم و اول بادشاہ کا نام مصر بن مصر ایم تھا۔ وفات مصر کے بعد اس کا بیٹا بیصر بن مصر بادشاہ ہوا۔ پھر قفط بن مصر۔ پھر اشمن بن مصر۔ پھر اتریب بن مصر۔ پھر صابن مصر بادشاہ ہوا۔ یہ سب بھائی تھے۔ پھر تدراس بن صا۔ پھر مایق بن تدراس۔ پھر حربا بن مایق۔ پھر مکی بن حربا۔ پھر مایا بن حربا۔ پھر طویس بن مایا بادشاہ ہوا۔ اور یہ وہی ہے جس نے سائرہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام کو جب وہ مصر تشریف لے گئے تھے ہاجر اتم اسمعیل علیہ السلام دی تھی۔ پھر ابنہ طویس نے حکومت کی۔ پھر ابنہ یحییٰ زالفانے۔ اس زمانے میں عمالقہ یعنی فرعون (وہم ولد علیق بن لاوڈ بن سام بن نوح علیہ السلام) میں سے ولید ابن دوموز (وہو اکبر الفرعون) نے مصر پر حملہ کر کے خود مصر کا بادشاہ بن گیا۔ یکے بعد دیگرے پانچ عمالقہ نے مصر پر حکومت کی۔

اول ولید بن دوموز سو سال تک۔ اسے ایک درندہ مار ڈالا۔ بعدہ ریان بن ولید صاحب یوسف علیہ السلام۔ پھر دارم بن ریان اور اس کے زمانے میں یوسف علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ دارم بن ریان میں غرق ہوا پھر کام بن معدان۔ پھر ولید بن مصعب اور یہ فرعون موسیٰ علیہ السلام ہے۔ اس نے ۵۰ سال حکومت کی پھر اپنی فوج سمیت غرق ہوا۔ بعض کے نزدیک یہ فرعون قبلی تھا۔ عمالقہ میں سے نہیں تھا۔ کذا فی المعجم الباقی وقال ان الغالب فی اخلاق اهل مصر اتباع الشبهات والاعمال فی اللذات والاشتغال بالتزوهات والتصدیق بالمحکلات وضعف المرائی والعزومات۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی قبر مصر میں قاہرہ میں ہے۔ راسخین رضی اللہ عنہ بھی قاہرہ میں مدفون ہے۔ نقل الیہا من عسقلان لما اخذ الفرنج عسقلان ھو خلف دارالملکۃ بزاز۔

قال المسعودی فی مروج الذهب ج ۲ ص ۲۵۵ ذکر ابن دأب قال دعانی الخلیفۃ الھادی فوقت من اللیل لم تجر العادۃ اندید عونی فی مثله فدخلت الیہ ثم ذکر ماجری بینھما من المفادضۃ والکلام فی امور الی ان انتھوا الکلام الی عیوب مصر فضائلھا قال ابن دأب ثم تغفل بنا الکلام الی اخبار مصر عیوبھا وفضائلھا وخبائر نیلھا فقال لی الھادی فضائلھا اکثر قلت یا امیر المؤمنین ھذا دعوی المصریین لھا بغیر برھان اور دعوۃ البینۃ علی الدعوی واهل العراق یأبون ھذا الدعوی ویذکرون ان عیوبھا اکثر من فضائلھا قال مثل ماذا؟

قلت یا امیر المؤمنین من عیوبھا انھا لا تمطر واذا مطرت کرھا وابتھلوا الی اللہ تعالیٰ بالدعاء قال اللہ عزوجل وھو الذی یرسل الریاح بشر ابین یدی رحمۃ فھذا رحمۃ مجللۃ لھذا الخلق وھم لھا کارھون وھی لھم ضارۃ غیبر موافقۃ لا یرکوع علیھا زرعم ولا تھصب علیھا ارضھم۔

ومن عیوبھا الریح التي یسمونها المریسیۃ وذلك ان اهل مصر یتون اعالی الصعید الی بلاد النوبۃ

مراس فاذا هبت الریح المریسته وهی الجنوبية ثلاثه عشر یوماً اشترى اهل مصر الکفان والحنوط وأیقنوا بالوباء القابل والبلاء الشامل ثم من عیوبها اختلاف هو انھا لانهم فی یوم واحد یغیرون ملابسهم مراراً کثیرة فیلبسوا القميص مرهً والمبطنات أخرى والحشور مرهً وذلك لاختلاف جواهر الساعات بها ولتباين مهات الهواء فیها فی سائر فصول السنه من اللیل والنهار هی تمیز ولا یتمتاز فاذا أجذبوا هلكوا۔

واما نیلها فكفاك الذی هو علیه من الخلات لجمیع الانهار من الصغار الکبار لیس بالفرات ولا الدجلة ولا نهريهما ولا حیجان شی من التماسیه وهی فی نیل مصر ضارۃ بلا منفعة ومفسدة غیر مصلحة وفی ذلك یقول الشاعر

أظهرت للنیل هجراناً ومقليةً اذ قیل لی انما التمساح فی النیل
فمن أى النیل رأى العین من کتب فما أرى النیل الا فی النواقل

والنواقل القلال والکیزان قال واما مراد الشاعر فیما وصف ؟ قال لانه لا یتمتع بالماء الا فی الآنیة الخوف مباشرة الماء فی النیل من التمساح لانه یخطف الناس وسائر الحیوان قال ان هذا النهر قد منع هذا النوع من الحیوان مصالحه الناس منه ولقد كنت متشوقاً الى النظر الیهما فلقد زهدت فی بوصفک لهما انتی۔

المزدة لفظه۔ آیت فا ذکر الله عند المشعر الحرام الآیة کی تفسیر میں مذکور ہے۔ مزدلفة بصیغة اسم الفاعل من الارذلاف وهو الاجتماع سمیت بذلك لاجتماع الناس فیها۔ او من الارذلاف بمعنى الاقتراب لانها مقربة من الله وقیل لارذلاف الناس فی منی بعد الافاضة وقیل لارذلاف آدم وحواء بها واجتماعهما وقیل لنزول الناس بها فی لیل اللیل وقیل الزلفة القریبة فسمیت مزدلفة لان الناس یزدلفون فیها الى الحرم وقیل لان آدم علیه السلام لم یزدلف الى حواء ولم یزدلف الیه حتی تعارفا بعرفة واجتمعوا بالمزدلفة فسمیت جمعا ومزدلفة وقیل لان الناس یدفون منها زلفة واحدة ای جمیعاً واحداً المزدلفة كما قال البعض اذا أنضت من عرفات تریة فانت فیہ حتی تبلغ القرن الاحمر دون محسر۔

منی۔ آیت ثم فیضوا من حیث افاض الناس کی تفسیر میں مذکور ہے۔ منی بحسب رسم وتوین نون۔ حرم مکہ میں معروف جگہ ہے۔ جہاں پر ایام حج میں حاجی حضرات رمی جمار کیا کرتے ہیں۔ لفظ منی مذکور ومنصرف وجہ تسمیہ متعدیہں۔ (۱) سمی بذلك لما یمنی به من الدماء ای یُرَاق قال الله تعالی من منی یمنی (۲) لان آدم علیه السلام تمنی فی الجنة۔ (۳) قال ابن العربی ما خذ من آمنی القوم ومنی الله الشئ قد رده سقی منی کانه اراد ان الله قد رفیه عذرة مناسک وقهرها۔ (۴) قال ابن شلیل سقی منی لکن الکبش منی به ای ذبح۔ (۵) قال ابن عیینہ اخذ من المنايا وهو جمع منیة بمعنى الموت سمی بذلك لکثرة الاموات فیہ بنجر الہناقی والہدی۔

ایام رمی جمار میں منی میں رات گزرا اور وہیں ٹھہرنا واجب نہیں ہے البتہ سنت ہے۔
 المدینہ منۃ - شرح بملکہ کی ابتداء میں مذکور ہے۔ مدینہ کا معنی عربی میں ہے شہر۔ دراصل اس کا نام
 مدینۃ الرسول تھا۔ پھر کثرت استعمال سے صرف مدینہ کا اطلاق ہوا۔ مدینہ طیبہ آباد و باغات و کھجوروں کی زراعت
 والا شہر ہے۔ یہ نام اسلامی ہے۔ اس کا پرانا قدیمی نام یثرب تھا۔ احادیث میں اس نام سے نمی مروی
 ہے۔ **وفی الحدیث من سَمِیَ المدینۃ یترب فلیستغفر اللہ فی طابۃً فی طابۃً فی طابۃً قال ذلک ثلاثاً۔**
قرآن حکیم میں تسمیہ بہ یثرب قول منافقین کی حکایت پر مبنی ہے۔

حدیث شریف ہے **المدینۃ تنفی الناس (ای شرارہم) کما تنفی الکیور خبث الحدید وفی الحدیث لا**
تقوم الساعۃ حتی تنفی المدینۃ شرارہا۔ یہ وصال کے زمانے میں ہوگا۔ حدیث ہے **ان الدجال یرجف**
بأهلها فلا یبقی منافقٌ ولا کافرٌ الا ُخرجَ الیہ وفی رؤیایۃ ینزل الدجال السیفۃ فترجف المدینۃ ثلاث
سرجفات یخرج اللہ منها کلَّ منافقٍ وکافرٍ۔ احادیث میں ہے کہ مدینہ منورہ میں طاعون و دجال داخل نہیں
 ہو سکتے۔ اس میں مجزوم بھی نہیں ہوتا کیونکہ اس کی مٹی میں مرض جذام کے لیے شفا ہے۔

ہجرت کے بعد کئی مہاجرین مثل بلال و ابو بکر صدیق وغیرہ رضی اللہ عنہم سخت بیمار ہوئے۔ مدینہ منورہ
 کی زمین امراض کی زمین تھی۔ آب و ہوا خراب تھی۔ نبی علیہ السلام کی دعا سے اس کی یہ حالت ختم ہوئی۔
فعز عائشۃ رضی اللہ عنہا کہ قدیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ قد مہا وھی اذ بنا امرض اللہ من
الحی فأصاب اصحابہ منها بلاءٌ وسقمٌ وصرف اللہ ذلک عن نبیہ وفیہ فقال علیہ السلام اللہم
حَبِّب الینا المدینۃ کما حَبَّبْتَ الینا مکۃ اواشد وبارک لنا فی مَدینَہا وصاعِہا وانقل وباءہا الی
مہیعۃ ومہیعۃ فی رؤیایۃ کان المولود یولد بالجحفۃ فلا یبلغ الحلم حتی تصرَّعہ
الحی۔

مدینہ منورہ کے بہت سے نام ہیں۔ کثرت اسماء شرافت و فخامت کی دلیل ہے۔ امام نوویؒ
 فرماتے ہیں **لا یعرف فی البلاد اکثر اسماء من مکہ** ۱۵۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں **بلغنی ان للمدینۃ فی**
التولۃ اربعین اسمًا وقل احد عشر وقل غنی مائۃ اسم منها دامر الاحیاس۔ دامر الابراس۔ دامر
الایمان۔ دامر السنۃ۔ دامر السلامۃ۔ دامر الفتح۔ الجارۃ۔ العذراء۔ المرحومۃ۔ بعض کتب میں ہے
 کہ مدینہ کے ۲۹ نام ہیں۔ چند نام یہ ہیں :- طیبہ۔ طابۃ۔ مسکینہ۔ محبتہ۔ محبوبہ۔ یثرب۔ ناجیہ موفیہ
 اکالۃ البلدان۔ مبارکہ۔ محفوظہ۔ محبتہ۔ قدسیہ۔ عاصمہ۔ مرزوقہ۔ مختارہ۔ محرمہ۔ قاصمہ۔ طبابا۔ شافیہ۔ خیرہ۔
 محبوبہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

مدینہ منورہ میں زمانہ قدیم میں اول آباد ہونے والے عمالیق تھے یعنی اولاد عملاق بن افشہ بن سام بن

نوح علیہ السلام اور انھوں نے اول اول یہاں پر زراعت شروع کی اور کھجوریں لگائیں۔ پھر مدت دراز کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے یہودی کی ایک فوج بھیجی حجاز و مدینہ کی طرف عمالیق کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے۔ اس فوج نے حجاز و مدینہ کے بادشاہ ارقم کو قتل کر دیا اور پھر خود یہی مدینہ اور ادھر ادھر حجاز میں آباد ہو گئے۔ نبی علیہ السلام کے زمانے تک یہودی موجود تھے۔

بعض علماء ایک اور قصہ ذکر کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ یہودی کو کتب آسمانیہ کے مطالعہ سے معلوم تھا کہ خاتم الانبیاء مدینہ کی طرف ہجرت کر کے یہیں مقیم ہوں گے تو وہ یہاں آکر آباد ہوئے تاکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ خود یا ان کی اولاد ایمان لا کر ان کی مدد کر سکے۔ بعد میں شیخ بادشاہ نے بنو عمر بن عوف کو بھی یہاں پر اسی نیت سے آباد کیا۔ چنانچہ یہودی کئی سو سال سے نبی علیہ السلام کی بعثت کے انتظار و اشتیاق میں تھے۔ مگر جب وہ وقت آیا تو یہودی نبی علیہ السلام کے سب بڑے مخالف اور دشمن بنے اور ایمان سے محروم رہے۔ آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ کر چلے گئے

میں جا ہی ڈھونڈتا تری محض میں رہ گیا

مکہ المکرمہ - تفسیر سہلہ کی ابتدا میں مذکور ہے۔ مکہ معظمہ مرکز اسلام و مرکز شعائر الدین ہے۔ وجہ تسمیہ مکہ میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) قال ابن الانباری سمیت مکة لانها تملك الجبارین ای تذہب غیبتہم۔ قصہ اصحاب فیل اس بات کا گواہ ہے۔ (۲) وقیل لازدحام الناس بها من قولہم ائمنک الفصیل صرغ امیہ اذا مضى مضا شديداً۔ (۳) سمیت بكة لازدحام الناس بها ومكة هي بكة والميم بدل من الباء۔

(۴) قال ابن القطامي سمیت مكة لان العرب في الجاهلية كانت تقول لا يتم حجتنا حتى ناتي مكان الكعبة فنمك فيہ ای نصف صغیر الماء حول الكعبة وكانوا يصفون ويصفقون بايديهم اذا طافوا بها والماء بتشديد الكاف طائراً وادی الرياض يصبح وتخفيف الكاف الصغیر فكانهم كانوا يحدون صوت الماء۔ (۵) اولاتها بين جبلين مرتفعين عليها وهي في هبطة بمنزلة المكوك والمكوك اناء۔ (۶) اولاتها لا ينجو بها احد الا بكت عنقه فكان يصبح وقد التوت عنقه كذا قيل۔ (۷) او من ملك الشدى امصته لقله مانها لانهم كانوا يمتكون الماء ای يستخرجونه۔ (۸) اولاتها تملك الذنوب ای تذہب بها كما يملك الفصیل صرغ امیہ فلا يبقى فيه شيئاً۔ (۹) اولاتها تملك من ظلم امتنقصه۔ وقیل سمیت بكة لان الاقدار تبتك بعضها بعضاً۔

مکہ مکرمہ کے بہت سے نام ہیں۔ مثل بکۃ۔ ناسہ۔ ام رجم۔ ام القری۔ معاد۔ حاطہ۔ البیت العتیق۔ رأس۔ حرم۔ صلاح۔ بلد امین۔ عرش۔ قادس۔ مقدسہ۔ ناسہ۔ باسہ۔ کوٹی۔ المذہب وغیرہ۔

نبی علیہ السلام جب بارادۃ ہجرت مکہ مکرمہ سے نکلے تو ایک مقام پر کھڑے ہو کر مکہ مکرمہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا اِنِّی لَا اَعْلَمُ اَنْتَ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَیَّ وَ اَنْتَ اَحَبُّ اَرْضِ اللّٰهِ اِلَیَّ وَلَوْ لَا اَنْ الْمَشْرِکِیْنَ اَخْرَجُوْنِیْ مِنْکَ مَا خَرَجْتُ وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا الْهَجْرَةُ لَسَكَنْتُ مَكَّةَ فَانِّیْ لَمْ اَسْرِ السَّمَاءَ بِمَکَانَ اقْرَبَ اِلَى الْاَرْضِ مِنْهَا بِمَكَّةَ وَلَمْ یَطْلُنْ قَلْبِیْ بِبَلَدٍ قَطَّ مَا اطْلُنْتُ بِمَكَّةَ وَلَمْ اَسْرِ الْقَمَرَ بِمَکَانَ اَحْسَنَ مِنْہِ بِمَكَّةَ - ایک اور حدیث ہے مِّنْ صَبْرٍ عَلٰی صِرْمَةِ مَكَّةَ سَاعَةً تَبَاعَدَتْ عَنْہُمْ مَسِیْرَةُ مَائَةِ عَامٍ وَتَقَرَّبَتْ مِنْہِ الْجَنَّةُ مَائَتِیْ عَامٍ - اہل کربلا بیت میں معزز تھے - بڑے بڑے امراء و بادشاہ یہاں آکر حج کرتے تھے اور قریش کی تحریم کرتے تھے مثل ملوک حمیر و کند و غسان و تخم وغیرہ -

فائدہ - اس امر میں علماء و ائمہ کا اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ - چنانچہ اس میں دو قول ہیں - مکہ مکرمہ کی وجہ افضلیت متعدد ہیں - اس میں کعبۃ اللہ ہے - وہ پہلا گھر ہے جو عبادت کے لیے مقرر ہوا - طواف مکہ میں ہوتا ہے نہ کہ مدینہ منورہ میں - اس میں رکن یمانی و حجر اسود و مقام ابراہیمی ہیں جو کربلا کے پتھر ہیں - اس میں جبل ابوقیس ہے جو روئے زمین پر سب سے پہلے ظاہر ہونے والا پہاڑ ہے - اس میں یعنی اس کے قریب منیٰ و مزدلفہ و عرفات ہیں - حج و عمرہ جیسی اہم عبادات یہاں پر ادا ہوتی ہیں - یہ اُمّ القریٰ ہے - اصحاب فیل کی یہاں پر تباہی ہوئی - خاتم الانبیاء علیہ السلام کا مولد ہے -

اور جو لوگ مدینہ منورہ کو افضل کہتے ہیں ان کی دلیلیں یہ ہیں - مدینہ منورہ مرکز اسلام ہے - نبی علیہ السلام کا آخری مسکن ہے والا اعتبار للخوائیم - آپ کی وفات یہاں پر ہوئی - آپ کی قبر مبارک یہاں پر ہے سارا عالم نبی علیہ السلام کے سبب پیدا ہوا - اور نبی علیہ السلام مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں جبل اُحد یہاں پر ہے دھو جبل یحییٰ و یحییٰ للحدیث - اکثر ازواج مطہرات کی قبریں اور تین خلفاء راشدین و بنات نبی علیہ السلام کی قبریں اور سید شباب اہل الجنة حسن کی قبر اور سید شہداء اہل الجنة حمزہ کی قبر مدینہ منورہ میں ہے - کل عالم میں اسلام مدینہ منورہ سے پھیلا ہے کیونکہ انصار یہاں پر تھے - خلفاء راشدین ابو بکر و عمر و عثمان فاطمین دنیا مدینہ میں رہتے تھے اور یہاں سے احکام و افواج بھیجتے تھے - مکہ والوں نے تو مسلمانوں اور نبی علیہ السلام کو نکال دیا تھا - مدینہ منورہ کے بارے میں حدیث ہے - مِّنْ صَبْرٍ عَلٰی لَا وَاْنْہَا وِمَاتَ ہَا کُنْتُ لَہٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ - ریاض الجنة مدینہ منورہ ہی میں ہے -

المشعر الحرام - قرآن مجید میں ہے فَادْکُرْ وَاللّٰہُ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ - مشعر حرام مزدلفہ کا نام ہے - مزدلفہ کو جمع بھی کہتے ہیں - الْحَمِیْسَ بِکَسْرِ یْنِ مَشْدُوْدَہٗ - اُمّ فاعل ہے تحمیر سے - وَہُوْ مُشْتَقٌّ مِّنَ الْخَمْرِ وَہُوْ کَسَطُ الشَّیْءِ وَکَشَفْتُکَ اِیَّاهُ - یَقَالُ حَسَرَ عَنْ ذِرَاعِیْہِ وَحَسَرَ الْبِیضَ عَنْ رَأْسِہِ اَوْ مِّنَ الْحَسْرِ بِمَعْنٰی الْاِیْعَاضِ یَقَالُ حَسَرْتُ الدَّابَّةَ اِذَا اَعِیَتْ اَوْ مِّنْ حَسْرِ فُلَانٍ حَسَرًا اِذَا اشْتَدَّتْ نَدَامَتُہُ -

یہ مزدلفہ منی کے مابین ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے وادی محسر بھی کہتے ہیں۔ یہ جگہ نہ منی میں داخل ہے اور نہ مزدلفہ میں بلکہ یہ مستقل وادی ہے۔ مجمع میں یا قوت لکھتے ہیں وقیل ہو موضع بین مکہ و عرفہ وقیل بین منی و عرفہ تاہ۔

المسجد الحرام۔ قرآن شریف میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ذلک لمن ین اہلہ حاضری المسجد الحرام۔ کعبۃ اللہ شریف کی مسجد مسجد حرام کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ بہت محترم و بابرکت مسجد ہے بیت اللہ شریف اس مسجد کے وسط میں واقع ہے۔

مسجد حرم عہد نبی علیہ السلام و عہد ابی بکرؓ میں صرف فنا بیت کا نام تھا۔ مسجد کے ارد گرد کوئی دیوار محیط نہ تھی بلکہ چاروں طرف لوگوں کے گھر تھے۔ گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے۔ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں لوگوں کی کثرت ہوئی اور بیت اللہ شریف کا صحن لوگوں کے قبضہ و عمارات کی وجہ سے تنگ ہونے لگا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان الکعبۃ بیت اللہ ولا بد للبیۃ من فناء وانکم دخلتم علیہا ولم تدخل ہی علیکم لہذا انھوں نے یہ گھر خرید لیے اور ان کو گرا کر مسجد میں داخل کر کے مسجد کے ارد گرد دیوار بنادی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں مزید مکانات خرید کر مسجد کو وسیع کیا اور دیوار محیط کے ساتھ ارد گرد برآمدہ تعمیر کیا۔

بعہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے مسجد کو وسعت تو نہ دی البتہ اس کی دیوار اور برآمدے کو مضبوط اور حسین کر دیا اور خوب صورت پتھروں کے ستون اور دروازے بنائے۔ کذا فی اعلام الساجد للعلامۃ الزبیری ص ۵۵۔

صاحب مسالک الابصار نے اس کے خلاف لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن الزبیر نے اسے وسعت دی اور مزید گھر خرید کر مسجد میں داخل کیے۔ اس کی عبارت یہ ہے ثم ان ابن الزبیر رضی اللہ عنہ عند زادت المسجد زیادۃ کثیرۃ واشتری دوسرا من مجملتها بعض دار الازرق اشتری ذلک ببضعة عشر الف دینار وجعل فیہا عملا من الرخام ثم عمرہ عبد الملك بن مروان ولم یزد فیہ لکن سرفہ جد امرة وجلب الیہ السواری من البحر الی جدہ و سقفه بالساج وعمرہ عمارة حسنة۔ اہ مسالک الابصار ج ۱ ص ۱۸۱۔

قرآن مجید میں مسجد حرام پندرہ جگہ مذکور ہے۔ مسجد حرم سے عرف میں اور عام محاورات میں اگرچہ وہ خاص خطہ مراد ہوتا ہے جو مسجد ہے اور جس میں باجماعت نماز ادا ہوتی ہے لیکن اس کا اطلاق سارے حرم پر بھی ہوتا ہے۔ اور قرآن میں یہی آخری معنی مراد ہوتے ہیں۔ قال الامام الماورقی فی کتاب الجزیۃ ان کل موضع ذکر اللہ فیہ المسجد الحرام فالمراد بہ الحرم الا فی قولہ تعالیٰ فوجہک شطر المسجد الحرام فان المراد

بہ الکعبۃ۔

بنابریں ممکن ہے کہ سارے حرم شریف میں اور مکہ مکرمہ کی ہر مسجد اور ہر مقام میں ایک نماز کا ثواب لاکھ نمازوں کے برابر ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے فعن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً صلاة في مسجد افضل من الف صلاة فيما سواه الا المسجد الحرام وصلاة في المسجد الحرام افضل من مائة الف صلاة فيما سواه رواه ابن ماجه وصححه طبع مصر۔ وعن عبد الله بن الزبير مرفوعاً صلاة في مسجدى هذا افضل من الف صلاة في غيره من المساجد الا المسجد الحرام وصلاة في المسجد الحرام افضل من الصلاة في مسجدى هذا بمائة صلاة رواه احمد والبخاري۔

لہذا مسجد حرام کی ایک نماز ۵۵ سال ۶ ماہ ۲۰ دن کی نمازوں کے برابر ہے اور پانچ نمازیں ۲۷۷ سال ۱۰ ماہ ۱۰ دن کی نمازوں کے برابر ہیں۔

وفي رسالة الحسن البصري الى الرجل الزاهد الذي امره للخروج من مكة قال صلى الله عليه وسلم من صلى في المسجد الحرام ركعتين فكأنما صلى في مسجدى الف الف صلاة والصلاة في مسجد افضل من الف صلاة فيما سواه من البلدان۔ چنانچہ رسالہ حسن بصری میں مذکور حدیث کے پیش نظر مسجد حرام کی ایک نماز مسجد نبوی کی یعنی دس لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور عام مسجدوں کی ایک ارب نمازوں کے برابر ہے۔

مسجد حرام کے بے شمار فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں متعدد انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ بعض آثار میں ہے کہ کعبۃ اللہ کے قریب اس کے ارد گرد تین سو انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ رکن یمانی سے رکن حجر اسود تک شتر انبیاء کی قبریں ہیں جظیم میں میزاب رحمت کے نیچے اسمعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ کی قبریں ہیں۔

ہر مسلمان کی خواہش و تمنا ہوتی ہے کہ اسے قبور انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی سعادت حاصل ہو جائے چنانچہ مسجد حرام کی زیارت کرنے والے اور طواف بیت اللہ شریف کرنے والے کو دیگر برکات کے علاوہ یہ سعادت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی قلبی تمنا پوری ہو جاتی ہے۔

قال في انسان العيون ج ۱ ص ۱۵۷ وجاء ان بين المقام والركن وزهر قبر تسعة وتسعين نبياً وجاء ان حول الكعبة لقبول ثلثمائة نبي وان ما بين الركن اليماني الى الركن الاسود لقبول سبعين نبياً وكل نبي من الانبياء اذا كذب قومهم خرج من بين اظهريهم واتى مكة يعبد الله عز وجل بها حتى يموت وجاء ما بين الركن اليماني والحجر الاسود مائة مائة من رياض الجنة وان قبر هود وصالح وشعيب واسماعيل عليهم السلام في تلك البقعة اقول ويوافق ذلك قول بعضهم ان اسمعيل عليه السلام دفن حيا في الموضع

الذی فیہ الحجر الاسود لکن جاء ان قبرا اسمعيل فی الحجر و ذکر المحب الطبری ان البلاطۃ للخضرۃ التي بالجحر
قبرا اسمعيل علیہ السلام انتہی۔

المروة۔ قرآن شریف میں مروہ مذکور ہے۔ مَرَوْهٌ بفتح ميم وسكون واو ایک پہاڑی کا نام ہے بیت اللہ
شریف کے قریب۔ یہ شہر مکہ کے وسط میں واقع ہے۔ اس کے ارد گرد اہل مکہ کے گھر ہیں۔ کتب تاریخ سے معلوم
ہوتا ہے کہ پہلے زمانے میں اس کے کچھ پتھر اور چٹانیں سرخی مائل تھیں اور زیادہ تر سفید تھیں۔ قال عزام دمن جبال مكة
المروة جبل مائل الى الحمرة وقال ابو الريح المحدث المکی ان منزله فی رأس المروة وانها اكمة لطيفة فی وسط مكة
تحيط بها وعليها دويرا هل مكة ومنزلهم وهي فی جانب مكة الذی یلی قعیقان ۱۰۵۔

اب جبل مروہ باقی نہیں رہا۔ اس پر مسجد حرم کی عمارت بنائی گئی ہے۔ مسجد حرم کی توسیع میں مروہ بھی
آگیا۔ اور اسے تقریباً ہموار کر کے صرف تھوڑا سا نشان اس کا چھوڑ دیا ہے جبل مروہ جبل صفا شعار اللہ میں
سے ہیں اور واجب الاحترام ہیں ان پر دعا قبول ہوتی ہے قال اللہ تعالیٰ ازل الصفا والمروة من شعائر اللہ
صفا و مروہ کے درمیان سعی کے سات چکر مناسک حج و عمرہ میں سے ہیں۔ سعی صفا سے شروع کر کے مروہ پر ختم کرنا
لازم ہے۔

ایام حج و رمضان شریف میں سعی کی ایمان افروز رونق عظمت بیت اللہ شریف کا عجیب منظر پیش کرتی
ہے۔ قال یاقوت فی معجم البلدان ج ۵ ص ۱۱۱ المروة للحجارة البيض تقتدح بها النار ولا یكون اسود ولا احمر
ولا تقتدح بالحجر الاحمر انتہی۔ مروہ کی وجہ تسمیہ ممکن ہے یہ ہو کہ اس کے بعض پتھر مائل بر سپیدی تھے۔
واللہ اعلم۔

قال الازرقی فی تہذیب مکتہ ج ۱ ص ۱۲۱ نَصَبَ عُمَرُ بْنُ لُحَيٍّ عَلَى الصَّفَا صَنَمًا يُقَالُ لَهُ هَيْكَلٌ جَعَادُ الرِّيحِ
وَنَصَبَ عَلَى الْمَرْوَةِ صَنَمًا يُقَالُ لَهُ مُطْعِمُ الطَّيْرِ ۱۰۵۔ جاہلیت میں بھی بنی بن الصفا و مروہ مناسک حج میں شمار
ہوتی تھی۔ لیکن زمانہ جاہلیت میں ان امور میں اصنام کا بڑا دخل تھا۔

چنانچہ مشرکین میں سے جو لوگ مناة بت کی پرستش کرتے تھے اور اس کی تعظیم کے زیادہ قائل تھے وہ
مناة کے نام سے حج و عمرہ کا تبلیغ پڑھتے تھے اور اس کی تحکیم کی نیت سے مناسک ادا کرتے تھے۔ یہ لوگ
سعی کے سوا بقیہ تمام مناسک ادا کرتے تھے اور وہ سعی اس لیے نہیں کرتے تھے کہ کہیں صفا و مروہ پر نصب
دو بت یعنی نیک مجاود الریح و مطعم الطیر اور مناة کے مابین ناراضگی نہ ہو جائے۔ گویا کہ ان کے زعم میں سعی
سے مذکورہ دو بتوں کی تعظیم مقصود تھی اور اس سے مناة کی ناراضگی لازم آتی تھی۔

صنم مناة کے مجین و عشتاق انصار کے اوس و خزرج و قبیلہ ازد و غسان وغیرہ تھے۔ قال الازرقی
ان عمر بن لحي نَصَبَ مَنَاةً عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ هَائِلِي قَدِيدًا (کان موضع مناة فی ددان علی ساحل البحر الاحمر

بین ینبع و رابع) وہی التي كانت للارد و غسان یجئونها و یعلفونها فاذا اهلوا بالبيت و افاضوا من عرفات و فرغوا من منی لم یخلعوا الا عند مناة و كانوا یهلون لها و من اهل لها لم یطف بین الصفا و المروة لمكان الصنین اللذین علیهما نمیک مجادد الریح و مطعم الطیر فكان هذا الحی من الانصار یهلون بمناة و كانوا اذا اهلوا بحجر او عرة لم یطل احد منهم سقف بیت حتی یفرغ من حجته او عمرته و كان الرجل اذا احرم لم یدخل بیتہ و ان كانت له فیه حاجة تسوء بیتہ لان لا یحج من تاج البیت رأسه فلما جاء الله بالاسلام انزل الله تعالی فی ذلك و لیس البربان تأثروا البیوت من ظهورها - الایة - و كانت مناة للارد و للفرس و غسان من الازد و من دان بدینهم من اهل یثرب و اهل الشام اء -

المیل و البرید - آیت و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاذا فوسیة من مثله فی تفسیر میں برید مذکور ہیں - ایک برید بارہ میل کا ہوتا ہے - بالفاظ دیگر برید اس مسافت کا نام ہے جو چار فرسخ ہو اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے - اور ایک میل چار ہزار گز کا ہوتا ہے متاخرین کے نزدیک - اور قدام کے نزدیک ایک میل تین ہزار گز کا ہوتا ہے - دونوں قولوں میں میل کی مقدار ایک ہی ہے - کیونکہ قدام کا گز لمبا ہے اور متاخرین کا گز چھوٹا ہے - متاخرین کے نزدیک ایک گز کی مقدار چوبیس انگل ہے مطابق عدد مرسومہ حروف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - اور قدام کے نزدیک ایک گز ۳۲ انگل کا ہوتا ہے لہذا قدام کے گز کے حساب سے تین ہزار گز - متاخرین کے چار ہزار گز کے برابر ہیں -

زیادہ معروف و مشہور متاخرین کا گز ہے - متاخرین کا ذراع یعنی گز شرعی گز کے نام سے معروف ہے پس شرعی گز ۶۴ انگل کا ہے اور ایک انگل ۶ جو کا ہوتا ہے - جب چھ جو کو ایک دوسرے سے عرفاً پیوست کر دیں تو یہ ایک انگل کی مقدار ہے - فقہار و علماء ریاضی لکھتے ہیں کہ ایک جو چھ بالوں کے برابر ہوتا ہے - پس ایک گز ۶۴ جو کا ہوتا ہے - قال الزیلعی ان المیل اربعة آلاف ذراع - یہاں پر چند اقوال اور بھی ہیں - ففی شرح العینی عن الینابیع المیل اربعة آلاف خطوة -

وما احسن ما قال ابن الحاجب رحمہ اللہ

ان البرید من الفرسخ اربع	ولفرسخ ثلاث امیال ضعیوا
والمیل الف ای من الباعا قُل	والباع اربع اذ سرح تستنبخ
ثم الذراع من الاصابع اربع	من بعدھا العشر ثم الاصبع
ست شعیرات فظهر شعیرة	منھا الی بطن لاخری توضع
ثم الشعيرة ست شعرات فقل	من شعر بغل لیس فیہا مدفع

کذا فی هامش الرحلتا شرح اللہ المختار -

فائدہ۔ شرعی گز، جو ۲۴ انگل کا ہے یہ تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا ہوتا ہے۔ لہذا رائج الوقت انگریزی گز شرعی گز سے دگنا ہے۔ کیونکہ انگریزی گز تین فٹ لمبا ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ زمانہ حال میں انگریزی میل رائج و معروف ہے اور یہ انگریزی میل شرعی میل سے کم ہے۔ کیونکہ رائج الوقت انگریزی گز کے حساب سے انگریزی میل ۱.۶۰ گز کا ہوتا ہے۔ اور اسی انگریزی گز کے حساب سے شرعی میل تقریباً دو گز ار گز کا بنتا ہے۔ پس انگریزی گز کے پیش نظر شرعی میل انگریزی میل سے ۲.۴ گز طویل مراجعہ للتفصیل رسالۃ نیل البصیرۃ فی نسبتہ سبع عرض الشعیرۃ۔ هذا والله اعلم۔

نَائِلَةٌ وِاسَافٍ۔ آیت اِزْ الصَّفَا وَالْمُرْدَةِ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ الایۃ کی شرح میں دونوں کا ذکر موجود ہے۔ اساف و نایلہ دو بتوں کے نام ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بیت اللہ شریف کے قریب رکھے گئے تھے اہل جاہلیت ان کی بڑی تعظیم کرتے اور ان دونوں کی پرستش میں مشغول رہتے تھے۔

علامہ ازرقی کتاب اخبار مکہ ج ۱ ص ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ بنو خزاعہ سے قبل کعبۃ اللہ کا متولی قبیلہ جہرم تھا اس قبیلہ میں سے بعض لوگ حرم شریف اور بیت اللہ کی بے حرمتی کرنے لگے۔ حجاج اور زائرین اور مسافروں کو تنگ کرتے تھے اور بیت اللہ شریف کے خزانے کو بھی لوٹنے کی کوشش کرنے لگے۔ جب ان کی بد اعمالیاں اور بیت اللہ شریف کی بے حرمتی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بنو خزاعہ کو مسلط کر دیا اور بنو خزاعہ نے سخت خونریزی کے بعد بنی جہرم کو مکہ مکرمہ سے نکال باہر کیا اور بنو خزاعہ بیت اللہ شریف کے متولی بن گئے۔ اس طرح بیت اللہ شریف کی تولیت و نگرانی بنو خزاعہ کے قبضہ میں آگئی۔ یہ ظہور اسلام سے تقریباً پانچ سو سال قبل کا واقعہ ہے۔ بنو خزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا یا دوسرا متولی عمرو بن لُحی تھا عمرو بن لُحی کے بارے میں نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے حرم میں اور عرب میں بُست نصب کیے اور بت پرستی شروع کرائی۔ کمافی الروض الانف ج ۱ ص ۹۲۔

اساف و نائلہ کا قصہ بڑا عبرت انگیز ہے۔ یہ دونوں اساف و نائلہ دراصل جہرم میں سے ایک مرد و عورت تھے۔ ان دونوں نے بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہو کر بدکاری کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا۔ بعد میں جب لوگوں نے ان کی مسوخ صورتیں دیکھیں اور بیت اللہ شریف کی عظمت کا کھرشمہ دیکھا تو انھیں بڑی عبرت ہوئی اور انسانوں کی پتھر میں تبدیل شدہ صورتوں کو صفا و مردہ پہاڑ پر نصب کر دیا تاکہ انھیں دیکھ کر لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور آئندہ کوئی اس قسم کی شرارت کی جرات نہ کرے۔

ایک مدت دراز گزرنے کے بعد لوگوں نے بنو خزاعہ کی تولیت کے زمانے میں ان کو پوجنا شروع کر دیا۔ اور سب سے پہلے عمرو بن لُحی نے لوگوں کو ان کی عبادت کی دعوت دی اور اُس کے دل میں شیطان نے اس

شرارت کا دوسرہ ڈالا۔

قال فی اخبار مکة فلم یزل امرها یدرس ویتقادم حتی صار صغیراً صغیراً یعبان وقال بعض اهل العلم ان عمرو بن لُحی دعا الناس الی عبادتها وقال للناس انما نضیبا ههنا ان اباکم ومن قبلکم کانوا یعبدونہا واما القاه ابلیس علیہم ثم حواها قصی بن کلاب بعد ذلك فوضعهما یدرج عندہما اتجاه الکعبة عند موضع زفرم انتهى۔ اساف بن بغا اس بدکار مرد کا نام تھا اور نائلہ بنت ذؤب اس بد فعل عورت کا نام تھا۔ کذا قال الازرقی ان دونوں کے نسب میں متوفین کا اختلاف ہے۔ ابن ہشام نے اپنی سیرت ج ۱ ص ۶۴ پر ان کا نسب یوں بیان کیا ہے اساف بن بغی و نائلہ بنت دیک قال ابن اسحاق واتخذوا اسافاً و نائلہ علی موضع زفرم یخرون عندہما وکان اساف و نائلہ سرجلًا و امرأۃ من جرهم هو اساف بن بغی و نائلہ بنت دیک فوقم اساف علی نائلہ فی الکعبة فمسخما اللہ حجرون انتهى۔ و فی اخبار مکة قال عبد الرحمن بن ابی الزناد هو اساف بن سہیل و نائلہ بنت عمرو بن ذؤب انتهى۔

بعض روایات میں ہے کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے بدکاری کا موقعہ نہیں دیا بلکہ جب وہ تقبیل و معانقہ میں مشغول ہوئے تو اللہ نے ان کو پتھر بنا دیا۔ ذکر ابن اسحاق باسنادہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہا کانت تقول ما زلنا نسمع ان اسافاً و نائلہ کا ناسرجلًا و امرأۃ من جرهم أحد ثانی الکعبة فمسخما اللہ تعالیٰ حجرون انتهى۔ قال السہیلی فی الرض الاثنف ج ۱ ص ۱۶ ذکرہ زین فی فضائل مکة عن بعض السلف قال ما مہلہما اللہ الی ان یفجرا فیہا و لکنہ قتلہا فمسخا حجرون فأخرجا الی الصفاء المرۃ فنیصبا علیہا لیکونا عبرۃ و موعظۃ فلما کان عمرو بن لُحی نقلہما الی الکعبة و نصبہما علی زفرم فطاف الناس بالکعبة و بہما حتی عیدا من دون اللہ اہ۔ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اساف صفار تھا اور نائلہ مردہ پر۔ اور اس علی میں یہ آیت نازل ہوئی ان الصفاء المرۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما قال البیضاوی کان اساف علی الصفاء و نائلہ علی المرۃ و کان اهل الجاہلیۃ اذا سعوا مسحوا ہما فلما جاء الاسلام و کسر الاصنام تحرج المسلمون ان یطوفوا بہما لذلك فنزلت هذه الآية اہ۔

و ذکر الوائدی عن اشیاءہ قالوا کان اساف و نائلہ سرجلًا و امرأۃ الرجل اساف بن عمرو و المرأۃ نائلہ بنت سہیل من جرهم فرزیا فی جوف الکعبة فیسخا حجرون فاتخذوا ہما یعبدونہا و کانوا یدبحون عندہما و یحلقون رؤسہم عندہما فلما کسرت الاصنام کسر ای فی فقم مکة فخرجت من احدہما امرأۃ سوداء شمتاء تخمش و جہا عریانۃ ناشرة الشعر تدعوا لبویل فقیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلك فقال تلك نائلہ قد آتت ان تعبد ببلادکما بدلا و یقال رن ابلیس ثلاث مراتٍ رنۃً حین لکن فقعیرت صورتہ عن صورتہ الملائکۃ و رنۃً حین رأى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائماً بکعبۃ یصلی و رنۃً حین افتتح رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم مکہ فاجتمعت الیہم ذریتہ فقال ابلیس ایتیسوا ان تروہ وامتہ محمد علی الشریک بعد یومہم
هذا ابداً ولكن أفسوا فيهم النوح والشعر انتہی۔

ازرقی لکھتے ہیں کہ اہل جاہلیت طواف کی ابتداء اساف سے کرتے تھے۔ اولاً اساف کا استلام
کرتے پھر حجر اسود کا استلام کرتے اور پھر دائیں طرف طواف کرتے تھے یعنی حالت طواف میں بیت اللہ
شریف ان کی دائیں جانب ہوتا تھا۔ طواف ختم ہونے کے بعد اولاً حجر اسود کا استلام کرتے پھر نائلہ کا استلام
یعنی مسح و تقبیل کرتے ہوئے طواف ختم کر دیتے تھے۔

بعض عرب طواف کرنے کے بعد اپنے کپڑے اتار کر اساف و نائلہ کے پاس ڈال دیتے اور پھر وہ کپڑے
وہیں پڑے رہتے تھے اور کوئی بھی ان کپڑوں کو اٹھاتا نہیں تھا۔ تا آنکہ وہ پھٹ کر تار تار ہو جاتے۔ قال
فاذا فرغ من طوافه نزع ثيابه ثم جعلها يطرحها بين اساف و نائله فلا يمسحها احد ولا ينتفع بها
حتى تبلى من وطئ اقدام ومن الشمس والرياح والمطر انتہی۔ اس طرح اساف و نائلہ کے پاس کپڑوں کا ڈھیر
لگا رہتا تھا۔ اخبار مکہ ص ۱۱۲۔

وفيه ان اساف و نائله أخرجا من الكعبة فنصب احدهما على الصفا والاخرى على المروة ليعتبر
بهما الناس فلم يزل امرهما يدرس ويتقدم حتى صارا يمسحان بتمسح بهما من وقف على الصفا والمروة
فلما كان عمر بن لحي امر الناس بعبادتهما والتمسح بهما حتى كان قصي بن كلاب غولهما من الصفا
المروة فجعل احدهما يلمص الكعبة وجعل الاخر في موضع زمزم ويقال جعلهما جميعا في موضع زمزم
وكان يخرعندهما وكان اهل الجاهلية يمترون باساف و نائله ويمسحون بهما وكان الطائف اذا طاف
بالبيت بيده باساف فيستلمه فاذا فرغ من طوافه ختم بنائله فاستلمها فمناكذ لك حتى كان يوم
الفتح فكسرها رسول الله صلى الله عليه وسلم مع ما كسر الاصنام۔

وعن عمرة انها قالت كان اساف و نائله سرجاً وامراًة فسيخا حجورين فاخرجا من جوف
الكعبة وعليهما ثيابهما فجعل احدهما يلمص الكعبة والاخر عند زمزم وكان يطرح بينهما ما يهدي للكعبة
ويقال ان ذلك الموضع كان يسمى الحطيم واما نصباهنالك ليعتبر بهما الناس فلم يزل امرهما يدرس حتى
مجيلاً وثنين يعبدان وكانت ثيابهما كلتا بليت اخلفوا لهما ثياباً ثم اخذ الذي يلمص الكعبة فجعل
مع الذي عند زمزم وكانوا يذبحون عندهما ولم تكن تدنو عندهما امرأة طامثہ۔

وعن ابن عباس رضى الله عنهما قال دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة اى يوم الفتح و
حول الكعبة ثلاثاً وستون صنماً منها ما قد شد برصاص فطاف على مراحله وهو يقول جاء
الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً ويشير اليها اى بقضيبه فمناكذ صنم اشار الى وجهه

عیسائیت ہی صحیح دین توحید تھا۔ تثلیث کا عقیدہ اس وقت عام نہ تھا۔ کعبۃ اللہ کے مقابلے میں وہاں ایک خوبصورت قصر ان لوگوں نے بنایا تھا اور وہ کعبۃ نجران کے نام سے مشہور تھا۔ یا قوت نے معجم البلدان میں ایک حدیث ذکر کی ہے جس کی صحت تسلیم نہیں ہے وہ یہ ہے سہی عن النبی علیہ السلام قال القمی المحفوظ اربع مکتة والمدینة والیاء ونجران وما من لیلة الا وینزل علی نجران سبعون الف ملک یسکون علی اصحاب الاحدود ولا یرجعون الیہا بعد هذا ابداً۔ بقول یا قوت نجران صلواتہ کو فتح ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل نجران و یہودیہ کو جلاوطن کر کے جزیرۂ عرب سے نکال دیا تھا۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کی خواہش یہ تھی عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرجعن الیہود والنصارى عن جزیرۃ العرب حتی لا ادفع فیہا الا مسلماء وعن ابی عبیدۃ الجراح رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اخر ما تکلم بہ انہ قال اخرجوا الیہود من الحجاز واخرجوا اهل نجران من جزیرۃ العرب۔

وفد نصاریٰ نجران کا قصہ مشہور ہے۔ ان سے نبی علیہ السلام نے اظہار حق کے لیے مباہلہ طے فرمایا تھا مگر وہ لوگ مباہلہ کے لیے نہیں آئے۔ وفد نجران میں ۶۰ آدمی تھے یہ وفد بوقت عصر پہنچا تو انہوں نے مسجد نبوی میں بطرف مشرق منہ کر کے اپنی عبادت و نماز شروع کر دی۔ صحابہ نے ان کو منع کرنا چاہا مگر نبی علیہ السلام نے فرمایا کرنے و پڑھنے دو۔ مقصد تا یف قلب تھا کیونکہ وہ ممان تھے اور اسلام کے بارے میں گفتگو کرنے آئے تھے اس لیے وقتی مصلحت کے طور پر ان کو اجازت دی گئی ورنہ اصل حکم یہ ہے کہ کفار مسجد میں عبادت نہیں کر سکتے۔

شرکاء۔ وفد نے بطور نمائش و اظہار رعب رنگین و قیمتی ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سونے کی انگلیوں بھی انگلیوں میں تھیں۔ بعض مسلمانوں نے ان کی یہ چمک دمک دیکھی تو دل میں دنیا کا قدرے شوق پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں قل اؤنبشکو بخیر من ذلک للذین اتقوا عندہم جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا وازواج مطہرات ورضوان من اللہ واللہ بصیر بالعباد۔ نبی علیہ السلام نے ان کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا قد کنا مسلمین قبلک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذبتم عنکم من الاسلام ثلاث عبادتکم الصلیب والکلکم لحم للذئیر و ذمکم ان اللہ ولدا۔ پھر بڑی بحث ہوئی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور دیگر امور میں بھی مگر وہ لوگ انکار پر قائم رہے۔

آخر کار نبی علیہ السلام نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی انہوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کی سہلت مانگی۔ صبح نماز کے بعد نبی علیہ السلام حسن حسین و فاطمہ رضی اللہ عنہم سمیت مباہلہ کے لیے تشریف لے آئے۔

وقد يرتفع النيل أحياناً فيسبب غرق الأراضي انتهى - يا قوت محمد البلدان ج د ص ۳۳۳ پر لکھتے ہیں ومن عجائب مصر النيل جعله الله لها سقياً يزرع عليه ويستغنى به عن مياه المطر في أيام القبط اذا انضبت المياه من سائر الانهار فيمتد النيل في اشد ما يكون من الحر حين تنقص انهار الدنيا -

وقد مرى عن عمرو بن العاص رضي الله عنهما انه قال ان نيل مصر يتبدل الانهار يحضر الله له كل نهر بين المشرق والمغرب ان يمد له وذلك له - فاذا اسراد الله تعالى ان يحمر نيل مصر امر الله تعالى كل نهر ان يمد له بمائه وفجر الله له الارض عيوناً فاذا بلغ النيل نهايته امر الله كل ماء ان يرجع الى عنصره ولذلك جميع مياه الارض تغل أيام زيادته - دریا کے نیل میں طغیانی ہمیشہ قبطی ماہ بؤونہ کی گیارہ تا بیس کو شروع ہوتی ہے اور جس سال نیل میں یہ سیلاب نہ آئے اور نیل مصر کے باغات وزمینوں پر نہ چڑھے وہ سال اہل مصر کے لیے تباہی و قحط کا سال ہوتا ہے - مصر کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں فتح کیا -

روایت ہے کہ جس سال مسلمانوں نے مصر فتح کیا اس سال اتفاق سے ۱۱ بؤونہ کو نیل میں خلاف معمول طغیانی نہیں آئی تو اہل مصر اپنے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اس سال قحط کا خطرہ ہے کیونکہ نیل میں اس سال طغیانی نہیں آئی اور ہمارا ایک پرانا طریقہ ہے جس کے بغیر نیل میں طغیانی نہیں آتی -

وہ طریقہ یہ ہے کہ ہم ماہ بؤونہ کی بارہ تا بیس کو ایک کنواری لڑکی کے والدین کو مال میکر وہ ان سے حاصل کر لیتے ہیں اور پھر اس لڑکی کو زیورات اور عمدہ لباس سے آراستہ محرکے دریا کے نیل کی موجوں کے حوالے کر دیتے ہیں یہ گویا کہ دریا نے نیل کی خوراک اور نذرانہ ہے اس کے بعد دریا کے نیل میں طغیانی اور سیلاب آجاتا ہے - عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان هذا لا يكون في الاسلام وان الاسلام بهدم ما كان قبله چنانچہ ماہ بؤونہ پھر ماہ ابیب اور ماہ مسری یعنی تین مہینے گزر گئے اور دریا کے نیل کا پانی خشک ہونے لگا اور لوگوں نے قحط سالی کے ڈر سے نقل مکانی کے ارادے کر لیے -

جب عمرو بن العاص نے یہ مصیبت دیکھی تو سارے قصہ کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی - فكتب اليه عمر قد اصبحت ان الاسلام بهدم ما قبله وقد بعثت اليك ببطاقة فالتفتا في داخل للنيل اذا انالك كتابي هذا واذا في كتابه -

بسم الله الرحمن الرحيم - من عبد الله عمر بن الخطاب امير المؤمنين الى نيل مصر - اما بعد فان كنت تخشى من قبلك فلا تخش وان كان الواحد القهار يحريك ففسأل الله الواحد القهار ان يحريك چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ بطاقہ عید صلیب سے ایک دن قبل دریا کے نیل میں ڈال دیا - روایات میں ہے کہ اسی رات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نیل کا پانی لو گز بلند ہوا اور اس طرح قحط سالی کا خطرہ ٹل گیا -

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔ اس کے بعد سے دریائے نیل میں دستور کے مطابق برابر سیلاب آتا رہتا ہے۔

کرتب تاریخ میں ہے کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر دریائے نیل میں تھی یا نیل کے کنارے پانی میں تھی تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے نکالا۔ ان کی میت ایک صندوق میں تھی اور اپنے ساتھ لے گئے تاکہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے موافق انہیں آبار و اجداد کے مقبرہ میں دفن کر دیا کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۳۸۶۔

حدیث معراج میں ہے کہ نیل و فرات دونوں کا اخراج جنت سے ہے چنانچہ روایت مسلم ہے کہ اللہ علیہ السلام فرمایا اربعۃ انہا یرتجح من اصلھا اى من اصل سدۃ المنتہی انہرا ظاہران و نهران باطنان فقلت یا جبرائیل ما ہذا الا نہا قال اما النہرا الباطنان فہرا فی الجنة و اما الظاہران فالنیل و الفرات۔ و فی سرائرۃ یخرج من اصلھا اربعۃ انہا من الجنة وھی النیل و الفرات و سیمان و حیوان۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نیل و فرات کا اصل سرچشمہ اور منبع جنت میں ہے۔ کیونکہ نیل و فرات زمین ہی پر بہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ ان دریاؤں کا پوشیدہ طور پر جنت سے کچھ تعلق ہے۔ اگرچہ اس تعلق کی تفصیل و کیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ قیامت کے دن یہ دونوں دریا جنت میں منتقل کر دیے جائیں گے۔ نیز ممکن ہے کہ یہ کلام مبنی بر تشبیہ ہو اور اس میں یہ اشارہ ہو کہ نیل و فرات کے پانی میں اللہ پاک نے خاص قسم کی فضیلت و برکت ڈالی ہے جس کا تعلق جنت سے ہے۔

سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۰۰ پر ہے و قد جاء فی حدیث ما من یوم الا وینزل ماء من الجنة فی الفرات قال بعضهم و مصداقہ ان الفرات مد فی بعض السنین فوجد فیہ رمان کل واحدۃ مثل البعیر فیقال انہ رمان الجنة و هذا الحدیث ذکرہ ابن الجوزی فی الاحادیث الواہیۃ و فی حدیث موقوف علی ابن عباسؓ اذا حان خروج یجوج و ما جوج ارسل اللہ تعالیٰ جبرئیل فرفع من الارض ہذا الہاتر القرآن و العلم و الحجرو للمقام و تابوت موسیٰ علیہ السلام بما فیہ من السماء و روی الطبرانی ان سدۃ المنتہی یخرج من اصلھا اربعۃ انہا من ماء غیر اسن و من لبن لم یتغیر طعمہ و من خمر لذۃ للشاربین و من عسل مصفی۔ و عن کعب الاحبار ان نھر العسل نھر النیل و یدل لذلك قول بعضهم لولا دخول نھر النیل فی البحر الملح الذی یقال لہ البحر الاخضر قبل ان یصل الی بحیرۃ الزنج و یختلط بملوحہ لما قد احد علی شربہ لشدة حلاوتہ و نھر اللب نھر حیوان و نھر الخمر نھر الفرات و نھر الماء نھر سیمان۔ انتہی۔

واسط۔ آیت المرتالی الذین خرجوا من ديارهم الايتی کی تفسیر میں مذکور ہے۔ واسط بصرہ وکوفہ کے درمیان مشہور شہر کا نام ہے۔ اسے حجاج ثقفی نے آباد کیا تھا۔ چونکہ یہ شہر بصرہ وکوفہ کے وسط میں ہے ہر ایک سے اس کا فاصلہ ۵۰ فرسخ ہے اور بقول بعض ۴۰ فرسخ۔ اس واسطے اسے واسطہ کہتے ہیں۔ واسطہ منصرف بھی مستعمل ہے اور غیر منصرف بھی۔

واسطہ کی تعمیر حجاج والی عراق نے ۸۴ھ میں شروع کی اور ۸۶ھ میں اس سے فارغ ہوا۔ کہتے ہیں کہ حجاج اہل کوفہ سے تنگ آگیا تو ایک معتد آدمی کو نیا شہر بنانے کے لیے جگہ تلاش کرنے پر مامور کیا۔ اور کہا کہ وہ جگہ دریا کے قریب ہو۔ اس شخص کو یہ جگہ پسند آئی۔ آب و ہوا اچھی تھی۔ اس کو لوگوں نے بتایا کہ یہ جگہ کوفہ سے ۴۰ فرسخ ہے مدائن سے بھی ۴۰ فرسخ۔ اہواز سے بھی ۴۰ فرسخ اور بصرہ سے بھی ۴۰ فرسخ۔ لہذا اس شہر کا نام واسطہ رکھا۔

شہر واسطہ کی تعمیر سے قبل ایک عجیب قصہ کتب میں موجود ہے وہ یہ ہے۔ سماک بن حرب کہتے ہیں کہ حجاج نے مجھے اس علاقہ کا والی اور منتظم مقرر کیا فینما انایوما علی شاطئ دجلة ومعی صاحب لی اذا انارجل علی فرس فضا ح باسمی واسم ابی فقلت ما تشاء فقال الولیل اهل مدينة ثبني ههنا ليقتلن فيهما ظلم سبعون الفا كثر ذلك ثلاث مرات ثم أقحم فرسه في دجلة حتى غاب في الماء فلما كان من قابل ساقى القضاء الى ذلك الموضع فاذا انارجل علی فرس فضا ح بی کما صبح فی المرة الاولى وقال کما قال وزاد سیقتل من حولها ما یستقل الحصی لعدہم ثم أقحم فرسه فی الماء حتى غاب قال وكان یرون انما واسطہ وما قتل فیہا کذا ذکر یاقوت فی المعجم۔

وقیل أحصى فی محبس الحجاج ثلاثة وثلاثون الف انسان لم یحبسوا فی دم ولا تبعۃ ولا دین وأحصى من قتلہ صبرا فبلغوا مائۃ وعشیرۃ الفا۔

وذكر الحجاج الثقفی عند عبد الوهاب الثقفی بسوء فغضب فقال انما نکر من المساوی او ما تعلمون ان اول من ضرب درهما علیہ لا اله الا الله محمد رسول الله واول من بنی مئنة بعد الصحابة فی الاسلام واول من اتخذ المحامل وان امرأة من المسلمين سبیت بالهند فنادت یا حجاجاه فاتصل به ذلك فجعل یقول لیتک لیتک وانفق سبعة آلاف درهم و امر سل محمد بن قاسم علی الافراج حتی افتتح الهند والسند۔ وافتتح تلك الاراضی ومنها ملتان واستنقذ المرأة واحسن الیها کذا ذکر یاقوت۔

یٰمَن۔ آیت وَتَرَدُّدًا فَاتَّخِذُوا خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی کی تفسیر میں مذکور ہے۔ یمن مشہور ملک عرب کا نام ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کے رکن کی طرف جو اشرف الارکان میں سے ہے رخ ومنہ کرنے والے شخص کی جانب یمن میں واقع ہے قال ابن عباس تفرقت العرب فمن تیا من منهم سُمیت الیمن و یقال ان الناس کثروا بمكة فلم تجلهم فالتأمت بنو یمن الی الیمن و هی ائمن الارض فسمیت بذلك کذا فی معجم البلدان ج ۵ ص ۴۴۴ صغار۔ حضرموت۔ عمان۔ عدن وغیرہ یمن کے بلاد ہیں۔

یمن کی طرف نسبت کے تین طریقے ہیں اول مطابق قیاس یعنی یمنی۔ دوم یمنانی بتخنیف یا بر وزن ثمانی یقال رجل یمنی وامرأة یمنیة مثل ثمان و ثمانیة اور یہ طریقہ کثیر الاستعمال ہے۔ عام نحاۃ کے نزدیک یمنانی میں تشدید غلط ہے۔ کیونکہ الف ایک یا مشدودہ کا عوض ہے۔ فلا یجوز الالف مع تشدید الیاء لاقتران جمع العوض والمعوذ عن۔ لیکن سیبویہ بطور قلت و ندرت تشدید کی روایت بعض عرب سے کرتے ہیں۔ فیقال یمنانی بتشدید الیاء۔ اور یہ طریقہ سوم ہے۔ کہتے ہیں ائمن الرجل و یئمن و یا من اذ اتی الیمن۔ اصمعی فرماتے ہیں امر بعت اشياء قد ملأت الدنيا ولا تکن الا بالیمن الیمن الیمن والکندر والحطرد العصب۔

ابراہیم بن محرمہ نے ایک دن خلیفہ سفاح عباسی کے سامنے یمن کے بہت سے مفاخر بیان کیے۔ خالد بن صفوان بھی بیٹھا تھا تو خالد نے انھیں کہا و بعد فاما منکم الا ذابغ جلد او ناسج بُرد او سائس قرد او راکب عیراد دل علیکم ہد ہد وغر فتکم جرد و ملککم اقر و لد فتکت و کا فمالمتم۔

بعض کتب تاریخ میں ہے کہ قحطان ہود النبی علیہ السلام کا نام ہے۔ ان کے بیٹے کا نام یعرب بن قحطان ہے۔ ہود علیہ السلام اپنے فرزند یعرب کو منفرد و برکات و کمالات کی وجہ سے ائمن (مبارک) کہا کرتے تھے۔ یعرب اول شخص ہیں جو یمن میں آباد ہوئے۔ اسی وجہ سے یمن کو یمن کہتے ہیں قال فی المسیرۃ للبلبیۃ ج ۱ ص ۱۰۱ اول من تکلم بالعربیۃ یعرب بن قحطان و یعرب هذا قیل له ائمن لان هود انبی اللہ علیہ السلام قال له انت ائمن و لدی و سمی الیمن یمنًا بوزلہ فیہ انتی۔

فائدہ۔ یمن پرچن بادشاہوں نے حکومت کی ہم یہاں پر مختصر ان کے نام۔ بعض احوال اور ندرت حکومت کا ذکر کرتے ہیں۔

ملوک یمن میں پہلا بادشاہ سبأ بن یثجب بن یعرب بن قحطان ہے۔ سبأ کا اصل نام عبد شمس ہے۔ اس نے ۴۸۴ سال حکومت کی۔ ملوک یمن کے اسماء و ندرت حکومت میں اصحاب تاریخ کا بڑا اختلاف ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ مسعودی کی رائے کے مطابق ہے۔ اس نقشہ میں یعرب و یثجب قحطان کا ذکر نہیں۔ حالانکہ ان تینوں نے بھی حکومت کی ہے۔

عدد	بادشاہ یمن کا نام مع بعض احوال کے	دست حکومت سالوں میں
۱	سبأ بن یشجب بن یعرب بن قطان	۳۸۳
۲	ثم حمیر بن سبأ۔ کان شجاعاً وهو اول من وضع على رأسه تاج الذهب من ملوك اليمن۔	۵۰ تقریباً
۳	ثم كهلان بن سبأ بن یشجب ۔	۳۰۰ تقریباً
۴	ثم ابومالك عمر بن سبأ۔ وكان عادلاً محسناً۔	۳۰۰
۵	ثم جبار بن غالب بن زید بن كهلان ۔	۱۲۰
۶	ثم الحارث بن مالك بن افریقس بن صیفی بن یشجب بن سبأ	۱۴۰
۷	ثم الراش بن شداد بن ملظاظ ۔	۱۲۵
۸	ثم ابرهة بن الراش وهو ذو المنار ۔	۱۸۰
۹	ثم افریقس بن ابرهة ۔	۱۶۳
۱۰	ثم العبد بن ابرهة ۔ وهو ذو الازعار ۔	۲۵
۱۱	ثم الهد هاد بن شرحبیل بن عمر بن الراش ۔	۱۰ یا ۷
۱۲	ثم تبّع الاول ذكرنا ان بلقیس قتلته	۲۰۰
۱۳	ثم بلقیس بنت الهد هاد قيل كانت امه جنية واقها غابت بعد ما ولدت بلقیساً ولها خبر ظریف وامرهم مع سليمان عليه السلام وامر الهد هاد ذكره الله في القرآن ۔	۱۲۰
۱۴	ثم ملك اليمن سليمان عليه السلام ثلاثاً وعشرين سنة ۔ ثم عاد الملك بعد سليمان الى حمير ۔	۲۳
۱۵	ثم ناشر النعم بن عمر بن يعفر ۔	۳۵
۱۶	ثم شمير بن افریقس بن ابرهة ۔	۵۳
۱۷	ثم تبع الاقرن بن شمير ۔	۱۶۳
۱۸	ثم كلكب بن تبّع ۔	۱۲۰
۱۹	ثم حسان بن تبّع فاستقام له الامر ثم قتل ۔	۲۵
۲۰	ثم عمر بن تبّع وهو القاتل لاخته حسان المتقدم ذكره ۔ ويقال انه عد مر النوم	

٦٢	لما كان قتل اخاه -	
٢١	ثم تبع بن حسان بن كليكرب وهو الملك السائر من اليمن الى الحجاز و كانت له مع الادرس والخزرج حرب و اراد هدم الكعبة فنعه من كان معه من اجاريه فكساها القصب واليماني وغلبت في زمنه على اليمن اليهودية وخرج الناس عن عبادة الاصنام -	١٠٠
٢٢	ثم عمر بن تبع ملك اليمن بعد تنازع -	٣٠
٢٣	ثم وليعة بن مرشد	٣٩
٢٤	ثم ابرهة بن الصباح بن وليعة بن مرشد -	٩٣
٢٥	ثم عمر بن ذى قيفان	١٤
٢٦	ثم ذو شنائر ولم يكن من اهل بيت الملك فغرى بالاحداث من ابناء الملوك و اظهر الفسق باليمن واللواد ومع ذلك كان عادلا في رعيته فقتله ذو نواس يوسف وكان من ابناء الملوك خوفا من ان يفسق به -	٢٩
٢٧	ثم يوسف ذو نواس بن زمرعة بن تبع الاصغر بن حسان بن كليكرب وهو صاحب قصة اصحاب الاعدود و تحريقه اياهم بالنار وكان ملكه ٢٦٠ سنة -	٢٤٠

ل اصحاب الاعدود ذكر في القرآن قال الله تعالى قتل اصحاب الاعدود النار ذات الوقود الى قوله وما نقموا منهم الا ان يؤمنوا بالله العزيز الحميد - قالوا انهم كانوا في الفترة بين عيسى ونبينا محمد عليهما الصلوة والسلام في مدينة نجران باليمن - كما قال المسعودي في مروج الذهب ج ١ ص ١٤٦ وقد ذكرنا حال نجران في فصل اخر من هذا الكتاب - وكانوا في زمن ذى نواس وكان على دين اليهودية قبله ذانواس ان قوما نجران على دين المسيح عليه السلام فاسار اليهم واحتقر اخاديد في الارض وملاها نارا ثم عرضهم على اليهودية فمن تبعه تركه ومن ابى قذفه في النار -

فاتي بامرأة معها طفلها ابن سبعة اشهر فابت فاد نيت من النار فجزعت فانطق الله الطفل فقال يا امه امض على دينك فلا نار بعد هذه النار فالقاه في النار وكانوا موحدن لا على رأي النصرانية اصحاب التثليث وفي بعض الروايات انه اخذ منها الطفل والقوة في النار فجزعت الامم و ارادت ان تتبع اليهودية فنادى بها الطفل من النار يا امه ادخلي النار فانها حديقة وليست بنار فدخلت فيها ودخل فيها جميع الموحدين قال الشيخ الرمي في المتنوى -

٢٠	ثم ارياط بن اصحة -	٢٨
٢٣	ثم ابرهة الاشرم ابويكسوم - وكان ذلك في ملك قباد ملك فارس -	٢٩

نواست تا سجده کند او پیش بت بانگ برزد طفل اتی لم اُمرت
اندر آید اے مسلماناں ہمہ پیش عذب دیں عذاب است آن ہمہ

وقالت النار لذي نواس حين تختبره

گفت آتش من ہمانم آتشم اندر آں تا تو بینی تا بشم

فمضى رجل الى قيصر يستجده فكتب له قيصر الى النجاشي ملك الحبشة لان كان اقرب دار فبعث النجاشي
الحبشة وعليهم ارياط بن اصحة فانهزموذذ نواس بعد حرب طويلة وغرق نفسه خوفا من العار كما في
مروج الذهب ج ٢ مك فلما ارياط اليمن عشرين سنة ثم وثب عليه ابرهة الاشرم ابويكسوم فقتله
وملك اليمن -

كان ابرهة في القرن السادس من الميلاد نائبا على اليمن عن اصحة ملك الحبش وهو صاحب الفيل
الذي اراد هدم بيت الله وله ذكر في القرآن قال الله الم تركيف فعل ربك باصحاب الفيل لانه وقصته
انه حصد بيت الله فبنى كنيسة بصنعاء سماها القليس وزيتها الى غاية واراد ان يصرف حج العرب اليها
وكان ابرهة من النصارى فجاء شخص من العرب لما سمع مقالة ابرهة واحداث فيها فغضب ابرهة و
اقسم ليسير الى البيت فيهدم وسار بجيشه ومعه الفيل الابيض اسمه محجوج وقيل معه ثلاثة عشر
فيلا يهدم كعبة الله فتهيا بعض العرب لمجادة فكان اول من قابله ديقم من ملوك اليمن فهاجم ابرهة
حتى جاء الى الطائف ثم سار الى مكة وارسل الى قريش وقال لهم لست اقصد حركم بل جئت لاهدم الكعبة
فقال عبد المطلب والله لا نريد حرب ولا نقد وهذا بيت الله فهو بمنعة من ابرهة -

ثم عبد المطلب ذهب الى ابرهة مع رسوله فقبل له ايها الملك هذا سيد قريش وهو يطعم الناس
بالهبل والوحوش في سرورس الجبال فلما سراه ابرهة اجله واكرمه ونزل عن سريره وجلس معه وسأله عن حاجته
فقال عبد المطلب حاجتي ان يرد علي الملك ما نتي بعير لي اخذ هار جال الملك فزها عليه قال له ابرهة قد
اهبنتني حين رأيته ثم زهدت فيك حين كلمتني في البعير وتترك بيتنا هوديتك ودين اباك
قد جئت لهدمه فقال له عبد المطلب اتى انا رب الابل وان للبيت ربنا يمينه قال ابرهة ما كان
يمنعه مني فرجع عبد المطلب الى قريش فاخبرهم الخبر وامرهم بالخروج من مكة الوصف الجبال تخوفا عليهم
من منيرة الجيش -

راجع انسان العيون ج ١ ص ١٠٠، ودائرة المعارف ج ١ ص ١٠٠، ولقطة الجحان مك ومهرج الذهب ج ١ ص ١٠٠
واخبار مكة للازرق ج ١ ص ١٠٠، ومنه.

وروى ان الفيل العظيم لما رأى عبد المطلب بك كايبرك البعير وخر ساجداً وانطق الله الفيل فقال
السلام على النور الذي في ظهرك يا عبد المطلب هذا والله اعلم بصحة قصة منطق الفيل وسجدته فلما
شرح ابرهته في الذهاب الى مكة ووصل الفيل الى اول الحور فبكف فصار يضربون راسه ويدخلون
الكلايب في مراق بطنه فلا يقوم فوجهوا وجهه الى جهة الشام فقام يهرول واصر ابرهته ان يسقى
الفيل الخمر ليدق بتميزه فسقته فثبتت على امرة وارسل الله عليهم الطير الالبابيل اى جماعات
من البجرامثال للخطاطيف مع كل طير ثلاثة اجحار مثل العدس او الحمص لا يصيب منهم احداً الا
اهلكه فخرجوا هاربين وضلوا الطريق فهلك اكثرهم واصاب ابرهته حجر فخرجه وما زال به حتى اهلكه و
ليس كلهم اصابه الحجر ثم ارسل الله سيلاً فالقاهم في البحر وصاروا يتساقطون بكل منهل وسقطت
اعضاء ابرهته ووصل الى صنعاء كذلك مع نفر خرجوا به معهم تسقط له امثلة اغلة كلما سقطت منه امثلة
اتبعتها منه مدة تمت فيجاود ما حق قد مواب صنعاء وهو مثل فرخ الطائر فامات حتى انضغ صدق
عن قلبه -

ثم ركب عبد المطلب لما استبطأ مجئ القوم الى مكة ينظر ما الخبر فوجدهم قد هلكوا اى غالبهم
فاختل ما شاء من صفراء وبغضاء ثم اعلم اهل مكة بمهلاك القوم فخرجوا فجمعوا الاموال كثيرة وفي كلام سبط
ابن الجوزي وسبب غنا عثمان بن عفان ان اياه عفان وعبد المطلب وابامسعود الثقفي كانوا اول من نزل
عظيم الحبشة فاخذوا من اموال ابرهته واصحابه شيئاً كثيراً ودفعوه عن قرش فكانوا اغنى قرش واكثرهم
مالاً ولما مات عفان ورثه عثمان رضى الله عنه ومن جملة من سلم من عسكر ابرهته ولم يذهب سائس
الفيل وقائد فغن عائشة رضى الله عنها ادركت قائد الفيل وسائسه بمكة اعميين مقعدين يستطعمان الناس
وذكر البعض انه اقام بمكة فلان من الجيش وعسقاء وبعض من ضمهم العسكر للحبشى فكانوا بمكة يعمدون
ويرعون لاهل مكة وذكر ابن اسحاق ان اول ما ريت للحبشة وللجنادى بارض العرب ذلك العام و
ان اول ما رى بها من مراكب الشجر للحرمي وللخنظل من ذلك العام وقال بعض اهل مكة كما في كتب
التاريخ انه اول ما كانت بمكة حمام الياقوت حمى مكة للحرمية ذلك الزمان يقال انها من نسل الطير
التي رمت اصحاب الفيل حين خرجت من البحر من جدة. كذا في اخبار مكة للازرق ج ١ ص ٩٢ -

ويمكن ان يقال هذا اشتباه لان الذى قيل انه من نسل الالبابيل انما هو شئ يشبه الزرارة

يكون باب ابراهيم من الحرم والآخام الحرم من نسل الحمام الذي عشت على قم الغار - كذا في السيرة الحلبية ج ١ ص ٦١ -

ولما هلك صاحب الفيل وقومه وجيشه وكان من الحبشة وكان ابرهة حبشياً عرت قريش وهايتهم الناس كلهم وقالوا اهل الله لان الله تعالى معهم وان الله قاتل عنهم وكفاهم مؤنة عدوهم الذي لم يكن لسائر العرب بقتاله قدوة . وكانت قصة الفيل اول المحرم من سنة ٨٨٢ من تاريخ ذي القرنين كذا في الرض ج ١ ص ٣٤ - وفيه وفي رواية انهم استشعروا العذاب في ليلة ذلك اليوم لانهم نظروا الى النجوم كالحة اليهم تكاد تكلمهم من اقترابها منهم ففزعوا لذلك اه -
ثم اعلم ان ولادته صلى الله عليه وسلم كانت في عام الفيل وقيل في يومه فعن ابن عباس قال ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الفيل قال الحافظ ابن حجر المحفوظ انه ولد عام الفيل لا يوم الفيل واليوم في قول ابن عباس بمعنى مطلق الوقت وفي تاريخ ابن حبان ولد عام الفيل في اليوم الذي بعث الله تعالى الطير الابابيل فيه على اصحاب الفيل وقيل ولد بعد الفيل بخمسين يوماً وقيل بخمسة وخمسين يوماً وقيل باربعين يوماً وقيل بشهر وقيل بعشرين سنة وقيل بثلاث وعشرين سنة وقيل بثلاثين سنة وقيل باربعين سنة وقيل بسبعين سنة -

وللمهوى على انه ولد في عام الفيل قال ابن كثير وغيره من المحققين . وفي المواهب انه عليه السلام ولد بعد الفيل (اي بعد ايام) لان قصة الفيل كانت توطئة لنبوته ومقدمة لظهوره وبعثته . وقال القاضي البيضاوي وغيره انها من الامور هاضات اذ جرى انما وقعت في السنة التي ولد فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال ابن القيم في الهدى ان مما جرت به عادة الله تعالى ان يقدم بين يدي الامور العظيمة مقدمات تكون كالمداخل لها فمن ذلك قصة مبعثه صلى الله عليه وسلم تقدماتها قصة الفيل . ولولم ينطق القرآن بقصة الفيل لكان في الاخبار المتواطئة والاشعار المتظاهرة في الجاهلية والاسلام حجة وبيان لشهرتها وما كانت العرب تفرح بها فكانوا يؤرخون في كتبهم وديونهم من سنة الفيل فلم تزل قريش والعرب بمكة وغيرها تؤرخ بعام الفيل ثم اترخت بعام الفجار ثم اترخت بينان الكعبة . وفي القرآن وارسل عليهم طيراً ابابيل ترميهم حجارة من سجيل فجعلهم كصفا مأكول . ومعنى ابابيل جماعات متفرقة جمع ابالة وهي الخزعة الكبيرة شبهت الطير في اجتماعها بالحزم وقال ابو عبيدة ابابيل مثل عباديد لا واحد لها و لم يأت نص صحيح في صفة الطير واشكالها ثقيل في لونها انها كانت بيضاء وقيل سوداء وقيل خضراء لها خراطيم كخراطيم الطير واكفت كأكف الكلاب و قيل كانت رؤسها ك رؤس السباع ومعنى سجيل اي طين متعجر وقيل من طين وقيل السجيل هو

٢٠	ثم بعد موت ابرهة ملك اليمن ابنه يكسوم بن ابرهة فعمرا اذاه عشرين سنة.	٣٠
٣	ثم مسروق بن ابرهة فاشتدت اذاه على ساثر اهل اليمن وكانت امه من آل ذي يزن فقتل بعد ثلاثة اعوام - فكانت مدة ملكه ثلاث سنين -	٣١
٣	ثم سيف بن ذي يزن او معدى كرب بن سيف بن ذي يزن -	٣٢

سنگ در في الفارسية -

ثم لا مجال للشك في ارسال الطير ورميها بالحجارة لشهرة امرها في العرب وتواترها ولما صرح به القرآن والسنة - وبعض اهل اوربا والمتوسرون ينكرون ذلك ويقولون ان هلاك جيش ابرهة كان بالوباء الواقع فيهم وهذا يخالف القرآن قال في دائرة المعارف ج ١ ص ٢٢٠ وقد يذهب بعض علماء العصر ان هذه الطيور عبارة عن الميكروبات الجرثيمة ونحو ذلك حملت اليهم الطاعون او البعوض حمل اليهم الحميات للخبثية او ميكروبات الجدوى انتهى -

٣٣ بقتل مسروق انتهت ولاية الاحابشي وملكهم على اليمن وكانوا ملكوها ٤٢ سنة ولا صاحب التاريخ في ذلك اختلاف كبير - وكان ملوكهم اربعة اولهم ارباط ثم ابرهة ثم يكسوم ثم مسروق -

ذكر الطبري ان سيف بن ذي يزن لما فعل ذوفواس بالحبشة ما فعل ثم ظفروا به توجه الى كسرى انوشروان لطلب الغوث على الحبشة فوعده واقام سنين عنده ثم مات وخلفه ابنه معدى كرب بن سيف بن ذي يزن فبعث كسرى مع معدى كرب جيشا الى اليمن فذهبوا وقاتلوا مسروق بن ابرهة فقتلوه وملك معدى كرب اليمن بغير منازع - هذه رواية للمسعودي وغيره واجم مخرج الذهب ج ٢ ص ٢٠٥ وروض الانف ج ١ ص ٣٢ -

والتحقيق عدم موت سيف بن ذي يزن عند كسرى بل هو الذي جاء بجيش كسرى وملك اليمن كما في اخبار مكة للازرق ج ١ ص ٢٠٦ وتاريخ الطبري ج ٢ ص ١١٠ - وفيه ان عبد المطلب لقي سيف بن ذي يزن بعد ما رجع اليه ملكه - وانه اخبر عبد المطلب وبشيرة بظهور خاتم الانبياء من اولاده وسذكر هذا الخبر اللطيف بعد ذلك ان شاء الله تعالى -

وكان ملك سيف بن ذي يزن او معدى كرب بن سيف على اليمن اربع سنين قتل رجال بطانته من الحبش ولم يملك احد بعده بل استقل اهل كل ناحية بما لديهم على مثال ملوك الطوائف وصارت سيطرة الفرس على اليمن حتى ظهر الاسلام فدخلت في حوزة الاسلام -

فائدة - مرى الكلبي عن ابي صالح عن ابن عباس قال لما ظفر سيف بن ذي يزن بالحبشة و

مَلِكَ الْيَمَنَ وذلك بعد مولد النبي صلى الله عليه وسلم اتاه دنوح العرب واشرافها وشعراؤها التهنت بمدح
وتذكروا كان من بلائه وطلبه بشارقهم فاتاه وقد قرئش وفيهم عبد المطلب بن هاشم وامية بن عبد شمس
وخويلد بن اسد في ناس من وجه قرئش من اهل مكة فاتوه بصنعاء وهو في قصر له يقال له غمدان
فاذن لهم فاذا الملك متمخرا بالعنبر ومبيض المسك من مفرقة الى قدمه وسيفه بين يديه وعن يمينه
عن يساره للملوك وابناء الملوك .

فدنا عبد المطلب فاستأذن في الكلام فقال له الملك ان كنت ممن يتكلم بين يدي الملوك
فقد اذتالك فتكلم عبد المطلب بكلام طويل فصيح بليغ مدح به الملك وذكر انهم اهل حرم الله و
انهم وفد التهنته . قال واياهم انت ايها المتكلم قال انا عبد المطلب بن هاشم قال ابن اختنا قال
نعرف فادناه ثم اقبل عليه وعلى القوم فقال مرحبا واهلا وناقته ورجلا ومستنأخا سهلا وملاكارا محلا
يعطى عطاء جزلا ثم قال افهضوا الى دار الضيافة فاقاموا شهرا لا يأذن لهم في الانصراف واكرمهم
اكراما .

ثم ارسل الى عبد المطلب فادناه واخلع مله ثم قال سيف بن ذي يزن وكان من اليهود عالما
ببعض ما في الصحف يا عبد المطلب اني مفوض اليك من سر على امر الوغيرك يكون لم اُحِبْبه له ولكنتي
وجدت معدته فاطلعتك طلعه وليكن عندك مطويتا حتى يأذن الله فيه فان الله بالغ فيه
امره اني اجد في الكتاب المكنون والعلم المخزون الذي اختراناه لانفسنا واحتجنا به دون غيرنا خبرا
جسيما وخطرا عظيما فيه بشرف للحياة وفضيلة للناس عامة ولرهطك كافة ولك خاصة قال ايها الملك
مثلك سرور فاهو ذلك الله اهل الوبور والمد زفر بعد زفر .

قال فاذا ولد بهتامة ولد غلام به علامته كانت له الامامة ولكم به الزعامة الى يوم القيامة
فقال له عبد المطلب ابيت اللعن لقد اتيت بخبر ما اب بمثله وافد قوم ولولا هيبة الملك واعظامه
واجلاله لسألت من سارة ابائي ما ارداد به سر رأفان رأى الملك ان يخبرني بانصاح فقد اوضح لي
بعض الايضاح .

قال هذا حينه الذي يولد فيه او قد ولد اسمه محمد بين كتفيه شامة يموت ابوه وامته و
يكفله جدّه وعمه والله باعته جهاراً وجاعل له منا انصاراً (لعل في قوله منا انصاراً
اشارة الى انصار المدينة فانهم من اليمن) يعزبهم اطماعه ويذل بهم اعداءه ويضرب بهم الناس عن
عرض ويستبيح بهم كرائم الارض يعبد الرحمن ويدخر الشيطان ويكسر الاوثان ويحمد النيران قوله فصل
وحكم عدل يأمر بالمعروف ويفعله وينهى عن المنكر ويطلبه .

قال فخر عبد المطلب ساجداً فقال له الملك ارفع رأسك ثم صدرك وعلا كعبك فهل أحسست من امره شيئاً؟ قال نعم ايها الملك كان لي ابن وكنت به معجباً وعليه رقيقاً فزوجته كريمة من كرائم قومها أمته بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة بجوات بغلام سميت به محمدًا مات ابنة وامه وكفلته انا وعمه بين كنفه شامة وفيه كل ما ذكرت من علامته -

قال له الملك والبيت ذي الحجب والعلامات على النصب انك يا عبد المطلب لجدة غير الكذب وان الذي قلت لكما قلت فاحتفظ بابنك واحذر عليه من اليهود فانهم له اعداء ولن يجعل الله لهم عليه سبيلاً فاطو ما ذكرت لك دون هؤلاء الرهط الذين معك فاني لست آمن ان تدخلهم النفاسة من ان تكون لك الرياسة فيبتغون لك الغوائل وينصبون لك للقبائل هم فاعلون او ابناؤهم -

ولولا ان الموت محتاج قبل مبعثه لسيرت بخيل ورجل حق اصير بيثرب دار مملكتك فاني اجد في الكتاب الناطق والعلم السابق ان بيثرب استحكام امره واهل نصره وموضع قبره ولولا اني آقيه الا فأت واحذر عليه من العاهات لاوطأت أسنان العرب كعبه ولا عليت على حلثة سته ذكره ولكن صارت ذلك اليك عن غير تفصيل فمن معك -

ثم امر لكل رجل من وفد قريش بمائة من الابل وعشرة اعبد وعشر اماء وعشرة اطفال ذهب وعشرة اطفال فضة وكوش مملوءة عنبراً وامر لعبد المطلب بعشرة اضعاف ذلك ثم قال ليتني بخبره وما يكون من امره عند رأس الحول فأت سيف بن ذي يزن من قبل ان يحول الحول - كذا ذكر الازرقى - وكان عبد المطلب يقول ايها الناس لا يغبطني رجل منكم بجزيل عطاء الملك فانه الى نقادو لكن ليغبطني بما يبقى لي ولعقبى شرفه وذكره وفخره فاذا قيل له وما ذاك؟ يقول ستعلمن ولوبعد حين آة - هذا والله اعلم وعلمه اكمل واتم -

يوم السبت - سبت كذا ذكر قرآن كريم في موجوده قال الله تعالى - ولقد علمتم الذين اعتدوا منكم في السبت الآية سبت لغت عربي في هفتة يعني سنيچر كا نام ہے - يہود کے نزدیک یہ دن ایسا محترم و عظیم ہے جس طرح اسلام میں یوم جمعہ اور نصاریٰ کے نزدیک یوم الاحد یعنی اتوار محترم و عظیم ہے - یوم سبت کی تعظیم یہود پر فرض تھی اس روز ان کے لیے شکار کرنا اور جنگ کرنا ممنوع تھا بس صرف عبادت کے لیے یہ دن متعین تھا -

سبت کا معنی ہے استراحت و قطع و حلق - يقال سبت يسبت سبتاً استراح وسبت الشئ سبتاً اي قطع وسبت الرأس تسبتيًا حلقه وسبت اليهودي قام بامر السبت واسبت دخل في

السبت قال البيضاوی يقال سبنت اليهود اذا عظمت يوم السبت -

آثار و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کے سات ایام میں درحقیقت معظم و بابرکت دن عند اللہ یوم جمعہ ہی ہے۔ لہذا سابقہ تمام ادیان انبیاء علیہم السلام میں یوم جمعہ ہی کا یوم عبادت ہونا مناسب تھا۔ لیکن یہود و نصاریٰ نے اجتہادی غلطی کر کے عبادت کے لیے علی الترتیب یوم السبت (سنچر) و یوم الاحد (اتوار) پسند کیے۔ اور امت محمدیہ نے اجتہاد کر کے حق و امر صحیح یعنی یوم جمعہ کو حاصل کی اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کے ذریعہ حق و صراط مستقیم معلوم کرنے کی امت محمدیہ کو خصوصی توفیق و استعداد سے نوازا ہے۔ بعض احادیث و آثار میں ہے کہ نبی علیہ السلام کی ہجرت سے قبل مسلمانوں نے اپنی رے و اجتہاد سے یوم جمعہ عبادت کے لیے مقرر کر لیا تھا بعدہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے اس کی تائید ہو گئی۔

اور یہود و نصاریٰ کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے سات دنوں میں سے کسی ایک دن کو عبادت کے لیے اپنے اجتہاد و مشورہ سے متعین کرنے کا اختیار دے دیا تھا۔ پھر یہود نے یوم السبت کو پسند کیا۔ اور نصاریٰ نے اتوار کا دن اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے انتخاب کے مطابق ان پر علی الترتیب سنچر اور اتوار کی تعظیم فرض قرار دی۔ قال اهل العلم ان اليهود امروا بسبوت من الاسبوع يعظمون الله فيه ويتفرغون لعبادته فاخترنا من قبل انفسهم السبت فالزمره في شرعهم وكذلك النصارى امروا على لسان عيسى عليه السلام بسبوت من الاسبوع فاخترنا من قبل انفسهم الاحد فالزمره شرعاً لهم كذا قال العلامة السبيل في الروض -

ثم قال وكان اليهود انما اختاروا السبت لانهم اعتقدوا اليوم السابع ثم زادوا الكفرهم ان الله استراخ فيه - تعالى الله عن قولهم - لان بدء الخلق عندهم الاحد و آخر الستة الايام التي خلق الله فيها الخلق للجمعة وهو ايضا مذهب النصارى فاخترنا ١١ النصارى الاحد لانه اول الايام في زعمهم وقد شهد رسول الله صلى الله عليه وسلم للفريقين باضلال اليوم وقال كما في صحيح مسلم ان الله خلق التربة يوم السبت فبين ان اول الايام التي خلق الله فيها الخلق السبت و آخر الايام الستة اذا الخميس و كذلك قال ابن اسحق فيما ذكر عنه الطبري ا -

وقال في انسان العيون ج ٢ من و يؤيد ذلك ما جاء ان الله تعالى فرض على اليهود للجمعة فابنوا و قالوا يا موسى اجعل لنا يوم السبت فنجعل عليهم وهدى الله تعالى المسلمين ليوم للجمعة اى وهداية المسلمين له تدل على انهم لم يعلموا عينه واما اجتهد وافيد فصادق انتهي - وقال عليه الصلوة والسلام في حق ذلك اليوم انه اليوم الذي فرض عليهم اى على اليهود والنصارى اى طلب منهم تعظيم التفرغ

للعباد فيهم كما فرض علينا اصلته اليهود والنصارى وهذا كما الله تعالى له اى واختار اليهود من قبل انفسهم
بد له السبت لانهم يزعمون انه اليوم السابع الذى استراح فيه الحق سبحانه من خلق السموت والارض و
ما فيهن من المخلوقات اى بناء على ان اول الاسبوع الاحد وانه مبدأ الخلق قال بعضهم وهو الراجح كذا في
السان العيون . والذى في البخارى ثم هذا اى يوم الجمعة يومهم الذى فرض عليهم فاختلفوا فيه فهذا الله
له فالناس لنا فيه تبع اليهود عدا والنصارى بعد غد .

وفي سفر السعادة كان من عوادة الكريمة صلى الله عليه وسلم ان يعظم يوم الجمعة غاية التعظيم و
يخصه بانواع الشرف والتكريم وجاء ان اهل الجنة يتباشرون في الجنة بيوم الجمعة كما يتباشرون اهل الدنيا
في الدنيا واسم الجمعة عندهم يوم المزيلا لان الله تعالى يعجل عليهم في ذلك اليوم ويعطيهم كل ما يمتنون
يقول لهم لكم ما تميتتم ولدنيا مزيد فم يجتوبون يوم الجمعة لما يعطيهم فيه رزقهم من الخير وفى الحديث المرفوع
يوم الجمعة سيد الايام واعظمها عند الله فهو فى الايام كشم رمضان فى الشهور وساعة الاجابة فيه كليلة القدر
فى رمضان اهـ .

وفي كتاب السبعيات لله فى اكرم الله موسى عليه السلام بالسبت وعيسى عليه السلام بالاحد داود
عليه السلام بالاثنتين وسليمان عليه السلام بالثلاثاء ويعقوب عليه السلام بالاربعة وادم عليه السلام
بالخميس ومحمد صلى الله عليه وسلم بالجمعة هذا ولا اصرى صحة قول الهمدانى لعدم ثبوته فى الآثار الصحيحة .
وذكر الكشي وهو عبد بن حميد باسناده الى ابن سيرين قال جمع اهل المدينة قبل ان يقدم النبي عليه
السلام المدينة وقبل ان تنزل سورة الجمعة وهم الذين سمو الجمعة قال الانصار لليهود يوم يجتمعون فيه
كل سبعة ايام وللنصارى مثل ذلك فسلم فلجعل يوما لجمعة في ذلك كرا لله ونصلى ونشكروا كما قالوا
فقالوا يوم السبت لليهود ويوم الاحد للنصارى فاجعلوا يوم العربية كانوا يسمون يوم الجمعة يوم العربية
فاجتمعوا الى اسعد بن زرارة فضلى بهم يومئذ ركعتين فذكرهم فسموا الجمعة حين اجتمعوا اليه فذكر لهم
شاة فتعدوا وتغشوا من شاة ذلك لقلتهم فانزل الله فى ذلك اذ اودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا
الى ذكر الله اهـ .

قلنا ومع توفيق الله لهم اليه فيبعد ان يكون فعلهم هذا عن غير اذن من النبي صلى الله عليه وسلم فقد
رأى الدارقطني باسناده عن ابن عباس قال اذن النبي صلى الله عليه وسلم بالجمعة قبل ان يهاجروا ولم يستطع
رسول الله عليه السلام ان يجمع بمكة ولا يبدى لهم فكتب الى مصعب بن عمير اما بعد فانظروا اليوم الذى
تجمع فيه اليهود بالزبور السبت فاجمعوا نساءكم وابنائكم فاذا مال النهار عن شطره عند الزوال من يوم الجمعة تنقبوا
الى الله بركعتين .

سوال۔ عبادت و تعظیم کے لیے تقریری کے سلسلے میں جمعہ کو سبت و احد سینچر و اتوار پر فضیلت ترجیح کی وجہ کیا ہے؟

جواب جمعہ کی ترجیح و فضیلت کی متعدد وجوہ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔
وجہ اول۔ ابھی یہ بات ذکر ہوئی ہے کہ یہود پر بلکہ نصاریٰ پر بھی اللہ تعالیٰ نے اولاً جمعہ کا اکرام و عبادت مقرر فرمائی مگر ان کی ضد و درخواست پر پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سبت و احد کی تقریر ہو گئی لیکن انسانی العیون ج ۲ ص ۱۰۔ وقد تقدمت عبارته۔ اللہ تعالیٰ کے واضح حکم کے مقابلہ میں بے فائدہ تبدیلی پر اصرار کرنا کامل مومن کی شان کے خلاف ہے۔

وجہ دوم پہلی وجہ بعض آثار اور علماء کے اس قول پر مبنی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہود وغیرہ کو واضح طور پر تکریم جمعہ کا امر ہوا تھا لیکن عام احادیث و اقوال جمہور سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد و رائے سے ایسا کیا تھا۔ جس طرح اہل مدینہ نے ہجرت سے قبل اپنے اجتہاد و مشورہ سے جمعہ کا انتخاب کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر ایک طائفہ کے اجتہاد کے مطابق حکم نازل فرمایا۔ لیکن مسلمانوں کا اجتہاد موافق حق و مطابق نفس الامر تھا اور دیگر طائفوں کا غلط کھایدل علیہ صریح الحدیث اصلتہ الیہ و النصاریٰ ہذا کہ اللہ تعالیٰ۔

وجہ سوم یہ تین دن جمعہ۔ سینچر۔ اتوار متصل ہیں اور جمعہ مقدم ہے اور تقدم ایک فضیلت ہے۔ یہ تقدم ظاہری مرتبہ امت محمدیہ کے تقدم و افضلیت کی طرف مشیر ہے والظاهر عنوان الباطن و اشار الى ذلك النبي صلى الله عليه وسلم في قوله المتقدم فالناس لنا فيه تبع اليهود غداً والنصارى بعد غد۔ قال السهيلي في الروض فكان من هدى الله لهذه الاممة ان العملوا اليه ثم اقرهوا عليه لما وافقوا الحكمة فيه فهم الاخر من السابقون يوم القيمة كما قال عليه السلام كان اليوم الذي اختارته سابق لما اختارته اليهود والنصارى و متقدم عليه۔ اهـ۔

وجہ چہارم جمعہ کا نام بھی اس کی فضیلت پر دال ہے۔ کیونکہ اسم جمعہ اجتماع پر دال ہے اور اجتماع و اتفاق اہل اسلام بہر حال عظیم برکت و سعادت ہے۔ یہ اسم و نام کی برکت ہے۔ اسم سبت و اسم احد اس برکت و فائدے سے خالی ہیں اسی برکت اجتماع و اتحاد اہل اسلام کے پیش نظر شرع کا حکم ہے کہ ایک امام کے پیچھے ایک ہی مسجد میں مسلمانوں کو نماز جمعہ پڑھنا چاہیے۔ ایک شہر کی متعدد مساجد میں نماز جمعہ پڑھنے سے یہ سعادت و برکت بطریق احمل حاصل نہیں ہو سکتی۔ لفظ جمعہ بھی اس اتحاد و ادائیگی اور اتفاق اور متقدم مساجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا مانع ہے۔

وجہ پنجم لحاظ نام فضیلت جمعہ کی ایک تقریر یہ بھی ہے کہ جمعہ سچا و صحیح و مطابق واقعہ و موافق مستحی و

مصدق نام ہے۔ جمعہ کا معنی ہے اجتماع۔ اور اس دن مسلمان نماز جمعہ کے لیے مجتمع ہوتے ہیں۔ تو اہم جمعہ اہم صادق ہے اور حقیقت کے مطابق ہے۔ اس میں کذب یا گناہ و دخل فی المغیبات کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ خلافِ سنت و احکام کہ دونوں کا تسمیہ مغیبات میں مداخلت پر مبنی ہے اور غلط طور پر مبنی ہے اور کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کے امور مغیبہ و پوشیدہ میں بحث کرنا اور مداخلت کرنا بڑی غلطی ہے۔ اور پھر نفس الامری و امر حق کے برخلاف حکم و فتویٰ صادر کرنا اور جھوٹے طریقہ سے اس پر اپنی طرف سے احکام متفرع و مرتب کرنا دوسری غلطی ہے۔ پھر اس خود ساختہ جھوٹے حکم پر کفری عقیدے قائم کرنا تیسری غلطی ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کا انتخاب سبست و اعدان کے اس زعم و مداخلت فی الغیب پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کی ابتداء تو اس کے دن کی اور جمعہ پر ختم کی اور یہ دخل فی المغیبات ہے اور اگر ان کا یہ خیال صحیح ہوتا تو شاید یہ بات بڑی غلطی شمار نہ ہوتی۔ لیکن دحقیقت ان کا یہ زعم وحی کے خلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق سینچر سے شروع ہو کر چھپیس پر ختم ہوئی کما در فی الحدیث الصحیح اور وحی کے خلاف حکم لگانا دوسری بڑی غلطی ہے۔ پھر یہود کا یہ کہنا کہ سینچر کے دن اللہ تعالیٰ نے استراحت فرمائی۔ سبت کا معنی ہے راحت و آرام کرنا تیسری بڑی غلطی اور کفر ہے۔

وجہ ششم بروز جمعہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں کثرت سے اور اجتماعی صورت سے نازل ہوتی ہیں جو مسلمانوں پر تقسیم ہوتی ہیں۔

وجہ ہفتم بقیہ دنوں کی نسبت جمعہ کی تخصیص بالا احکام و العبادۃ اولیٰ ہے کیونکہ اسی دن جنس بشر کا ظہور ہوا چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ جمعہ کے دن بعد العصر آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوئی۔ وجہ ہشتم چھپیس کے دن عام مخلوق کی تخلیق مکمل ہوئی اور یہ موجب مسرت ہے۔ لہذا متصلاً دوسرے دن یعنی جمعہ کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے عید و اکرام و عبادت کا دن مقرر فرمایا۔ کسی کام کی تکمیل کے بعد ہی عید و مسرت ہوتی ہے مثل عید الفطر کہ فریضہ صیام جیسی اہم عبادت کی تکمیل اور اس سے فراغت پر متصل یکم شوال کو عید منائی جاتی ہے۔

وجہ نہم جمعہ کے دن آدم علیہ السلام جنت میں داخل کیے گئے تھے اور جمعہ کے دن جنت سے نکالے گئے تھے ان خصوصیات کی وجہ سے عبادت و اکرام کا تمام ایام کی نسبت جمعہ ہی زیادہ مستحق ہے جنت سے خروج اور دنیا میں آنا بھی بڑا انعام ہے کیونکہ جنت سے خروج کے بعد زمین پر آنے سے ہی آدم علیہ السلام کو وہ عظیم منصب خلافت حاصل ہوا جس کی تکمیل کے لیے انھیں پیدا کیا گیا تھا۔ نیز جنت سے خروج ہی انبیاء علیہم السلام کے وجود کا سبب ہے۔ قال بعض العلماء و فضیلۃ الاخراج من الجنة لکنہ سبب الوجود الانبیاء والاولیاء و تظنہ حکماً و برکات لا تعد ولا تحصى و کل موت آدم

علیہ السلام المذکور فی الحدیث الآخر لکنہ سبباً لوصولہ الی جوار رحمة اللہ رب العالمین ولذلک ذکرہ للخلیل بقولہ والذی یمیتنی ثم یحیین وورث ان الموت تحفة المؤمن اے۔

وجہ دہم جمعہ کے دن قیامت برپا ہوگی۔ لہذا قیامت کے یاد رکھنے اور اذکار و عبادت سے اس کے لیے تیاری کرنے کے لیے یوم جمعہ ہی زیادہ مناسب ہے۔ اخرج الترمذی باسنادہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعة فیہ خلق آدم وفیہ ادخل الجنة وفیہ اخرج منها ولا تقوم الساعة الا فی یوم الجمعة۔ ترمذی ج۱ ص ۱۸۷۔

وجہ یازدہم جمعہ سے قبل چھ ایام کے لیے جمعہ وتر یعنی طاق ہے وان اللہ وتر یحب الوتر قال العلامة السہیلی فی الرض الانف ج۱ ص ۲۷۱ ان اللہ تعالیٰ لمبدأ فیہ خلق آدینا آدم علیہ السلام وجعل فیہ بدأ هذا الجنس وهو البشر وجعل فیہ ایضاً فناءهم وانقضاءهم اذ فیہ تقوم الساعة وجب ان یكون یوم ذکر عبادۃ الرحمن تذکرة بالمبدأ وتذکرة بالمعاد وانظر الی قوله تعالیٰ فاستعوا لی ذکر اللہ و ذکر البیع۔ وخص البیع لانہ یوم یدکر بالیوم الذی لا بیع فیہ ولا خلعة مع انہ وتر لایام التی قبلہ فی الاحقر من القول واللہ یحب الوتر لانہ من اسمائہ ولذلک کان یقر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ السجدۃ فی صبح یوم الجمعة کما مرہ مسلم عن ابن عباس لما فیہ من ذکر الستۃ الایام واتباعہا بذکر خلق آدم من طین وذلك فی یوم الجمعة تنبیہاً منہ علیہ السلام علی الحفۃ وتذکرة للقلوب بهذه الموعظة انتہی ج ۱ ص ۱۸۷۔

فائدہ۔ جاہلیت میں جمعہ کا نام عروبہ اور سنیچر کا نام شیار۔ اتوار کا اول۔ سوموار کا اہون منگل کا جبار۔ بدھ کا دبار۔ خمیس کا مونس تھا اور سریانی میں اتوار کا ابوجاد۔ سوموار کا ہوز۔ منگل کا حطی۔ بدھ کا کلمن۔ خمیس کا سعفس۔ جمعہ کا قرشت تھا۔

مندرجہ ذیل جدول سے ہفتہ کے ایام کے فارسی۔ ہندی۔ عربی وغیرہ نام معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

راج الوقت	اتوار	سوموار۔ پیر	منگل	بدھ	خمیس۔ جمعرات	جمعہ	سنیچر
فارسی	یک شنبہ	دوشنبہ	سہ شنبہ	چار شنبہ	پنج شنبہ	آدینہ۔ جمعہ	شنبہ
اسلامی عربی	یوم الاحد	الاثنين	الثلاثاء	الاربعاء	الخمیس	الجمعة	السبت
قدیم عربی	اول	اہون	جبار	دبار	مونس	عروبہ	شیار
ہندی	آدیت بار	سوم بار	منگل بار	بد بار	بدھیت بار	شکر بار	سینچر بار
سریانی	ابوجاد	ہوز	حطی	کلمن	سعفس	قرشت	-

فصل

اس فصل میں ہم ان فرقوں کے مختصر احوال ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کا بیان تفسیر بیضاوی کے حصہ اول میں موجود ہے یا ان کی تردید کی طرف واضح اشارے کیے گئے ہیں۔ احوال فرق و طوائف میں اس بناءً عاجز نے مستقل کتاب تالیف کی ہے۔ جس کا نام ہے المطالب المبرورۃ فی معرفۃ الفرق المشہورۃ۔ یہاں پر اس کے بعض ابواب کی تفصیل ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ تلخیص یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمدہ و فصلی علی رسولہ الکریم۔

الکرامیہ۔ آیت ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الآخر وما ہم بمؤمنین کی تفسیر کے آخر میں اس کا ذکر ہے۔ کرامیہ ایک مبتدع فرقہ ہے۔ یہ فرقہ منسبہ و مجسمہ ہے۔ محمد بن کرام کے متبعین کو کرامیہ کہتے ہیں۔ وہ بختان کا باشندہ تھا۔ ابتداء میں بظاہر زاہد و عابد تھا۔ پھر زمانہ ولایت محمد بن طاہر بن عبد اللہ میں نیا بور چلا گیا۔ وہاں کے بعض دیہاتی اس کی ظاہری صلاح کے معتقد ہو گئے۔ اس نے موقعہ شمیم سمجھتے ہوئے اپنی بدعات و خباثت کی طرف لوگوں کو دعوت دینی شروع کی و تجسیم معبود کا قائل تھا۔ محمد بن کرام کا سنہ وفات ۲۵۵ھ ہے۔ کرام بفتح کاف و تشدید راء ہے۔ انظر الباب ج ۳ ص ۳۲ ولسان المیزان ج ۵ ص ۳۵۳۔

کرامیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ محل حوادث ہے۔ ان کے نزدیک قدیم محل حوادث ہو سکتا ہے خلافاً للجمہور اهل الکلام والمحدثین۔ اکثر کرامیہ کہتے ہیں کہ یہ عالم اجسام معدوم نہیں ہوگا اس کا عدم محال ہے اور یہ دہریہ و فلاسفہ کا عقیدہ ہے جو کہتے ہیں کہ فلک و کواکب عنصر خامس ہونے کی وجہ سے قابل فساد و فنا نہیں ہیں۔ کان الناس یستعجبون من قول المعتزلة ان اللہ تعالیٰ یقدر علی افساء الاجسام کلھا دفعةً واحداً ولا یقدر علی ابقاء بعضها مع بقاء بعض منها و زال هذا التعجب بقول الکرامیۃ ان اللہ تعالیٰ لا یقدر علی اعدام جسم بحال و العجب ان ابن کرام وصف اللہ تعالیٰ بالثقل وقال فی قوله تعالیٰ اذ السماء انفطرت۔ انھا انفطرت من ثقل الرحمان علیھا وقال لا یجوز فی حکمۃ اللہ اختراکم الطفل الذی یعلم اللہ انہ ان ابقاه الی زمان بلوغہ امن ولا اختراکم الکافر الذی لو ابقاه الی مدۃ امن و یلزمہم ان اللہ انما اختراکم ابراہیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل بلوغہ لانت

علم انه لو ابقاه لم يؤمن وفي هذا قدح في قوله عليه السلام لو عاش لكان نبيا وقدح في كل من مات من
ذمراى الانبياء عليهم السلام طفلا - كذا ذكر عبد القاهر البغدادى -

کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے قال عبد القاهر فی کتاب الفرق مـ و
نعموا ای الکرامیۃ ان المقرب بالشہادۃ مؤمن حقاً وان اعتقد الکفر بالرسالۃ و ان المنافقین الذین
انزل اللہ تعالیٰ فی تکفیرہما آیات کثیرۃ کانوا مؤمنین حقاً وان ایمانہما کایمان الانبیاء والملائکہ
وقال الشهرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۱ وقالوا ای الکرامیۃ الایمان هو الاقرار باللسان
فقط ودون التصدیق بالقلب ودون سائر الاعمال وقرّ قوابین تسمیۃ المؤمن مؤمناً فیما يرجع الی احکام
الظاهر التکلیف و فیما يرجع الی احکام الاخرۃ والجزء المناق عندہم مؤمن فی الدنیا علی الحقیقۃ
مستحق للعقاب الابدی فی الاخرۃ و سراً و تصویب معاویۃ رضی اللہ عنہ فیما استبد من الاحکام
الشرعیۃ قتالا علی طلب عثمان رضی اللہ عنہ واستقلا لا بیت المال ومذہبہم انہما علی رضی اللہ
عند الصبر علی ما جرى مع عثمان رضی اللہ عنہ والسکوت عنہ اذ -

بہر حال کرامیہ کے خرافات و عجائبات بے شمار ہیں۔ ابن کرام کہتا ہے نماز مسافر میں کہ مسافر کے لیے
صرف دو کبیریں بغیر رکوع و سجود و بغیر قیام و قعود و بغیر تشہد و سلام کافی ہیں۔ اس کے نزدیک نماز کے لیے
طہارت من الاجداث کافی ہے اور طہارت من الانجاس لازم نہیں ہے۔ لہذا اس کے نزدیک ثوب نجس
ارض نجس پر بدن نجس سے نماز جائز و صحیح ہے۔

کرامیہ اللہ تعالیٰ کو اوصاف جسمیہ سے متصف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہیں
اور ذاتا جہت فوق سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وہ جوہر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عرش کے بالائی حصہ سے
مجاہس و پیوست ہیں۔ ان میں سے بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے عرش کو بھردیا ہے اور بعض کی رائے میں
اللہ تعالیٰ عرش کے بعض حصوں پر ٹھکن ہیں اور عرش کے بعض حصے خالی پڑے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر انتقال و
نزول مکانی جائز قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو اللہ تعالیٰ پر لفظ جسم کا بھی اطلاق کرتے ہیں اور بعض اس کا
اطلاق نہیں کرتے یا تاویل کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چھ جہات سے متناہی یعنی
ذو نہایہ ہیں اور عند بعض صرف جہت تحت میں بسبب استقرار علی العرش متناہی ہیں اور باقی جہات خمسہ میں
لا متناہی ہیں۔ ہذا واللہ اعلم۔

الصائبۃ قرآن شریف میں اس کا ذکر موجود ہے۔ صائبہ کو اکب پرست فرقہ ہے۔ صائبہ
بنی آدم میں قدیم نر کا فرقہ ہے۔ اس فرقہ کے بانی کا نام بوداسف تھا۔ بوداسف بادشاہ طہورث بن
نوبھان بن انخشد بن اوشنج کی حکومت میں ظاہر ہوا تھا۔ طہورث ساہو شہر میں رہتا تھا اور اسی علاقہ

اس کی حکومت تھی۔ بلاد واسط و بصرہ و عراق میں بوداسف کی تبلیغ سے بہت سے ضعیف الاعتقاد لوگ متاثر ہو کر صابی بن گئے۔ قدیم اقوام یعنی حرانی و کیماری میں سے بہت لوگ عقیدہ صابیت اختیار کرنے لگے۔ مدت کے بعد ان میں کئی فرقے بن گئے اور ستاروں کے بارے میں نئے نئے گمراہ عقیدے تراشنے لگے۔ صابی فرقہ والے سیارات و ثوابت ستاروں کی شکلیں اور شکل بنا کر اپنے عبادت خانوں میں رکھتے اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔ مسعودی مروج الذهب ج ۱ ص ۲۲۲ میں لکھتے ہیں ثم ملک من ملوک فارس طهماسب بن نوب جہان وکان ینزل سابو و ظہر فی سنۃ من ملکہ سرجل یقال لہ بوداسف احدث مذہب الصابیۃ وقال بوداسف ان معالی الشرف الكامل والصلاح الشامل ومعدن الحیاة فی هذا السقف المرفوع وان الکواکب هی المدبرات والواردات والصادرات وهی التي یمروها فی افلاکها وقطعها مسافاتہا واتصالها بنقطة وانفصالها عن نقطة یتمم ما یکون فی العالم من الآثار من امتداد الاعمار وقصرها وترك البساط وانسباط المركبات وتتمیم الصور ظهور المیاہ وغیضاہا فی النجوم السیارة فی افلاکها التدبیر الکبر وغیر ذلک ما یخرجہ وصفہ عن حد الاختصار الایجاز واحتدی بہ جماعة من ذوي الضعف فی الراء فیقال ان هذا الرجل اول من اظهر آراء الصابیۃ من الحرائین و الیکماریین وهذا النوع من الصابیۃ مباینون للحوائین فی خلقتهم و دیارهم بین بلاد واسط والبصرة من ارض العراق نحو الباطح والاحجام اہ۔ بعض علماء قول ہے کہ صابہ فرقہ منسوب ہے صابی بن ملک بن اخنوخ کی طرف و قیل من ولد صابی بن لامک و اخنوخ ہوا دریس علیہ السلام وادریس علیہ السلام عند المحققین لیس بجده لنوح علیہ السلام ولا فی عمود نسبہ وقیل ان صابی بن لامک (ملک) اخ لیلج علیہ السلام وقیل ان صابی ہو متوشلم جد نوح علیہ السلام کذا فی النقطة ص ۲۹ فرقہ صابہ و صابیین و انوار کو وسائل تقرب بناتے ہیں پھر جب اشیاء منیرہ و روحانیہ کی ذوات تک رسائی مشکل نظر آئی کہ ان کی زمین پر ہے اور وہ ذوات آسمان پر ہیں تو انھوں نے اشیاء منیرہ یعنی کواکب وغیرہ کی صورتیں بنائیں اور ان کی پرستش شروع کر دی۔ ان میں سے بعض نے سیارات کی اور بعض نے ثوابت کی صورتیں (سیاکل) اپنے عبادت خانوں میں رکھیں اور ان میں سے بعض نے بتوں کی پرستش شروع کی۔

بہر حال یہ فرقہ نہایت مبہم و نامعلوم فرقہ ہے۔ قال الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ انہم لیسوا بعبدة الہنہم و انما یعظمون النجوم کما تعظم الکعبۃ۔ قال الالوسی مذا مذہب الصابیۃ علی التعصب للروحانیین واتخاذہم وسائل و لم یلم یتیسر لہم التقرب الیہا باعبادہا وال تلقی منها بذمہا فرغت جماعة منہم الی ہیکلہا فصابیۃ الروم مغزعا للسیارات و صابیۃ الہند مغزعا للثوابت جماعة نزولوا عن الهیائل الی الاشخاص التي لا تبصر لانغنی فالفرقة الاولى هم عبدة الکواکب الثانية هم عبدة

الانسان وكل من هاتين الفرقتين اصناف شتى مختلفون فالاعتقادات والتعبادات وقيل هم قوم مؤحدون يعتقدون تأثير النجوم ويقفرون ببعض الانبياء كيجي عليه السلام وقيل انهم يقرن بالله تعالى يقرون الزبور ويعبدون الملائكة ويصلون الى الكعبة وقيل الى مهبط الجنوب وقد اخذوا من كل دين شيئاً وفي جواز مناكتهم واكل ذبائحهم كلام للفقهاء يطلب في محله . ولفظ الصابئة قيل غير عربي وقيل عربي من صبابا الهزاد اخرج او من صبا معتلاً بمعنى مال اخروجه عن الدين الحق وميلهم الى الباطل اهـ .

ابن القيم رحمه الله كتاب تليس ابليس ص ۳۷ پر لکھتے ہیں اصل هذه الكلمة اعني الصابئين من قولهم صبات اذا خرجت من شئ الى شئ وصبات النجوم اذا ظهرت وصبابها اذا خرج والصابئون الخارجون من دين الى دين وللعلماء في مذاههم عشرة اقوال ثم ذكرتلك الاقوال ان شئت فراجعه . ثم قال فاما المتكلمون فقالوا مذهب الصابئين مختلف فيه فمنهم من يقول ان هناك هيبولي كان لم يزل ولم يزل يصنع العالم من ذلك الهيبولي وقال اكثرهم العالم ليس بمحدث وسموا الكواكب ملائكة وسموها قوم منهم الهة وعبدوها وبنوا لها بيوت عبادات وهم يدعون ان بيت الله للحرام واحد منها وهو بيت زحل ولهم تعبداً في شرائع منها انهم زعموا ان عليهم ثلاث صلوات في كل يوم اولاهما ثمان ركعات ثلاث سجدة في كل ركعة وانقضاء وقتها عند طلوع الشمس والثانية خمس ركعات والثالثة كذلك عليهم صيام شهر اوله الثمان ليال يمضين من اذ امر سبعة ايام اولها التسع يبقين من كانون الاول وسبعة ايام اولها الثمان ليال يمضين من شياط ويختمون صيامهم بالصدقة والذبايح وحرموا لحم الجزر اهـ هذا والله اعلم .

الحشوية - قصہ تخلیق آدم علیہ السلام کے آخر میں اور آیت یسعی اسرائیل اذ کروا نعمتی التي انعمت علیکم کی شرح سے پہلے مذکور ہے . حشویہ بکون شین بھی صحیح ہے اور نفتح شین بھی . یہ مسلمانوں میں ایک گمراہ فرقہ ہے . یہ قدیم فرقوں میں سے ہے . یہ فرقہ نصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہوئے تحکیم وغیرہ عقائد باطلہ رکھتا ہے .

تسمیہ حشویہ میں متعدد اقوال ہیں . قول اول . قيل سُموا بذلك لان منهم المجتمة اوهم المجسمة و الجسم حشواي زائد بالنسبة الى الروح والروح اصل والحشو هو الشئ الزائد . بنا براین حشویہ بکون شین منسوب ہے حشو کو .

قول ثانی . یہ منسوب ہے حشا کی طرف وحشا الحلقۃ طرفها و ناحيتها لهذا حشویہ نفتح شین پڑھا جائے گا . قال العلامة السبکی فی شرح اصول ابن الحاجب الحشویة طائفة ضلوا عن سواد السبیل فعميت

ابصارهم یجرون آیات اللہ علی ظاہرها ویعتقدون انہ المراد سہواً بذلک لانہم کانوا فی حلقۃ الحسن البصری رحمۃ اللہ فوجدہم یتکلمون کلاماً فقال مرثدوا ہولاء الی حشا لحلقۃ فنسبوا الحشا۔
وقیل طائفۃ یجرون ان یخاطب اللہ بالمہمل ویطلقونہ علی الدین قالوا الدین یتلقی من الكتاب السنۃ کذا قال للہاب۔

حشویہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ نبوت مل جانے کے بعد بھی انبیاء علیہم السلام سے صدور کبار ہو سکتا ہے۔ حشویہ کا یہ عقیدہ جمہور امت کے خلاف ہے۔ جمہور امت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے بعد النبوت کبار کا صدور ممتنع ہے۔ حشویہ اپنے دعوے پر متعدد دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی دلیل آدم علیہ السلام کا قصہ اکل شجرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صریح نہی کے بعد اکل شجرہ گناہ کبیرہ ہے۔

حشویہ کی اس دلیل کے مفسرین و محدثین نے متعدد وجوہات دیے ہیں۔ اولاً یہ نہی للتنزیہ ہے ثانیاً یہ محمول ہے نسیان پر۔ آدم علیہ السلام نے بقصد مخالفت اکل شجرہ نہیں کیا کما قال اللہ فنبی ولم یجد لہ عروفاً لیکن چونکہ انبیاء کا مقام بہت بلند ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مقررین میں سے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے نسیان پر بھی عتاب فرمایا۔

قال الامام السبکی وقیل المراد بالحشویۃ طائفۃ لا یرون البحت فی آیات الصفات التي یعتقد اجراءھا علی ظاہر ہابل یؤمنون بما ارادہ اللہ مع جزمہم بان الظاہر غیر مراد ویفوضون التاویل الی اللہ وعلی هذا فاطلاق الحشویۃ علیہم غیر مستحسن لاحد مذہب السلف انتہی۔ ہر حال یہاں پر حشویہ سے یہ آخری فرقہ مراد نہیں ہے کیونکہ صفات اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ تمام سلف کا ہے بلکہ مراد فرقہ بالمللہ من المجسمہ ہے۔ ہذا واللہ اعلم۔

الظاہریۃ۔ آیت فمن کان منکم مرايضاً وعلی سفر المکم کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ظاہریہ سے اتباع داؤد ظاہری مراد ہیں۔ انھیں ظاہریہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عموماً احادیث و نصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہیں اور قیاس کے منکر ہیں اور باقی چاروں ائمہ مذاہب اربعہ قیاس کے قائل ہیں۔

علماء کہتے ہیں کہ مذاہب فروعیہ پانچ ہیں۔ مذہب امام ابوحنیفہ و مذہب امام مالک و مذہب امام شافعی و مذہب امام احمد و مذہب داؤد ظاہری رحمہم اللہ و اعلی اللہ درجائتم فی الجنۃ۔ داؤد امام اہل ظاہر ہیں۔ ابن حزم صاحب محلی و علامہ شوکانی اسی فرقہ ظاہریہ سے متعلق ہیں۔

ان پانچوں مذاہب میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ناشائستہ الفاظ استعمال کرنا یا استہزاء و طعن و تشنیع کرنا حرام و ناجائز ہے۔ یہ پانچوں مذاہب اور پانچوں کے امام واجب الاحترام ہیں۔

کیونکہ یہ پانچوں مجتہدین ائمہ ہادی و متبع سنت ہیں اور ہر ایک کا مقصد اتباع سنت و اتباع کتاب اللہ ہے اور پانچوں کے مذاہب قرآن و حدیث سے مانع نہیں اور پانچوں ائمہ وروع و تقویٰ کے مقام عالی پر فائز تھے اور ہر امام کے بے شمار متقیدین و اتباع ہیں۔

ہم یہاں پر داؤد ظاہری کا ترجمہ ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں ہوا بوسلیمان داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی المعروف بالظاہریؒ کان زاهداً متقلداً کثیر الوراع اخذ العلم عن اسحاق بن راہویہ والی ثوب وغیرہما وکان صاحب مذهب مستقل و تبعہ جمع کثیر یعرفون بالظاہریۃ وانتهت الیہ ریاسة العلم ببغداد کذا ذکر ابن خلکان فی وفيات الاعیان ج ۲ ص ۲۵۵۔

خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ داؤد نے سماع حدیث کیا ہے سلیمان بن حرب و عمر بن مرزوق و مسدد و رحمہم اللہ سے۔ اور ینسابور کی طرف سفر کر کے امام اسحاق بن راہویہ سے مسئلہ تفسیر کا سماع کیا پھر بغداد میں آکر یہیں مقیم ہوئے قال و صنف کتبہ ببغداد و ہوا امام اصحاب الظاہر و کان و سماعاً ساکناً زاهداً و فی کتبہ حدیث کثیر الا ان الراۃ عند عزیزۃ جلد۔ داؤد ظاہری سے روایت کرتے ہیں آپ کے فرزند یعنی محمد بن داؤد و زکریا بن یحییٰ و یوسف بن یعقوب وغیرہ رحمہم اللہ۔

داؤد ظاہری نہایت ہی جبری کثیر العبادت اور کثیر العلم تھے۔ ابو عمر و فرماتے ہیں سمعت داؤد بن علی یرد علی اسحاق بن راہویہ و ما را یت احداً قبلہ ولا بعدہ یرد علی اسحاق ہیبتاً لہ۔ ابو العباس ثعلب نحوی کے کسی نے داؤد ظاہری کے بارے میں سوال کیا فقال کان عقلہ اکثر من علیہ حسین بن اسماعیل لکھتے ہیں را یت داؤد بن علی یصلی فمرا یت مسلماً یشہہ فی حسن تواضعہ داؤد ظاہری فرمایا کرتے تھے خیر الکلام ما دخل الاذن بغیر اذن و احسن الشعر ما دخل القلب بلا اذن ابو یکر محمد بن داؤد ظاہری کہتے ہیں سمعت ابی وقال لہ رجل یا ابا سلیمان فعلت کذا و کذا شکرت اللہ لک قال بل غفر اللہ لی۔

خطیب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں و ہوا دل من اظہر انتحال الظاہر و نفی القیاس فی الاحکام قولاً و اضطرراً الیہ فعلاً فسماء دلیل کذا فی تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۷۴۔

داؤد ظاہری کا حلقہ درس و علم بغداد میں بڑا مشہور و مقبول تھا اور بڑے بڑے امراء و فضلاء و علماء ان کے حلقہ میں شریک ہوتے تھے قیل انہ کان یحضر مجلسہ اربع مائت صاحب طیلسان اخضر۔ داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ ایک دن میری مجلس میں ابو یعقوب شریطی بصری پچھے پرانے کپڑے پہنے ہوئے آئے فتصدوا الشریطی لنفسہ من غیر ان یرفعہ احد و جلس الی جانبی وقال لی سل یا فتی عما بدی لک فکأنی غضبت منہ فقلت لہ مستهزئاً اسألك عن الحجامۃ فبرک ابو یعقوب ثم مری طریق حدیث انظر الی اجم و المحجوم و من امرسلہ و من اسندہ و من وقفہ و من ذهب الیہ من الفقهاء

وہی اختلاف طریق اجتہاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اعطاء للجام اجرة ولو كان حراماً لم يعطه ثم روى طريقان للنبي صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد بقرن و ذکر احادیث صحیحة فی الجماعۃ ثم ذکر الاحادیث المتوسطة مثل ما مررت بملا من الملائكة و مثل شفاعة امتی فی ثلاث و ما شبه ذلك و ذکر الاحادیث الضعيفة مثل قوله علیه السلام لا تجتمعوا یوم کذا و لا ساعة کذا ثم ذکر ما ذهب الیه اهل الطب من الجماعۃ فی کل زمان و ما ذکره فیہا ثم ختم کلامہ بان قال و اول ما خرجت للجماعۃ من اصفهان قال داود فقلت له و الله لا احقرت بعدك احداً ابداً۔

داؤد ظاہری کے ترجمہ کے لیے دیکھیے طبقات شیرازی ص ۲۶۔ الفہرست ص ۲۱۶۔ البحر المصنوع ج ۲ ص ۲۱۹۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۵۷۲۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۲۱۔ وفيات الاعیان ج ۲ ص ۲۵۵۔ طبقات سبکی ج ۲ ص ۲۸۴۔ انساب السمعانی ص ۱۳۷۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۶۹۔ ذکر اخبار اصفهان ج ۱ ص ۳۱۲۔ شذرات الذهب ج ۲ ص ۱۵۸۔

سبکی لکھتے ہیں وکان من المتعصبين للشافعي صنف کتابین فضائلہ و قال ابو اسحاق انھت الیہ ریاستہ العلم ببغداد و اصلہ من اصفهان و مولدہ بالکوفۃ و منشأہ ببغداد و قبرہ بہا۔ قال داود دخلت علی اسحاق بن راہویہ و هو یجتمہ فجلست قرأت کتاب الشافعی فاخذت انظر فصاح ایش تنظر فقلت معاذ اللہ ان ناخذ الا من وجدنا متاعنا عنده۔ فجعل یضحک و یتبسم قال السبکی فی طبقاتہ کان داود احد ائمة المسلمين و هذا تمہ موصوفاً بالدين المتین۔

داؤد ظاہری بڑے قانع تھے اور باوجود حاجت و فقر کے کسی کے ہدایا قبول نہیں کرتے تھے۔ ان کی قناعت و استغناء کا ایک قصہ سنئے۔ قاضی ابو عبد اللہ شہر محاملی کہتے ہیں کہ بغداد میں ایک بار عید کی نماز کے بعد میں داؤد ظاہری سے ملنے کے لیے انکے گھر پہنچا فند خلعت علیہ مہیناً بالعید و اذابین ید یہ طبق فیہ اوراق ہند باو عصا رة فیہا نخالة و هو یا کل فہناتہ و تعجبت من حالہ ای فقرہ و خلوی یدہ و رأیت ان جمیع ما نحن فیہ من الدنیا لیس بشی فخر جئت من عنده و دخلت علی رجل یعرف بالبحر حانی من محبی الصنیعة فلما علم بحیثی خرج الی حاسر الرأس حافی القدمین و قال لی ما عنی القاضی ایدہ اللہ؟ قلت مہم قال و ما هو؟ قلت فی جوارک داؤد بن علی و مکانہ من العلم ما تعلم انت فکتبیر البر و الرغبة فی الخیر تفعل عنده و حدثتہ ما رأیت منہ فقال لی ان داؤد شریس الخلق اعلم القاضی انی و جہت الیہ الباسرحة الف درہم مع غلامی لیستعین بہا فی بعض امورہ فردہا مع الغلام و قال للغلام قل لہ ہائی عین رأیتنی و ما الذی بکفک من حاجتی و دخلتی حتی و جہت الی هذا۔ قال فمتعجت من ذلك و قلت لہ ہات الداہم فانی اعملہا الیہ فندفعہا الی ثم قال یا غلام

الکلبی الآخر فجاء بکيس فونن القأ أخرى وقال تلك لنا وهذا لموضع القاضي وعنايته قال فخرجت
وجئت اليه فقرعت الباب فخرج داود وكلمني من وراء الباب وقال ما رآه القاضي قلت حاجة
اكملك فيها فدخلت وجلست ساعة ثم اخبرني الداهم وجعلتها بين يديه فقال داود هذا
جزاء من ائتمنتك على سيرة انا يا مانتا العلم ادخلتك الى ارجع فلاحاجة فيما معك قال المحاملي فرجعت
وقد صغرت الدنيا في عيني ودخلت على الجرجاني فاخبرته بما كان فقال ائنا انا فقد اخرجت هذه
الداهم لله تعالى لا ارجع في شيء منها فليتول القاضي اخراجها في اهل السرد والعفاف على ما
يراه القاضي -

داود ظاهري ككلام كتاب الله کے مخلوق وغير مخلوق ہونے کے بارے میں کچھ مبہم سا ہے چنانچہ اسی
وجہ سے امام احمد بن حنبل نے ان سے ملنے سے انکار فرما دیا تھا۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے
ہیں وقد كان داود اراد الدخول على الامام احمد فمنعه وقال كتب الى محمد بن يحيى الذهلي النيسابوري
في امره وانه زعم ان القرآن محدث فلا يقربني فقال لاحمد ابنه صالح بن احمد يا ابت انه ينتفي من
هذا وينكره فقال احمد محمد بن يحيى اصدق من لا تأذن له في المصير الى - وحكى ان اصحاق بن
سراويه لما سمع كلام داود بن علي في بيته وثب وضربه وانكر عليه وكان داود يقول القرآن محدث
ولفغني بالقرآن مخلوق - كذا في الميزان ج ۱ ص ۳۳ - خطيب اپنی تاریخ میں بعض علماء سے نقل کرتے ہیں۔
سئل داود عن القرآن فقال اما الذي في اللوح المحفوظ فغير مخلوق واما الذي هو بين الناس
فمخلوق - وسئل مرة عن القرآن فقال القرآن الذي قال الله تعالى لا يمسه الا المطهرون وقال في كتاب
مكون غير مخلوق واما الذي بين اظهرا يمسسه الحائض والجنب فهو مخلوق -

قال القاضي ابن كامل هذا مذهب يذهب اليه الناس المتكلم وهو كفر بالله صريح للخبر عن
رسول الله صلى الله عليه وسلم انه نهى ان يسافر بالقرآن الى ارض العدو وخافه ان يناله العدو فجعل
النبي صلى الله عليه وسلم ما كتب في المصاحف والصحف والالواح وغيرها قرآنا والقرآن على اى وجه
قهرى وتلى فهو واحد غير مخلوق كذا في تاريخ بغداد ج ۸ ص ۳۴۲ -

محمد بن عبدہ کہتے ہیں دخلت الى داود فغضب علي احمد بن حنبل فدخلت على احمد فلم يكلمني
فقال له سرجل يا ابا عبد الله انه رآه عليه مسألة قال وما هي قال قال للختاء اذ مات من يفسل
فقال داود يفسل للخدم فقال محمد بن عبدہ للخدم سرجال ولكن يئيم فتيهم احمد وقال اصاب اصاب
ما جرد ما جابه -

قال تاج الدين السبكي بعد ذكر هذه المسألة قلت ليس في جواب داود في مسألة للختاء ما هو

بالغی التکره فی مذہبنا وجد انہ یقیم وجہ اخر انہ یشتري من ترکته جاسریۃ لنفسه و یصح
انہ یفسله الرجال والنساء جمیعاً للضرورة واستصحاباً للحکم الصغر فقول داود یفسله الخدم لیس یعید
فی القیاس ان ینذهب الیه ذاهب ولا واصل الی ان یجمل مما یضک منه وقد کان داود موصوفاً
بالدین المتین - داود ظاہری کاسال ولادت سنہ ۲۲۰ و قیل سنہ ۲۲۰ اور سال وفات ماہ رمضان سنہ ۲۲۰
ہے - قال ابنہ محمد بن داود رأیت ابی فی المنام فقلت ما فعل بك قال غفر لی وسأعفی قلت
غفر لك فمتہ سألک؟ قال یا بنی الامر عظیم والویل کل الویل لمن لم یسأله -

فائدہ - علماء کاس بات میں اختلاف ہے کہ داود ظاہری اور ان کے اتباع احکام فقر و فروع
شرعیہ میں معتبر ہیں یا کہ نہیں - علامہ تاج الدین سبکی نے اس بارے میں تین اقوال ذکر کیے ہیں -
قول اول - داود کا قول معتبر ہے مطلقاً واختارہ ابو منصور البغدادی وقال ابن الصلاح انہ
الذی استقر علیہ الامر اخرًا -

قول ثانی - وہ غیر معتبر ہے مطلقاً عند الاستاذ ابی اسحق الاسفرائینی ونقلہ عن الجمہور حیث قال
قال الجمہور انہم یعنی نفاة القیاس لا یبلغون مرتبة الاجتهاد ولا یجوز تقلیدہم القضاء - وقال امام
الحرمین والمحققون من علماء الشریعة لا یقیمون لاهل الظاہر رتباً - وقال القاضی ابوبکر انی لا
اعدہم من علماء الامۃ ولا ابالی بخلافہم ولا وفاقہم - وقال ان اصحاب الظاہر لیسوا من علماء الشریعة
وانماہم نقلت ان ظہرت الثقة -

قول ثالث - قولہم معتبر الا فیما خالف القیاس الجلی وقال النیخ السبکی والد تاج الدین السبکی
ان داود لا ینکر القیاس الجلی وان نقل انکارہ عنہ ناقلون وانما ینکر الخفی فقط قال ومنکر القیاس جلیہ
وخصیہ طائفة من اصحابہ زعمہم ابن حزم - لکن ظاہر کلام داود انکارہ جملہ قال داود فی رسالۃ الاول
والحکم بالقیاس لا یجیب والقول بالاستحسان لا یجوز ثم قال ولا یجوز ان یحرم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیحرم
محرم غیر ما حرم لانہ یشبہہ الا ان یوقفنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی علة من اجلہا وقع التحريم
مثل ان یقول حرمت الخنطة بالخنطة لانہا مکیلة وغسل هذا الثوب لانه فیہ دمًا او اتل هذا
انہ اسود یعلم بهذا ان الذی اوجب للحکم من اجلہ هو ما وقف علیہ وما لم یکن ذلك فالبعید واقع
بظاہر التوقیف وما جاوہر ذلك فمسکوت عنہ داخل فی باب ما عفی عنہ انتہی -

فالحق عندنا الاعتبار بقول داود خلافاً وفاقاً كما قال السبکی نعم للظاہریۃ مسائل لا یعتد
بخلاف داود فیہا لا من حیث ان داود غیر اهل للنظر بل تحرقہ فیہا اجماعاً تقدّمہ وعذرہ انہ لم
یبلغہ الدلیل وذلك کقولہ فی التغوط فی الماء الراکد وقولہ لا یر بالآفی الستة المنصوص علیہا و

غیر ذلک من مسائل دعت سهام الملام الیہم۔ هذا والله اعلم بالصواب وعلمہ اتم۔

الخوارج۔ الذین یؤمنون بالغیب کی شرح میں مذکور ہیں۔ خوارج اسلام میں اولین فرقہ فاسقہ و مبتدعہ ہے۔ یہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ صفین میں پیدا ہوا۔

اس فرقہ کے کئی نام ہیں۔ مثلاً حروریہ و شرآۃ و نواصب و مارقہ وغیرہ۔ خوارج جمع ہے خارج کی۔ چونکہ وہ امام حق کی طاعت سے نکل کر نافرمانی کرنے لگے اسی وجہ سے انھیں خارج و خوارج کہتے ہیں۔ قال الشهرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۱ کل من خرج علی الامام الحق الذی اتفقت الجماعۃ علیہ یشمی خارجاً سواء کان للزوج فی ایام الصحابۃ او کان بعدہم اذ خلاصتہ۔ نواصب جمع ناصب یا ناصبی ہے۔ وهو الغالی فی بغض علی رضی اللہ عنہ۔ اور حروریہ نسبت سے قریہ حروراء کی طرف۔ جس میں یہ خوارج جمع ہوئے تھے۔ حروراء کوفہ کے قریب ایک قریہ ہے۔ شرآۃ جمع شرآہ ہے شل قضاۃ جمع قاض۔ یستحقون انفسہم بذلک لزعیم انہم شرآوا انفسہم من اللہ۔

راجع لتفصیل احوالہم مقالات الامام الاشعری ج ۱ ص ۱۵۱ والتبصیر ص ۱۵۱ والبدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۳۲ وخطط المقریزی ج ۲ ص ۲۵۷ وکامل المبدؤ فی عدۃ مواضع۔ والفرق فی الفرق لعبد القادر البغدادی ص ۷۔

خوارج میں ہیں فرقتے ہیں۔ ان میں بڑے فرقے آٹھ ہیں۔ یعنی حکمہ۔ ازرقہ۔ نجارت۔ بیہیتہ۔ عجارہ۔ ثعالبہ۔ اباضیہ۔ صفریہ۔

خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کو اس لیے کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے حکم کو مقرر کیا اور خوارج کے زعم میں غیر اللہ کو ثالث و حکم مقرر کرنا کفر ہے لقولہ تعالیٰ ان اللہ لا یستعین بشئ من الخلق۔ خوارج اجتماعی صورت میں اس طرح نعرہ بچکیم یعنی ان للحکم الا اللہ لگاتے تھے جس طرح زمانہ حال کے مبتدعہ نعرہ رسالت لگاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من کل ضلالۃ و بدعت۔

خوارج کے کل فرقے چند باتوں پر متفق ہیں۔ اول الکفار علی و عثمان۔ دوم الکفار حکم بن علی و معاویہ رضی اللہ عنہما۔ سوم الکفار اصحاب الجمل و من رضی بالتحکیم۔ چہارم الکفار اصحاب الکبائر من الذنوب پنجم وجوب خروج و بغاوت امام جائز کے خلاف۔ بعض خوارج کہتے ہیں کہ وہ گناہ موجب کفر نہیں ہے جس میں حدیث و عید وارد ہو اور بعض کہتے ہیں کہ صاحب کبیرہ کافر نعمت ہے نہ کہ کافر دین۔ کذا فی مقالات الاسلامیین للاشعری ج ۱ ص ۱۵۱ و کتاب الفرق فی الفرق ص ۷۔

صفین سے بطرف کوفہ رجوع کرنے کے بعد خوارج قریہ حروراء میں جمع ہوئے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ان کا اول امیر عبد اللہ بن الکواکب تھا۔ جو بعد میں تائب ہو گیا۔ بعدہ عبد اللہ بن وہب و حروراء بن بہر

معروف بہ ذوالشکریہ امیر خوارج بنے۔ ذوالشکریہ کی طرف احادیث میں اشارے موجود ہیں۔ مقام نروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مابین جنگ ہوئی جس میں ان کے مذکورہ صدر دونوں امیر قتل ہوئے اس کے بعد زمانہ حجاج تک بلکہ اس کے بعد بھی ان کے ساتھ سخت سخت لڑائیاں ہوتی رہیں **دفن المقالات** وغیرہ ان عبد اللہ بن دھب اول من اقرہ الخوارج علیہم اول ما اقرہوا بایعہ العشر یقین من شوال ۳۷ھ۔

خوارج اسلام میں عظیم فتنہ تھے۔ ان میں سے عبد الرحمن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ **وفی الخوارج** قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحقر صلاة احدکم فی جنب صلاتہم و صوم احدکم فی جنب صیامہم ولكن لا یجوز ایماؤہم تراقیہم وقال علیہ السلام سیخرج من ضضی هذا الرجل قوم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیۃ۔ هذا واللہ اعلم۔

المرجئة۔ مرجئہ ایک گمراہ فرقہ سے قال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۱ **المرجئة** تصنف اخرتک لما فی الایمان والعلل الا انہم وافقوا الخوارج فی بعض المسائل التي تتعلق بالامامة اہ۔ ارجاء کا معنی ہے تاخیر۔ فرقہ مرجئہ چونکہ عمل صالح کو مؤخر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نجات کے لیے اور حصول جنت کے لیے عمل صالح کی ضرورت نہیں ہے اس لیے انھیں مرجئہ کہتے ہیں۔ پس جو شخص معرفت اللہ حاصل کر کے تکبر ترک کر دے اور اللہ و رسول سے محبت کرے وہ کامل مومن ہے ان کے نزدیک پس ان کے نزدیک ایمان صرف معرفت کا نام ہے۔ ایمان میں تصدیق شرعی و تسلیم ضروری نہیں ہے۔ ان کے نزدیک حصول معرفت و محبت و خضوع کے بعد کوئی گناہ آخرت میں ضرر نہیں دے گا۔ شیطان ان کی رائے میں صرف استکبار کی وجہ سے کافر ہے۔ وقالوا الایمان لا یزید ولا ینقص وقال بعضهم یزید ولا ینقص۔

مرجئہ میں متعدد فرقے ہیں۔ مثلاً **بوسینیہ** و **عبیدیہ** و **غسانیہ** و **ثوبانیہ**۔ ان میں بعض کا عقیدہ یہ ہے ان المؤمن لا یدخل النار وان عصى۔ اور بعض کا عقیدہ یہ ہے انہ اذا دخل اصحاب الکبائر النار فانہم یخرجون عنہا بعد ان یعد بنوہم واما التخلید فحال و لیس بعدل معنی کفار کا نام میں مؤبد ہونا دائمی نہیں ہوگا۔ ان میں ایک فرقہ صالحیہ کا عقیدہ یہ ہے ان الایمان هو المعرفة باللہ تعالیٰ علی الاطلاق وان الصلاة لیست بعبادة للہ تعالیٰ وانہ لا عبادة له الا الایمان بہ۔ وهو معرفتہ۔ شہرستانی کہتے ہیں ان اول من قال بالامر جاء کما قیل الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب۔ ایک مرفوع حدیث ہے وهو ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لعینت المرجئة علی لسان سبعین نبیاً قیل ومن المرجئة یا رسول اللہ قال الذین یقولون الایمان کلام یعنی الذین

زعما ان الایمان هو الاقرار بحدود غیرہ۔

مرجۃ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تبصیر ص ۵۹، الملل والنحل ج ۱ ص ۱۳۹، مقالات الاسلامیین ج ۱ ص ۱۹، کتاب الفرق بین الفرق لعبد القاهر البغدادی ص ۲۲۔

فائدہ۔ بعض جہاں نے امام الائمہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو بھی مرجۃ میں شمار کیا ہے۔ لیکن یہ کذب محض ہے اور امام اہل سنت والجماعت ابو حنیفہؒ پر اعداء دین کی تہمت ہے۔ یہ تہمت اولاً خود مرجۃ غسانیہ کے رئیس غسان کوفی نے لگائی ہے۔ چنانچہ غسان کوفی نے اپنی گمراہی کے اثبات و تائید کے لیے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ بھی ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے اور یہ غسان کا دھوکہ ہے۔ جیسا کہ گمراہ اپنی گمراہی کو صحیح ثابت کرنے کے لیے بعض بڑے ائمہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ عوام و جہال میں اس طرح وہ اپنی گمراہی پھیلا سکیں حالانکہ وہ ائمہ دین ایسی گمراہیوں کے بری ہوتے ہیں۔

لہذا امام ابو حنیفہؒ اہل حق کے امام ہیں اور مرجۃ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ عبد القادر بغدادی اسفرائینی متوفی ۷۲۹ھ نے کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۰۳ پر اور محمد بن عبد الکرم شہرستانی متوفی ۴۳۵ھ نے الملل والنحل ج ۱ ص ۱۴۱ پر ابو حنیفہؒ کی برائت کی تصریح کی ہے اور غسان وغیرہ کی ابو حنیفہؒ پر تہمت ارجاء کی سخت تردید کی ہے۔

دراصل وجہ اشتباہ یہ ہے کہ مرجۃ بھی ایمان میں اعمال کو داخل نہیں مانتے اور ابو حنیفہؒ کا مذہب بھی یہ ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے اور اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ اس لفظی اشتراک کی وجہ سے ابو حنیفہؒ کو مرجۃ کہنا بہت بڑی غلطی ہے۔ کہاں ابو حنیفہؒ اور کہاں مرجۃ۔ مرجۃ اعمال کو مؤخر کر کے کہتے ہیں ان کی ضرورت نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ آخرت میں معاصی نقصان دہ نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ حصول جنت میں طاعات و نیک اعمال کا کوئی دخل نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ایمان صرف معرفت باللہ کا نام ہے۔ اور یہ تمام باتیں غلط ہیں ابو حنیفہؒ ان سے بری ہیں۔

ابو حنیفہؒ جمہور امت کے عقیدہ کے مطابق فرماتے ہیں کہ تکمیل ایمان کے لیے اور حصول نجات اخروی کے لیے اور رفع درجات عند اللہ کے لیے اعمال صالحہ ضروری ہیں اس لیے وہ خود کثیر العبادۃ تھے اور ساری رات عبادت کرتے تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ معاصی آخرت میں نقصان دہ ہیں اور مومن عاصی دوزخ میں جائے گا اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔ اور فرماتے ہیں کہ صرف معرفت و علم باللہ سے کوئی شخص مومن نہیں بنتا بلکہ مومن کے لیے تصدیق و تسلیم و تصدیق بالرسول ضروری ہے نفس معرفت تو بہت سے کفار کو بھی حاصل تھی۔ کما قال اللہ تعالیٰ یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم صرف معرفت سے کوئی شخص مومن

نہیں بنتا۔

یہ ہے امام ابو حنیفہؒ کا عقیدہ اور یہی عقیدہ ہے کل متکلمین کا۔ اگر یہ عقیدہ ارجاء ہو تو کل ائمہ و متکلمین مرجہ ہونگے العیاذ باللہ۔ قال الشہرستانی فی بیان المرحۃ الغسانیۃ اصحاب غسان الکوفی۔ ومن العجیب ان النسان کان یحک عن ابی حنیفۃ مثل مذہبہ و یعدہ من المرحۃ ولعلہ کذب علیہ لہم ہی کان یقال لانی حنیفۃ واصحابہ مرحۃ السنۃ ولعل السبب فیہ انہ لما کان یقول الایمان ہوا التصدیق بالقلب و ہوا لا ینزید ولا ینقص ظنوا انہ یؤخر العمل عن الایمان والرجل مع تحریج فی العمل کیف یفقی بترك العمل اہ۔

بہر حال یہ صرف تعبیری مشارکت ہے اور اس مشارکت سے مشارکت و اتحاد فی العقیدہ لازم نہیں آتا ورنہ پھر تو لازم آئے گا کہ امام شافعیؒ و محدثین و ائمہ عظام بھی معتزلہ یا خوارج ہونگے۔ العیاذ باللہ۔ کیونکہ معتزلہ و خوارج بھی ایمان کو تصدیق و اقرار و اعمال سے مرکب مانتے ہیں اور امام شافعیؒ وغیرہ محدثین بھی ایمان کو ان تین سے مرکب مانتے ہیں تو صرف اس تعبیری اشتراک کی وجہ سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ان ائمہ دین کو معتزلہ و خوارج میں شمار کرے کیونکہ یہ صرف تعبیری اشتراک ہے اور مقصود و عقیدہ میں اشتراک نہیں ہے۔ اس لیے کہ معتزلہ و خوارج کے نزدیک مرتکب گناہ ایمان سے خارج ہوتا ہے اور محدثین و ائمہ دین کے نزدیک یہ ایمان سے خارج نہیں ہوا البتہ وہ فاسق و گنہ گار ہوا۔ بہر حال لفظی و تعبیری اشتراک کے پیش نظر جس طرح امام شافعیؒ و امام احمدؒ و دیگر ائمہ کو معتزلی یا خارجی کہنا غلط ہے اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کو مرجہ کہنا بھی غلط ہے اور گمراہی ہے۔ یہ جواب اول کی تفصیل ہے۔

جواب ثانی۔ ابو حنیفہؒ کو مرجہ کہنے کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ ابو حنیفہؒ قدریہ و معتزلہ و خوارج وغیرہ اہل بدعت کے بڑے مخالف تھے اور کتب تاریخ میں ہے کہ معتزلہ و خوارج عقیدہ تقدیر وغیرہ میں اپنے مخالفین کو مرجہ کہتے تھے۔ قال الشہرستانی فی بیان اطلاق المرحۃ علی ابی حنیفۃ ولہ سبب آخر وہو انہ کان یخالف القدیۃ والمعتزلۃ الذین ظہروا فی الصد الاول والمعتزلۃ کانوا یلقبون کل من خالفہم فی القد مرجئاً و کذلک الوعیدۃ من الخوارج فلا یبعد ان اللقب انما لزمہ من فریق المعتزلۃ والخوارج اہ۔

جواب ثالث۔ ارجاء کا معنی ہے تاخیر یعنی مؤخر کرنا۔ کتب تاریخ و کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مرجہ کے تین معنی ہیں۔ بالفاظ دیگر مرجہ تین نوع ہیں۔

نوع اول۔ وہ مرجہ ہیں جو گمراہ ہیں اور جو کہتے ہیں کہ عمل صالح کی کوئی ضرورت نہیں صرف معرفت باللہ نجات کے لیے کافی ہے چونکہ یہ فرقہ عمل صالح کو معطل کرتا ہے اس لیے یہ اہل سنت سے خارج ہے اور

اس فرقہ کا بیان ابھی گزر چکا ہے۔

نوع ثانی وہ ہے جو صاحب کبیرہ کا حکم مؤخر کر کے کہتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ اللہ کی مرضی کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے جنت میں داخل کرے اور اللہ چاہے تو دوزخ میں داخل کرے۔ اور یہ عقیدہ ہے صاحب کبیرہ کے بارے میں کل اہل سنت و جماعت کا۔ اس کے خلاف صرف معتزلہ و خوارج ہیں جو کہتے ہیں کہ مرکب گناہ کبیرہ کا دنیا میں حکم یہ ہے کہ وہ ایمان سے خارج ہوا اور کافر نہیں ہے کما قال المتعزلۃ یا کافر ہے کما قال الخوارج۔ بنا براین معنی کل اہل سنت مرجعہ ہیں۔

نوع ثالث۔ ارجاء کے تیسرے معنی ہیں حضرت علیؑ کو خلیفہ رابع تسلیم کریں نہ کہ خلیفہ اولیٰ ثانی ثالث۔ بنا براین شیعوں کے سوا کل امت محمدیہ محدثین و مفسرین و متکلمین و فقہاء حضرت علیؑ کو درجہ اولیٰ سے مؤخر کر کے درجہ رابعہ کا خلیفہ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا حق یہی تھا کہ وہ درجہ رابعہ میں خلیفہ بن جائیں۔

یہ ہیں تین انواع مرجعہ۔ قال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۳۹۰ بعد بیان النوع الاول من الارجاء وقيل الامر جاء تاخير حكم صاحب الكبيرة الى يوم القيامة فلا يقضى عليه بحكم ما في الدنيا من كونه من اهل الجنة او من اهل النار فعلى هذا المرجحة والوعيدية فرقتان متقابلتان. وقيل الامر جاء تاخير على عن الدرجة الاولى الى الرابعة فعلى هذا المرجحة والشيعة فرقتان متقابلتان انتهى۔ اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ پر نوع ثانی یا نوع ثالث من الارجاء کے پیش نظر مرجعہ کا اطلاق ہوا ہے اور ان آخری دونوں نوعوں کو مرجعہ السنّت کہتے ہیں۔ فاندفع الاشكال۔ هذا والله اعلم۔

الجهميّة یہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ یہ جہم بن صفوان راسبی کے اتباع ہیں۔ جہم ہذا جہم بن زہم زندق کا تلمیذ ہے۔ جہد بہت بڑا ملحد و خبیث الطبع شخص تھا۔ جہد سب سے پہلا وہ شخص ہے جو خلقِ قرآن اور تعطیل اللہ عن صفاتہ کا قائل ہوا۔ جہد کے بارے میں حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں الجعد بن درهم عداۃ في التابعين مبتدع ضالّ زعم ان الله لم يتخذ ابراهيم خليلا ولم يكلم موسى تكليما وقيل على ذلك بالعراق يوم النحر۔ جہد کو خالد بن عبد اللہ قسری نے اپنی ولایت و امارت کے زمانہ میں ۱۲۴ھ میں بروز عید الاضحیٰ قتل کر دیا تھا۔

جہم کے بارے میں حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں الضالّ المبتدع راس الجهميّة هلك في زمان صغار التابعين وما علمته رؤى شيئا ولكنه زرع شرّاً عظيماً۔ طبری لکھتے ہیں انہ کان كاتباً للحارث بن سريح الذي خرج في خراسان في آخر دولة بني امية۔ فرقہ جہمیہ کی تفصیل کے لیے دیکھیں کتاب تبصیر ص ۶۲ و کتاب ملل و نحل ج ۱ ص ۸۶۔

جمیہ خالص جبریہ فرقہ ہے جو انسان کو مجبور محض بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان قدرت سے متصف نہیں ہے اور انسان مثل جمادات ہے اس کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ اپنے افعال کا نہ خالق ہے نہ کاسب۔ بلکہ بندہ کی طرف افعال کی نسبت مجازاً ہوتی ہے جس طرح جمادات کی طرف بعض افعال کی نسبت ہوتی ہے۔ فہذہ النسبة الى الانسان مثل نسبة الاتماس الى الشجرة والجري الى الماء والحركة الى الحجر۔ قال الشهرستاني نقلنا عنهم قالوا لا فائدة للانسان ولا ارادة ولا اختيار وتنسب اليه الافعال مجازاً كما تنسب الى الجمادات كما يقال اثمرت الشجرة وجري الماء وتحرك الحجر وطلعت الشمس وغربت و تعيقت السماء وامطرت الى غير ذلك والصواب والعقاب جبر كما ان الافعال كلها جبر واذ اثبت الجبر فالتكليف ايضاً كان جبراً۔

وقال الشهرستاني جهم بن صفوان من الجبرية الخالصة ظهرت بدعتہ بترومذ وقتله سلمون اخوہ المازنی بمروہ فی اخر ملک بنی امیة اہ۔ الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۰۔ جمیہ کے چند گمراہ عقائد یہ ہیں ۱۱) زعم جهم ان الجنة والنار تفنيان۔

۲) وان الايمان هو المعرفة بالله فقط وان الكفر هو الجهل به فقط كذا في كتاب الفرق بين الفرق ص ۲۱۔

۳) وان من اتى بالمعرفة ثم جحد بلسانه لم يكفر بحدوده لان العلم والمعرفة لا يزولا بالجد فمؤمن۔

۴) ولا يتفاضل اهل الايمان فيه فالايمان الانبياء وايمان الامة على غط واحد اذ المعار لا تتفاضل۔

۵) وان رؤية الله من المحال كما قالت المعتزلة۔ كذا في الملل ص ۱۰۱۔

۶) لا فعل ولا عمل لاحد غير الله وانما تنسب الاعمال الى الخلق على المجاز۔

۷) وان علم الله حادث۔

۸) وامتنع ان يوصف الله بانه شئ او حي او عالم او مرید قال جهم لا اصفه بوصفٍ يجوز اطلاقه على غيره تعالى ثم انه وصفه بانه قادر وموجد وفاعل وخالق ومحي ومميت لان هذه الاوصاف مختصة بالله تعالى۔ وكان جهم يخرج باصحابه فيقفهم على المجذومين ويقول انظروا ارحم الراحمين يفعل مثل هذا انكاراً للرحمة كما انكر الحكمة۔ بہر حال جمیہ فرقہ اسلام میں ایک عظیم فتنہ تھا۔ ہذا واللہ اعلم۔

المعتزلة۔ آیت ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم لظہ اور الذین یؤمنون بالغیب لظہ کی تفسیر کے علاوہ کئی مواضع میں معتزلہ کا ذکر موجود ہے۔ معتزلہ کو قدریہ بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ منکر تقدیر ہیں۔ اور خلق افعال کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں۔ معتزلہ و خوارج کو وعیدیہ بھی کہا جاتا ہے۔ فرقہ معتزلہ بھی جہمہ کی طرح ایک گمراہ فرقہ ہے۔ اس فرقہ میں بڑے اہل علم گمراہی میں مثل زرخشری وغیرہ۔

معتزلہ علوم فلسفہ و علوم یونان کے بڑے ماہر تھے اور فلسفہ کو اصل سمجھتے ہوئے اس کے مطابق قرآن و احادیث کی تاویلیں کرتے تھے اور اس طرح وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ حالانکہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن و حدیث کو اصل سمجھے اور ہماں پر اصول اسلام اور اصول فلسفہ میں تضاد و تقابل آجائے تو اصول اسلام کو اصل و صحیح سمجھتے ہوئے ان کے مطابق اصول فلسفہ کی تاویل کرنی چاہیے اور اگر تاویل و تطبیق نہ ہو سکے تو اصول فلسفہ کو رد کرنا لازم ہے۔ یہ ہے ہمارے مشائخ اہل سنت و الجماعت محمد ثنین و مفسرین کا معروف و مسلم طریقہ۔ معتزلہ نے عقل و عقلیات کا ساتھ دیتے ہوئے اصول اسلام سمجھنے میں بڑی غلطیاں کیں۔ معتزلہ کے چند عقائد یہ ہیں۔

اول۔ معتزلہ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلیہ کے منکر ہیں لہذا اللہ تعالیٰ کے لیے وہ وصف علم و وصف قدرت و حیات و سمع و بصر کے اثبات کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ عالم بھی ہے اور قادر بھی اور سمیع و بصیر بھی بلکہ ذاتی و بقدرت ذاتی و سمیع ذاتی و بصر ذاتی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اللہ کے عالم و قادر و سمیع و بصیر ہونے کے لیے کافی ہے پس اللہ عالم و قادر ہے سمیع و بصیر ہونے میں اپنی ذات کے علاوہ اوصاف و اتصاف بالاوصاف کے قائل نہیں ہیں۔

دوم وہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت کو محال سمجھتے ہیں و دعوا ان لا یرى نفسه ولا یراہ غیرہ و اختلافوا هل هو اذ لغيرہ ام لا فاجاز قوم منهم و اباہ قوم اخر منہم۔

توم وہ قرآن مجید یعنی کلام اللہ کو حادث و مخلوق کہتے ہیں۔ چہارم وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہمارے افعال میں کوئی دخل نہیں ہے بلکہ ہم خود اپنے افعال اختیار کے خالق ہیں۔ بنا بریں ان کے نزدیک ہر انسان خود اپنے افعال کا خالق ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حیوانات کے اعمال میں بھی اللہ کی تقدیر و عمل کا دخل نہیں ہے۔ اور اسی عقیدہ کی وجہ سے اہل سنت انھیں قدریہ کہتے ہیں اور یہ حدیث ان کے بارے میں بطور پیش گوئی وارد ہے القدیۃ بحسب هذه الہتہ و قال علیہ السلام القدیۃ نحماء اللہ بالقد۔

و پنجم۔ ان کے زعم میں اللہ تعالیٰ پر رعایت مصالح عباد واجب ہے۔ ششم۔ مرکب گناہ کبیرہ ان کے نزدیک نہ مؤمن ہے اور نہ کافر اور اس کا نام انہوں نے اپنی

اصطلاح میں فاسق رکھا ہے لہذا وہ اسلام و کفر کے مابین واسطہ کے قائل ہیں۔ البتہ وہ آخرت میں جنت و دوزخ کے مابین واسطہ کے قائل نہیں ہیں چنانچہ یہ فاسق ان کے نزدیک کفار کی طرح مخلد فی النار ہوگا۔
ہم فاسق ان کے زعم میں مؤمن صالح و مطیع مستحق ثواب و جنت ہے لہذا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔ ان کے زعم میں جنت میں دخول کا سبب مؤمن کی اطاعت ہی ہے اس کا سبب اللہ تعالیٰ کا تفضل و مہربانی نہیں ہے۔

اعتزال کا معنی ہے برطرف و جدا کرنا یا جدا ہونا چونکہ وہ اپنے عقیدوں کے لحاظ سے اہل سنت سے برطرف ہیں اور ان کے مخالف ہیں اس لیے وہ معتزلہ کہلائے۔ نیز وہ چونکہ تقدیر کے منکر ہیں اور افعال اختیار یہ میں تخلیق خدا تعالیٰ کا دخل نہیں مانتے اس وجہ سے بھی وہ معتزلہ کہلائے کیونکہ وہ تقدیر خدا سے بر طرف اور مخالف ہیں یا تقدیر خدا تعالیٰ کو اپنے افعال سے برطرف مانتے ہیں۔

معتزلہ واصل بن عطاء غزال کے متبع ہیں اور واصل ہی اول اول قائل بعقائد اعتزال الیہ ہوا۔ کہا صرح بہ کثیر من العلماء۔ واصل حسن بصریؒ کا تلمیذ اور ان کے حلقہ درس کے شرکار میں سے تھا پھر واصل نے تقدیر کا انکار کیا اور اسی طرح دیگر نے عقائد کا اظہار کرتے ہوئے حسن بصری کے حلقہ درس سے جدا ہو کر الگ اپنی مجلس اور حلقہ قائم کر لیا تو حسن بصریؒ نے فرمایا قد اعتزل عنتا اس لیے وہ معتزلہ کہلائے واصل فرقہ معتزلہ کا مؤسس و رئیس اول ہے۔ دیکھیے کامل للمبرد۔ ج ۳ ص ۹۲۱۔ واصل کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی اور حسن بصریؒ کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی۔

شہرستانی لکھتے ہیں کہ مسئلہ تقدیر میں واصل بن عطاء نے معبد جنی و غیلان و مشقی کی تقلید کی۔ کتاب الملل والنحل ج ۱ ص ۴۷۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ معبد جنی بصری بڑا ملحد تھا کان اول من تکلم فی الاسلام بالقدر و ذکرہ اللہ اخذ ذلک عن نصرانی اسمہ ابویونس سیمویہ و یعرف بالاصواعیہ معبد بن خالد الجنی کے بارے میں ابو حاتم لکھتے ہیں قدم المدینۃ فافسد فیہا ناساً انتہی۔ و اقرطنی لکھتے ہیں حدیثہ صالحہ و مذہبہ ردی و عن الاوزاعی قال اول من نطق فی القدر رجل من اهل العراق یقال له سوسن کان نصرانیاً فاسلم ثم تنصّر اخذ عنہ معبد الجھنی و اخذ غیلان عن معبد صلیبہ عبد الملک بن مرثان و قیل قتلہ الحجاج ۸۰ھ۔

راجع کتاب العبر ج ۱ ص ۹۹ و تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۲۲۵ و کتاب الفرق بین الفرق

لمعبد القاہر بغدادی ص ۱۱۔

غیلان و مشقی اس الحاد و زندگی میں معبد کا شاگرد تھا۔ خلیفہ عادل عمر بن عبد العزیزؒ متوفی ۱۸۰ھ نے گرفتار کر کے قتل کرنا چاہا لیکن غیلان نے اظہار تو بہ کیا۔ بعد پھر اس نے وہی الحاد شروع کر دیا تو

ہشام بن عبد الملک نے اسے باب دمشق میں پچانسی پر لٹکا دیا۔ لسان المیزان ج ۴ ص ۴۴۴ معارف ص ۶۲۵۔ یہ مذہب اعتزال کی مختصر تاریخ تھی۔

معتزلہ کا رئیس واصل بن عطاء الشخ تھا یعنی حرف راہ ادا نہیں کر سکتا تھا۔ اس فرقے کی تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب التبصیر ص ۴۰ و طبقات معتزلہ ص ۲۸ و وفيات الاعيان لابن خلکان ترجمہ ۷۲۹۔ اور احوال واصل کے لیے دیکھیں کامل مبروج ج ۲ ص ۱۳۴۔ لسان المیزان ص ۲۱۴ ج ۶۔ کتاب البدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۴۲۔ البیان والتبيين للجاحظ ج ۱ ص ۲۱۔ معتزلہ کے اندر بہت سے فرقے ہیں۔ عبد القاہر نے ان کے بین فرقے ذکر کیے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر کہتا ہے۔

چند فرقوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) واصلیہ اتباع واصل بن عطاء۔ (۲) فزیلیہ اتباع ابی الہذیل حمدان بن الہذیل متوفی ۲۲۶ھ۔ دیکھیے مقالات الاسلامیین لابی الحسن الاشعری ج ۲ ص ۴۸۲۔ (۳) النظامیہ اتباع ابراہیم بن سیدار المعروف بالنظام یہ ابی الہذیل کا ابن اخت تھا۔ نظام کا سال وفات ۲۳۱ھ ہے۔ (۴) الاسواریہ اتباع علی اسواری۔ (۵) المعریہ۔ اتباع معمر بن عباد سلمی متوفی ۲۲۶ھ۔ (۶) الشامیہ اتباع ہشام بن عمرو متوفی ۲۲۶ھ۔ (۷) الجاحظیہ۔ اتباع عمرو ابن بحر ابی عثمان الجاحظ متوفی ۲۵۵ھ و قبل ۲۵۵ھ راجع العبرج ص ۴۵۶ و وفيات الاعيان ترجمہ ۴۷۹ و طبقات المعتزلہ ص ۶۷۔ (۸) الاسکافیہ اتباع محمد بن عبد اللہ اسکافی متوفی ۲۳۴ھ۔ (۹) الکعبیہ۔ اتباع ابی القاسم بن محمد الکعبی متوفی ۲۱۹ھ۔ (۱۰) الجبائیہ و البشمیہ اتباع ابو علی جبائی متوفی ۲۹۵ھ و اتباع ابنہ ابو ہاشم عبد السلام متوفی ۳۲۱ھ۔ ہذا و اللہ اعلم۔

الشیعۃ۔ مذہب تشیع کی تردید کی طرف تفسیر ہذا میں کئی مواضع میں واضح اشارے موجود ہیں۔ شیعہ اہل حق کے لیے ایک عظیم آفت ہیں۔ ہر زمانے میں دین اسلام و مسلمانوں کو ان سے بڑا نقصان پہنچا ہے اور پہنچتا رہے گا۔ یہ بظاہر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع کا شیعہ یعنی گروہ ہیں۔ شیعہ کا معنی ہے جماعت، لیکن درحقیقت وہ اہل بیت و علی رضی اللہ عنہم کے عقائد و آراء کے مخالف ہیں۔

تشیع کی بنیاد یہود نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے رکھی تھی۔ شیعہوں کے بعض عقائد مضحکہ خیز ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جن کی وجہ سے وہ مجوس و مشرکین سے بھی کفر میں آگے نکل گئے ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جنہیں تسلیم کرنے کے لیے ادنیٰ عاقل بھی تیار نہیں ہو سکتا۔ کتب تاریخ میں ہے کہ شیعیت کا بانی عبد اللہ بن سبا ہے۔ یہ دراصل یہودی تھا جو اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے بظاہر اسلام میں داخل

ہو گیا تھا۔ اور محبت علیؑ اور محبت اہل بیت کو اپنی گمراہی اور اپنے فرقہ کی بنیاد قرار دیا۔
 کیونکہ اس کی رائے میں یہ ایک قوی ہتھیار تھا وہ سمجھتا تھا کہ محبت اہل بیت ہر مسلمان کے دل میں سما
 ہے۔ اسی وجہ سے یہ دھوکہ اور گمراہی کا اور تشیع کی قوت کا بہترین ذریعہ ہے اور واقعی وہ اپنی خباثت میں
 کامیاب ہوا اور آج تک کامیاب ہے اور اہل تشیع ہمیشہ کے لیے قرآن و اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا
 ہے اور پہنچا رہے ہیں اور پہنچاتے رہیں گے۔

تشیع کی تفصیل کے لیے دیکھیں مقالات الاسلامیین ج ۱ ص ۱۲۹ و الملل والنحل ج ۱ ص
 ۱۴۶ و کتاب الفرق بین الفرق لعبد القادر اسفرائینی متوفی ۷۲۹ھ ص ۲۱، ۲۹، ۲۲۵، ۲۳۳ و مرجع الذہب
 ج ۳ ص ۲۲۰، ۲۵۲۔ و التبصیر ص ۷۱ و شرح عقیدۃ السفارینی ج ۱ ص ۸۰۔

شیعوں میں بہت سے فرقے ہیں۔ شہرستانی لکھتے ہیں کہ ان کے بڑے فرقے پانچ ہیں کیسانیہ،
 ذریدیہ، امامیہ، غلاۃ و اسماعیلیہ۔ پھر ہر ایک فرقہ میں متعدد فرقے ہیں۔

اول کیسانیہ۔ یہ اتباع کیسان ہیں جو حضرت علیؑ کا غلام تھا۔ ان کیسانیہ میں متعدد فرقے ہیں
 یعنی عتہ تریہ اصحاب مختار بن ابی عبیدہ النضفی الهاشمیہ۔ البیانیہ۔ الرلامیہ۔

فرقہ دوم زیدیہ ہے۔ اتباع زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ ان میں تین
 فرقے ہیں جاسرہ دیدہ۔ سلیمانہ۔ بتویہ۔

فرقہ سوم امامیہ۔ ہم قائلون بامامۃ علیؑ بعد النبی علیہ السلام نصّاً ظاہراً قالوا لیس فی الدین
 الاسلام امر اہم من تعین الامام۔ امامیہ کچھ مدت کے بعد بعض تو معتزلہ ہو گئے اور بعض مشتبہ ہو گئے۔
 اور بعض نے کچھ اور گمراہ عقائد اختیار کر لیے۔ اسی فرقہ امامیہ میں سے ہیں اثنا عشریہ و باقریہ وغیرہ۔

فرقہ چہارم غلاۃ یعنی غالیہ اس فرقہ نے اپنے ائمہ کے حق میں غلو و تجاوز کر کے انھیں حد مخلوق
 سے نکال کر ان کے لیے احکام ربوبیت ثابت کیے۔ ان میں بڑے بڑے فرقے بارہ ہیں السبائیہ۔ الکاملیہ
 الخطابیہ وغیرہ۔

فرقہ پنجم اسماعیلیہ۔ وہ اسماعیل بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں۔

شیعوں کے مختلف فرقوں کے چند عقائد بطور مشتمل نمونہ ضرور یہ ہیں۔

(۱) ان میں سے بعض کا زعم ہے کہ نبی علیہ السلام نے امامت علیؑ کی تصریح فرمادی تھی اور صحابہ
 رضی اللہ عنہم سب کافر ہو گئے العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیونکہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت
 ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اختیار کر لی تھی۔ ان میں سے بعض یعنی سلیمانہ کہتے ہیں کہ امامت
 ابوبکر و عمر بھی صحیح تھی اور جائز تھی البتہ حضرت علی ان سے اولیٰ تھے لہذا وہ کافر نہیں ہیں۔

(۲) زید یہ میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ مومن جو مرکب گناہ کبیرہ ہوا ہودہ مغلدنی النار ہوگا۔ ان کا یہ عقیدہ وہی عقیدہ ہے جو خوارج و معتزلہ کا ہے۔ دیکھیے کتاب الفرق، ص ۳۴۔

(۳) ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدرا کے قائل ہیں۔ بدرا کے معنی وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے ایک معاملہ کا علم ہوا اور اس کے بعد اسے اپنے علم میں غلطی ظاہر ہو جائے جس طرح انسان کو تجربہ سے گا ہے اپنے سابقہ علم کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے۔ اہل تشیع کی یہ بات کتنی بڑی گمراہی ہے۔ اہل تشیع میں سے مختار اور بہت سے دیگر شیعہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدرا کا عقیدہ رکھتے تھے۔

(۴) ان میں سے بعض تنزیل کے بھی قائل ہیں اور قیامت کے منکر ہیں۔ کمائی الملل والنحل ص ۱۵۱۔

(۵) ان میں سے بعض یعنی بیانہ و سبائیہ وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الہ یعنی خدا مانتے ہیں۔ قلوا حلّ فی علی جزء الہی واتحد بجسدہ ولذا کان علیّ یعلم الغیب ویجاہرب الکفار بهذا الجزء الالہی قلع باب خیر۔ وقالوا اختفی علی رضی اللہ عنہ ورمایظہم فی بعض الارمان وقالوا فی تفسیر قولہ تعالیٰ هل یظنون ان ینزل الہ فی ظل من الغمام ارادہ علیاً رضی اللہ عنہ وقالوا هو الذی ینزل فی الظل والرعد صوتہ والبرق ابتسامہ۔ عبد اللہ بن سبأ کے بارے میں شہر تانی لکھتے ہیں انہ قال لعلیّ کرم اللہ وجہہ انت انت یعنی انت الالہ فنفاہ علی رضی اللہ عنہ الی المدائن۔

زعموا انہ کان یهود یا فاسلم وکان فی الیہودیتہ یقول فی یوشع بن نون وصی موسیٰ علیہما السلام مثل ما قال فی علی رضی اللہ عنہ۔

وزعم ان علیاً وحی لم یمیت ففیہ الجزء الالہی وهو الذی یحییٰ فی السحاب والرعد صوتہ والبرق تبسمہ انتہی۔ کتاب الفرق ص ۲۲۲ میں ہے زعم عبد اللہ بن سبأ ان علیاً کان نبیاً ثم غلبہ حق زعم انہ الہ ودعا الی ذلک قوماً من غواة الکوفة فامر علیّ باہراق قوم منہم ثم خاف اختلاف اصحابہ علیہ فنفی ابن سبأ الی سباط المدائن فلما قتل علیّ زعموا بن سبأ ان المقتول لم یکن علیاً وانما کان شیطاناً تصوّل للناس فی صورۃ علیّ وان علیاً صعد الی السماء کما صعد الیہا عیسیٰ بن مریم وانه سینزل الی الدنیا وینتقم من اعدائہ وزعم بعضهم ان علیاً فی السحابۃ وان الرعد صوتہ والبرق سوطہ ومن سمع من هؤلاء الشیعۃ صوت الرعد قال علیک السلام یا امیر المؤمنین۔

(۶) شیعوں میں بعض غلاة بیانہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صورت مثل صورت انسان ہے اور جس طرح انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے بھی وہ مکمل طور پر ایسے ہی اعضاء ثابت کرتے ہیں۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہ سارے اعضاء کسی وقت فنا ہو جائیں گے

سوائے وجہ کے لفظ تعالیٰ کل شیء ہالک الا وجہہ شیعوں کا یہ فرقہ بیان یہ کہلاتا ہے اتباع بیان بن سمان نامی۔

یہ بیان بن سمان قرن ثانی ہجری کے اوائل میں ظاہر ہوا داعی اذلائہ جزءاً الہیاً حل فی علیؑ ثم فی محمد بن المنفیتہ ثم فی ابنہ ابی ہاشم ثم فی بیان نفسه ثم ادعی النبوة حتی اخذ خالد القسری و صلبہ۔ وکان بیان بن سمان یزعم معرفۃ الاسم الاعظم وانه یحزم بہ العساکرو انہ یدعیوبہ الزہرۃ فتجیبہ فلما اخذہ خالد بن عبد اللہ القسری قال لہ ان کنت تھزم الجیوش بالاسم الذی تعرفہاھزم بہ أعوانی عنک۔

دیکھیے مقالات الاسلامیین ج ۱ ص ۱۷۷۔ التبصیر ص ۷۷، المحل العین ص ۱۶ تا ص ۲۶، اعتقادات فرق المسلمین ص ۷۷، کامل ابن الاثیر ج ۵ ص ۷۷، کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۳۔

(۷) شیعہ تقیہ کو جائز بلکہ مستحب بلکہ دین کا جزو بتاتے ہیں۔ تقیہ کی تفصیل بڑی طویل ہے البتہ حاصل یہ ہے کہ حسب ضرورت اگرچہ مجبوری نہ ہو جھوٹ بولنا کار ثواب ہے۔

(۸) غدر و فریب وہی ہر شیعہ کے ساتھ لازم ہیں ہے۔ خصوصاً زمانہ مال کے شیعہ تو اہل سنت کی دشمنی میں مدد سے نکلے ہوئے ہیں۔ عبد القادر بغدادی لکھتے ہیں کہ روافض کوفہ کا شیوہ ہے غدر و غل اور وہ اس سلسلے میں عرب میں ضرب المثل تھے حتی قیل بخل من کوفی و اعد من کوفی ان کے فریب و دھوکے کے چند نمونے یہ ہیں۔

(۱) انہوں نے قتل علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جب وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو شیعوں نے ساہا طرائن میں دھوکہ کیا حتی کہ ان میں سے ایک شخص سنان جعفی نامی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نیزہ مارا اور گھوڑے سے گرا دیا۔ یہی غدر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کے اسباب میں سے ایک سبب تھا۔

شیعہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہزار ہا خطوط لکھ کر مزید کے خلاف کوفہ بلایا اور کر بلا میں وہ سارے ان کے خلاف بمبارش میں زیاد کی معاونت کرنے لگے تا آنکہ حسین رضی اللہ عنہ اپنے خاندان سمیت شہید ہوئے۔

(۳) شیعہ پندرہ ہزار کی تعداد میں اپنے امام زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے ساتھ جمع اور انھیں بغاوت کرنے اور یوسف بن عمر سے جنگ پر آمادہ کیا پھر بیعت توڑ کر عین سخت جنگ کے دوران زید بن علی کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے یہاں تک کہ زید قتل ہوئے۔ ترک معاونت زید کے بعد وہ روافض کہلانے لگے۔ عین جنگ کے وقت شیعوں نے زید سے کہا کہ شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں

آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ زیر نے کہا الی لا اقول فیہما الا خیرا وما سمعت ابی یقول فیہما الا خیرا الناموس یعنی امیۃ الذین قتلوا الحسین وَاغَارُوا
 علی المدینۃ یوم الحضرۃ ثم ساروا بیۃ اللہ بحجر المنجیق والناس فغارت فیہ فقال لهم سر فصرتمونی ومن یومئذ
 سقوا الرافضۃ ۵۔

المجوس۔ آیت ان الذین امنوا والذین ہادوا والنصارى والصاہبین ملا کی شرح میں مذکور ہے
 مجوس مشرکین و کفار کا ایک قدیم فرقہ ہے ان میں سے بعض آتش پرست ہیں اور بعض کو اکب پرست۔ مجوس
 اتباع ابراہیم علیہ السلام کے مدعی ہیں اگرچہ وہ ملت ابراہیمی سے کوسوں دور ہیں۔

اجمالاً عقیدہ مجوس کے سمجھنے کے لیے یہ یاد رکھیں کہ وہ دو خالقوں کے قائل ہیں۔ بالفاظ دیگر ان کے
 نزدیک دو امور اصل عالم اور خالق ہیں عالم کے لیے اور یہ دونوں قدیم ہیں اور عالم کے مدبر و متصرف ہیں۔
 اور یہی دو اصل خیر و شر، نفع و ضرر، صلاح و فساد تقسیم کرنے والے ہیں۔ ایک اصل کا نام نور ہے اور ایک کا
 نام ظلمت ہے۔ فارسی میں نور کا نام یزدان ہے اور یہی خالق خیر و نفع و صلاح ہے۔ اور دوسرے کا نام
 فارسی میں اہرمن ہے اور یہی شر و ضرر و فساد کا خالق اور برپا کرنے والا ہے اس نور کا نام اللہ ہے اور ظلمت
 و اہرمن کا نام شیطان ہے۔

عقیدہ مجوس دو قاعدوں پر مبنی ہے۔

قاعدہ اولیٰ۔ اختلاط نور و ظلمت اور اس کا سبب۔

قاعدہ ثانیہ۔ امتیاز و خلاص نور و ظلمت سے اور خلاص و امتیاز ظلمت نور سے۔ یہ دو قاعدے ہیں
 جن پر ان کا مسلک قائم ہے چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ نور و ظلمت کا آپس میں ایک دوسرے سے اختلاط
 مبدعہ عالم ہے اور نور کا ظلمت سے امتیاز و خلاصی حاصل کرنا مباد و قیامت ہے۔ جب نور ظلمت سے ممتاز
 ہو جائے اور چھٹکارا حاصل کر لے تو یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور قیامت برپا ہو جائے گی۔

ان کے نزدیک اس دنیا کی بقا خلط نور و ظلمت کی مرہون ہے۔ مجوس کو تنویر اس لیے کہتے ہیں
 کہ وہ دو مدبرین خالقین جو یزدان و اہرمن ہیں کے قائل ہیں۔ یہ ہے ان کے مسلک کا خلاصہ۔

تفصیل مسلک مجوس یہ ہے کہ ان میں متعدد فرقے ہیں اور ہر ایک کا عقیدہ مضحکہ خیز اور احمقانہ
 ہے۔

فرقہ اولیٰ کیو مرثیہ۔ یہ ان میں قدیم تر فرقہ ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسانی کا پہلا فرد کیو مرث ہے
 اور یہی آدم علیہ السلام ہیں۔ کیو مرث کا معنی ہے ملحق المناطی۔ اصحاب کیو مرث اگرچہ اصلین یعنی یزدان
 اہرمن کے قائل ہیں لیکن ان کی رائے میں یہ دونوں قدیم و ازلی نہیں ہیں بلکہ یزدان یعنی نور ازلی و قدیم ہے اور اہرمن یعنی ظلمت
 مخلوق و حادث ہے۔

پھر اہرن کس طرح پیدا ہوا اس کی تخلیق کی توجیہ وہ یہ کرتے ہیں کہ یزدان کی ایک غلط فکر اور سوچ تخلیق اہرن کا سبب بنی۔ العیاذ باللہ۔ وہ کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں ایک مرتبہ یزدان سوچنے لگا کہ میرا مقابل و خصم و منازع موجود تو نہیں ہے لیکن بتقدیر فرض اگر وہ موجود ہوتا تو کیا ہوتا اور کیا ہوتا۔ یہ سوچ اور تدبیر چونکہ بالکل بُرا اور ردی تھا اور طبیعت نور کے مناسب نہ تھا لہذا اس فکر و تدبیر سے خود بخود ظلمت یعنی تاریکی پیدا ہوئی اور وہ اہرن سے موسوم ہوئی۔

اور اہرن کی چونکہ فطرت اور طبیعت مشر و فتنہ و فساد و فسق سے بنی ہوئی تھی اس لیے وہ پیدا ہونے ہی یزدان کا مخالف اور باغی ہو گیا اور اس نے یزدان سے مقابلہ شروع کر دیا وہ فسق و فساد، شر و فتنہ برپا کرتا اور نور یعنی یزدان اسے برے کاموں سے روکتا رہتا اسی طرح ان دونوں میں مخالفت بڑھتی گئی حتیٰ کہ ظلمت یعنی اہرن اپنی فوج لے کر مقابلہ پر آگیا دوسری طرف نور یعنی یزدان بھی اپنی نورانی فوج کے ساتھ اس کے مقابل ہوا اور پھر دونوں فوجوں میں زبردست جنگ شروع ہو گئی مگر کسی کو بھی فتح حاصل نہ ہو سکی۔ چنانچہ فرشتے درمیان میں آگئے اور انہوں نے طرفین میں یہ مصالحت کرائی کہ عالم سفلی اہرن کے قبضہ میں سات ہزار سال تک رہے گا اس کے بعد اہرن یہ عالم نور کے سپرد کرے گا۔

مجوس کہتے ہیں کہ اس مصالحت کے بعد ایک انسان پیدا کیا گیا جس کا نام کیومرث ہے اور ایک حیوان جو ثور یعنی بیل تھا۔ اہرن نے دونوں کو قتل کر دیا پھر اس شخص کے جائے سقوط سے ریاس پیدا ہوا۔ پھر ریاس کی اصل سے ایک مرد ظاہر ہوا جس کا نام میثہ تھا اور ایک عورت جس کا نام میشانہ تھا اور یہ دونوں اصل بشر ہیں اور بیل کے جائے سقوط سے دیگر حیوانات پیدا ہوئے۔

مجوس کا یہ فرقہ یہ بھی کہتا ہے کہ ازل میں کل انسانی ارواح بلا اجساد تھیں تو نور یعنی یزدان نے انہیں اختیار دیا اس بات کا کہ میں تمہیں اہرن کے دائرہ حکومت سے اٹھا کر مقام بالا میں لاؤں یا یہ کہ تمہیں اجساد و ابدان سے خلط کر دوں تاکہ تم اہرن سے لڑتے رہو اور مقابلہ کرتے رہو تو انہوں نے لباس اجساد و محاربہ اہرن کو پسند کیا یا بس شرط کہ نور کی طرف سے ہمیں فوج اہرن سے لڑائی میں نصرت و کامیابی حاصل ہونے پر حسن عاقبت و حسن خاتمہ نصیب ہو۔

چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ شیطان یعنی اہرن کے ساتھ دنیا میں انسان کی یہ جنگ ابھی تک جاری ہے اور جس وقت انسان اہرن کی فوج کو ہلاک کر کے کامیابی حاصل کرے گا اسی وقت قیامت برپا ہو جائے گی۔

یہ ہے سبب امتزاج و اختلاط اور یہ ہے سبب خلاص۔

دوسرا فرقہ زروانیہ۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسان میں پہلا شخص زروان کبیر ہے اور یہ ان کے

زعم میں نبی ہے اور نبی ثانی زردشت ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نور نے جو اشخاص بنائے وہ سب نورانی روحانی بانی تھے لیکن شخص اعظم یعنی زردان کو ایک بار کسی شے میں شک درپیش ہوا یعنی کسی بات میں وہ شک کرنے لگا اور شک چونکہ ایک قبیح شے ہے تو اس شک سے ابہرمن یعنی ابلیس پیدا ہوا جس طرح بدن کے میل سے جوئیں پیدا ہوتی ہیں اور گندگی سے پھر مکھیاں اور کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں۔
پھر ابہرمن یعنی ابلیس کی چونکہ فطرت قبیح و شریر تھی اس لیے اس نے یہ فساد اور فتنے دنیا میں شروع کیے جو نظر آرہے ہیں۔

اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اصل بات یہی نہیں ہے بلکہ اصل اور تحقیقی بات یہ ہے کہ زردان کبیر نے ۹۹۹۹ سال تک کچھ خاص علمی ذکر و اذکار اور کچھ دعائیہ کلمات پڑھے تاکہ اسے بیٹا نصیب ہو جائے لیکن پھر بھی اسے بیٹا نصیب نہ ہوا تو اس کے دل میں یہ فکر اور وسوسہ پیدا ہوا کہ شاید یہ علم جو مجھے حاصل ہے بے فائدہ ہے۔

اس فکر اور وسوسہ کے وقت اسے دو بیٹے نصیب ہوئے ایک بیٹا صالح تھا یعنی ہرمز اور یہ زردان کے علم سے پیدا ہوا۔ دوسرا بیٹا خبیث تھا جس کا نام ابہرمن ہے۔ ابہرمن اس کے فکر و وسوسہ سے پیدا ہوا۔ یہ دونوں بیٹے بطن واحد میں تھے۔ جب پیٹ سے دونوں کے نکلنے اور ظاہر ہونے کا وقت آیا تو ہرمز باب خروج و ظہور کے قریب تھا لہذا پہلے ہرمز نکل کر ظاہر ہو سکتا تھا ابہرمن یعنی شیطان کو اپنی یہ تاخیر پسند نہ تھی وہ چاہتا تھا کہ پہلے میں ظاہر ہو جاؤں۔

چنانچہ ابہرمن یعنی شیطان کسی جیلے سے اپنی ماں کا پیٹ اندر سے چاک کر کے پہلے نکل پڑا اور نکلتے ہی ساری دنیا پر قبضہ کر لیا اور ہرمز جب پیدا ہوا تو اس کے قبضہ میں کچھ نہ آیا۔

بعض مجوس یہ بھی کہتے ہیں کہ پیدائش کے بعد جب ابہرمن اپنے والد زردان کے پاس آیا اور زردان نے دیکھا کہ یہ نہایت خبیث و شریر و مفسد ہے تو اسے ملعون و مبعوض قرار دیتے ہوئے اپنے پاس سے بھگا دیا اور قریب نہ آنے دیا چنانچہ ابہرمن اپنے باپ سے باغی ہو کر دنیا پر قابض ہو گیا اور ہرمز مدت تک دنیا پر قبضے سے محروم رہا۔ ہرمز چونکہ نیک صالح تھا اور حسن اخلاق و خیر و صلاح سے متصف تھا اس لیے بعض لوگوں نے اسے رب و معبود بنا لیا۔

بعض زروانیہ کہتے ہیں کہ تخلیق شیطان کا سبب یہ ہے کہ عالم میں پہلے صرف اللہ تعالیٰ موجود تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ردی و قبیح شے بھی پیوست تھی وہ قبیح شے فکر ردی تھی یا عفونت کوئید تھی اور یہی ردی و قبیح شے شیطان کی پیدائش کا ذریعہ بنی۔ شیطان سے قبل دنیا شرور و آفات سے پاک تھی اور اہل دنیا خیر محض و نیکم خالص و سرور خالص میں تھے۔ شیطان کی پیدائش کے بعد شرور و آفات و

فتن و مصائب ظاہر ہوئے۔

پھر ابتداء میں شیطان آسمان میں نہیں جاسکتا تھا تا آنکہ شیطان کسی جیلہ سے آسمان کو بھاڑ کر اس میں داخل ہو گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ ابلیس یعنی اہرن پہلے ہی آسمان میں رہتا تھا اور زمین اس سے خالی تھی پھر اس نے کسی جیلہ سے آسمان کو شق کیا اور اپنی فوجوں سمیت زمین میں نازل ہوا۔

اور نور یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ سمیت العیاذ باللہ شکست کھا کر بھاگ گیا العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ اور شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور شیطان نے نور کو اپنی جنت میں محصور کر دیا۔ شیطان نے جنت کا محاصرہ کر لیا اور دونوں میں تین ہزار سال تک لڑائی جاری رہی۔ پھر فرشتے طرفین کے درمیان آکر مصالحت کرنے لگے کہ ابلیس اپنی فوجوں سمیت زمین پر نو ہزار سال تک قابض ہے اور پھر شیطان اپنی جگہ چلا جائے جنگ کے تین ہزار سال بھی نو ہزار سال میں شمار ہوں گے۔

رب تعالیٰ نے یہ صلح مناسب سمجھتے ہوئے قبول فرما لی کیونکہ بزم مجوس اسے شیطان اور اس کی فوجوں سے بڑی تکلیف پہنچی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ مدت مذکورہ تک اس صلح کے پابند ہیں صلح کے بعد چونکہ شیطان کو کھلی چھٹی مل گئی اس لیے لوگ دنیا میں مصائب و فتن و محن و بلا یا دیگر بے شمار آفات میں شیطان کی وجہ سے مبتلا ہیں اور مدت مذکورہ کے اختتام تک مبتلا رہیں گے اور مدت مذکورہ گزرنے کے بعد لوگ پھر سابقہ نعمتوں اور خوشیوں کو حاصل کر لیں گے۔

ابلیس نے صلح میں یہ شرط بھی لگائی کہ اسے ہر قسم کی شرارتوں اور گناہ کرنے کی آزادی ہوگی۔ جب زعم مجوس اس مصالحت کے معاہدہ پر دو عادل شخصوں کو گواہ بناتے ہوئے دونوں کو تلواریں دیدی گئیں اور انھیں یہ اختیار دیا گیا کہ طرفین میں سے جو بھی اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے اسے تلوار سے قتل کر دو۔

مجوس کی یہ احمقانہ اور بیہودہ باتیں کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا جو شخص اللہ تعالیٰ کے جلال و کبریاہ و عظیم قدرت کا معترف ہو وہ ایسی بچکانہ باتیں تسلیم نہیں کر سکتا۔ وما قدّر اللہ حق قدّہ۔ واللہ یفعل ما یشاء۔ لایسل عما یفعل وہم یثلون۔

فرقہ ثالثہ زردشتیہ۔ یہ اصحاب زردشت بن یورشب ہیں۔ ان کے زعم میں زردشت نبی تھا۔ جو کشتاب بن لہر اسب بادشاہ کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ زردشت کا باپ آذریجان شہر کا باشندہ تھا اور ماں شہر یتے کی تھی جس کا نام دغدو یہ تھا۔ کتاب ہذا میں زردیق کے بیان میں ہم نے زردشت کے زمانے پر مختصر بحث کی ہے فراجمہ۔ مجوس متعدد انبیاء کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ پہلا نبی کیومرث ہے اور یہ زمین کا سب سے پہلا بادشاہ ہے اس کا مقام و مسکن اصطرشہر تھا اسی طرح زمین میں متعدد

بادشاہ آئے تا آنکہ کشتاسب بن لہر اس بادشاہ ہوا جس کی مملکت میں زردشت حکیم پیدا ہوا۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زردشت کی روح علیین کے ایک درخت میں ڈالی جس کی حفاظت پر سترہ فرشتے مامور تھے پھر اللہ تعالیٰ نے وہ درخت اٹھا کر آذربائیجان کے ایک پہاڑ میں گاڑ دیا پھر اس درخت کے ذریعہ زردشت کی روح یا شیخ ایک گائے کے دودھ کے ساتھ خلط کر دی اور وہ دودھ زردشت کے باپ نے پیا تو وہ نطفہ بنا پھر وہ نطفہ رحم والدہ میں پہنچا۔ شیطان نے اس کی ماں کو تکلیف پہنچائی لیکن پھر آسمان سے ایک آواز آئی جس سے وہ شفیاب ہو گئی۔ زردشت ہنستا ہوا پیدا ہوا۔ بعض مخالفین نے کسی جیلہ سے زردشت کو بچپن میں اٹھا کر بقر یعنی گائے بیل کے پاس ڈال دیا تاکہ گائے اور بیل اسے مار ڈالیں مگر گائے اور بیل نے اس کی حفاظت کی۔ پھر گھوڑوں کے اصطبل میں ڈالا پھر بھیڑیے کے سامنے ڈالا تاکہ زردشت کسی طرح ختم ہو جائے لیکن یہ سب جانور اس کی حفاظت کرنے لگے تیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے زردشت کو نبوت و رسالت سے نوازا۔

زردشت نے کشتاسب بادشاہ کو اپنے دین کی دعوت دی کشتاسب اس پر ایمان لے آیا د

کان دینہ عبادۃ اللہ والكفر بالشیطان والاحم بالمعرف والنهی عن المنکر واجتناب الخبائث۔

زردشت کہا کرتا تھا کہ نور و ظلمت دو متضاد اصل ہیں اسی طرح یزدان و ابہمن دونوں متضاد ہیں اور موجودات عالم کے وجود کا سبب نور و ظلمت کا امتزاج ہے اور نور و ظلمت کی ترکیب مختلفہ سے متعدد صورتیں بنیں۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق نور و ظلمت ہیں اور اللہ واحد ہے لا شریک لہ ولا ضد لہ۔ اور ظلمت کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ دنیا میں یہ خیر و شر۔ صلاح و فساد۔ طہارت و نجاست کے ہنگامے کا اصل سبب نور و ظلمت کا امتزاج و اختلاط ہے اگر ان دونوں کا اختلاط نہ ہوتا تو یہ عالم بھی موجود نہ ہوتا۔

اور نور و ظلمت کا یہ مقابلہ جاری رہے گا تا آنکہ نور و ظلمت پر اور خیر و شر پر غالب آجائے اس غلبہ کے بعد خیر اپنے عالم میں پہنچ جائے گی جو عالم بالا ہے اور شر اپنے عالم اسفل میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے سبب خلاص بعد حصول الامتزاج والاختلاط والباری تعالیٰ ہوا الذی مزجہما و خلطہما للحکمة سراً فی التزکیب وقال النور اصل واما الظلمة غلبہ كالظل۔

زردشت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی جس کا نام ہے زنداوستا۔ وہ اس کتاب میں کہتا ہے کہ عالم دو قسم پر ہے مینہ و کیتی یعنی روحانی و جسمانی۔ پھر اس نے موار و تکلیف کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) منش (۲) کوش (۳) کنش۔ یعنی اعتقاد و قول و عمل۔

زردشتیہ اس کے یہ معجزات بیان کرتے ہیں منہا دخول قوائم فرس کشتاسب فی بطن

کشتاسب و کان زردشت فی الحبس فاطلقه فانطلقت قوائم الفرس - ومنها انه صر على اعمى بالدينور
فقال خذ واحشيشه وصفها لهم واعصروا ما اثماني عينه فانه يبصر ففعلوا فابصر الا على - هذا
والله اعلم -

التنویۃ - تنویہ مثل مجوس بڑا قدیم فرقہ ہے - تنویہ مجوس کی طرح اصلین ازلیتین قدیمین یعنی
نور و ظلمت کے قائل ہیں - یہ مجوس میں سے ایک فرقہ ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ مجوس کے علاوہ
ان سے ملتا جلتا جدا فرقہ ہے کیونکہ مجوس اصلین میں سے صرف ایک اصل یعنی نور ہی کو قدیم کہتے ہیں
اور اصل ثانی یعنی ظلمت کو حادث کہتے ہیں کما تقدم بیان ذلک - بخلاف التنویۃ کہ وہ اصلین یعنی نور و
ظلمت دونوں کو ازلی و قدیم مانتے ہیں - تاہم یہ فرقہ عقائد و حقائق کے لحاظ سے مجوس کے قریب ہے -
تنویہ کہتے ہیں کہ نور و ظلمت یہ دو اصل ہیں عالم کے - البتہ دونوں میں لحاظ جوہر و طبع و فعل و حیز
و مکان و اجناس و ابدان و ارواح و صفات فرق ہے -

تنویہ میں کئی فرقے ہیں - ہم یہاں پر ان کے چند فرقے ذکر کرنا چاہتے ہیں -
پہلا فرقہ مانویۃ ہے - یہ اصحاب مانی بن فاکک حکیم ہیں - مانی ساہور بن اردشیر کی حکومت کے
زمانے میں ظاہر ہوا تھا - مانی کو بہرام بن ہرمز بن ساہور نے قتل کیا - یہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا
واقعہ ہے -

مانی نے جوہیت و نصرانیت کے مابین ایک نیا دین ظاہر کیا اس نے کچھ اصول و عقائد جوہیت
سے لیے اور بعض اصول نصرانیت سے لیے - وہ نبوت موسیٰ علیہ السلام کا قائل نہ تھا البتہ نبوت مسیح
علیہ السلام کا قائل تھا - بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دراصل مجوسی تھا اور مذاہب کا جاننے والا تھا -

مانی بن فاکک کہتا ہے کہ یہ عالم مرکب ہے دو اصلین قدیمین سے ایک نور ہے اور دوم ظلمت ہے
اور دونوں ازلی ہونے کے ساتھ ساتھ ابدی بھی ہیں یعنی فانی نہیں ہیں - اس کے زعم و عقیدے کے لحاظ
سے کوئی شے اصل قدیم کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی اور یہ دونوں اصل بڑی طاقت والے ہیں - نیز دونوں
حتاس و دراک و عاقل و سمیع و بصیر ہیں - البتہ دونوں میں باعتبار نفس و صورت و فعل و تدبیر تضاد
ہے اور دونوں کا حیز و مکان متقابل ہیں جس طرح ایک شخص اور اس کا سایہ متقابل ہوتے ہیں -

وہ اس تقابل و تضاد کو یوں بیان کرتا ہے کہ جوہر نور حسن - فاضل - کریم - صافی - نقی - طیب الريح و
حسن المنظر ہے - اس کے برخلاف جوہر ظلمت قبیح - ناقص - لئیم - کدر - خبیث - منتن الرائحہ اور قبیح
المنظر ہے -

نیز نور کا نفس خیر کریم - حکیم - نافع و عالم ہے - اور ظلمت کا نفس شریر - لئیم - سفیہ - ضار اور جاہل ہے -

نیز نور کا فعل خیر۔ صلاح۔ نفع۔ سرور۔ ترتیب اور اتفاق ہے۔ اور ظلمت کا فعل شر۔ فساد۔ ضرر۔ غم۔ تشویش اور اختلاف ہے۔ نیز نور کے مکان کی جہت جہت فوق ہے والکثرہم علی اند مرتفع من ناحیۃ الشمال۔ اور ظلمت کی جہت جہت تحت ہے والکثرہم علی انہا من حطۃ من ناحیۃ الجنوب۔

نیز نور کی اجناس پانچ ہیں جن میں سے چار ابدان ہیں اور خامس اس کی روح ہے۔ وہ چار ابدان یہ ہیں نار۔ نور۔ ریح۔ مار۔ اور ان کی روح لیسیم ہے۔ وہی تتحرک فی هذه الابدان۔ اور ظلمت کی اجناس بھی پانچ ہیں۔ ان میں سے چار ابدان ہیں اور خامس ان کی روح۔ ابدان اربعہ یہ ہیں۔ حریق۔ ظلمت۔ سموم۔ ضباب۔ اور ان کی روح دُخان ہے وہی تتحرک فی هذه الابدان قال ولم یزل النور یولد ملائکۃ والہۃ واولیاء لا علی سبیل الملائکۃ بل کما تتولد الملائکۃ من الحکیم والمنطق الطیب من الناطق۔ والظلمۃ لم تزل تولد شیاطین وعفاریت لا علی سبیل الملائکۃ بل کما تتولد للحشرات من العفونات القذرة۔

مانویہ کہتے ہیں کہ بڑی مدت کے بعد نور اور ظلمت میں اختلاط ہوا تو دُخان نسیم سے غلط ہوا اور حریق نار سے اور نور ظلمت سے اور سموم ریح سے اور ضباب مار سے۔ اس اختلاط کی وجہ سے اس عالم میں خیر و شر صلاح و فساد نفع و ضرر وغیرہ متضاد افعال و امور نظر آتے ہیں۔ پس عالم ہذا میں بہ خیر و نفع و صلاح و برکت کا منبع نور ہے یا اجناس نور۔ اور بہ ضرر و شر و فساد و مصائب کا ماخذ ظلمت ہے یا اجناس ظلمت۔ پھر نور نے اجناس نور کو اجناس ظلمت سے جدا کرنے اور ان کی نصرت و مدد کرنے کی نیت سے شمس و قمر و دیگر کو اکب چلائے تاکہ ان کی مدد سے اجناس نور اجناس ظلمت کے ارتباط و اختلاط سے خلاصی حاصل کر لے۔

اجزاء نور دائماً صعود و ارتفاع کے طالب ہیں اور اجزاء ظلمت ہمیشہ نزول و تسفل کے طالب ہیں۔ اسی طرح کیہ کشمکن اور ہنگامہ جاری رہے گا پھر ایک ایسا وقت آئے گا کہ یہ امتزاج و اختلاط ختم ہو کر اجزاء نور اجزاء ظلمت کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑا لیں گے اور پھر ہر ایک اپنے اپنے عالم و مرکز میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے قیامت و معاد۔

مانی بن قانک کہتا ہے کہ اس وقت اجزاء نور اجزاء ظلمت کی گرفت میں ہیں اور وہ اس گرفت سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں اور تسبیح و اذکار۔ اچھی باتیں اور صالح اعمال اجزاء نور کے معاون ہیں۔

مانی کہتا ہے کہ چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کا سبب بھی یہی قیدی اجزاء نور یہ ہیں۔ نور کے کچھ نہ کچھ

اجزاء ہر روز اس ظلمت کی گرفت سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں پہنچ کر جمع ہوتے رہتے ہیں دوسرے دن کچھ اور اجزاء چاند میں پہنچ جاتے ہیں اسی وجہ سے یکم کے بعد ہر رات چاند کی روشنی بڑھتی جاتی ہے۔ تا آنکہ چاند کا خزانہ پوری طرح مبینے کی چودہ تاریخ کو ان آزاد شدہ اجزاء نور یہ کے جمع ہونے سے پُر ہو جاتا ہے۔ چودہ تاریخ کے بعد چاند ان انوار کو آہستہ آہستہ اگلے چودہ پندرہ دنوں میں انوار کے بڑے گودام اور بڑے خزانے یعنی شمس میں بھیجتا رہتا ہے اور مہینہ کی آخری تاریخ تک چاند یہ کام پورا کر لیتا ہے۔ اسی وجہ سے مہینہ کی آخری ایک دو رات میں انوار سے خالی ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آتا۔ پھر کچھ انوار ظلمت کے قبضہ سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں جمع ہونے لگتے ہیں تو یکم کا چاند تھوڑا سا چمکتا ہوا نظر آ جاتا ہے۔ اسی طرح ہر روز اجزاء نور یہ ظلمت کی قید سے خلاصی حاصل کرتے ہوئے چاند میں جمع ہوتے ہیں اور چاند ہر رات بڑھتا جاتا ہے اور چودھویں تاریخ تک پھر چاند کا گودام انوار سے بھر جاتا ہے۔

یہ ہے چاند کی حالت بدر کی بچکانہ اور احمقانہ توجیہ جو مانویہ بیان کرتے ہیں اور چاند پھر اپنے بڑے گودام یعنی آفتاب میں یہ انوار بھیجنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے چودہ تاریخ کے بعد چاند کی روشنی گھٹتی رہتی ہے اور سورج یہ انوار اپنے سے اوپر اور کسی بڑے نورانی گودام و خزانہ انوار میں بھیجتا رہتا ہے۔

اور وہ تیسرا گودام اسے اور آگے بھیج دیتا ہے تا آنکہ انوار اپنے عالم اعلیٰ جو خالص نور ہی نور ہے میں پہنچ جائیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے تا آنکہ اس عالم کے سارے انوار اور پہنچ جائیں۔ اس کے بعد وہ فرشتہ جو حامل ارض ہے زمین کو چھوڑ دے گا اور وہ فرشتہ جو آسمانوں کا تھا منے والا ہے وہ آسمانوں کو چھوڑ دے گا اس طرح عالم اعلیٰ و عالم اسفل ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے جس کی وجہ سے دونوں میں آگ لگ جائے گی اور پھر یہ آگ جلتی رہے گی تا آنکہ خالص نور رہ جائے گا اور یہ آگ ۱۴۶۸ سال تک جل کر بجھ جائے گی۔

فرقہ ثانیہ مزدکیہ۔ ثنویہ کا یہ فرقہ ثانیہ اصحاب و اتباع مزدک ہیں۔ مزدک قباذ والد انوشیروان کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا اور قباذ مع اپنے وزراء کے مذہب مزدک میں داخل ہوا۔ انوشیروان کو جب مزدک کے بڑے عقائد کا پتہ چلا تو اسے قتل کر دیا۔ مزدکیہ بہت سے اصول میں مانویہ کے موافق ہیں وہ مانویہ کی طرح اصلین یعنی نور و ظلمت کو اصل عالم مانتے ہیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ مزدک کہا کرتا تھا کہ نور فاعل بالقصد والا اختیار ہے اور ظلمت فاعل بطریق خبط و اتفاق ہے۔ نور ذو علم و حساس ہے اور ظلمت جاہل و اعمیٰ (اندھا) ہے۔ اور نور و ظلمت کے

امتزاج واختلاط کا سبب اتفاق وخط تھانہ کہ قصد واختیار۔ اسی طرح نور کا ظلمت سے خلاص بھی باتفاق واقع ہوگا نہ کہ بالاختیار۔

مزدک کے اتباع اہل مجوس کے لیے عظیم آفت اور فتنہ ثابت ہوئے اور اسی کے اتباع کو زندقہ کہا جاتا ہے۔ فارس کے تحت ملوک فارس کے احوال میں مزدکیہ کے فتنے کی کچھ تفصیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لفظ زندقہ اور مزدک سے تعریب کے بعد عرب لفظ زندقہ مشتق کر کے ہر ملحد کو زندقہ کہتے ہیں۔

مزدکیہ کو زمانہ قدیم کے کیونٹ سمجھنا چاہیے بلکہ وہ کئی شرارتوں میں کمیونسٹوں سے بھی آگے نکلے ہوئے تھے مزدک کہا کرتا تھا کہ تمام اموال مشترک ہیں اور کوئی شخص کسی مال کو اپنے لیے الگ نہیں رکھ سکتا اسی طرح عورتیں بھی مشترک ہیں اور ہر شخص کو کسی کی بھی بیوی بیٹی کے استعمال کا حق ہے۔ کتب فقہ میں اس قسم کے فرقے کو اباحیہ کہتے ہیں۔ کتاب الملل والنحل ص ۲۴۹ پر ہے۔ وکان مزدک ینبئ الناس عن المخالفة والمباغضة والقتال ولما کان اکثر ذلك انما يقع بسبب النساء والاموال احل النساء اباح الاموال وجعل الناس شركة فيهما كاشترکهم فی الماء والنار والكلا وحكى عنه انه امر بقتل النفس ليخلصها من الشرع والظلمة۔

فرقہ ثالثہ دیسانہ ہے۔ یہ اصحاب دیسان ہیں۔ یہ بھی اصلین قدیمین متضادین یعنی نور و ظلمت کے قائل ہیں۔ البتہ یہ اصل ثالث بھی مانتے ہیں جس کا نام انھوں نے معدل جامع رکھا ہے اور یہی اصل ثالث نور و ظلمت کے امتزاج واختلاط کا سبب ہے۔ فان المتناقضين المتضادين لا يمتزجان الا بجامع وقالوا ان المعدل للجامع دون النقي في المرتبة وفوق الظلمة وحصل من الاجتماع والامتزاج هذا العالم۔

وحكى بعض العلماء عن الديسانية انهم زعموا ان المعدل للجامع هو الانسان الحسن والداء اذ هوليس بنو محض ولا ظلام محض وحكى عنهم انهم يرون المناكحة وكل ما فيه منفعة لبدنهم وشرعهم صلا ما ويجوزون عن ذبح الحيوان لما فيه من الالم وهذا والله اعلم۔

اليهود۔ قرآن شریف میں مکرر الذکر ہیں۔ یہود نام ہے امت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔ یہود کی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض یہ لفظ عزرائی ہے ماخوذ ہے ہاد سے یقال ہادیہم الرجل اذا تاب۔ سُموا بذلك لانهم تابوا عن عبادة العجل ووجه التخصيص كون توبتهم اشق الاعمال۔ اشقیئت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں توبہ کی یہ صورت بتائی کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔ چنانچہ تاریکی میں انھوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کیا اور جب ہزار ہا یہود قتل ہو گئے

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور عند بعض العلماء۔ یہ مانوڑ ہے ہاد الرجل یہود اذا سكن سے۔ ومنه الموادة۔ اور اگر یہ لفظ عربی الاصل نہ ہو تو معرب یہودا ہے۔ تعریب کے بعد یہودا یہود ہو گیا یہودا یعقوب علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ ان کے نام سے یہ ساری امت موسوم ہوئی ہذا واللہ اعلم۔

النصارى۔ قرآن مجید میں متکرر الذکر ہے۔ نصاریٰ امت عیسیٰ علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔ نصاریٰ جمع نصران ہے نصران بمعنی نصرانی ہے۔ بعض علماء کی رائے میں نصران کلام عرب میں مستعمل نہیں ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ یہ کلام عرب میں مستعمل ہے۔ مرد کو نصران کہا جاتا ہے اور عورت کے لیے نصرانہ مستعمل ہے مثل ندان وندانہ قالہ سیبویہ۔ بنا براین نصرانی میں یا رب مبالغہ کے لیے ہے بحال قالہ الاحمر احمدی اشارۃً الى انه عربی ذو وصف للخصرة۔ اور عند البعض یہ یا رب واحد وجمع میں فرق کے لیے مفید ہے مثل زنج و زنجی و روم و رومی۔ رومی مفرد ہے روم جمع ہے۔ اگر نصاریٰ جمع نصران ہو تو یہ جمع علی وفق القیاس ہے مثل نرامی جمع نرمان۔

اور بعض علماء ادب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصری ہے مثل مہاری جمع مہری۔ اور نصاریٰ میں الف للتانیث ہے اس لیے اس پر تنوین داخل نہیں ہوتی۔ اور بعض ادیب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصری ہے۔ حذف احدی یا ثبہ و قلبت الکسرة فتحۃ للتخفیف ثم قلبت الیاء الفاء۔ یہ قول مختار خلیل ہے۔ اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت کی تھی۔ یا اس لیے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی نصرت کرتے رہتے ہیں۔ ایک اور وجہ تسمیہ بھی ہے وہ یہ کہ ناصرہ اس بستی کا نام تھا جس میں مریم ام عیسیٰ علیہما السلام مقیم تھیں اس بستی کے نام کی مناسبت سے امت عیسیٰ علیہ السلام کا نام نصاریٰ ہوا اور نصرانی اسی کی طرف نسبت ہے۔ عند البعض اس بستی کا نام نصرایا اور عند البعض نصری اور عند البعض نصرانہ اور عند البعض نصران تھا۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب۔ تم تلخیص کتابی المطالب المبرورۃ فی الفرق المشہورۃ۔ واللہ الحمد الممتۃ۔

فصل

اس فصل میں بعض انبیاء علیہم السلام و ملائکہ علیہم السلام وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ تاریخ انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں میری ایک مستقل تصنیف ہے جس کا نام ہے مرآة النجباء فی تاریخ الانبیاء۔ اس کتاب کے چند ابواب کا خلاصہ یہاں پر درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

آدم علیہ السلام۔ آدم علی نبینا وعلیہ الصلوة والسلام نوع انسانی کے اول فرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق مٹی سے کی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمأ مسنون تخلیق آدم کے بعد فرشتوں کو آپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے مقصود تعظیم نوع انسانی تھا۔ اسی وجہ سے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ انسان مبینی خواص انسان افضل ہیں ملائکہ سے۔ مامور بالسجود مکمل ملائکہ تھے کما قال الجمهور یا فقط ملائکہ الارض کما روی ابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قرآن و احادیث میں یہ قصہ تفصیل موجود ہے۔

ڈارون کا نظریہ یہ ہے کہ انسان بتدریج اور بطریقہ ارتقاء اس شکل و ہیئت کو پہنچا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کی اصل بندر ہے اور لاکھوں سال کے بعد ترقی پزیر انسان بنا اور اس کی یہ موجودہ شکل بن گئی۔ لیکن یہ نظریہ قرآن و احادیث و اسلام کے خلاف ہے۔ قرآن و احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان دفعۃً پیدا ہوا ہے اور اس کے اول فرد آدم علیہ السلام ہیں۔

تخلیق آدم علیہ السلام کی تکمیل بروز جمعہ ہوئی۔ قال علیہ السلام خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعة فیہ خلق آدم و فیہ اُدخل الجنة و فیہ اُخرج منها۔ سرائہ مسلم۔ وعن ابی بن کعب صریحاً ان ابام آدم کان کالنخلۃ السحوق ستین ذراعاً کثیر الشعر۔ سرائہ ابن عساکر۔ وعن الحسن قال اهبط آدم ای بعد اکل الشجرة بالهند وحواء بجدة و ابلیس بدستیمسان من البصرة علی امیال و اهبطت الحیة باصفهان۔ کذا فی البدایہ النہایہ لابن کثیر ج ۱ ص ۱۸۵۔

وقال ذهب بن منبہ لما تاب اللہ علی آدم علیہ السلام امرہ ان یسیر المکة فطوی لارض و قبض عندہ المفاو و فلم یضع قدمہ الی شی من الارض الا صارعہ عمرانا حتی انتہی المکة و کان مہبطہ حین اهبط من جنة عدن فی شرقی ارض الهند و اهبط اللہ حواء بجدة و الحیة بالبریة و ابلیس علی ساحل

بحر الابل والجلبة مدينة صغيرة بالبصرة فيها نهر الابل وكان آدم امرء وانما بنت اللحي لولده بعدة و
كان طويلًا كثير الشعر جعل آدم اجمل البرية ولما هبط الى الارض حرث وغزلت حواء الشعر حاكنه
بيدها. كذا في المعارف لابن قتيبة م. وايضاً فيها ولد لآدم اربعون ولدًا في عشرين بطنا وانزل
عليه تحريم الميتة والدم ولحم الخنزير وحروف المعجم في احدى وعشرين ورقة وهو اول كتاب كان
في الدنيا ولما مات آدم عليه السلام حفر له في موضع من جبل ابى قبيس يقال له غار الكنز فلم
يزل آدم في ذلك الفار حتى كان زمان الغرق فاستخرجه نوح عليه السلام وجعله في تابوت معه
في السفينة فلما نضب الماء وبدت الارض سرقة نوح عليه السلام الى مكانه وعاش آدم الف سنة
انتهى باختصار -

وكان شيث بن آدم اجل ولد آدم وكان وصي ابيه وكل البشر من ولده وانزل الله على
شيث خمسين صحيفة وعاش ٩١٢ سنة - وعن ابن عباس رضى الله عنهما كما في تاريخ الطبري
ج ١ م ١٢ قال لم يميت آدم حتى بلغ ولده وولد ولده اربعين الفاً بسوقه وراى آدم فيهم الزنا وشرب
للخمر الفساد -

صوفى ابن عربى رحمه الله فتوحات كى باب تسعين وثلاثمائة يس لكهت هيس لقد طفت بالكعبة
مع قوم لا اعره فانهش وفي بيتين حفظت واحدا ونسيت الاخره هو ه
لقد طفنا كما طفتهم سيننا بهذا البيت طراً ١٢ جمعينا
وقال لى واحد منهم اما تعرفنى فقلت لا قال انا من آجال ذك الاول قلت كم لك منذ مت قال لى
بضع واربعون الف سنة فقلت له ليس لآدم عليه السلام هذا القدر من السنين فقال لى عن
اى آدم تقول عن هذا الاقرب اليك او عن غيره فنذكرت حديثا روى عن رسول الله صلى الله
عليه وسلم ان الله تعالى قد خلق مائة الف آدم. انتهى - قلت لم يثبت في حديث صحيح كثرة آدم والصحيح
انه واحد -

وفي بعض الكتب ولد نبينا صلى الله عليه وسلم لمضى ٦٥٠٠ سنة من زمن آدم عليه السلام او
نحو ذلك وقد روى انه عليه السلام قال ان احسنت امتى فبقاؤها يوم من ايام الآخرة وذلك
الف سنة وان اساءت نصف يوم - وقيل ولد نبينا عليه السلام لتمام ٦٠٠٠ سنة من عهد آدم
عليه السلام - وعن ابن عباس في الدنيا جمعة من جملة الآخرة سبعة آلاف سنة - هذا والله اعلم -

نوح علیہ السلام - ہونج بن لامک بن متوشلخ بن خنوخ و هو ادریس بن یرد بن ہامیل بن قین بن انوش بن شیت بن آدم ابی البشر علیہم السلام۔ آپ کے چند احوال یہ ہیں۔ (۱) آپ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب آدم علیہ السلام کی وفات ہوئے ۱۲۶ سال گزرے تھے۔ بحاکم ذکرہ (بن جریر وغیرہ) یا ۱۴۶ سال۔ بقول بعض مورخین تاریخ کا صحیح علم نہیں ہے۔ یہ سب تخمینی اور طعنی باتیں ہیں۔

اخرج ابن جبان بسندہ عن ابی اصمۃ ان رجلاً قال یا رسول اللہ انبی کان آدم قال نعم مکلم قال فکم کان بینہ و بین نوح قال عشرة قرون۔ اس حدیث کے پیش نظر آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان طویل زمانہ ثابت ہوتا ہے۔ آپ کی عمر بڑی طویل تھی۔ قرآن میں ہے ولقد ارسلنا نوحاً الی قومہ فلبث فیہم الف سنۃ الا خمسین عاماً فاخذہم الطوفان و ہم ظالمون۔ آپ کی بددعا سے تمام انسان یعنی کفار غرق ہو گئے صرف مسلمان زندہ بچے جو آپ کے ہمراہ کشتی میں سوار تھے اور وہ ۸۰ مسلمان تھے عند ابن عباسؓ، اور ۷۲ تھے بقول کعب احبار۔

آپ آدم ثانی تھے۔ کیونکہ نسل انسانی صرف آپ کی اولاد ثلاثہ یعنی سام و حام و یافث سے آگے بچلی ہے دیگر مسلمانوں کی نسل ختم ہو گئی جو آپ کے رفقاء تھے۔ قال اللہ تعالیٰ وجعلنا ذریتہم الباقین۔ وعن سمرۃ مرفوعاً سام ابو العرب و حام ابو الحبش و یافث ابو الرزم۔ و عن ابی ہریرۃ مرفوعاً ولد لنوح علیہ السلام سام و حام و یافث فولد لسام العرب و فارس الرزم و لخمیر فیہم و ولد لیافث یاجوج و ماجوج و الترتک و السقالبۃ و لآخر فیہم و ولد لحام القبط و البربر و السقان اخرجہ البزار۔

اہل پاکستان و ہندوستان بقول محقق اولاد سام ہیں اور بقول بعض اولاد حام ہیں۔ نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھتے تھے مری ابن ماجہ باسنادہ عن ابن عمر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صام نوح الدھر الا یوم عید الفطر و یوم الاضحیٰ و لذ الطبرانی و صام داؤد نصف الدھر و صام ابراہیم ثلاثۃ ایام من کل شھر صام الدھر افضل الدھر۔

تاریخ طبری میں ہے کہ ملک بن متوشلخ نوح بن ملک کی ولادت کے بعد ۵۹۵ سال زندہ رہے نوح علیہ السلام کی شادی عمروہ بنت براکیل بن محویل بن اخنوخ بن قین بن آدم علیہ السلام سے ہوئی عمروہ کے بطن سے حام۔ سام۔ یافث پیدا ہوئے۔ ملک کے ایک بھائی کا نام صابی تھا۔ اسی کے نام کی طرف فرقہ صابیہ منسوب ہے۔ وقیل غیر ذلک وقد مری عن جماعۃ من السلف انہ کان بین آدم و نوح علیہما السلام عشرة قرون کلہم علی ملتۃ للحق وان الکفر باللہ انما حدث فی القرن الذین

بعث الیہم نوح علیہ السلام وقالوا ان اول نبی ارسلہ اللہ الی قوم بالانذار الدماء الی توحید نوح علیہ السلام۔

اولاد آدم میں طویل تر عمر جو نص قطعی سے ثابت ہے نوح علیہ السلام کی ہے فعن عون بن شداد قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ ارسل نوحاً الی قومہ وهو ابن خمسين وثلاثمائة سنة فلبث فیہم الف سنة الا خمسين عاماً ثم عاش بعد ذلك خمسين وثلاثمائة سنة. وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال بعث اللہ نوحاً الیہم وهو ابن اربع مائة سنة وثمانین سنة ثم دعاہم فی نبوتہ مائة و عشرين سنة وركب السفينة وهو ابن ست مائة سنة ثم مكث بعد ذلك ثلث مائة وخمسين سنة۔ نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا یام تھا جس نے اپنے والد کے دین و طریقے سے اختلاف کر کے کفار کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ طوفان میں غرق ہوا۔ ساری دنیا کے انسان سابقہ تین یعنی عام و سام و یافث کی اولاد میں۔ بعض اہل فارس و ہند وغیرہ وقوع طوفان کے منکر ہیں اور بعض اس کے قائل ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ وہ عالمگیر نہ تھا صرف ارض بابل میں واقع ہوا تھا۔

قوله تعالى وفار التتود کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے مراد طلوع نور فجر ہے۔ (۲) تنور سے مراد وجہ ارض ہے ای انجس الماء من جہ الارض والعرب تسمی وجہ الارض تنوراً قالہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (۳) التنور اشرف موضع فی الارض و اعلى مكان فیہا قالہ قتادة۔ (۴) تنور سے مراد وہ تنور ہے جس میں روٹی پکاتے ہیں قالہ الحسن وكان تنوراً من حجارة وكان لآدم ثم انتقل الی نوح علیہما السلام فنبع الماء منه فعلت بہ لہرۃ فاخبرته۔

تنور کے محل وقوع میں اقوال ہیں قال مجاہد كان ذلك في ناحية الكوفة وعن الشعبي كذلك وقال اتخذ نوح علیہ السلام السفينة في جوف مسجد الكوفة وعن مقاتل ذلك تنور آدم واما كان بالشام وعن ابن عباس كان التنور بالهند۔

وعن مالك بن سليمان بن الهمداني ان الحية والعقرب اتيا نوحاً فقالا احملنا في السفينة فقال انكما سبب الضر والبلايا فلا احملكما قالوا احملنا ونحن نضمن لك ان لا نضر احدًا ذكركم فمن قرأ حين يجات مضرهما سلام على نوح في العالمين انا كذلك نجزي المحسنين انهم من عبادنا المؤمنين لم يضرهم۔ كذا في العرائس للشعلبي ص ۳۱۔

طوفان نوح علیہ السلام ۲۳۲۷ء من مہیوط آدم علیہ السلام میں آیا تھا۔ اہل سفینہ ۱۰ محرم کو سفینہ سے باہر نکلے جو دی پہاڑ پر استقرار کے بعد نوح علیہ السلام کا سال وفات ۲۵۹۲ء من المہیوط،

هَذَا اللهُ اعْلَمُ۔

ابراہیم علیہ السلام۔ تفسیر بیضاوی میں اور خود قرآن کریم میں ان کا ذکر موجود ہے ہو ابراہیم ابن تارخ بن ناحیہ علیہ السلام۔ یہ جد الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد سارے انبیاء علیہم السلام آپ ہی کی نسل سے بھیجے گئے۔

ام ابراہیم کا نام امیلہ ہے کما ذکر ابن عساکر وقال الکلبی اسمها بونا بنت کربنا۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ ہے۔ آپ کی پیدائش ارض بابل میں ہوئی وہو الاصح۔ اُس زمانے کے لوگ کو اکب سب سے کی پرستش کرتے تھے لوط علیہ السلام آپ کے ابن اخ ہیں۔ قرآن مجید میں آپ کے باپ کا نام آزر بتایا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ واذ قال ابراہیم لابنہ اذرا اتخذ اصناما الہة۔

بعض علماء مثل حافظ سیوطی وغیرہ لکھتے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا جو بت پرست اور بت تراش تھا اور بطور تعظیم اس پر آب کا اطلاق ہوا ہے۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ موحد تھا۔ اور لکھا ہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلہ آباء میں تا آدم علیہ السلام کوئی بھی بت پرست و مشرک و کافر نہیں تھا بلکہ سب موحد تھے اور یہی معنی ہے اس آیت کا وَتَقَبَّلْتُكَ فِي السَّاجِدِينَ۔ شعراء۔

ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے اسحاق علیہ السلام اور یہ یطین سارہ سے تھے اور اسماعیل علیہ السلام اور یہ یطین ہاجرہ سے تھے۔ کل انبیاء بنی اسرائیل اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور اولاد اسماعیل علیہ السلام میں صرف ایک نبی یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بلاد شام کو پھر دیار مصر کی طرف ہجرت کی اور پھر ارض مقدسہ یعنی شام میں مستقل رہائش اختیار کی۔ ابراہیم علیہ السلام بہت سے فضائل میں ممتاز ہیں۔ مثلاً (۱) ابراہیم علیہ السلام پانچ اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں یعنی ابراہیم و محمد و موسیٰ و نوح و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے۔ (۲) ہمارے دین میں آپ کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے قرآن میں اس کی تصریح ہے وَ مَنْ يَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ اِبْرَاهِيمَ اَلَا مِنْ سَفَاةٍ نَفْسٍ۔

(۳) آپ خلیل اللہ ہیں وَفِي الصَّحِيحِينَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَ فِي خَلِيلٍ كَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا وَذَكَرَ ابْنُ اَبِي حَاتِمٍ بِاسْنَادٍ هَلَّا اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا فَقَالَ فِي قَلْبِهِ اللّٰهُ حَقٌّ اِنْ كَانَ خَفَقَانٌ قَلْبُهُ يَسْمَعُ مِنْ بَعْدِ كَمَا يَسْمَعُ خَفَقَانُ الطَّيْرِ فِي الْهَوَاءِ۔ (۴) آپ تمام اُمم میں محبوب و معظم ہیں۔ (۵) قرآن مجید میں ۳۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے صرف

سورہ بقرہ میں ۱۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے۔ (۶) مری احمد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً
 يحشر الناس حفاة عراة غرلا قال من يكسى ابراهيم عليه السلام (۷) واخبره احمد باسنادة عن انس
 رضی اللہ عنہ قال قال رجل للنبي عليه السلام يا خيرا البرية فقال ذاك ابراهيم ورضاه مسلم ايضا۔
 وقال ذلك تواضعا وقبل العلم باننا افضل من جميع الانبياء حتى من ابراهيم عليهم السلام۔
 (۸) ہر نماز میں ہم مسلمان آپ پر بھی درود شریف پڑھتے ہیں کما صلیت علی ابراهيم الخ۔

(۹) آپ نے ہمارے تعلقاً ۱۲۰ سال کی عمر میں اپنا فتنہ کیا۔ اس سے پہلے فتنہ کا حکم نہ تھا اور نہ
 رواج تھا۔

(۱۰) آپ کی بہت سی اولیات ہیں۔ فعن سعيد بن المسيب وغيره كان ابراهيم عليه السلام
 اول من اضاف الضيف واول من اختن واول النلقص الشارب واول الناس رأى الشيب يقال
 يارب ما هذا فقال وقار فقال يارب نردني وقاراً واول من استحد واول من لبس السر ويل۔
 وفي محاضرة الاوائل ۳ ان ابراهيم اول من هاجر في سبيل الله واول من جعله الله ابا
 الانبياء فروى انه خرج من صلبه الف نبي الى زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم واول من اضاف
 الضيفان واول من قلم الاظفار قص الشارب وثرثد الثريد وصاخر وعانق وخطب على المنبر و
 اول من شاب وعن علي رضي الله عنه كان الرجل يبلغ الهرم ولم يشب وكان الرجل يأتي وفيهم
 الوالد والولد فيقول ايكم الوالد من الولد فقال ابراهيم عليه السلام رب اجعل لي شيئا وقاراً اعرف
 به فاصبح رأسه ولحيته ابيضين فقال اللهم زدني وقاراً۔

ابراہیم علیہ السلام کے پہلے فرزند اسمعیل علیہ السلام ہیں بطن ہاجر قبیلۃ مصریہ سے۔ پھر اسحاق
 علیہ السلام پیدا ہوئے بطن سارہ بنت عم الخلیل سے۔ اور تیسری بیوی قنطورا بنت یقطن کنعانیہ سے
 چھ بیٹے ہیں مدین۔ زمران۔ سرچ۔ یقشان۔ نشق۔ عند البعض چھ کا نام معلوم نہیں۔ اور چوتھی بیوی حجون
 بنت امین سے پانچ بیٹے ہیں۔ یعنی کیسان۔ سوچ۔ امین۔ لوطان۔ نافس۔ قالہ السہیلی فی کتابہ
 التعریف والاعلام وابن کثیر فی البدایۃ ج ۱ ص ۱۷۱۔

وفی بعض کتب التاریخ ولد ابراهيم عليه السلام لمضى ۱۷۷ سنة من الطوفان ولمضى
 ۳۲۳ سنة من هبوط آدم عليه السلام ومن غريب الواقعة في التوراة ان عمر ابراهيم كان يوم وفاة
 نوح عليهما السلام ۵۳ سنة وابراهيم على رأى بعضهم اب لجميع الشعوب من بعدة فلذلك كانت
 الاب الثالث للخلق من بعد آدم ونوح عليهما السلام وتوفى ابراهيم عليه السلام لمضى ۳۹۹ سنة
 سنة من هبوط آدم عليه السلام أهـ هذا والله اعلم وعلمه اتم۔

عزیز علیہ السلام۔ آپ جلیل القدر نبی ہیں۔ انتقال کے سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے دوبارہ انہیں زندہ کر کے اٹھادیا۔ اسی طرح آپ کے گدھے کی ٹہریوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے گدھے کی شکل میں کر زندہ فرمایا قال اللہ تعالیٰ وانظر الى حمارك ولنجعلك آية للناس وانظر الى العظام كيف ننشزها ثم نكسوها لحمًا۔

بعض یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ عزیرؑ ابن اللہ ہیں۔ قال ابن عباسؓ بعث عزیر بعد بخت نصر۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ آپ کا زمانہ داؤد علیہ السلام و زکریا علیہ السلام کے درمیان ہے قال ابن کثیر فیما بین داؤد و سلیمان و بین زکریا و یحییٰ۔ بنا بریں قول آپ کا زمانہ زمانہ بخت نصر پر مقدم ہے۔ تاریخ ابن عساکر میں ہے عن انس رضی اللہ عنہ ان عزیرؑ کان فی زمن موسیٰ علیہ السلام۔ هذا والله اعلم۔

موسیٰ علیہ السلام۔ ہو موسیٰ بن عمران بن قاہث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔ مین سے واپس آتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت رسالت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ افضل الدعاء ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ سب سے افضل دعا جو کسی نے دوسرے کے لیے مانگی ہو وہ کون سی ہے اور کس کی ہے۔ تو جواب میں کہا جائے گا کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا تھی جس میں ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی گئی تھی۔ کیونکہ نبوت افضل نعم اللہ ہے۔

آپ کی والدہ کا نام آیازہا ہے بقول سیلی وقیل آیا ذخت وفي تفسیر القرطبی عن الثعلبی اسمها لو خابنت هاند وفي بعض التفاسیر یوجانذ۔ کذا فی البدیۃ والنہایۃ وهو شبهہ۔ آپ ذوالعزم نبی و رسول ہیں۔ آپ پر تورات نازل ہوئی۔ جو قرآن کے بعد جامع کتاب ہے۔ قرآن مجید میں آپ کا اور آپ کی کتاب کا ذکر عموماً ہمارے نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوا ہے آپ کی پرورش اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم دشمن یعنی فرعون کے گھر میں کرائی۔ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام نے امت محمدیہ پر بڑا احسان کیا کہ آپ کی وجہ سے پچاس نمازیں منسوخ ہو کر پانچ رہ گئیں۔ امت محمدیہ کے بعد دوسرے درجہ پر سب سے زیادہ آپ کی امت ہے۔ آپ کلیم اللہ ہیں ثبت فی الصحیحین فی احادیث الاسراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من موسیٰ وهو قائم یصلی فی قبرہ۔

آپ اللہ تعالیٰ کے وصف جلال کے مظہر تھے مری احمد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ موقوفاً قال جاء ملک الموت الى موسیٰ علیہ السلام فقال اجب ربك فلعن موسیٰ عین ملک الموت فقفاها وراها ابن حبان مرفوعاً ثم استشكاه ابن حبان واجاب عنه بما حاصله ان علیہ السلام

لم يعرفه لمجيئته على غير صورة يعرفها موسى عليه السلام فطلبه لانه دخل دارة بغير اذنه هذا موافق لشريعتنا في جواز قمع عين من نظر اليك في دارك بغير اذن اهل وعن ابي هريرة مرفوعاً ان ملك الموت كان يأتي الناس عياناً (اي في صورة انسان) حتى اتى موسى عليه السلام فطلبه ففقد عينه قال فرجع فقال يا رب ان عبدك موسى فقأ عيني ولولا كرامته عليك لشفقت عليه فقال انت عبدى موسى فقل له فليضع كفده على متن ثوب فله بكل شعرة وارت يداه سنة وخيرة بين ذلك وبين ان يموت الآن قال فاتاه فخيرته فقال موسى عليه السلام فابعدك قال الموت قال فالان اذاً قال فثمة ثمة قبض ررحه قال فجاء بعد ذلك الى الناس خفياً - موسى عليه السلام کی وفات کی کچھ تفصیل احوال ہارون علیہ السلام میں مذکور ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی کل عمر بوقت وفات ۱۲۰ سال تھی۔ عشترون من ذلك في ملك افریدون ملك فارس ومائة منها في ملك منوشهر وكان ابتداء امره من لدن بعث الله نبياً الى ان قبضه الله اليه في ملك منوشهر كذا في تاريخ الامم ج ۱ ص ۲۲۵۔

موسیٰ علیہ السلام کی وفات ۷۸۹ سال گزر چکے تھے اور طوفان نوح علیہ السلام کے ۱۶۲۶ سال گزر چکے تھے۔ ہارون علیہ السلام کی وفات گیارہ ماہ قبل ہوئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت مولد ابراہیم علیہ السلام کو ۴۴۵ سال گزر گئے تھے۔ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلتے وقت آپ کی عمر ۸۰ سال تھی۔ پھر ۴۰ سال میدان تیرہ میں گزرا۔ تو آپ کی کل عمر ۱۲۰ سال ہے۔ بنی اسرائیل کی کل مدت قیام مصر بنی مصر میں دخول سے لے کر مصر سے خروج و غرق فرعون تک ۲۱۵ سال تھی۔ کتب تاریخ میں اس سلسلے میں بیان مدت میں بہت کچھ اختلاف ہے۔

شہر مدین میں موسیٰ علیہ السلام کا عقد نکاح صفورہ بنت یثرون سے ہوا۔ یثرون شعیب علیہ السلام کے بھائی تھے۔ صفورہ اور ان کی بہن لیا کی بھریوں کے لیے آپ نے مدین میں کنوس سے پانی نکالا تھا۔ جو لڑکی آپ کو بلانے کے لیے آئی تھی اس کا نام صفورہ تھا قال اللہ تعالیٰ حکایتاً، فجاءتہا احدہما تمشی علی استحياء قالت ان ابی یدعوك لیجزيك اجر ما سقيت لنا۔ قيل ان یثرون كان کاہن مدین والکاہن طہر وقیل الذی استأجر موسیٰ علیہ السلام اسمہ یثری صاحب مدین وقال بعض المحققین هو شعیب علیہ السلام وتزوج بنت شعیب وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سألت جبرائیل ائی الاجلین قضی موسیٰ (عشر سنین اودثمان) قال اتمها واکملها۔ کذا قال الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۲۲۵۔

آپ کے عصا کی لمبائی دس گز تھی اور آپ کا قد بھی دس گز تھا۔ یاد رکھیں کہ شرعی گز تقریباً ڈیڑھ فٹ کے برابر ہوتا ہے۔ مدین مصر سے آٹھ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ فن بن عباس رضی اللہ عنہما خیر موسیٰ من مصر الی مدین و بینہما مسیرۃ ثمان لیل و یقال نحو من الکوفۃ الی البصرۃ۔ آپ کے خسر شعیب علیہ السلام مدین میں رہتے تھے۔

وفی الحدیث المرفوع اصدق النساء فراسة امرأتان کلتاھا نَفَرَتَا سَتَانِیَ موسیٰ علیہ السلام فاصتا احداھا امرأة فرعون حین قالت قرۃ عین لی ولک لا تقتلوک والآخری بنت شعیب حین قالت یا ابت استأجرة ان خیر من استأجرت القوى الامین۔ قالوا تزوج موسیٰ علیہ السلام بالصغر هذا اللہ اعلم۔

اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام۔ آپ اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال تھی۔ بعد اسحاق علیہ السلام اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ بنائے بیت اللہ شریف میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اسماعیل علیہ السلام بھی شریک تھے۔ کما فی القرآن۔

علماء تاریخ لکھتے ہیں ان اسماعیل علیہ السلام اول من سرب الخیل وکانت وحوشا فانھا و رکبھا واند اول من تکلم بالعربیۃ الفصیحۃ البلیغۃ۔ و ذکر ابن کثیر فی البدایۃ والنہایۃ ص ۱۹ ان النبی علیہ السلام قال اول من فتق لسانہ بالعربیۃ البینۃ اسماعیل وهو ابن اربع عشرۃ سنۃ۔ اسماعیل علیہ السلام نے ۱۴ برس کی عمر میں وفات پائی ہے اور بیت اللہ شریف کے اندر اپنی والدہ باجوہ کے پاس مدفون ہیں۔

آپ کی قبر میزاب رحمت کے نیچے حطیم کے اندر واقع ہے۔ عمر بن عبد العزیز کی روایت ہے قال شکى اسماعیل علیہ السلام الی ربہ حرۃ مکۃ فادخل اللہ تعالیٰ الیہ الی سافتح لک بابا الی الجنۃ الی الموضع الذی تدفن فیہ تجری علیک روحھا الی یوم القیامۃ۔ کذا فی البدایۃ۔ هذا اللہ اعلم۔
ہارون علیہ السلام۔ آپ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ میدان تیبہ کے آس پاس پہاڑ میں یا کسی اور پہاڑ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی وفات کا طویل قصہ بعض آثار میں مروی ہے۔

قال فی انسان العیون ج ۲ ص ۲۱۱ یقال ان فی جبل احد قبر ہارون اخي موسیٰ علیہما السلام و فیہ قبض فواراه موسیٰ علیہ السلام فیہ وکانا قد ما حاجتین او معقرین وعن ابن دحیۃ ان هذا باطل یقین و ان نص التواتر انہ دفن بجبل من جبال بعض مدن الشام وقد یقال لا مخالفة لانه یقال المدینۃ شامیۃ وقیل دفن بالتیہ هو و اخرہ موسیٰ علیہما السلام۔ اے

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اللہ تعالیٰ لما دعا موسى عليه السلام يعني بدعائه قوله رتب
ان لا املك الا نفسي واني فافرق بيننا وبين القوم الفاسقين قال فانها محزومة عليهم اربعين سنة
يتهمون في الارض فقال قد خلوا التيه فكل من دخل التيه ممن جاوز العشرين سنة مات في التيه قال
فمات موسى عليه السلام في التيه ومات هارون عليه السلام قبله قال فلبثا في تيههم اربعين سنة
وناھض يوشع عليه السلام بمن بقي معه مدينة الجبارين فافتتح يوشع المدينة وعن قتادة ان
موسى عليه السلام مات في الاربعين سنة ولم يدخل بيت المقدس منهم الا ابناؤهم اذ - كذا في تاريخ
الامم ج ۱ ص ۲۲۵ -

وفي تاريخ ابن كثير ج ۱ ص ۳۲۳ الذي عليه للبهو ان هارون عليه السلام توفي بالتية قبل مو
عليه السلام بخمسة من سنتين وبعده موسى عليه السلام في التيه ايضا وفيه ج ۱ ص ۳۱ ان موسى علي
السلام سأل الله تعالى عند موته اى في التيه ان يدنيه من الارض المقدسة سرية بحجر
قال ابو هريرة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فلو كنت ثم لأمر بكم قبور الى جانب الكتيب الاحمر
هذا والله اعلم -

زكريا عليه السلام - شرح ذلك بانهم كانوا يكفرون بآيت الله ويقتلون النبيين الآية يس
آپ اور يحيى عليهما السلام مذکور ہیں۔ آپ يحيى عليه السلام کے والد ہیں قال الله تعالى يا زكريا انا
نبشرك بغلام اسمه يحيى لم نجعل له من قبل سميا۔ زكريا عليه السلام ہی مریم علیہا السلام کے فیصل تھے
مری ابو ہریرہؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان زکریا نجارا۔ مرآۃ احمد -

وفي المعارف ص ۲۲ تزوج زكريا ايسا عابنة عمران اختا لمريم ابنة عمران واسم ام مريم حنة و
كان يحيى وعيسى عليهما السلام ابني خالة واشاعت اليهود انه ركب من مريم الفاحشة وقتلوه في جرف
شجرة فظفوها وقطعوه معها اذ - هذا والله اعلم -

شعيب عليه السلام - آيت واذا استسقى موسى لقومه الآية اور آيت وباء وبغضب من
الله ذلك بانهم الآية کے بيان میں مذکور ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو خطیب الانبياء کا لقب
دیا ہے کیونکہ آپ کا خطاب اپنی قوم سے بڑا مبلغ اور بہترین اسلوب پر مشتمل ہے قال الله تعالى ولي دين
اخاهم شعيبا۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ شعيب عليه السلام کی جدہ لوط علیہ السلام کی بیٹی ہیں۔ حدیث ابو ذر
ہے قال عليه السلام في ذكر الانبياء والرسول اربعة من العرب هود وصالح وشعيب ونبيك يا
اباذر۔ وہب بن منبه کی روایت ہے ان شعيباً مات بمكة ومن معه من المؤمنين وقبورهم غربي
الكعبة بين دمار الندوة ودار بني سهم۔ كذا قال الحافظ ابن عساکر في تاريخه -

وفاللقطة ۳۵ بُعث شعیب علیہ السلام الی اصحاب الایکة واهل مدین وقد
اختلفوا فی نسبة فقیل من ولد ابراهیم الخلیل علیہ السلام وقیل من ولد بعض المؤمنین بابرہیم
وکان الایکة من شجر ملتق فلم یؤمنوا فاهلکهم بسحابة امطر علیهم نارا یوم الظلة واهلک اهل مدین
بالزلزلة اھ۔

طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں (ج ۱ ص ۲۰۶) کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی
بختیجی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ کا نام صفورہ بنت یثرون تھا اور یثرون شعیب علیہ السلام کے
بھائی تھے۔ لیکن بہت سے مفسرین کا کہنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں
نہا و اللہ اعلم۔

حزقیل علیہ السلام۔ آیت فقال لهم الله موتوا ثم احياهم کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ حزقیل بن
یوزی علیہ السلام بنی اسرائیل کے نگران تھے یوشع علیہ السلام اور کالب بن یوفنا کے بعد۔

آپ ہی ان ہزار ہا انسانوں کے احیاء کا سبب تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ روایت ہے کہ ایک علاقہ
میں وہائے طاعون واقع ہونے کی وجہ سے وہاں کے ۳۰ ہزار سے زائد لوگ موت سے ڈر کر اس
علاقہ سے نکل گئے اللہ تعالیٰ نے یکدم ان پر موت مسلط کر دی اور وہ سارے مر گئے۔ بڑی مدت
کے بعد ان کی ہڈیوں پر حزقیل علیہ السلام گزرے تو متفکر ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا
آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے ہم ان سب کو زندہ کر دیں۔ عرض کیا ہاں اے اللہ۔ اللہ نے
سب کو زندہ فرمادیا وہ مردے زندہ ہو کر اٹھے اور بیک آواز نعرۂ تحمیل بلند کیا وقیل قالوا سبحانک
سربنا وانا نجدک لا الہ الا انت۔ قال اللہ الم ترالی الذین خر جوا من دیا سرهم وهم الوف حد
الموت فقال لهم الله موتوا ثم احياهم۔ حدیث شریف ہے عن عبد الرحمن بن عرف عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان هذا السقم عذب به الامم قبلکم فاذا سمعتم به فی ارض فلا
تدخلوها واذ وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فراداً منه مخرجہ احمد۔ هذا واللہ اعلم۔

یوسف علیہ السلام۔ ہو یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراهیم علیہم الصلوٰۃ والسلام
یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام راحیل تھا۔ یوسف علیہ السلام کی ولادت کے بعد راحیل کے بطن سے
بنیامین پیدا ہوئے اور ولادت بنیامین کی تکلیف میں راحیل کا انتقال ہوا۔

یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے۔ روبیل۔ شمعون۔ لاوی۔ یہوذا۔ ایساخر۔ زلیکون۔
یہ لیا کے بطن سے تھے۔ یوسف۔ بنیامین یہ راحیل کے بطن سے تھے اور بقیہ چار بیٹے باندیوں سے
تھے۔ یوسف علیہ السلام بڑے جمیل حسین تھے۔ بھائیوں نے حسد کی وجہ سے انھیں باپ سے جدا کر کے

ایک قافلے کے ہاتھ بیچ دیا۔ وشرکہ بٹمن جنس درہم معدودہ۔ تفصیل قصہ قرآن میں موجود ہے۔
پھر آپ مصر کے وزیر بنے۔ حدیث اسرار میں ہے فررت بیوسف و اذا هو قد اعطی شطرنج
ای نصف حسن آدم علیہ السلام قالہ السہیلی قال ابن مسعود وکان وجہ یوسف مثل البرق وکان
اذا انتہ امرأۃ لحاجۃ غطی وجہہ۔

حافظ عینی نے لکھا ہے کہ آپ سات سال سات ماہ سات دن جیل میں رہے قال اللہ تعالیٰ
دخلوا علی یوسف اوی الیہ ابویہ الایۃ۔ بر وایت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ فراق کے ۸ سال کے بعد
یوسف اور ان کے والد کی ملاقات ہوئی۔ بقول بعض ۸۳ سال کے بعد اور بقول بعض ۳۵ سال کے
بعد ملاقات ہوئی۔ وقال بعض العلماء لما صار عمر یوسف علیہ السلام ۱۸ سنہ کان فراقہ لابیہ
وبقیہ مفترقین ۲۱ سنہ ثم اجتمعوا فی مصر وبقیہ مجتمعین ۱۷ سنہ وعاش یوسف علیہ السلام
۱۱۰ سنین وکان مولدہ لمضی ۲۵ سنہ من مولد ابراہیم علیہ السلام وکان وفاتہ یوسف علیہ السلام
قبل مولد موسیٰ علیہ السلام باریع وستین سنہ۔

وكانت وفاة یوسف بمصر دفن بها حتی كان بین موسیٰ وفرعون ما كان فلما سار موسیٰ
علیہ السلام من مصر بنی اسرائیل الی التیہ نبش یوسف علیہ السلام وحملہ معه فی التیہ حتی
مات موسیٰ علیہ السلام فلما قدم یوشع علیہ السلام بنی اسرائیل الی الشام دفنہ بالقرب من نابلس
وقیل عند الخلیل علیہ السلام اہ۔ ہذا واللہ اعلم۔

داؤد علیہ السلام۔ جلیل القدر نبی ہیں قال اللہ تعالیٰ واذکر عبدنا داؤد ذا الایدانہ اواب
اناسخونا للبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق والطیر بحشود کل لہ اواب وشدنا مملکہ وایتیناہ
للملکۃ وفصل الخطاب۔ داؤد علیہ السلام کئی اوصاف وخصائص کی وجہ سے ممتاز شان رکھتے ہیں۔

اولاً یہ کہ اللہ نے آپ پر زبور نازل فرمائی۔ ثانیاً یہ کہ ان کے تلاوت زبور کے وقت پہاڑ اور
پرندے بھی متاثر ہو کر شریک تلاوت ہو جاتے تھے قال اللہ تعالیٰ یا جبال اذ لمع والطیر اذ کنا
لہ الحدید الایۃ۔ ثالثاً آپ کے لیے لوہا مٹی اور موم کی طرح نرم فرمادیا تھا جس سے آپ اشیاء ضررت
بناتے تھے۔ رابعاً حلقوں والی زرہ اولاً آپ نے بنائی ہے۔ خامساً آپ اتا بعد کے ول قائل ہیں اور یہی
فصل خطاب ہے۔ سادساً آپ بہت بڑے عابد تھے کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام احب الصلاۃ
الی اللہ صلاۃ داؤد۔ واحب الصیام الی اللہ صیام داؤد۔ کان یصوم یوماً ویفطر یوماً۔

سابئاً آپ بڑے خوش آواز تھے فروی عن عبد اللہ بن عامر قال اعطی داؤد من حسن
الصوت ما لم یعط احد قط حتی ان کانت الطیر والوحش ینکف حولہ حتی یموت عطشا وجیءا و

حق ان الانہار لتقف۔ ثامناً روایت ہے ابوہریرہ کی مرفوعاً خفف علی داؤد القراءة فكان یا صر بابتہ
فسترہ فكان یقرأ القرآن (ای الزیوی) من قبل ان تسرج دابتہ، وكان لا یأکل الا من علی یدیمہ۔ رواہ
احمد والبخاری۔ تاسعاً آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو ملا اعلیٰ میں جب کہ آپ کی پشت سے تمام اولاد
اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائی تو داؤد علیہ السلام کی چمک اور روشنی سب سے زیادہ پسند آئی۔ پوچھا
اے اللہ یہ کون ہیں۔ فرمایا آپ کا بیٹا داؤد علیہ السلام۔ پھر پوچھا اے اللہ ان کی عمر کتنی ہے فرمایا ساٹھ
سال۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ میری عمر میں سے اے چالیس سال اور دیدیں۔ آدم
علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ تمہاری عمر ہزار سال ہوگی۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے... اس
کی عمر پائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آدم علیہ السلام کی عمر بھی پورے ہزار سال کر دی؟ القصة
طولیۃ مرویۃ فی الترمذی ومسنداً احمد وغیرہما۔

داؤد علیہ السلام کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ایک ہزار سال مقدم ہے وکانت
ولادۃ داود علیہ السلام سنة ۳۳۳۳ من هبوط آدم علیہ السلام وملک ۴۰ سنة وتوفی
وله سبعون سنة فی اواخر سنة ۵۳۵ من وفاة موسی علیہ السلام وفي کتاب تقویم التواریخ
وفیہا ای فی سنة مولد داود علیہ السلام غلب افراسیاب علی الفرس وفیہ اختلاف وفی تاریخ
الطبری ان غلبۃ افراسیاب علی منوشہرکان فی زمن موسی علیہ السلام وكان کیعقاد فی زمن داود علیہ
السلام۔ هذا والله اعلم۔

سُلَیْمَانُ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ قال اللہ تعالیٰ وورث سلیمان داود وقال یا ایہا الناس علمنا منطق
الطیر وادبنا من کل شیء۔ مراد وراثت نبوت و ملک ہے نہ کہ وراثت مالی۔ لقولہ علیہ السلام نحن
معاشر الانبیاء لانزلنا لاثوت۔

سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کی شان و احوال بالکل نزلے ہیں۔ آپ کی چند خصوصیات یہ ہیں
اولاً آپ کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی بولی سکھا دی تھی۔ ثانیاً۔ آپ تمام حیوانات کی زبان بھی سمجھتے تھے
قال اللہ تعالیٰ حتی اذا اتوا علی دادی الغل قالت غملة، الی قولہ فتبسم ضاحکاً من قولہا۔ ثالثاً کل
انسانوں پر آپ کی حکومت تھی۔ رابعاً۔ انسانوں کے علاوہ کل جنات و شیاطین پر بھی آپ کی حکومت تھی۔
خامساً۔ پرندوں اور وحوش وغیرہ حیوانات پر بھی آپ حکومت کرتے تھے اور وہ آپ کے مطیع تھے۔ سائاً
ہو ابھی آپ کے حکم کے مطابق چلتی تھی قال اللہ تعالیٰ فسخرنا الہریر بحجر یبصر بامرہ سرخاء حیث
اصاب۔

سابعاً۔ آپ ایک مہینہ کی مسافت صرف ایک صبح یا ایک شام میں اپنی فوجوں اور تاج و تخت

سمیت ہوا کے دوش پر طے کرتے تھے قال اللہ تعالیٰ ولسلیمان الریح غد وھا شہم وراھا شہم۔
ثامناً۔ آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ بیت المقدس اگرچہ قدیم ہے لیکن سلیمان علیہ السلام نے اس کی
تعمیر کی تجدید کی۔

وفي اللقطة ۳۱ ابتدا سلیمان علیہ السلام عمارت بیت المقدس و اقام فیہا سبع سنین و
فرغ فی السنة الحادیۃ عشرۃ من ملکہ وکان امر تقاع البیت ۳۰ ذراعاً وطولہ ۴۰ ذراعاً فی عرض ۲۰ ذراعاً
وعل خاسرج البیت سواً محیطاً بامتداد ۵۰۰ ذراعاً وفي السنة الخامسة والعشرين من ملکہ
جاء تہ بلقیس ملکۃ الیمین ومن معها واطاعتہ جمیع ملوک الدنیا واستقر سلیمان علیہ السلام علی ذلک
حتی توفی بمصر ۵۲ سنۃ۔

وكانت مدة ملكه اربعين سنة فيكون وفاة سليمان عليه السلام في اواخر سنة ۵۷۵ لوفاة
موسى عليه السلام وكانت ولادة سليمان عليه السلام سنة ۴۹۱ من هبوط آدم عليه السلام
وملك بعده ابيه وعمر اثنتا عشرة سنة في سنة ۴۷۳ من الهبوط وفيها توفى داود عليه السلام
وابتدا عمارت بیت المقدس فی السنة الرابعة من ملكه وهي سنة ۵۳۹ لوفاة موسى عليه السلام
هذا والله اعلم. وفي بعض هذه التواريخ اختلاف كثير وصرح اصحاب التاريخ ان سليمان عليه
السلام كان قبل عيسى عليه السلام بنحو ۹۵ سنة وتوفى بخت نصر على بابل في سنة ۵۳۹ لوفاة
موسى عليه السلام وقيل في سنة ۴۷۳ من وفاة موسى عليه السلام هذا والله اعلم۔

اور ایں علیہ السلام تفسیر و علم آدم الائماء کلتھا اور تفسیر تلک الرہل فضلنا بعضهم
علی بعض الآیۃ من مذکور ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ واذکری الکتب ادریس اندکان صدیقاً نبیاً۔
آدم و شیث علیہما السلام کے بعد وہ بنی آدم میں اول نبی ہیں وہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلہ نسب
میں واقع ہیں۔

اور ایں علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کی حیات میں تین سو آٹھ سال پائے ہیں ان کی طرف
بہت سی اولیات منسوب ہیں قیل هو اول من خط بالقلم واول من تکلم فی علم الرہل واول من
تکلم فی الہیئۃ واول من تکلم فی علم الفلک وفي المعارف لابن قتیبة منہ ما حاصلہ ان اسمہ
اخنوخ فاخنوخ هو ادریس وهو ابن الیاس بن مہلایل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم
علیہم السلام وانما سمي ادریس لکثرة ما کان یدرس من کتب اللہ تعالیٰ وسمی الاسلام و
انزل علیہ ثلاثون صحیفۃ وهو اول من خاط الثیاب ولبسھا وکانوا من قبلہ یلبسون اللہ
بعض کہتے ہیں کہ اور ایں علیہ السلام اب تک زندہ ہیں قال ابن عربی رحمہ اللہ فی الباب

الثالث والسبعين من الفتوحات ما حاصله ان العالم لا يخلو من مانا واحدا من قطب يكون فيه كما هو في
الرسول عليهم السلام ولذا لك ابقي الله تعالى من الرسل الاحياء باجسادهم في الدنيا اربعة ثلاثة
مشرعون وهم ادریس والیاس وعیسی وواحد حامل العلم اللدنی وهو الخضر علیهم الصلاة
والسلام - ۱۸ -

بعض کتابوں میں ہے کہ علوم فلاسفہ ادریس علیہ السلام سے ماخوذ ہیں۔ البتہ فلسفہ میں جو خلاف
شرع مسائل ہیں وہ فلاسفہ نے اپنی طرف سے داخل کیے ہیں ادریس علیہ السلام ان سے بری ہیں قال
ابن عربی فی لواطح الانوار اعلم ان الغلط ما دخل على الفلاسفة الا من تاويلهم وذلك انهم اخذوا
العلم من شريعة ادریس علیہ السلام فاذا ولو ما بلغهم من كلامه لما سرفه فاختلفوا كما اختلفت
نحن في كلام نبينا محمد صلى الله عليه وسلم بعد وفاته فاحل هذا العالم ما حرمه العالم الاخر قال
الشيخ وما علمت اخطائي الا من ادریس علیہ السلام حين اجتمعت به في واقعة من الوقائع فاخذت
عنده علمه على وجه الحق انتهى كذا في البواقيت ج ۱ ص ۲۵ -

بعض علماء کے نزدیک آپ رسول ہیں اور بقول بعض آپ نبی ہیں نہ کہ رسول۔ آپ کے زمانے
میں بھی اختلاف ہے ایک قول پہلے ذکر ہو چکا۔ الثانی ما ذکره البعض انه من ولد شيث علیہ
السلام بينه وبين شيث بن آدم علیہم السلام اربعة ايام ارسل بعد موت آدم علیہ السلام
بماتى سنة - ادریس علیہ السلام کی وفات آسمان ربیع میں واقع ہوئی تھی وقيل لما مات احياه الله تعالى
وادخله الجنة وهو فيها الان - كذا في انسان العيون ج ۲ ص ۳۹ - هذا والله اعلم -

یحییٰ علیہ السلام - یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام معاصر تھے۔ یحییٰ علیہ السلام پر خوف و بکا رکنا علیہ
تھا عز قتادة - ان الحسن قال ان یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام التقيا فقال له عیسیٰ علیہ السلام
استغفر لی انت خیر متی فقال له الاخر استغفر لی انت خیر متی فقال له عیسیٰ علیہ السلام سلمت
على نفسی وسلم الله عليك فغفر. اس واقعہ میں اشارہ ہے اس آیت کی طرف جو یحییٰ علیہ السلام کے بارے
میں ہے وسلم الله عليه يوم ولد ويوم يموت ويوم يبعث حيا -

وسرى ابن عساكر ان ابوى یحییٰ خرجا فی طلبه فوجدا عند بحيرة اردن فلما اجتماعا ابكما
بكاء شديدا لما هو فيه من العبادة والخوف من الله عز وجل وسرى ابن المبارك عن وهيب قال فقد
ذكر يا ابنه یحییٰ ثلثة ايام فخرج بلفسه فی البرية فاذا هو قد احتقر قبرا واقام فيه يبكي على نفسه فقال
يا بنى انا اطلبك من ثلثة ايام وانت في قبر قد احتقرته قائم تبكي فيه فقال يا ابت الست انت
اخبرتني ان بين الجنة والنار مفازة لا تقطع الا بدموع البكاين فقال له اباك يا بنى فبكيا جميعا -

یحییٰ علیہ السلام کو بعد میں شہید کر دیا گیا۔ قتل کے مختلف اسباب مفسرین و مؤرخین ذکر کرتے ہیں۔ قتل مسجد اقصیٰ میں صحرہ پر ہوا۔ جہاں پر شتر انبیاء اور بھی شہید کیے گئے تھے۔ سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ بخت نصر نے اس قتل کا بدلہ لینے کے لیے بستر بنار بنی اسرائیل قتل کیے۔

ابن عساکر زید بن واقد سے روایت کرتے ہیں کہ جامع مسجد دمشق جس کے مینار پر عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے کی تعمیر کے وقت ایک غار میں ہمیں یحییٰ علیہ السلام کا سر صندوق میں ملا فن زید بن واقد قال وکلنی الخليفة الوليد على العمال في بناء جامع دمشق فوجدنا فيه مغارة فعرقنا الوليد ذلك فوافانا في الليل وبين يديه الشمع فنزل فاذا هي المغارة كنيسة لطيفة ثلاثية اذرع في ثلاثة اذرع واذا فيها صندوق ففتح الصندوق فاذا فيه سبط وفي السبط رأس يحيى بن زكريا عليه السلام مكتوب عليه هذا رأس يحيى بن زكريا فامر به الوليد فحرقه الى مكانه وقال اجعلوا العود الذي فوقه مغيرة من بين الاعمدة فجعل على الرأس عمود مسط الرأس وفي رواية عن زید بن واقد ان ذلك الموضع كان تحت ركن من اسرکان القبعة یعنی قبل ان تبني قال وكان على الرأس شعر بشره ذكر في البداية ج ۹ ص ۱۵۶ قال زید بن واقد حضرت رأس يحيى بن زكريا وقد اخرج من اللبطة القبلية الشرقية التي عند مجلس بجيلة فوضع تحت عمود الكاسية قال الاوزاعي هو العمود الرابع المسطه انتهى۔

قد جاء في بعض الروايات ان يحيى عليه السلام هو الذي يذبح الموت يوم القيامة يضعه و يذبحه بشفرة تكون في يده والناس ينظرون اليه والموت يكون في صورة كبش املح فيوقف على سوله بين الجنة والنار قيل الذي يذبح الموت جبريل عليه السلام۔ هذا والله اعلم۔
عیسیٰ علیہ السلام۔ عیسیٰ علیہ السلام خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ آپ کئی اوصاف میں صف انبیاء علیہم السلام میں ممتاز ہیں۔ اولاً یہ کہ خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ ثانیاً وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ ثالثاً وہ آج تک زندہ ہیں۔ رابعاً وہ آسمان پر ہیں کما ثبت فی صحیح الروایات و بنص القرآن۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ادیس علیہ السلام بھی آسمان پر ابھی تک زندہ ہیں اور یہ معنی ہے اس آیت کا و سافناہ مکنا علینا لیکن یہ صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے۔ خامساً۔ آپ قیامت سے کچھ قبل زمین پر نزول فرما کر دجال کو قتل کریں گے۔ سادساً۔ آپ پہلی نماز امت محمدیہ میں سے ایک شخص یعنی امام مہدی کے پیچھے باجماعت ادا فرمائیں گے و هذا اکرام عظیم للہ تعالیٰ لامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

سابعاً۔ آپ نے خصوصی طور پر نبی علیہ السلام کا نام احمد لے کر ان کے آنے کی بشارت دی قال اللہ تعالیٰ حکایتاً یأتی من بعدی اسمہ احمد۔ ثامناً حدیث ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعاً کل

بنی آدم یطعن الشیطان فی جنبہ میں یولد الّا عیسیٰ بن مریم۔ ذهب یطعن فطعن فی الحجاب۔ آخر احمد۔ تاسعاً پیدا ہونے کے فوراً بعد آپ نے کلام کیا۔ اور اپنی والدہ کی برارت اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا قال اللہ تعالیٰ ویکلم الناس فی المهد۔ کما صرح بہ القرآن۔ اس وصف میں یعنی وصف کلام فی المہد میں آپ کے شرکار تین چار اشخاص اور بھی ہیں۔ عائشہؓ۔ آپ کی والدہ بقول بعض علماء نبیہ تھیں۔ ابو الحسن اشعریؒ وغیرہ بعض علماء کہتے ہیں کہ سلسلہ نبوت عورتوں میں بھی جاری تھا۔ اور مریمؑ نبیہ تھیں۔ لیکن جمہور امت کی رائے اس کے خلاف ہے۔ جمہور امت کے نزدیک نبوت خاصہ رجال ہے۔

وفی کتاب التاریخ ان عیسیٰ علیہ السلام اذا نزل من السماء یتزوج امرأة من جذام قبيلة باليمن ویولد له ولدان یمتی احدهما محمداً والاخر موسیٰ یمکث اربعین سنہ وقیل خمساً واربعین سنہ وقیل سبع سنین کما فی مسلم وقیل ثمان سنین وقیل تسعاً وقیل خمساً ویدفن اذامات فی رضة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقیل فی حجرته صلی اللہ علیہ وسلم ای عند قبرہ الشریف وقیل فی بیت المقدس وقیل یدفن فی قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ ویؤبدہ ما ورج ویدفن معی فی قبری فاقوم انا وعینی من قبر واحد بن ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما۔ هذا واللہ اعلم۔

محل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کا سلسلہ نسب عدنان تک پہنچتا ہے۔ لہذا آپ عدنانی ہیں نہ کہ قحطانی۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔

سیدنا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ابن نزار بن معد بن عدنان۔ عدنان سے آگے اہل تاریخ و اخبار میں اختلاف ہے۔ عبد المطلب کو شیبہ الحمد بھی کہا جاتا تھا لکثرۃ حمد الناس لہ ولاتہ ولد فی رأسہ شیبہ۔

عبد المطلب کا اصل نام عامر تھا، ۴۰ سال کی عمر پائی۔ انھیں عبد المطلب اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے چچا مطلب نے ان کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ لاتے ہوئے اونٹنی پر اپنے بچے بٹھا رکھا تھا وہ چھوٹے تھے اور کپڑے پھٹے پرانے تھے تو لوگوں نے کہا کہ یہ مطلب کا عبد ہے۔

وقال البعض ان عبد المطلب يقول للناس السائلین هذا عبدی حیاء فلما دخل مکة احسن من حالہ و اظہر انہ ابن اخیہ۔

ہاشم کا اصل نام عمر و العلاء تھا سہمی ہاشم الہشام الثرید و اطعامہ الناس۔ عبد مناف کا نام مغیرہ تھا قصی کا نام زید تھا وعن الشافعی ان اسمہ یزید۔

عبد المطلب کے دس بیٹے تھے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں (۱) عبد اللہ وہو والد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) زبیر (۳) ابوطالب ان کا نام عبد مناف تھا (۴) عباس (۵) ضار (۶) حمزہ (۷) مقوم (۸) ابولہب اور اس کا نام عبد العزیٰ تھا (۹) حارث (۱۰) غنڈاق۔ اور اس کا نام جبل تھا۔ یہ ہیں اعمام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ بنات عبد المطلب یعنی عمات نبی علیہ السلام کے نام یہ ہیں (۱) عاتکہ (۲) امیمہ (۳) بیضاء اور یہ ام حکیم کے نام سے مشہور ہیں (۴) براء (۵) صفیہ (۶) اسریٰ۔

عبد اللہ والنبی علیہ السلام کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمر بن عائد ہے۔ فاطمہ کے علاوہ عبد المطلب کی بیویوں کے نام یہ ہیں نثیلہ۔ ہالہ۔ لبئی۔ صفیہ۔ ممتعہ۔ فاطمہ زوجہ عبد المطلب کی اولاد یہ ہیں عبد اللہ۔ زبیر۔ ابوطالب۔ عاتکہ۔ امیمہ۔ بیضاء۔ براء۔ عبد المطلب کی دوسری زوجہ قتیلہ بنت کلیب بن مالک ہے۔ قتیلہ کی اولاد یہ ہیں عباس و ضار۔ عبد المطلب کی تیسری زوجہ ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے۔ ہالہ کی اولاد تین ہیں حمزہ۔ مقوم۔ صفیہ۔ عبد المطلب کی چوتھی زوجہ لبنی تھی جو قبیلہ خزاعہ سے تھی لبنی کا ایک بیٹا تھا یعنی ابولہب۔ عبد المطلب کی پانچویں زوجہ کا نام صفیہ بنت جندب من بنی عامر بن صعصعہ ہے۔ صفیہ کی اولاد دو ہیں حارث و اروی۔ عبد المطلب کی چھٹی زوجہ خزاعیہ ہے اس کا نام ممتعہ بنت عمرو ہے اس کا ایک بیٹا تھا یعنی غنڈاق۔ کذا فی المعارف لابن قتیبة ص ۵۲۔

نسب آمنہ ام النبی علیہ السلام۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ جس طرح نبی علیہ السلام کے والد عرب میں سب سے زیادہ شریف خاندان سے متعلق تھے اسی طرح آپ کی والدہ کا خاندان بھی نہایت شریف تھا۔

والدہ کا سلسلہ نسب یہ ہے آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ۔ تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نبی علیہ السلام کا کوئی خال (ماموں) یعنی آمنہ کا کوئی بھائی بھی تھا یا نہیں۔ البتہ بنو زہرہ کہتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے احوال ہیں کیونکہ آمنہ ان کے قبیلہ سے تھیں۔ عبد المطلب کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو ہے یہ بنو نجار سے تھی بنو نجار انصار مدینہ میں ایک قبیلہ کا نام ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام واقعہ فیل کے سال میں پیدا ہوئے تھے اور بقول بعض واقعہ فیل کے تیس سال بعد پیدا ہوئے تھے اور بقول امام حاکم چالیس سال بعد پیدا ہوئے۔ لیکن صحیح سی ہے کہ آپ کے تولد کا سال عام فیل ہے۔ بالاتفاق آپ ربیع الاول میں سوموار کے دن اس دنیا میں تشریف لائے۔

لیکن تاریخ تولد میں مشہور چار اقوال ہیں۔ (۱) دو ربیع الاول (۲) آٹھ ربیع الاول۔ (۳) دس ربیع الاول۔ (۴) بارہ ربیع الاول۔ اور وفات بروز سوموار بوقت چاشت یعنی بوقت صبح بارہ ربیع الاول ۳۵ھ میں ہوئی اور منگل کے دن زوالِ شمس کے بعد اور بقول بعض بدھ کی رات مدفون ہوئے۔ بوقت وفات آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔

سوموار کے دن کو اسلام میں یہ خاص فضیلت حاصل ہے کہ اسلام کے بہت سے تاریخی امور اس دن میں واقع ہوئے قال الحاکم ابواحمد ولد النبی علیہ السلام یوم الاثنين وثیعی یوم الاثنين وهاجر من مکة یوم الاثنين ودخل المدينة یوم الاثنين وتوفي یوم الاثنين وعن ابن عباس دُلِدَ یوم الاثنين فی ربيع الاول وانزلت علیہ النبوة یوم الاثنين فی ربيع الاول وهاجر الی المدينة یوم الاثنين فی ربيع الاول وانزلت علیہ البقرة یوم الاثنين فی ربيع الاول وتوفي یوم الاثنين فی ربيع الاول۔

اس میں اختلاف ہے کہ نبی علیہ السلام کی پیدائش رات کو ہوئی یا دن کو۔ یاد رکھیے کہ اسلام میں رات مقدم ہوتی ہے دن پر۔ لہذا سوموار کی رات وہ ہے جو سوموار کے دن سے مقدم ہو تو بقول بعض آپ رات کو پیدا ہوئے۔ والدلیل ماری عن عثمان بن ابی العاص عن امیر مراء رضی اللہ عنہا انہا شهدت ولادة النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلاً قالت فما شئ انظر الیہ من البيت الا نوراً وانی لا نظر الی النجوم تدلّو حقّی انی لا قول لتقعن علیّ۔

اور بعض علماء کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ دن کو پیدا ہوئے لقولہ علیہ السلام بعد ما سئل عن صوم یوم الاثنين فقال فیہ ولدت۔ لیکن دونوں قولوں میں بہت سے علماء و اہل کشف یوں تطبیق کرتے ہیں کہ فجر سے کچھ قبل آپ کے تولد کی ابتداء ہوئی اور فجر کے بعد تولد کی تکمیل ہو کر آپ اس دنیا میں تشریف لائے۔ اہل کشف لکھتے ہیں کہ ہر رات میں جو مختصر ایک وقت قبولیت ہے یہ وہ وقت ہے جس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تولد ہوا اور وہ فجر سے کچھ پہلے ہوتا ہے اس وقت اہل کشف اور اہل بصیرت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کے دروازے کھلتے دیکھتے ہیں۔

علامہ سیسی و اقدسی سے روایت کرتے ہیں کہ تولد کے فوراً بعد نبی علیہ السلام نے بزبان فصیح ان الفاظ پر کلمہ فرمایا جلال سرتی الرفیع اور بعض علماء کے نزدیک یہ کلمہ فرمایا اللہ اکبر کبیراً و الحمد للہ کثیراً و سبحان اللہ بکوة و اصیلاً۔ اس بات میں کوئی بعد نہیں کہ ان سب پر کلمہ فرمایا ہو ولادت کے ساتویں دن عبدالمطلب نے آپ کا عقیقہ کیا اور نام محمد رکھا اور کہا آج ث ان یحمدہ اللہ فی السماء و یتحدّہ الناس فی الارض۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک محمد اشہر اسما ہے

نبی علیہ السلام کے دو نام مبارک زیادہ مشہور ہیں۔ (۱) محمد (۲) احمد۔

کتاب شفاء میں ہے کہ محمد و احمد دو عجیب و شریف نام ہیں۔ آپ کے زمانے سے قبل کسی نے یہ نام نہیں رکھے تھے کوئی ان سے موسوم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں نام لوگوں کے تصرف سے محفوظ رکھے تھے تاکہ نبی آخر الزمان کی نبوت میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ البتہ جب آپ کے تولد کا زمانہ بالکل قریب ہوا اور اہل کتاب باقاعدہ اپنی مجلسوں میں بتاتے تھے کہ بس اب عن قریب ہی ایک نبی ظاہر ہونے والے ہیں جن کا نام محمد ہوگا تو بعض لوگوں نے اس توقع سے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا کہ شاید وہ شرف نبوت ہمارے بیٹے کو حاصل ہو جائے۔ لیکن ان کی وجہ سے ہمارے نبی علیہ السلام کی نبوت میں کوئی اشتباہ نہیں آیا کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

تولد کے بعد آلا آپ کو ثویبہ نے چند روز تک دودھ پلایا۔ ثویبہ ابولہب کی باندی تھی پھر حلیمہ بنت ابی ذؤیب سعدیہؓ مستقل مرضعہ مقرر ہوئیں قالت حلیمہ کان محمد یشرب فی الیوم شباب الصبی فی شہر۔ نبی علیہ السلام ماں کے بطن میں تھے کہ ان کے والد عبداللہ وفات پا گئے۔ لیکن یہ بات واقف کے نزدیک مشکوک ہے۔ امام حاکمؒ لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے تولد کے آٹھ ماہ میں دن کے بعد عبداللہ کی وفات ہوئی۔ آپ کے سر پرست آپ کے جد عبدالمطلب تھے۔ جب آپ چھ یا آٹھ سال کے ہوئے تو عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا اور عبدالمطلب نے آپ کے بارے میں ابوطالب کو وصیت کی اور تاکید کی۔

اور جب آپ کی عمر چھ سال یا چار سال کی ہوئی تو والدہ کا انتقال ہو گیا۔ والدہ کا انتقال مقام ابواء میں ہوا۔ ابواء مکہ و مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ اور آپ کے والد عبداللہ کا انتقال مینہ منورہ میں ہوا تھا۔

ابھی دو سال قبل مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں مدینہ منورہ میں جب اُس گھر کو مسمار کیا گیا جس میں نبی علیہ السلام کے والد عبداللہ مدفون تھے تو کھدائی اور زمین ہموار کرنے کے دوران حکومت سعودی کے کارندوں نے دیکھا کہ عبداللہ قبر میں بالکل صحیح سالم تھے۔ اسی گھر میں چند صحابہ کی بھی قبریں تھیں ان کے بدن بھی بالکل صحیح سالم تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کے کھرشمے ہیں۔ دنیا کے عام اخباروں میں اس قصے کی باقاعدہ تفصیل شائع ہوئی جس سے بہت سے لوگوں کو عبرت حاصل ہوئی کھدائی کے اس واقعہ سے اس بات کی بھی تائید ہوئی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین مغفورین نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ قول اول یہ ہے کہ وہ اہل فترت میں سے تھے اور زمانہ فترت میں چونکہ کوئی صحیح دین موجود نہیں تھا لہذا اس میں صرف

توجہ ہی نجات کے لیے کافی ہے اور نبی علیہ السلام کے والدین بھی موصوفہ تھے۔

قول ثانی توقف ہے یعنی یہ معاملہ سپرد و مفوض الی اللہ ہے۔

قول ثالث۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے چند لمحوں کے لیے دوبارہ زندہ کیا اور دونوں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور سارے دین اسلام پر ایمان لائے اور پھر دوبارہ وفات پا گئے۔ اور ان کا دوبارہ زندہ کیا جانا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور آپ کی خصوصیات بہت سی ہیں لہذا اس احیاء میں اور قبول ایمان بعد الموت میں کوئی بعد نہیں ہے۔ بعض علماء کے نزدیک حجۃ الوداع میں یا اس کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے احیاء کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ لہذا جو احادیث ان کے عدم ایمان پر ردال ہیں وہ اس واقعہ سے مقدم ہیں۔ کما رمی مسلم أن رجلاً قال يا رسول الله أين أبي؟ قال في الناس فلما تقى دعا قال إن أبي وأبالا في المنابر۔ ومارمى للحاكم عن ابن مسعود أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جلس إلى قبر فاجاه طويلاً ثم بكى فبكينا كيكاً ثم وفيه فقال ما أبكاكم فقلنا بكينا ليلكنا فقال إن القبر الذي جلست عند قبر أمته واني استأذنتُ ربِّي في زيارتها فاذن لي واني استأذنتُ في الاستغفار فلم يأذن لي۔

پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے آپ کی شادی ہوئی۔ چالیس سال کی عمر ہونے پر آپ کو نبوت ملی پھر تیرہ سال نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور ہجرت کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور ربیع الاول ۱۱ء میں وفات پا گئے۔ قال الحاكم دبدب الوجه برسول الله صلى الله عليه وسلم في بيت ميمونة يوم الأربعاء لليلتين بقيتا من شهر صفر۔ مرض وفات كئي دن تک جاری رہا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو بیٹے ہوئے اول قاسم اور اسی کے پیش نظر آپ کو ابو القاسم کہتے ہیں۔ قاسم دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ دوسرے بیٹے عبد اللہ تھے۔ انھیں طیب و طاهر بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ بقول بعض طیب و طاهر دو اور بیٹے ہیں قاسم و عبد اللہ کے سوا۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے لہذا حضرت خدیجہؓ سے صرف دو بیٹے قاسم و عبد اللہ پیدا ہوئے تھے آپ کے ایک تیسرے بیٹے ابراہیم مدینہ منورہ میں ستم میں پیدا ہوئے ان کا نام ابراہیم تھا اور وہ اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پا گئے۔ ابراہیم کی والدہ کا نام ماریہ قبطیہ ہے۔

نبی علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں تھیں اور چاروں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔ اول زینبؓ زوجہ ابو العاص بن ربیعؓ (۲) فاطمہؓ زوجہ علی بن ابی طالبؓ (۳) رقیہؓ زوجہ عثمان بن عفانؓ (۴)

امام طبری اپنی تاریخ ج ۱ ص ۱۹۰ پر لکھتے ہیں کہ سارہ و ہاجر کے انتقال کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے دو عربی النسل عورتوں سے شادی کی دونوں عرب عاربہ سے تھیں۔ ایک زوہرہ کا نام مجور بنت ابرہہ تھا۔ ان سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں (۱) کیسان (۲) شولخ (۳) امیم (۴) لوطان (۵) نافس۔ اور دوسری زوہرہ کا نام قنطورا بنت مغطور تھا۔ ان سے چھ بیٹے پیدا ہوئے ان کے نام یہ ہیں (۱) مدن (۲) مدین (۳) یقسان (۴) زمران (۵) یسحق (۶) سوح۔ بعض اہل تاریخ نے یسحق کا نام یسباق اور سوح کا نام ساح لکھا ہے۔ یقسان اپنی اولاد سمیت مکہ مکرمہ میں آباد ہوئے اور مدین و مدن دونوں ارض مدین میں جا بسے۔ اور انہی کے نام سے مدین موسوم ہے اور باقی بیٹے مختلف ملکوں میں متفرق آباد ہوئے۔

ان بیٹوں نے ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی یا ابا نانا انزلت اسماعیل و اسحاق معک و امرتنا ان نزل ارض العرب و فقال ابراہیم بذلک امرت فعلکم اسماء من اسماء اللہ تعالیٰ فکانوا یستسقون بہ و یستنصرون فمنہم من نزل خراسان فجاءتم الخزر فقالوا ینبغی للذی علمکم هذا ان یکون خیرا ہل الارض او ملک الارض۔ انتہی ما ذکر ابن جریر۔

شعیب علیہ السلام مدین بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں قال ابن حبیب فی المحبر ص ۳۸۹ وکان من ولد مدین بن ابراہیم علیہ السلام۔ شعیب بن یوبن بن عیفا بن مدین۔ و مالک بن ذعر بن یوبن بن عیفا الذی استخرج یوسف علیہ السلام من الحب۔ هذا والله اعلم۔

ابن اسماعیل علیہ السلام۔ اسماعیل علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے ان کی تعداد و اسماء میں اصحاب تاریخ کا اختلاف ہے۔ مورخ مسعودی نے مروج الذهب ج ۲ ص ۴۹ پر لکھا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے اسماء یہ ہیں نابت۔ قیدار۔ ادبیل۔ مبسم۔ مٹمع۔ دوما۔ دوام۔ متسا۔ حداد۔ تیما۔ بطور۔ نافش۔ ثم قال وکل هؤلاء قد اُتسل و لما قبض اسماعیل علیہ السلام قام بالیت بعدہ نابت بن اسماعیل ثم قام من بعدہ اناس بن جرہم لغلبۃ جرہم علی ولد اسماعیل علیہ السلام۔ ا۴۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے نام یہ ہیں۔ نابت۔ قیدار۔ ادبیل۔ میشا۔ مسع۔ وما۔ ماس۔ اود۔ و طور۔ نفیس۔ طما۔ قیدان۔ اکثر عرب نابت و قیدار کی اولاد ہیں۔ قال و اہم اسمہا السیدۃ بنت مضاض بن عمر الجرحی وھی التي قال لہا ابراہیم علیہ السلام اذ قدم مکۃ وھی زوجۃ اسماعیل علیہ السلام قولی لزوجک اذا جاء قد ضیت لك عتۃ ۱۶۱ ا۴ تاریخ الہم ج ۱ ص ۱۶۱۔

ابن حبیب مورخ مجرب میں لکھتے ہیں اسماء ولد اسماعیل علیہ السلام قیل۔ نیاوذ (دھونٹ) آذیل۔ منشا۔ مشماعۃ۔ دوما۔ ماش۔ آذوس۔ طیا۔ یطی۔ نبش۔ قیدم۔ کتاب المجرمۃ ۳۷۱
اللہ اعلم وعلماۃ۔

اولاد یعقوب علیہ السلام۔ اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کی بیوی کا نام رفقا بنت بتویل بن الیاس ہے۔ ان کے بطن سے عیص بن اسحاق و یعقوب بن اسحاق علیہما السلام پیدا ہوئے۔ لکھتے ہیں کہ دونوں تو آمین تھے۔ عیص بڑے تھے عیص کی شادی بسمہ بنت اسماعیل علیہ السلام سے ہوئی بسمہ کے بطن سے روم بن عیص پیدا ہوا۔ ساری رومی قوم روم بن عیص کی اولاد ہے۔

یعقوب بن اسحاق علیہما السلام کی بیوی کا نام لیان بنت لیان بن بتویل بن الیاس ہے۔ پس لیان آپ کے خال کی بیٹی ہیں۔ پھر لیان کی وفات کے بعد یعقوب علیہ السلام نے ان کی بہن راجیل بنت لیان بن بتویل بن الیاس سے عقد نکاح کیا۔ لیان کے بطن سے چھ بیٹے پیدا ہوئے یعنی روبیل اور یسب سے بڑے ہیں۔ شمعون۔ لاوی۔ یهوذا۔ زبالون۔ یسھر و قیل فی یسھر یسھر لیان سے ایک بیٹی بھی تھی جس کا نام دینہ تھا۔ اور راجیل کے بطن سے دو بیٹے تھے یعنی یوسف علیہ السلام اور نیا مین۔

یعقوب علیہ السلام کی دو بانویاں تھیں ایک کا نام زلفہ اور دوسری کا نام بلہہ تھا۔ ان دو بانویوں کے بطن سے چار بیٹے تھے یعنی وان۔ نفتالی۔ عادر۔ آشور۔ لہذا یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے اور یہی بارہ بیٹے بنی اسرائیل کے بارہ اسباط ہیں۔ تالیخ الامم ج ۱ ص ۱۶۳۔ اکثر انبیاء بنی اسرائیل اور سلاطین بنی اسرائیل ان بارہ اسباط یعنی اولاد یعقوب علیہ السلام میں سے ہیں۔ کیونکہ اسحاق علیہ السلام نے آپ کے لیے برکت کی دعا کی تھی۔ فذالہ اسحاق ان یجعل اللہ فی ذریئہ الانبیاء والملوک و دعالعیص ان تکون ذریئہ عدۃ اکثر کالتراب ولا یملکھم احد غیرہم۔ کنز فی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۶۳۔

وقیل ان یعقوب جمع بین الاختین راجیل و لیان بنتی لیان بن بتویل بن الیاس و کان النبی یومئذ یجمعون بین الاختین الی ان بعث اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام و انزل علیہ التورۃ فلذلک قوله تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف۔ یقول جمع یعقوب بین لیان و راجیل۔ قال الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۶۱۔ قال و ماتت راجیل فی نفاسہا لیان مین فکان الغلامان یوسف و بنیامین فی حجر یعقوب علیہ السلام فاحتبھا و عطف علیہما لیکتمھا من أمتھما و کان أحب الخلق الیہ یوسف علیہ السلام فحسده اخوتہ و رأى یوسف فی المنام کأن احد عشر کوكبا و الشمس والقمر و اھم ساجدین لہ فحدث اباه فقال یا بنی لا تقصص رویاک علی اخوتک فیکیدک کیدا ان

الشیطان للانسان عدو مبين -

يعقوب عليه السلام کی ایک بیٹی ایوب علیہ السلام کے عقد نکاح میں تھیں وہو ایوب بن موص
ابن سرغویل وكان ابو ایوب من امن بابرهم عليه السلام يوم احراق فرود وكانت زوجته التي
امر بضربها بالضغث ابنة ليعقوب بن اسحاق عليهما السلام يقال لها ليا كان يعقوب زوجته
منه - بعض مؤرخين کی رائے میں ایوب علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے ہم زمان نہیں بلکہ بہت متاخر
اور نسل عیص بن اسحاق کے ہیں -

محرر ص ۳۸۶ میں ہے کہ اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے عیص و یعقوب علیہ السلام
وهو اسرائيل عليه السلام - قال فيه واسماء ولد يعقوب شعون و سربيل ويهوذا و لاوي و
يساخر و زبلون و دانيا (واقمهم أليّة بنت احبن بن بتويل بن ناحور) و جاذ و أشير (واقمها بلها
آمة راحيل) و يوسف و بنيامين (واقمها راحيل اخت أليّة) و دان و نفتالي (واقمها زلفا آمة
أليّة)

فمن ولد لاوي بن يعقوب موسى و هارون عليهما السلام - ابنا عمران بن قاهث بن لاوي
ابن يعقوب و زكريّا بن بشوى و ابنه يحيى من ولد هارون بن عمران و قارون بن يصر بن قاهث
ابن لاوي - و السامرة - واسمه ميخا بن سرغويل بن قاهث بن لاوي واقم موسى اسمها يوحنا بن بنت
لاوي و هي عمّة ابيه -

ومن ولد يهوذا سليمان بن داود بن ايشي بن عوبد بن باعد بن شلمون بن نحشون بن
عتمينا داب بن ارم بن حضر بن فارس بن يهوذا و من بنى لاوي ايضا قريضة و النصير و هدد
من يهود المدينة بنو النعام بن يعموم بن عوف بن قيس بن فخاص بن العازر بن الكاهن بن هارون
ابن عمران بن قاهث بن لاوي -

ومن ولد يوسف النبی عليه السلام اليسم بن عدی بن شوتلم بن افرام بن يوسف بن
يعقوب عليهما السلام - و يوشع بن نون بن افرام بن يوسف هوفى موسى عليه السلام وكان يونس بن متى
من ولد بنيامين بن يعقوب وكان موع ولد العيص بن اسحاق ايوب عليه السلام بن زارح بن
اموص بن ليفزر بن العيص بن اسحاق - و الحضر - وهو حضر بن عميائل بن فلان بن العيص - و
الياس بن تشين بن العازر بن الكاهن بن هارون عليه السلام انتهى بلفظه - هذا والله اعلم

تمت خلاصة کتابی مرآة النجباء فی تاریخ الانبياء

ہاروت و ماروت - قال اللہ تعالیٰ وما انزل علی الملکین بابل ہاروت و

ماروت و ما یعلمان من احد حتی یقولوا اغماخن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون منہا ما یفرقون بہ بین المرء و زوجہ الا یتہما۔ ہاروت و ماروت کے بارے میں مفسرین نے بڑا طویل کلام کیا ہے بعض کے نزدیک یہ دو بادشاہوں کے نام تھے۔ اس قول والے کی تائید ہوتی ہے قرأت الملکین بکسر لام سے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دو فرشتے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بطور امتحان انسان سحر کھانے کے لیے بھیجا تھا اور اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے انسان کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ بھی امتحان کا ایک طریقہ ہے۔ بقول بعض ہاروت و ماروت زمانہ ادریس علیہ السلام میں تھے۔

یہ تو ہے ہاروت و ماروت علیہما السلام کے بارے میں اجمالی بیان اور اس بیان میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ باقی بعض مفسرین نے جو ان کا ایک طویل قصہ ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اصول اسلام کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی صحیح حدیث نہیں ملتی اس لیے ہمارا ان مغیبات کی تفصیل میں جانا اور اس قصے کو صحیح تسلیم کرنا جائز نہیں ہے۔

وہ قصہ یہ ہے کہ فرشتوں کو انسان کی مخالفت و معاصی سے تعجب ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کہنے لگے کہ اگر ہم انسان کی جگہ پر ہوتے تو اسے اللہ ہم معاصی نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنی جماعت میں سے دو فرشتے منتخب کر لو۔ فرشتوں نے ہاروت و ماروت کو منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بصورت بشر زمین پر بھیجا اور دونوں میں قوت شہو یہ پیدا فرمادی۔ یہ دونوں فرشتے زمین پر انسانوں کے مابین عدل و انصاف سے فیصلے کرتے رہے تا آنکہ دونوں ایک حسین عورت زہرہ نامی کے عشق میں مبتلا ہوئے اور اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا مطالبہ کیا جو زہرہ نے بایں شرط ان کا مطالبہ تسلیم کیا کہ وہ بہت کی پرستش شروع کر دیں یا شراب پی لیں یا کسی انسان کو قتل کر دیں۔

ہاروت و ماروت نے زہرہ کی شرط قبول کر لی پھر زہرہ نے ان سے وہ علم سکھا جس کے طفیل وہ آسمان پر جا سکتے تھے چنانچہ زہرہ بھی آسمان پر چلی گئی۔ آسمان ہی میں اللہ تعالیٰ نے زہرہ کو سحر کر کے وہ ستارہ بنا دیا جسے آج کل زہرہ ستارہ کہتے ہیں جو عموماً شام کے وقت مغرب کی طرف چمکتا نظر آتا ہے اس کے بعد دونوں فرشتوں نے آسمان پر جانا چاہا لیکن نہ جاسکے اللہ تعالیٰ نے قوت صعود ان سے چھین لی۔ پھر دونوں کو عذاب دنیا و عذاب آخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا دونوں نے عذاب دنیا پسند کیا چنانچہ وہ دونوں فرشتے آج تک عذاب میں مبتلا ہیں۔

ایک روایت میں ہے فاوحی اللہ الیہما ان اثبتا بابل فانطلقا الی بابل فحسب بہما فہما

منکوسان بین السماء والارض معذبان الى يوم القيامة وعن مجاهد قال كنت مع ابن عمر في سفر فقال لي امرئ الكوكب فاذا طلعت ايقظني فلما طلعت ايقظته فاستوى جالساً فجعل ينظر اليها ويستبشراً شديداً فقلت يرحمك الله ابا عبد الرحمن نجم ساطع مطيع ماله تسبب فقال اما ان هذه كانت بغياً في بني اسرائيل فلقى الملكان منها ما لقياً۔

وعن ابن عباس رضي الله عنهما ان المرأة التي فتن بها الملكان مسخت في هذه الكنية الحمراء يعني الزهرة واخرج الديلمي عن علي رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم سئل عن المسوخ فقال هم ثلاثة عشر الفيل والدب والخنزير والقرد والجريت والضب والوطواط والعقرب والدعوص والغسقيات والحرب وسهيل والزهرة فقيل يا رسول الله وما سبب مسخهم فقال اما الفيل فكان رجلاً جباراً لوطياً لا يدع رطباً ولا يابساً واما الدب فكان مؤثماً يد عن الناس انفسه واما الخنزير فكان من النصارى الذين سألوا المائدة فلما نزلت كفروا واما القردة فيهمود اعتدوا في السبت واما الجريت فكان ديو ثايد عو الرجال الى حليلته واما الضب فكان اعرا بيا يسرق الخاج مجحجه واما الوطواط فكان رجلاً يسرق الثمار من رؤس النخل واما العقرب فكان رجلاً لا يسلم احد من لسانه واما الدعوص فكان زماماً يفرق بين الاحبة واما الغسقيات فامرأة سحرت زوجها واما الحرب فامرأة كانت لا تظهر من حيض واما سهيل فكان عشاراً باليمن واما الزهرة فكانت بنتاً الحسن وادبها بنو اسرائيل فتنها هاسرت وما سرت كذا في الحديث المتواتر ج ۱ ص ۱۲۔

اس قسم کے متعدد آثار و منشور و غیر کتابوں میں مذکور ہیں۔ لیکن یہ سب ضعیف موضوع و مروود ہیں۔ علماء حدیث نے تصریح کی ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث صحیح مرفوع یا غیر مرفوع مروی نہیں ہے۔ قاضی عیاض و غیر محدثین و محققین نے ان کی تردید کی ہے۔ قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں ما ذکره اهل الاخبار نقله المفسرون في قصة هاسرت وما سرت لم يرد منه شيء لا سقيم ولا صحيح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي البحر المحيط ان جميع ذلك لا يصح منه شيء ولم يصح ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يلعب الزهرة ولا ابن عمر رضي الله عنهما وقال الامام الرازي هذه الروايات فاسدة مردودة غير مقبولة۔

ونص الشهاب العراقي على ان من اعتقد في هاسرت وما سرت انهما ملكان معذبان على خطيئتهما مع الزهرة فهو كافر بالله العظيم فان الملائكة معصومون قال الله تعالى لا يعصون الله ما امرهم ويفعلون ما يرون والزهرة كانت يوم خلق الله تعالى السموات والارض۔

فقیر ابو الیث سمرقندی بستان العارفین ص ۱۶۱ پر لکھتے ہیں تکلموا فی امر الزهرة وسهیل وهما نجمان
 فقیل هما مسوخان وروی عطاء ان ابن عمر کان اذا رأى سمیلا شتمه واذا رأى الزهرة شتمها وقال
 ان سمیلا کان عشراً بالیمن یظلم الناس وان الزهرة كانت صاحبۃ هاروت وما رت فمسخهما الله
 تعالیٰ شهاباً وقال مجاهد کان ابن عمر اذا قیل له طلعت الحرة قال لا مرحبا بها ولا اهلاً یعنی الزهرة وقال
 بعضهم هذا لا یصح فان هذه النجوم خلقت حين خلقت السماء لانه یرى فی الخبر ان السماء لما خلقت خلق
 فیها سبعة دورات زحل والمشتري وهیرام والزهرة وعطارد والشمس والقمر هذا معنی قوله تعالیٰ و
 هو الذی خلق اللیل والنهار الشمس والقمر کل فلیک یسبحون - وجعل مصلحة الدنیا بهذه
 السبعة الدورات -

ثبت بهذا ان قول المسخ لا یصح فان الزهرة وسهیل کا ناقبل آدم علیہ السلام والذی یرى عن
 ابن عمر ان سمیلا کان عشراً وان الزهرة فتنت هاروت وما رت فهو کما قالوا کان رجل اسمه سهیل
 وامرأة مسماة بالزهرة فمسخهما الله شهاباً ولکنہما لم یبقا بل هلكا وصارا الى النار اما الذی یرى انہ کان
 یثتمہ فاحتمل انہ لم یثتم الکواکب وانما شتم سمیلا الذی کان عشراً او کذلک الزهرة انتہی بتصرف
 علامہ الکوی روح المعانی ج ۳ ص ۳۴۱ پر لکھتے ہیں ولعل ذلك من باب الرمن والاشعارات فیراد
 من المملکین العقل النظری والعقل العملی الذان هما من عالم القدس ومن المرأة المسماة بالزهرة النفس
 الناطقة ومن تعرضهما لتعلیمهما لهما ما یسعدھا ومن حملھا ایاھا علی المعاصی تخرب یضھا ایاھا بحکم
 الطبیعة المزاجیة الى المیل الى السفلیات المدتسة بحیویرھا ومن صعودھا الى السماء بما تعلمت منھما
 عزجھا الى الملاء الاعلیٰ ومخالطتها مع القدستین بسبب انتصاحھا بنصحھا ومن بقائھا معذبین
 بقاؤھا مشغولین بتدبیر الجسد وصرافھا عن العروج الى سماء الحضرة لان طائر العقل لا یجوز حول حماھا -
 هذا والله اعلم -

الجن قرآن شریف میں جن کا ذکر متکرر ہے تفسیر بیضاوی میں آیت ومن الناس من یقول
 آمنا بالله وبالیوم الآخر الخ کی شرح میں مذکور ہے - جن نوع انس کی طرح مکلف بالایمان اور عقل وحواس
 رکھنے والی نوع ہے۔ البتہ بدن انسان کثیف ہے۔ اسی وجہ سے نظر آتا ہے۔ اور بدن جن لطیف ہوتا
 ہے لہذا قابل رؤیت نہیں۔ البتہ جب جن دیگر حیوانات کی شکل میں ہو جائے تو وہ نظر آتا ہے۔

جنات کے وجود پر ایمان لانا شرعاً ضروری ہے۔ قرآن مجید و احادیث میں بتواتر ان کا ذکر موجود
 ہے۔ قرآن وحدیث ماننے والے کے لیے وجود جنات سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ صحابہ اور
 اور ان کے بعد تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنات موجود ہیں جمعیۃ اور معتزلہ میں سے بعض

وہود جن کے منکر ہیں۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں لم یخالف احد من طوائف المسلمين فی وجوب الجن وجمہو طوائف الکفار علی اثبات الجن فوجوب الجن تواتر بہ اخبار الانبیاء علیہم السلام تواتراً معلوماً بالاضطرار ومعلوم بالاضطرار انہم احياء عقلاء فاعلون بالامر والامر مأمون ومنہم یون لیسوا صفات و أعرافاً قائمة بالانسان او غیرہ کما یرفعہ بعض الملاحدة۔ فامر الجن ظاہر یعرفہ العامة والمخاصة لم یکن لطائفة من طوائف المؤمنین بالرسول ان ینکرہم وكذلك جمہو الکفار کاعامة اهل الکتاب قائلون بہم وكذلك عامة مشرکی العرب وغیرہم من اولاد سام والهند وغیرہم من اولاد حام۔ انتہی بحاصل۔

قال امام الحومین فی کتابہ الشامل ان کثیراً من الفلاسفة وجمہو القدریة وكافة الزنادقة انکروا الشیاطین والجن رؤساً ولا یبعد لو انکروا ذلك من لا یتشبہت بالشريعة وانما العجب من انکار القدریة مع نصوص القرآن وتواتر الاخبار استفاضة الآثار ثم ساق جملة من نصوص الکتاب والسنة۔ وقال ابو القاسم الانصاری فی شرح الارشاد وقد انکرہم معظم المعتزلة ودل انکارہم اباہم علی قلة مبالاتہم و سرکاکہ دیانائہم فلیس فی اثباتہم مستحیل عقلی۔ انتہی۔ احادیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ مخلوقا میں ذوی العقول و مکلف تین انواع ہیں ملائکہ و انسان و جن۔ قال اللہ تعالیٰ یا معشر الجن الانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت والارض فانفذوا۔

زمخشری ربیع الابرار میں لکھتے ہیں عن ابی ہریرۃ عن نفعان اللہ تعالیٰ خلق الخلق اربعۃ اصنافاً الملائکۃ والشیاطین والجن والانس۔ جنات کی اصل آگ ہے اسی طرح ابلیس و شیاطین کی اصل بھی آگ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وخلق الجن من نار وقال اللہ والجن خلقناہ من قبل من نار السموم وقال حکایۃ عن ابلیس خلقتنی من نار خلقتہ من طین۔ عام احادیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ ابلیس نوع جن میں سے ہے۔ اسی طرح جمیع شیاطین از قبیل جن ہیں قرآن میں ہے دکان من الجن فوجنات میں سے جو مسلمان ہیں وہ جن کہلاتے ہیں اور جو کافر و گمراہ ہیں وہ شیاطین کہلاتے ہیں قال الجوہری کل عات متہرہ من الجن والانس والد اب شیطان وقال ابن عبد البر کل جتی ان خبت فهو شیطان فان زاد علی ذلك فهو مارہ فان زاد علی ذلك وقوی امرہ قالوا عفریت و الجمع عفاریت۔

جنات انسان سے قبل زمین پر قابض تھے جس طرح آج انسان زمین پر قابض ہیں۔ پہلے زمین جنات سے آباد تھی اور حسب قول عبد اللہ بن عمرؓ وہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل دو ہزار سال تک زمین کے عامرین تھے ابو الجن کا نام شومیا تھا جس طرح آدم علیہ السلام ابو الانس ہیں۔

عن ابن عباس قال خلق الله شوميا اباب الحن وهو الذي خلق من مارج من ناسرو عن عبد الله بن عمر قال خلق الله تعالى بنى الجن قبل آدم بالفوسنة۔ پھر جب جنات نے اللہ تعالیٰ کی مافرمائی کی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے جنہوں نے جنات کو پہاڑوں اور سمندری جزائر کی طرف بھگا کر ان سے زمین کو خالی کر دیا اور ان کے بعد آدم علیہ السلام زمین میں خلیفہ مقرر کیے گئے۔

بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس ابوالجن ہے مگر یہ قول زیادہ محقق نہیں ہے۔ علامہ سیبلی فرماتے ہیں کہ جن کی تین اقسام ہیں۔ ایک قسم کی صورتیں سانپ جیسی ہیں دوسری قسم سیاہ کتوں کی شکل میں ہے اور تیسری قسم ارٹھی ہوا کی طرح ہے۔ وعن ابی الدرداء مرفوعاً خلق الله الجن ثلاثة اصناف۔ صنف حیات وعقارب وخشاش الارض وصنف كالوحش في الهواء وصنف عليهم الحساب والعقاب وخلق الانس ثلاثة اصناف، صنف كالبهائم قال الله تعالى لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها، الآية وصنف اجسادهم اجساد بني آدم وادراهم ارواح شياطين وصنف في ظل الله تعالى يوم لا ظل الا ظله۔

جن مختلف شکلوں میں اپنے آپ کو ظاہر کر سکتے ہیں عموماً وہ سانپ اور کتوں کی شکل میں متشکل ہوتے ہیں وعن ابی سعید الخدری مرفوعاً ان بالمدينة نفر من الجن قد اسلموا فاذا رأيتم من هذه الهوام شيئا فانذروه ثلاثاً فان بدا لكم فاقتلوه۔ اور بعض علماء تشکیل جن بصورت مختلفہ کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنات میں بعض ساحر ہیں وہ سحر کے ذریعہ مختلف صورتوں میں نظر آتے ہیں عام جنات متشکل بصورت مختلفہ نہیں ہو سکتے۔ واخاره القاضي ابو يعلى۔ ابو يعلى اپنی تائید میں یہ اثر ذکر کرتے ہیں ان عمر رضی اللہ عنہ قال ان احد لا يستطيع ان يتغير عن صوته التي خلقها الله عليها ولكن لهم سحرة كسحركم فاذا رأيتم ذلك فاذنبوا۔

بہر حال جنات کی اصل شکل قابل رویت نہیں ہے ولذا قال الشافعي من زعم انه يرى الجن ابطلنا شهادته اي يرى الجن في صوتهم الاصلية لقول الله تعالى في كتابه الكريم انه يراكم هو و قبيله من حيث لا ترونهم۔

جن عموماً جنگلوں اور غمخ جگہوں میں رہتے ہیں اس لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ان هذه الخشوش محضرة فاذا اتى احدكم الخلاء فليقل اللهم اني اعوذ بك من الخبث والخبائث ثم راه الترمذی والنسائی وفي رواية ابن سني فليقل بسم الله وسمى ابو اود عن جابر مرفوعاً اذا دخل الرجل منزله وذكر اسم الله عند دخوله وعند طعامه قال الشيطان لا مبيت لكم ولا عشاء واذا ذكر اسم الله عند

دخولہ ولم یذکر عند طعامہ یقول ادركتم العشاء ولا مبیت لکم واذالم یذکر اسم اللہ عند دخوله قال ادركتم المبیت والعشاء۔

جن بھی انسانوں کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں لیکن ان کے طریقہ اکل و شرب میں علماء کے متعدد اقوال ہیں قال بعضهم اكلهم وشربهم تشتم استرواحرا لا مضغ ولا بلع وهذا القول لا دلیل له والقول المختار ان اكلهم وشربهم مضغ وبلع كما ثبت في الاحادیث الصحیحة وفي حدیث امیة عند ابی داود وفيه ما زال الشیطان يأكل معه فلما ذكر الله استقاء ما فی بطنه وفي حدیث ضعیفہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یستنجدی بالعظم والربث وقال انه زاد اخوانکم من الجن وفي حدیث ابن عمر عند مسلم مرفوعا لا یأكلن احد منکم بشماله ولا یشربن بها فان الشیطان یأكل بشماله ویشرب بها۔ وكان الامام الاعمش یقول تزوج الیناجتی فقلت له ما احب الطعام لیکم فقال الارمل قال فاتیناه به فجعلت اری اللقم ترفع ولا اری احدا نقلت فیکم من هذه الاهواء التي فینا قال نعم قلت فما الرافضة فیکم قال شربنا۔

جنات میں بھی انسانوں کی طرح کھاج و توالید اور بیابہ و شادی کا سلسلہ جاری ہے قال اللہ تعالیٰ لم یطمثہن انس قبلہم ولا جان والطمٹ هو الجماع والاقتضاض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان سے جماع متحقق ہوتا ہے۔ متعدد احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح متعدد واقعات سے بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ جس طرح مرد انسان کے لیے بیوی ہوتی ہے اسی طرح جنات میں بھی سلسلہ قائم ہے۔

انسان کی طرح جنات بھی مکلف اور مخاطب بالعبادات ہیں لقولہ تعالیٰ فبأی الاثم کرمکمما تکذبان۔ نیز قرآن و سنت میں شیاطین کی مذمت ہے اور ان پر لعنت کا ذکر ہے اور ان کے لیے عذاب کی وعیدیں وارد ہیں اور یہ امور مخالفت امر و نہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جنات بھی مکلف بالامر والنہی ہیں۔

جمہور علماء امت کے نزدیک جنات میں کوئی رسول و نبی نہیں آیا بلکہ رسالت و نبوت کا سلسلہ صرف جنس انسان میں جاری تھا۔ انسانی نبی جنات کی طرف بھی مبعوث ہوتے تھے کذا ساری عن ابن عباس و جہاد و ابن جریجر۔ لیکن ابن حزم ظاہری و ضحاک وغیرہ اس بات کے مدعی ہیں کہ جنات میں بھی انہی کے افراد میں سے بعض انبیاء اللہ نے مبعوث فرمائے تھے۔ فعن ابن عباس ان الجن قتلاوا نبیا لہم قبل ادم اسمہ یوسف وان اللہ تعالیٰ بعث الیہم رسولا فامرہم بطاعته وان لا یشربوا به شیئا وان لا یقتل بعضهم بعضا۔ ضحاک نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اپنے اس دعوے پر کہ

جنات میں بھی انبیاء مبعوث ہوئے تھے قال اللہ تعالیٰ یا معشر الجن والانس الم یاتکم مرسل منکم یقصون علیکم آیاتی یعنی بذلک رسلا من الانس ورسلا من الجن۔ ابن حزم کہتے ہیں وبالیقین ندری انہم قد اندروافصح انہم جاءہم انبیاء منہم وقال ابن حزم لم یبعث الی الجن نبی من الانس قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم لاندیس الجن من قوم الانس وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃً۔

ہمارے نبی علیہ السلام جن و انس دونوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے وفق الصحیحین عن ابی ہریرۃ مرفوعاً بعثت الی الاحمر والاحود۔ قبلہم العرب والجم وقیل الانس والجن۔ وعن ابن عباس رضی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اند قال اُرسلت الی الجن والانس والی کل احمد اسود۔ قرآن مجید میں سماع جن للقرآن اور ان کا ایمان بالقرآن منصوص ہے قال اللہ تعالیٰ واذ صرفنا الیک نفراً من الجن یستمعون القرآن یہ استماع سوق عکاظ کے قریب واقع ہوا تھا اور یہ جماعت جن نوافراد میں سے تھی جو ایمان لائی اور واپس جا کر قوم کو بھی ایمان کی دعوت دی۔ روایات احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کسی مرتبہ رات کو جنات کی دعوت پر تبلیغ کی غرض سے ان کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ احکام المرجان میں ہے کہ یہ واقعہ چھ بار پیش آیا تھا۔

جنات میں سے مومن جنت میں داخل ہوں گے اور انہیں اپنی طاعات کا ثواب انسانوں کی طرح ملے گا۔ اور یہی جمہور علماء کا عقیدہ ہے۔ تاہم اس میں اختلاف ہے کہ وہ انسانوں کی طرح جسمانی طور پر اکل و شرب کریں گے یا نہیں۔ عارض محاسبی فرماتے ہیں ان الجن الذین یدخلون الجنة یوم القیامۃ نراہم فیہا ولا یرونا عکس ما کانوا علیہ فی الدنیا وقال البعض انہم لا یدخلونہا بل یكونون فی ربضہا یراہم الانس من حیث کابروہم وهذا القول ما ثبت عن مالک والشافعی واحمد ومحمد رحمہم اللہ وقال البعض انہم علی الاعراف وقال البعض بالوقوف۔ ابو حنیفہ کی طرف اس مسئلے میں توقف منسوب ہے۔

انسی و جتنی کے مابین انعقاد نکاح عند البعض درست ہے اور عند الجمہور جائز نہیں ہے۔ بعض کتب تفسیر میں ہے کہ ملکہ بقیس کے والدین میں سے ایک نوع جن میں سے تھا۔ متعدد واقعات بھی اس قسم کے کتابوں میں مذکور ہیں کہ ایک جتنی عورت کا نکاح انسی مرد کے ساتھ یا بالکس ہوا اور بعض میں تو الٰہ بھی ہوا۔ قول امام عثمٰش اس سلسلہ میں پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ وعن الزہری مرسل قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نکاح الجن وقال عقبۃ الرّمٰنی سألت قتادۃ عن تزویج الجن فکروہ فسألت الحسن البصری عن ذلک فکروہ وحکی ان رجلاً اتی الحسن البصری فقال ان رجلاً من الجن یخطب

فنا تافعال الحسن لا تزوجوا ولا تکرهوا وقال حرب قلت للامام اتحقى رجل ركب البحر فکسر به فتزوج
جنيته قال من اكله الجن مكرهه وفي الفتاوى السراجية من كتب الاحناف لا تجوز المناكحة بين الجن والانسر
وانسان الماء لاختلاف الجنس۔

وفي قنية المنية سئل الحسن البصري عن التزويج بجنيته فقال يجوز بشهوه رجلين شيخ سنوي شافعي
عدم جواز نکاح بين الانسى والجنبيه وبالعکس پراس آیت سے استدلال کیا ہے قال الله في سورة النحل و
الله جعل لكم من انفسكم ازواجاً وفي سورة الرجم ومن آياته ان خلق لكم من انفسكم ازواجاً من انفسكم
ای من جنسکم ونوعکم اور جن وانس جنسین ونوعین متباينين ہیں۔ امام اعظم کے نزدیک بظاہر جواز
معلوم ہوتا ہے فائدہ حضور نکاحاً للجن بکوئی اگر یہ نکاح ان کے نزدیک جائز نہ ہوتا تو وہ ان کی مجلس میں
ان کے ساتھ شریک نہ ہوتے۔ امام مالک کے اقوال سے بھی جواز معلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک عجیب و غریب قصہ ہے جو اکام المرجان ص ۶۹ پر قاضی بدر الدین حنفی متوفی
۶۹۹ھ نے لکھا ہے۔ یہ قصہ جلال الدین احمد بن قاضی حسام الدین رازی حنفی کو پیش آیا تھا۔

قال جلال الدين احمد بن القاضي حسام الدين الرازي الحنفی سقرنی والدی احضار
أهله من الشرق فلما جرت البسيرة إلينا المطر إلى ان غمنا في مغارة وكنت في جماعة فبينما اننا نائم
اذ انابشئ يوقظني فانتبهت فاذا بامرأة وسط من النساء لها عين واحدة مشقوقة بالطول فاستنعت
فقلت ما عليك من بأس انما اتيتك لتزوجه ابنتي لي كالقعر فقلت لحوف منها على خيرة الله تعالى
ثم نظرت فاذا برجال قد اقبلوا فنظروهم فاذا هم كهيئة المرأة التي استنى عيني لهم كلهم مشقوقة
بالطول في هيئة قاض وشهوه فخطب القاضي وعقد فقبلت۔

ثم خضوا وعادت المرأة ومعها جارية حسناء ألا ان عينها مثل عين أمها وتركها عندي
وانصرف فزاد خوفي واستيحاشي وبقيت ارمى من كان عندي بالحجارة حتى يستيقظوا فما انتبه
منهم احد فاقبلت على الدعاء والتضرع ثم ان الرجل فرحنا وتلك الشابة لا تفارقني فدمت
على هذا ثلاثة ايام فلما كان اليوم الرابع اتنى المرأة وقالت كانت هذه الشابة ما اعجبتك وكأنتك
تحب فراقها فقلت لا والله قالت فطلقها فطلقتها فانصرفت ثم لم ارها بعد۔ هذا والله اعلم۔

ابليس۔ ابليس کا ذکر قرآن شریف میں متکرر ہے۔ ابليس اُس رئیس الشياطين کا علم و نام ہے
جس نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ورغلا یا اور ان کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ مردود ورجیم مجسمانے
کے بعد اس کا نام ابليس ہو گیا فہو من الابلہ اس کا نند ابليس ای بیٹس من رحمة الله یقال ابليس الرجل بلائاً
فہو مبلس اذ ابليس۔ مردود ورجیم ہونے سے قبل اس کا نام عزازیل تھا اور عند البعض اس کا نام نائل تھا بعد

اس کا نام ابلیس ہوا۔ فاضل ابن ابی الدنیا وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان اسم ابلیس حیث کان مع الملائکۃ عزراذیل وکان من الملائکۃ ذوی الاجفۃ الاربعۃ ثم ابلس بعد۔

و عن ابی المثنی قال کان اسم ابلیس نائل فلما اسخط اللہ تعالیٰ سمی شیطاناً۔ وعن ابن عباس لما عصى ابلیس لعن وصار شیطاناً وعن سفیان قال کنیۃ ابلیس ابوکدوس۔ اسم ابلیس میں علماء ادب کے دو قول ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ اسم عربی ہے بنا برائے قول اس کا اشتقاق ابلاس سے درست ہے۔ لیکن مختار قول یہ ہے کہ یہ اسم عجمی ہے۔ اس قول کے پیش نظر اس کا اشتقاق ابلاس سے نہیں ہو سکتا۔ یہ دوسرا قول راجح ہے کیونکہ یہ غیر منصرف ہے بسبب عجم و علمیت کے۔ بہر حال یہ باتفاق غیر منصرف ہے اور اگر یہ لفظ عربی ہو تو اس کا عدم انصراف مشکل ہوگا کیونکہ صرف علمیت کی وجہ سے کوئی لفظ غیر منصرف نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ اسے اسم عربی سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ غیر منصرف ہے تعریف علمیت اور وزن کے بے نظیر ہونے کی وجہ سے۔ قال ابو البقاء قیل هو عربی دلم ینصرف للتعریف ولانہ لا نظیر لہ فی الاسماء وھذا بعید لان فی الاسماء مثله نحو اضریط و احفیل و اصلیت۔

ابلیس کو شیطان بھی کہا جاتا ہے لیکن شیطان اسم کلی ہے اس کا اطلاق تمام اولاد ابلیس پر ہوتا ہے بخلاف ابلیس کہ وہ اسم علم و محص ہے رئیس طائفۃ الشیاطین کے ساتھ۔ ان دونوں کی نظیر آدم و انسان ہے۔ آدم اسم علم ہے اور انسان اسم کلی ہے جس کا اطلاق آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد پر ہوتا ہے۔ تعوذ و استعاذہ میں اسی وجہ سے ابلیس کی بجائے لفظ شیطان کا ذکر مروی ہے تاکہ استعاذہ عام ہو جائے اور کل شیاطین سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی پناہ مل جائے۔ صرف فرد واحد یعنی ابلیس سے انسان کا محفوظ رہنا کافی نہیں ہے اس لیے احادیث میں استعاذہ یوں فرمائی ہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ لفظ شیطان کی اصل میں دو قول ہیں۔

قول اول یہ کہ اس کا نون اصلی ہے اور مأخذ شطن ہے۔ لہذا اس کا وزن فیعال ہوگا یعنی یاء زائدہ ہے۔ بنا برائے یہ لفظ منصرف ہوگا۔ یقال شطن یشطن اذا بعد سمی بذلك کل متمرّد لبعث غورۃ فی الشرقا لہ ابو البقاء و یقال لبعده عن رحمة اللہ او لبعده عن الخیر او لبعده عن عدوتہ للانسان او لبعده من اتباعہ من اللہ ومن الجنة وقال الجوهری شطن عنہ بعد و اسطنہ ابعده وقال ابن السکیت شطنہ یشطنہ شطناً اذا خالف عن نیۃ وجهہ و یشرطون بعیدۃ القعرۃ قال القاضی ابو یعلی الشیاطین مرۃ الجن و اشارہم یہ تو شیطان کے اصلی معنی تھے باقی استعمال میں ہر سرکش و گمراہ و شریر پر شیطان کا اطلاق ہوتا ہے قال الجوهری کل عات متمرّد من الجن و الانس والد و اب شیطان و العرب سمی للحیۃ شیطاناً انتہی۔ قال بعض العلماء الشیاطین العصاة من الجن و ہم ولد ابلیس۔

قول ثانی، عند بعض العلماء شیطان کا مأخذ شیط ہے اس قول کے پیش نظر اس میں یا۔ اصلی ہے اور نون زائد ہے لہذا یہ بروزن فعلان ہوگا اور غیر منصرف ہوگا الف ونون مزید تین کی وجہ سے یہ قال شاط شیط اذا هلك فالشیطان لقرہ ہا لک وقال البعض هو منصرف لثبوت مؤنثہ شیطانہ ویشترط فی عدم صرف فعلان الوصفی ان لا یكون مؤنثہ علی فعلانہ۔

علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ابلیس کی اصل کیا ہے؟ قول اول بعض کہتے ہیں کہ جنس ملائکہ میں سے تھا پھر مردود ورجیم ہوا جب کہ اس نے تکبر کیا۔ وہ استدلال کہتے ہیں اس آیت کے ظاہر سے واذ قلنا للملائكة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس۔ کیونکہ بظاہر استثناء متصل معلوم ہوتا ہے اور استثناء متصل کا تقاضا یہ ہے کہ ابلیس بھی جنس ملائکہ میں سے ایک فرد ہو لیکن یہ قول جمہور ائمہ کے نزدیک مرجوح ہے۔

قول ثانی۔ یہ جنس جن میں سے ہے لقوله تعالیٰ الا ابلیس کان من الجن ولا من الملائكة لا یتکبرون و ابلیس قد استکبر ولان ابلیس خلق من نار کما ان الجن خلقوا من نار و من نار کما فی القرآن وقال الله تعالیٰ حکایتہ عنہ انا خیر منہ خلقتی من نار و خلقته من طین و الملائكة خلقوا من النور کما روی مسلم عن عائشہ رضی اللہ عنہا الملائكة خلقوا من النور و لما ثبت فی کثیر من الاحادیث المرفوعة والموقوفة انہ کان من الجن۔

باقی آیت واذ قلنا للملائكة اسجدوا لادم سے قول اول والوں کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ چونکہ شیطان بھی فرشتوں میں اُس وقت بظاہر داخل تھا کیونکہ شیطان ملائکہ کے ساتھ آسمان دنیا میں رہتا تھا اور ان کے ساتھ جنت میں بھی آتا جاتا تھا تو بظاہر وہ ان میں سے ایک فرد تھا لہذا امر بالسجود شیطان کو شامل ہے اور اس ظاہری غلطی کی وجہ سے وہ بھی ملائکہ کا مصداق تھا اور ملائکہ کی طرح وہ بھی مأمور بالسجود تھا۔ اس طرح یہ استثناء ظاہری اتحاد و اختلاط کی وجہ سے متصل ہو سکتا ہے۔ نیز ممکن ہے کہ اسے متصل امر ہو یا ہو لقوله تعالیٰ اذا مررت اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ استثناء منقطع ہو۔

حیات الحيوان ج ۱ ص ۳۱۰ پر ہے قال سعید بن جبیر والحسن البصري لم یکن ابلیس من الملائكة طرفہ عین دانہ لاصل الجن کما ان آدم اصل الانس وقال عبد الرحمن بن زید وشہر بن حوشب ما کان من الملائكة قط والاستثناء منقطع وقال شہر بن حوشب وغیرہ من العلماء کان من الجن الذین ظفر بهم الملائكة فاسرع بعضهم وذهب به الى السماء وقال القاضي عیاض الاكثر علی انہ ابو الجن کما ان آدم ابو البشر الاستثناء من غیر الجنس شائع فی کلام العرب قال الله تعالیٰ ما لهم بہ من علم الا اتباع الظن۔

شیطان کے جتنے ہونے پر ایک اور قوی دلیل بھی ہے وہ یہ کہ اس کی اولاد میں اور خود اس کا

سلسلہ تناسل و تولد جاری ہے اور اس کی اولاد میں بعض اناث اور بعض مذکر ہیں بخلاف ملائکہ کہ نہ تو ان میں تناسل و تولد کا سلسلہ جاری ہے اور نہ ان میں اناث ہیں کما ثبت فی النصوص الصحیحۃ حیۃ الجیوان میں ہے واعلم ان المشہور ان جمیع الجن من ذریۃ ابلیس وبذلک یتدل علی ان لیس من الملائکہ لان الملائکہ لا یتناسلون لانہم لیس فیہم اناث وقیل الجن جنس وابلیس واحد منہم ولا شک ان الجن ذریۃ بنص القرآن ومن کفر من الجن یقال لہ شیطان۔ وفی الحدیث لما اراد اللہ ان یخلو لابلیس نسلاً وزوجۃً القى علیہ الغضب فطارت منہ شیطیۃ من نار فخلق منها امرأۃ۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بیٹھا تھا ایک شخص آیا اور اس نے کہا انت الشعی فقلت نعم قال اخبرنی هل لابلیس زوجۃ فقلت ان ذلک العرس ما شہدتہ قال ثم ذکر قولہ تعالیٰ افتخذ ونہ ذریۃ اولیاء من دونی فقلت انہ لا تکن ذریۃ الا من زوجۃ فقلت نعم۔

و ذکر مجاہد ان من ذریۃ ابلیس لا قیس و ولہا ن وهو صاحب الطہارۃ والصلۃ والہفاف وہی صاحب الصحاری ومترۃ وبہ یکنی ابلیس ابامرقۃ وزلنبور وهو صاحب الاسواق یرین اللغو للخلق الکاذب ومدح السلۃ وبثر وهو صاحب المصائب یرین تمش الوجہ ولطم الخدود و شق الجیوب والابیض وہی الذی یوسوس للانبیاء علیہم السلام والاعور وهو صاحب الزانیۃ فی احلیل الرجل و یحزم المرأة وداسم وهو الذی اذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلم ولم ینکرا سم اللہ تعالیٰ دخل معہ و وسوس لہ فالتقی الشریینہ و بین اہلہ فان اکل ولم ینکرا سم اللہ اکل معہ فاذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلم ولم ینکرا سم اللہ و رأى شیتا یکرہہ وخاصم اہلہ فلیقل داسم داسم اعوذ باللہ منہ ومطویر وهو صاحب الاحبار یأتی بها فیلقیہا فی افواه الناس ولا یکون لہا اصل ولا حقیقۃ والاقص وامہم طرہبۃ ثم کلہم عبد لبنی آدم لقولہ تعالیٰ افتخذ ونہ وذریۃ اولیاء من دونی وہم لکم عداؤ۔

محمد بن حبیب اخباری متوفی ۳۵۰ھ کتاب مجر ص ۳۵۰ پر اسرار اولاد ابلیس بتاتے ہوئے لکھتے ہیں عن مجاہد قال ولد ابلیس خمسۃ قسم الشریینہم وہم الشر و زلفیون وداسم وقال الزیادی الشر وداسم و الاعور ومسوط فالشر صاحب المصیبات وزلفیون الذی ینزع بین الناس وداسم صاحب الوسواس و الاعور صاحب الزنا ومسوط صاحب الرایۃ یرکوزہا وسط السوق یغد و امع اول من یغد و فیطرح بین الناس الخ صومات والجہال انتی۔ قال النووی وغیرہ ابلیس کثیرۃ البصرۃ واختلف العلماء فی انہ هل هو من الملائکہ من طائفۃ یقال لہم الجن ام لا۔

قال ابن عباسؓ وابن مسعودؓ وابن المسیبؓ وقتادہؓ وابن جریرؓ والزجاجؓ وابن الانباریؓ کان ابلیس من الملائکہ من طائفۃ یقال لہم الجن وكان اسمہ بالعبرانیۃ عزازیل وبالعربیۃ الحارث وكان من خزائن الجنة

وكان رئيس ملائكة السماء الدنيا وسلطانها وسلطان الارض وكان من اشد الملائكة اجتهاداً واكثرهم علماً وكان يوسوس ما بين السماء والارض فرأى بذلك لنفسه شراً عظيماً فذلك الذي دعاه الى الكبر فقصى وكفر ولذلك قيل اذا كان خطيئته الانسان في كبر فلا ترجمه وان كانت خطيئته في معصية فارجم انتهى - بياض اوى اور متعدد مفسرين کے نزدیک یہ ملائکہ میں سے تھا۔ دیکھیے روح المعانی ج ۱ ص ۲۲۹ و اکام المرجان ص ۸۔

صحیح احادیث میں ہے کہ ابلیس کا تخت سمندر میں پانی پر ہے۔ ابلیس عموماً شرارتوں کے لیے دیگر چھوٹے بڑے شیاطین کو بھیجتا رہتا ہے اور اہم شرارتوں میں خود بھی شریک ہوتا ہے۔ چنانچہ جنگ بڑکی تیاری کے موقع پر خود ابلیس سراقہ بن مالک کی صورت میں شریک ہو کر میدان بدر تک مشرکین کے ساتھ رہا اور قریش کو کھتا تھا غالباً کہ انی جارکم۔ اسی طرح دارالندوہ میں قریش کی مجلس شوریٰ میں شیخ نجدی کی شکل میں آیا تھا۔

اگرچہ دنیا میں کفر و معاصی و جنگ و جدال سب شیطان کی پیروی کے نتائج ہیں تاہم تمام فرقے شیطان سے کراہت اور نفرت کھرتے ہیں اور نظائر کوئی بھی اسے اچھا نہیں سمجھتا۔ لیکن ہمارے اس زمانے میں یورپ و امریکہ میں ایک ایسا فرقہ بھی موجود ہے جس کے ممبران باقاعدہ شیطان کی عبادت و پرستش کھرتے ہیں۔ چنانچہ جریدہ المؤیدہ دسمبر ۱۹۷۱ء میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں جدید انکشاف کی وجہ سے لوگ درطہ حیرت میں پڑ گئے۔ مضمون کا حاصل یہ ہے کہ امریکہ کے شہر نیویارک وغیرہ میں ایک شیطانی و ابلیسی جماعت ہے جو باقاعدہ ابلیس کی عبادت و پرستش کرتی ہے۔

اس جماعت والوں نے ابلیس کا ایک شنیع و قبیح و مستکبرہ سرخ رنگ کا مجسمہ یعنی بُت بنا رکھا ہے جس کے دو بڑے بڑے خوفناک سینک ہیں اور قبیح و بد شکل غضب ناک سانپ کی طرح پیچ در پیچ دُم بھی ہے جس میں اشارہ ہے کہ شیطان اہل صلاح و خیر کا دشمن ہے اور اس کی بد شکلی و ہیبت میں اضافے کے طور پر اس کی طویل و قبیح سرخ رنگ کی زبان بھی بنائی ہے اور رات کی یا کھرے کی تاریکی میں اس بُت کا سرخ رنگ آگ کے شعلوں کا نمونہ ہوتا ہے اس طرح جو جو ظاہری شکل کی قباحت ان کی سمجھ میں آسکی اس کے مطابق انہوں نے یہ بت بنایا ہے۔ پھر اس بت کے سامنے اس خفیہ جماعت کے ارکان جن میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی جھکتے ہیں اور اس کی مدح و ثنا میں خاص قسم کے اذکار و کلمات کفریہ و شرکیہ شیطانیہ کہتے رہتے ہیں اور یہ کلمات ان کے زعم میں ابلیس کی عبادت و نماز ہے العبادۃ البائسہ۔

ان کلمات خبیثہ شیطانیہ سے وہ ابلیس کی تعریف کھرتے ہیں بایں اعتقاد کہ شیطان ہی ہر صلاح و خیر کا منبع ہے اور اللہ تعالیٰ رب العالمین کی اور ان ادیان کی مذمت کھرتے ہیں جو شیطان کو قبیح و رجم

کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

اولاً یہ جماعت فرانس میں تشکیل کی گئی تھی پھر وہاں سے امریکہ میں بھی خفیہ طور پر پہنچ گئی۔ اول اول یہ جبار اپنی بعض اولاد کو ابلیس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کے بت کے سامنے آگ میں نہد جلاتے تھے۔ بعدہ وہ زندہ بکروں کے جلانے پر اکتفا کرنے لگے پھر اس حیوان کے جلنے سے جو کچھ یہ بوسیدہ ہوتی ہے اسے یہ لوگ عبادت کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہ سارا کام وہ حکومت اور عوام کے ڈر سے پوشیدہ طور پر کرتے ہیں۔

ایک مصور نے ان کا یہ راز فاش کر دیا جس کا نام ولیم وائیڈی ہے۔ ان لوگوں نے مصو ولیم وائیڈی کو ان کی حالت عبادت میں تصاویر کھینچنے کے لیے بلایا تھا اور اسے مغلف قسمیں دلائی تھیں اس بات کو پوشیدہ رکھنے کے لیے۔ مگر آخر کار مصور نے ان کا راز فاش کر ہی دیا۔ ولیم وائیڈی کہتا ہے کہ میں نے طویل وقت ان کے ساتھ گزارا اور ان کی عبادت و شیطانی نماز کو دیکھا۔ اس نماز میں وہ شیطان کی محبت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے اسے روح الحق و خلاصۃ الصلاح و انجیر کہتے تھے۔ ان کلمات کا خلاصہ یہ ہے۔ اے ابلیس تو نور ابدی ہو اور تیری خدمت میں ہم لگے رہیں گے اور ہم تجھے خوش کرنے کے لیے ہر قسم کے مکرو فریب، کذب و ریاء و خرافات اور شرارتوں میں کوششوں سے دریغ نہیں کریں گے اے ابلیس! ہم تیرے سامنے خشوع و خضوع کرتے ہیں تو ہماری یہ نماز و خشوع قبول کر اور تو ہمیں بوقت موت شجاع و دلیر پائے گا اور ہم تیرے ساتھ ابدی آگ میں کودنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔

ولیم وائیڈی نے ان کی عبادت کے جو خاص کلمات ذکر کیے ہیں وہ ان کے الفاظ میں سنئے۔
قال المصو ولیم وائیڈی بعیت فی ضیافتہم وقتاً طویلاً و سمعت صلاتہم الشیطانیۃ مراراً و نقلتہا
ہی ہذہ الکلمات "لک یا نوبۃ الوجود اکرس نفسی باحترام و محبتہ و ایمان انت خلاصۃ الصلاح
ولہذا اعدک بائی ساگون عدو الاله الشرانت روح الحق ولہذا اعدک بکرہ الکذب والریاء و
الخرافات۔

انت یا ابلیس النور الابدی ولہذا سوف اكون کاسرہا للظلام و ابدل فی خدمتک نفسی و
نفسی انالک یا ابلیس! جسماً و روحاً فافعل بی کل ما یؤول الی تمجید اسمک اقبل صلاحی و
تذلی و اثر طریق بیہا نلک الساطع و عند ما یدنوی عی الاخیر تجحد فی شجاعاً ہادئاً عند استقبال النور
و علی تمام الاستعداد لانقال الی امجادک فی النیران الابدیۃ آمین۔

قال المصو المذکور ہذہ ہی الصلاۃ و علی الذین یدخلون فی ہذا الدین الشیطانی ان یعیدھا
کلمۃ فکلمۃ عند ما یلقیہا علیہم الکاهن الکبر الملقب بطران جہنم و یضع الرجل الذی یدخل

فی هذا الامر الشیطان فی لهذا المنصب برقعاً سمیاً اسود اللون علی وجهه ویقام الی امام الکاهن بن قار وانکسار قلب۔ ففی اللیلة التي اجتمعت فیها جئجئ ابلیس کانت طالبة الدخول فی دینهم امرأة فذهلت لرؤیتها فلما حیئ هذه المؤمنة للخدمة الی دائرة جوق جهنم وهم صنعوا هناك دائرة اسمها جوق جهنم امرت تلك المرأة بالركوع فامتثلت ورفعت یدیهما للصلاة ففعلت واذ ذاك تلا مطران جهنم کلاماً کفراً یأقشعر لسماعه بالجسم کانت تلك المرأة المغرورة تعیده بصوت جهنمی و بکل خشوع وبعد الفراغ منه أعلن ایمانها وقبولها بنیلاً لابلیس اللعین۔

قال ذلک المصنوع ولیام واندی وبعد ان سُریت کل هذه الغرائب والمدحشات سألت احدًا من اجناد ابلیس قائلاً ما معنی کل هذا وما الباعث علی عبادتکم ابلیس وترجیئها علی عبادة الله رب العالمین فاجاب وقال الباعث علی ذلک اننا نعبد ابلیس لاعتقادنا اللذة والجمال فی عبادته ممکلاً بنجدة فی عبادة الله فالله الذی نقرأ عن شرائعه المملوءة بالوعید والخوف من عذاب الآخرة وترك کل ما یلذ للنفس فی العالم من اجله لا یجتذب قلوبنا الی الله بل یبعد هاعنه فالله تعالی ینکر علینا حرمة القول والعمل بما یخالف شریعتہ و یحرم کل ما تمیل الیه الشهوات من ملاح الدنيا اما الشیطان فعلى عکس ذلک فهو یبیح لنا التصرف کما نحب ونشئ فایتیما الافضل للشیطان أمر الله۔

هذا خلاصة ما ذکره المصنوع ولیام واندی حسب ما نشره جريدة المؤید۔ اعاذنا الله من إغواء الشیطان، وهذا نصراً طامستقیماً۔ هذا والله اعلم وعلیه احکم۔

الخضر علیہ السلام اذ کالذی مر علی قریة وهی خاویة علی عرشها کی شرح میں مذکور ہیں خضر علیہ السلام کا نام نکلیا بن ملک بن ہے۔ ابن قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں قال وهب بن منبه اسم للخضر نکلیا بن ملک بن فالغ بن عابرون شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام قال وكان ابوه من الملوك اة۔

خضر ان کا لقب ہے۔ و ترجمہ نقیب میں اختلاف ہے قال اکثر من رآه جلس علی فرجة بیضاء فصارت خضراء والفرجة وجه الارض اولاً کان اذ اصلی اخضر ما حاله وفی صحیح البخاری عن ابی هريرة مر فیما سمی الخضر لانه جلس علی فرجة فاذا هی تھتر من خلفه خضراء آپ کی کنیت ابو العباس ہے۔ قرآن مجید میں موسی علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کے پاس علم باطن حاصل کرنے کے لیے جانا اور پھر کشتی توڑنا۔ لڑکے کو قتل کرنا اور دیوار درست کرنا وغیرہ تفصیلی قصہ مذکور ہے۔ خضر علیہ السلام کے بارے میں متعدد اختلافات ہیں۔

اختلافِ اول۔ آپ کے نسب میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) آپ آدم علیہ السلام کے صلیبی و بلاواسطہ بیٹے ہیں۔ فهو ابن آدم علیہ السلام ولد من بطن حواء بغیر واسطۃ ثم اء الدار قطنی بسند ضعیف (۲) هو ابن قابیل بن آدم واسمہ خضر بن وقیل اسمہ عامر ذکرہ ابو الخطاب وابو حاتم (۳) اند من سبط ہارون اخي موسى علیہما السلام (۴) اند ابن بنت فرعون حکاکہ محمد بن ایوب (۵) اند الیسع حکى ذلك عن مقاتل (۶) انه من ولد فارس (۷) اند من ولد بعض من امن بآبراهيم عليه السلام (۸) قيل كان ابوه فارسياً وأمه سريمية۔

اختلافِ دوم۔ آپ کی نبوت مختلف فیہ ہے۔ عند البعض نبی نہیں ہیں اور عند اکثر نبی ہیں لما فی القرآن وما فعلتہ عن امری وهذا ظاہر فی اند فعلہ بامر اللہ والقول بالا لہام بعید اذ لا یجوز القتل بالا لہام وايضاً فكيف يكون النبي تابعا لغير النبي في قصة موسى عليه السلام۔ شیخ قشیریؒ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں لم یکن الخضر نبیاً انما کان ولياً وبذلك قال كثير من الصوفية وقال الماورى انما انما من الملائكة۔

اختلافِ سوم۔ خضر علیہ السلام کی حیات میں اختلاف ہے۔ آپ تمام اولادِ آدم میں طویل عمر والے ہیں اکثر عمار کے نزدیک آپ اب بھی زندہ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ صوفیہ کے نزدیک آپ زندہ ہیں۔ وعن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الخضر عليه السلام في البحر واليسع في البر يجمعهان كل ليلة عند الزم الذي بناه ذوالقرنين ويحجان ويعمران كل عام وروى ابن شاهين بسند ضعيف الى خفيف قال اربعة من الانبياء احياء اثنان في السمك عيسى ادريس واثنان في الارض الخضر والياس كذا في القصابة۔

وقال النوري في التهذيب لم يمت قال الاكثرون من العلماء هو حي موحى موحى بين اظهرنا ذلك متفق عليه عند الصوفية واهل الصلاح والمعرفة وكما ياتهم في رؤيتهم والاجتماع به والاخذ عنه وسؤاله وجوابه ووجوه في المواضع الشريفة ومواطن الخير اكثر من ان تحصى قال ابن الصلاح هو حي عند جماهير العلماء والصالحين والعامة معهم في ذلك وانما شذ بانكاره بعض المحدثين وفي آخر صحيح مسلم في احاديث الدجال انه يقتل رجلاً ثم يحيي قال ابراهيم بن سفيان صاحب مسلم يقال ان ذلك الرجل هو الخضر وكذا قال معمر في مسنده۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں واستدل البخاری بالحدیث ان علی رأس مائة سنة لا يبقى على وجه الارض ممن هو عليها احد اخرجہ البخاری فی صحیحہ قال ابو حیان فی تفسیرہ للہو علی اند مات وقال ابن ابی الفضل للرسی لو كان حیاً لزمہ المجئی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

والایمان بہ واتباعہ وقد قال علیہ السلام لو کان موسیٰ حیًا ما وسعہ الا اتباعی۔ ابن الجوزیؒ بھی ان کی موت کے قائل ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مرفوعہ میں خضر علیہ السلام کی ملاقات مروی ہے وثری ابو حاتم فی التفسیر باسنادہ عن علی رضی اللہ عنہ قال لما توفی النبی علیہ السلام وجارت التعزیتہ فجاءہم ان یتسمعون حتہ ولا یروہ شخصہ فقال السلام علیکم اهل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کل نفس ذائقۃ الموت واما توفون اجور کہ یوم القیامۃ ان فی اللہ عزاء من کل مصیبۃ و خلفا من کل ہالک ودرکاً من کل ما فات فباللہ فتقولوا یا ایہ فارحنا فان المصاب من حرم الثواب قال جعفر اخبرنی ابی ان علی بن ابی طالب قال تدرون من ہذا؟ ہذا الخضر و ذکر ابن حجر باسنادہ عن سراج بن عبیدۃ قال رأیت سراجاً یماشی عمر بن عبد العزیز معتملاً علی یدہ فقلت فی نفسی ان ہذا الرجل یحایف فلما صلی قلت یا ابا حفص من الرجل الذی کان معک معتملاً علی یدک أنفاً قال وقد آیتہ یا سراج قلت نعم قال انی لارک رجلاً یحاذک اخی الخضر یشر فی انی سألنی فاعدل قال ابن حجر ہذا اصلہ اسناد وفتت علیہ فی ہذا الباب۔ الاصابۃ ج ۲ ص ۴۵۔

اس قصہ سے واضح ہوا کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی حیات کے قائل تھے اور ان سے ملاقات فرماتے تھے۔ قال ابن حجر و ذکر لی الحافظ ابو الفضل العراقی شیخنا ان الشیخ عبد اللہ بن اسعد الیافعی کان یعتقد ان الخضر حی قال ف ذکر لہ ما نقل عن البخاری و الطبری وغیرہا من انکار ذلک فغضب وقال من قال انہ مات غضبت علیہ قال نقلنا رجلاً عن اعتقاد موتہ ۸۰۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ حیات خضر کے قائل ہیں کسی نے اس سلسلے میں آپ سے سوال کیا تو جواباً فرمایا۔ کما فی الحاوی، ج ۱ ص ۱۳۹

لننا خلفاً شاع فی خضر و ہل	أودی قد یماد حیی ببقا
ولکل قول حجت مشہورۃ	تسمو علی الجوزاء فی العلیاء
والمرضی قول الحیاۃ فکملہ	حجج تجل الدھر عن احصاء
خضر و الیاس باسراض مثل ما	علی وادریس بقوا بسما
ہذا جواب ابن السیوطی الذی	یرجی من الرحمن خیر جزاء

حافظ ابن تیمیہ وفات خضر کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو لازماً ہمارے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی معیت میں کفار سے جہاد کرتے۔ بعض

علمائے خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے جواب میں یہ آیت پڑھی دما
جعلنا البشر من قبلک المخلد۔ هذا والله اعلم وبغیبه احکم۔

مریم علیہا السلام۔ قرآن مجید میں اور تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ مریم عیسیٰ علیہ الصلاۃ
والسلام کی والدہ ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا نام مذکور ہے۔ آپ کا نسب یہ ہے مریم بنت عمران بن
ماتان بن العازر بن ایلیٰ بن صاڈق بن عازر یون بن ایلیا بن ایسود بن زہر بابل بن شلتا شیل
بن یوحنا بن یاشیا بن سراجیم بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام۔ کذا ذکر ابن حبیب و کتابہ المحتر
ضہ ۳۹۱۔ ابن جریر طبری نے اپنی کتاب تاریخ ج ۲ ص ۱۳ پر مریم بنت عمران کا جو سلسلہ نسب ذکر کیا ہے وہ مذکور
صدر سلسلہ سے مختلف ہے۔

بقول بعض علماء ارض بابل پر غلیہ سکندر کے ۳۰۳ سال بعد عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پیدا ہوئے
یحییٰ علیہ السلام چھ ماہ قبل پیدا ہوئے تھے و ذکر ان مریم حملت بعیسیٰ ولہا ثلاث عشرة سنة و
ان عیسیٰ علیہ السلام عاش الی ان رفع اثنتین و ثلاثین سنة وایاماً و ان مریم بقیث بعد رفعہ
ست سنین و کان جمیع عمرہانیفاً و خمین سنة و ان یحییٰ علیہ السلام قتل قبل ان یرفع عیسیٰ
علیہ السلام و مات عمران بن ماتان و ام مریم حامل بمریم فلما ولدت مریم کفلہا زکریا و اسم ام مریم
حتہ بنت فاقو بن قبیل و اسم اخت حتہ ام یحییٰ الاشباع ابنۃ فاقو۔ کذا فی تاریخ الطبری
ج ۱ ص ۱۳۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۵۵ لا خلاف فی ان مریم من سلالۃ داؤد علیہ السلام و کان
ابوہا عمران صاحب صلاۃ بنی اسرائیل فی زمانہ و کان زکریا علیہ السلام نبی ذلک الزمان زوج
اخت مریم اشباع فی قول للہو و قیل زوج خالتہا اشباع۔ ۵۱۔

مریم علیہا السلام کی ولادت کا قصہ عجیب ہے۔ احادیث میں ہے کہ آپ کو اور آپ کے فرزند
عیسیٰ علیہ السلام کو بوقت ولادت اللہ تعالیٰ نے مس شیطان سے محفوظ رکھا۔ کتب تاریخ و تفسیر میں
ہے آیت والی اعینہ ہالہم کے تحت و قول امہا کما فی التنزیل والی اعینہ ہالک و ذمیتہا من الشیطان
الرحیم قد استجیب لہا فی هذا کما تقبل نذرہا فری ابوہریرۃ مرفوعاً ما من مولود الا والشیطان
یمسہ حین یولد فیستہل صاڑاً من مس الشیطان ایاتہ الا مریم وابنہا ثم یقول ابوہریرۃ و اقراوا
ان شکتہم والی اعینہ ہالک و ذمیتہا من الشیطان الرحیم! خرجه احمد و اخرجه احمد عن ابی ہریرۃ
مرفوعاً کل انسان تلدہ امہ یلکزہ الشیطان فی حضینہ الا ما کان من مریم وابنہا الم تر الی الصبی
حین یسقط کیف یصرخ قالوا بلی یا رسول اللہ قال ذلک حین یلکزہ الشیطان بحضینہ۔

مریم علیہا السلام کی نبوت میں اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ نبیہ تھیں۔ لیکن جہنم کے نزدیک نبوت خاصہ رجال ہے۔ کسی عورت کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا منصب نہیں دیا وہ اولیاء اللہ اصحاب کرامات میں سے تھیں۔ قال اللہ تعالیٰ اذ قالت للملائکۃ یریم ان اللہ اصطفاک وطہرک واصطفاک علی نساء العالمین۔ وہ صدیقہ تھیں۔ صدیقیت نبوت کے بعد بلند تر مقام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامتہ صدیقۃ۔ واخرج البخاری ومسلم واحمد عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً خیرنا نساھا خدیجۃ بنت خویلد۔ واخرج احمد عن انس مرفوعاً حسبت من نساء العالمین باربع مریم بنت عمران وأسیۃ امرأة فرعون وخدیجۃ بنت خویلد فاطمۃ بنت محمد واخرج احمد عن ابی سعید مرفوعاً فاطمۃ سیدۃ نساء اهل الجنة الا ما کان من مریم بنت عمران واخرج ابن مردودہ عن معاویۃ بن قرة عن ابیہ مرفوعاً کل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الا ثلاث مریم بنت عمران وأسیۃ امرأة فرعون وخدیجۃ بنت خویلد وفضل عائشۃ علی النساء کفضل الفضل للثیث علی سائر الطعام۔

وروی ابن عساکر عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی خدیجۃ وهی فی مرض الموت فقال یا خدیجۃ اذ القیت ضرائک فاقربین منی السلام قالت یا رسول اللہ وهل تزوجت قبلی قال لا وکنت اللہ زوجتی مریم بنت عمران وأسیۃ بنت مزاحم وکلتم اخت موسیٰ هذا واللہ اعلم۔

الملائکۃ علیہم السلام۔ فی الحدیث خلق اللہ الملائکۃ من نور یسبحون اللیل والنهار لا یفترون۔

اس موضوع پر میرا ایک مفید رسالہ ہے جس کا نام ہے اعلام الکرام باحوال الملائکۃ العظام۔ یہ اس کا محصل ہے جو ہدیہ ناظرین ہے۔ یہ رسالہ دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل ملائکہ علیہم السلام کی حقیقت و کثرت کے بیان میں ہے۔ دوسری میں چار کبار ملائکہ جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہم السلام کے احوال کا مختصر بیان ہے۔

ملائکہ جمع ملائک ہے۔ اصل میں ملائک بتقدیم ہمزہ علی اللام تھامن الا کوکۃ وہی الراسۃ۔ پھر قلب مکانی واقع ہوئی اور حرکت ہمزہ ماقبل کو فے بحر ہمزہ کو حذف کر دیا تو ملک ہوا۔ فرشتے اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے مابین واسطہ ہیں۔ فرشتوں کے ذریعہ انبیاء کے پاس وحی آتی ہے ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن میں ہے کل امن باللہ وملائکۃ وکتابہ ورسولہ۔ جس طرح عالم اسفل کا شرف انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے ہے اسی طرح عالم علوی کا شرف فرشتوں کی وجہ سے ہے۔

ملائکہ کی حقیقت کیا ہے؟ اس میں متعدد مذاہب ہیں۔

مذہب اول۔ اکثر علماء اسلام کے نزدیک وہ اجسام لطیفہ ہوائیہ ہیں جو مختلف اشکال برنے پر قادر ہیں۔ فی اجسام لطیفہ ہوائیہ تقدیر علی التشکل بأشکال مختلفہ مسکنہا السموات وهو قول اکثر المسلمين۔ کذا فی تفسیر النیسابوری ج ۱ ص ۲۱۲۔ قال الرضائی لیس هذا قول اکثر المسلمين بل اکثرهم علی انها اجسام نورانیة۔

مذہب ثانی۔ قال الشہاب الخفاجی فی شرح انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۱۹۔ مذهب الملیتین انهم اجسام لطیفہ نورانیة قابلة للتشکل لان الانبیاء علیہم السلام کانوا یرونہم فی صور مختلفہ۔ اہ۔ وقال البیضاوی اختلف الناس فی حقیقتہم بعد اتفاقہم علی انها ذوات موحدة قائمة بانفسہا فذهب اکثر المسلمين الی انها اجسام لطیفہ قادرة علی التشکل بأشکال مختلفہ مستدلین بان الرسل کانوا یرونہم كذلك اہ۔ وقال العلامة الألوسی فی تفسیر ج ۱ ص ۲۱۱۔ ذهب اکثر المسلمين الی انها اجسام نورانیة وقیل ہوائیة قادرة علی التشکل والظہر بأشکال مختلفہ بأذن اللہ تعالیٰ۔

دیوید کوہم اجساما نورانیة لا ہوائیة ما ثبت فی صحیح مسلم وغیرہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خلق اللہ الملائکۃ من نور وخلق الجن من مارح من نار خلق آدم مما وصفکم۔ اخرج کثیر من ائمۃ الحدیث واخرجہ مسلم فی الزہد الرقاق ولفظ بصیغۃ المجهول خلقت الملائکۃ من نور لا۔

مذہب ثالث۔ بعض مشرکین کا عقیدہ ہے کہ فرشتے یہی ستارے ہیں جو رات کو چمکتے نظر آتے ہیں۔ یہی کوکب سعادت و نحوست تقسیم کرنے والے ہیں۔ سعادت والے رحمت کے فرشتے ہیں اور نحوست والے عذاب کے ہیں۔ کذا فی النیسابوری۔

مذہب رابع۔ مجوس و بعض ثنویہ ظلمت و نور کو خالق سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں نور سے فرشتے اور ظلمت سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں۔ قال النیسابوری ومنہم معظم المجوس والثنویۃ القائلون بالنور والظلمۃ وانہما عندهم جوہران حسان مختاران قادران متضاد النفس والصورة مختلفا الفعل والتدبیر فجوہر النور فاضل خیر نقی طیب الریح کرم النفس یسر ولا یضر ولا ینفع ولا یمنع ویحیی ولا یمیل وجوہر الظلمۃ ضد ذلك فالنور یولد الاولیاء وهم الملائکۃ لا علی سبیل التناکم بل کقولہ للحکمۃ من الحکیم والضی من المضی وجوہر الظلمۃ یولد الأعداء وهم الشیاطین کتولد السفہ من السفہ۔ انتہی۔

مذہب خامس۔ بعض کہتے ہیں کہ ملائکہ جو اہم غیر متجزہ ہیں۔ یعنی وہ محل و مکان کے محتاج نہیں۔ پھر

ان قائلین میں کئی گروہ ہیں۔ ایک طائفہ یعنی نصاریٰ کہتے ہیں انہا ہی الانفس الناطقة المفارقة لابداہا فان كانت صافية خيرة ففي الملائكة وان كانت خبيثة كثيفة فالشياطين۔ تو نصاریٰ کے نزدیک موت کے بعد روح خارج من البدن فرشتے کہلاتی ہیں وکود علیہم قوله تعالیٰ واذ قال ربک للملائكة انی جاعل فی الارض خلیفة۔ لانی قبل خلق البشر۔

مذہب سادس۔ قائلین بكونہا جوہر غیر متخیرہ میں ایک طائفہ یعنی فلاسفہ کہتے ہیں انہا جوہر مجردة مخالفة للنفوس الناطقة فی الحقيقة وصرح بعض الفلاسفة بانہا العقول العشرة والنفوس الفلکیة التي تحرك الاقلام۔ قال النیسابوری وقال آخرون وهم الفلاسفة انہا مخالفة لنوع النفوس الناطقة البشرية وانہا اکمل قوة واکثر علما ونسبتہا الی النفوس البشرية كنسبة الشمس الی الاصول فمنہا نفوس ناطقة فلکیة ومنہا عقول مجردة ومنہم من اثبت انواعاً اخر من الملائكة وهي الارضیة المدبرة لاحوال العالم السفلی خیرہا الملائكة وشریرہا الشیاطین وقد استدلل علیہا اصحاب المجاہدۃ من جهة المکاشفة واصحاب الحاجات والضرورات من جهة مشاہدۃ الآثار العجیبۃ والہدایۃ الی المعالجات النادرة الغریبۃ وتركيب المعجونات واستخراج صنعة التزیات کما یحکى انه کان بحالینوس وجع فی البکد فرأی فی المنام کأن امرأ یأمرہ أن یفصد الشریان الذی علی ظهر کفہ الیمنی بین السبابة والاکھام ففعل فعوفی وما یدل علی ذلك حال الرؤیا الصادقة۔ ۵۔

سراجہ دائرۃ المعارف لمحمد فرید وجدی ج ۱ ص ۴۶۔
بہر حال فلاسفہ مشائیین کہتے ہیں کہ عقول عشرہ ملائکہ ہیں اور عقل فعال جو ماتحت فلک قمر میں متصرف ہے جبریل علیہ السلام میں عقل فعال کا جبریل علیہ السلام ہونا اور عقول عشرہ کا ملائکہ ہونا علماء اسلام کے نزدیک باطل ہے۔
اولاً اس لیے کہ ملائکہ عند المسالین مخلوق و حادث ہیں اور عقول عشرہ کو فلاسفہ قدیم و غیر ملوک مانتے ہیں۔

ثانیاً یہ کہ ملائکہ مأمورین اللہ ہیں وہ کوئی کام اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر نہیں کرتے لایعصون اللہ ما امرهم ویفعلون مایؤمرہن۔ اور فلاسفہ کے نزدیک عقول عشرہ مأمورین ہیں بلکہ مختار ہیں اور متصرف فی جمیع العالم ہیں۔

ثالثاً عقول عشرہ فلاسفہ کے نزدیک عالم الغیب ہیں یعنی کل علوم نظریہ انھیں حاصل ہوتے ہیں۔ وہ ان کے نزدیک اصحاب حقہ قدسیہ ہیں اور فرشتے مسلمانوں کے نزدیک علم الغیب نہیں جانتے کل علوم نظریہ برہمی ہو کر انھیں حاصل نہیں ہیں۔

راستاً فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقول عشرہ خزانہ و محافظ ہیں ہمارے علوم کلیہ و مدرکات عقل کے لیے جس طرح خیال خزانہ ہے امور جزئیہ مادیہ کا یعنی مدرکات حس مشترک کا اور حافظہ خزانہ ہے امور جزئیہ معنویہ کے لیے یعنی مدرکات واکم کے لیے۔ لیکن اہل اسلام اس قسم کی خرافات کے قائل نہیں ہیں وہ فرشتوں کو ہمارے علوم کے خزانے و محافظ نہیں مانتے۔

خامساً۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقول عشرہ کل دنیا کے لیے خالق و متصرف ہیں۔ یہی عقول عشرہ آسمان کے موجد ہیں۔ یہی خوشیاں اور غم دیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ اور قبضہ میں شکار امر اض و قضاء حاجات ہے اور یہی عقول ہی اصل مشکلات و قاضی الحاجات و دافع البلیات و رافع الدرجات ہیں اور یہی عقول ہی مراد ہیں اس آیت میں تَعِزُّنَّ تَشَاءُ وَتُذِلُّنَّ تَشَاءُ لِمَنْ لَخَبِيرٌ۔ لیکن اہل اسلام ملائکہ کے بارے میں ایسے مشرکانہ عقیدے نہیں رکھ سکتے۔

سادساً۔ بعض فلاسفہ عقول کو خالق نہیں کہتے۔ وہ کہتے ہیں کہ خالق عالم و معطی و واهب اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور عقول و سائط ہیں اور اللہ تعالیٰ کے افعال ان پر موقوف ہیں اور وہ مکمل ہیں اللہ تعالیٰ کے تصرف و افعال کے لیے۔ لیکن یہ عقیدہ بھی اہل اسلام کے عقائد کے پیش نظر باطل ہے اللہ تعالیٰ تخلیق میں اعطاء و اعزاز وغیرہ افعال میں کسی واسطہ کا محتاج نہیں۔ عطاؤہ کن و فعلہ کن۔

سابعاً۔ جبریل علیہ السلام کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں فلاسفہ کہتے ہیں کہ ان کے عقل فعال مراد ہے۔ مثل قوله تعالیٰ انه لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین و ما صاحبکم بمجنون و لقد رآہ بالافق المبین و ما هو علی الغیب بضنین و ما هو بقول شیطان سرجیم۔ قال ابن تیمیۃ رحمہ اللہ فی کتاب الرد علی المنطقیین ۲۷۰ زعم بعض الفلاسفۃ ان هذا هو العقل الفعال لا یداد اسم الفیض فیقال فی ردہ قد قال لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم و العقل الفعال لو قدر وجودہ فلا تاثیر لہ فیما ثم و انما تاثیرہ عند کم فیما تحت فلت القمر فکیف ولا حقیقۃ لہ ۱۰۸۔

و بالجملہ فلاسفہ جن جو امرہ مجرہ و نفوس مجرہ و عقول کو فرشتے کہتے ہیں اصول اسلام کی رو سے ان کا مذہب باطل ہے بلکہ کفر ہے۔ قال الشیخ الہمام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ فی کتاب الرد علی اہل المنطق ۲۷۰ و ملائکہ اللہ الذین یدبرہم امر السماء والارض و ہم المدبرات امر و المقسمات امر اللہ تعالیٰ تھا بھا فی کتابہ لیست ہی الکواکب عند احد من سلف الامۃ ولیست الملائکہ ہی العقول و النفوس التي شئتھا الفلاسفۃ المشاؤون اتباع اسطو نخو ہم و بین خطا من یظن ذلک و یجمع بین ما قالوہ و بین ما جاءت بہ الرسل و یقول ان قوله علیہ السلام اول ما خلق اللہ العقل۔ هو حجتہ لہم علی العقل الاول و یسمونہ القلم لیجعلوا ذلک مطابقاً لقوله اول ما خلق اللہ القلم و ذکرنا فی غیر هذا الموضع ان حدیث العقل

ضعیف باتفاق اہل المعرفة بالحديث بل هو موضوع -

ومع هذا فلفظه اَوَّل ما خلق الله العقل قال له اَقْبِلْ فَاَقْبَلَ فقال له اَدْبُرْ فَاَدْبَرَ فقال وعزَّيْ ما خلقت خلقاً اكرم على منك فيك اخذ وبك اعطى وبك الثواب وبك العقاب . فان كان الحديث صحيحاً فهو حجة عليهم لان معناه انه خاطب العقل في اول اوقات خلقه بهذا الخطاب وفيه انه لم يخلق خلقاً اكرم عليه منه فهذا يدل على انه خلق قبله غيره وايضاً فالعقل في لغة الرسول واصحابه وامتد عرض من الاعراض يكون مصداً عقل يعقل عقلاً كما في قوله لعلمهم يعقلون . ولعلمكم تعقلون . لهم قلوب لا يعقلون بها ونحو ذلك تدبير ادب الغريزة التي في الانسان . والعقل في لغة الفلاسفة جوهر مجرد قائم بنفسه فاين هذا من ذلك ؟ ولهذا قال في الحديث فيك اخذ وبك اعطى وبك الثواب وبك العقاب وهذا يقال في عقل بنى آدم وهم يزعمون ان اول ما صد عن الله جوهر قائم بنفسه وان رب جميع العالم وان العقل العاشر هو رب كل ما تحت فلك القمر منه تنزلت الكتب على الانبياء انتهى بتصرف -

ملائکہ علیہم السلام کے بارے میں فلاسفہ کا مذہب کسی طرح اصول اسلام پر منطبق نہیں ہو سکتا اور جن فلاسفہ اسلام نے تطبیق فلسفہ و اسلام کی کوشش کی ہے وہ سب لا حاصل ہے ۔
مذہب سابع بعض مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ملائکہ علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں قال اللہ تعالیٰ وجعلوا الملائکۃ الذین ہم عباد الرحمن اناثا . (الزخرف) -

مذہب ثامن - بعض صائبین روحانیات کو قابل منفعول مانتے ہیں ۔ اسی وجہ سے وہ ملائکہ کو جو کہ روحانیات میں سے ہیں اناث کہتے ہیں ۔ البتہ یہ فرقہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں مانتا ۔ قال فی الملل والنحل ج ۲ ص ۱۵۷ ومن العجب ان عند الصابئة اکثر الروحانیات قابلة منفعلة وانما الفاعل الكامل واحد وعن هذا صار بعضهم الى ان الملائکۃ اناث وقد اخبر التنزیل عنهم بذلك وجعلوا الملائکۃ الذین ہم عباد الرحمن اناثا ۔

مذہب ناسخ - اہل ہند میں متعدد فرقے ہیں ۔ ان میں سے دو فرقے کو اکب پرست ہیں ۔ یہ فرقے سب ستاروں کو تو ملائکہ نہیں کہتے البتہ تیرین کو وہ ملائکہ میں سے مانتے ہیں ۔ ان میں سے ایک فرقہ آفتاب کو ایک عظیم واجب التعظیم مقرب الی اللہ تعالیٰ فرشتہ کہتا ہے ۔ اس فرقہ والے سوج کی عبادت کرتے ہیں ۔

قال الشهرستاني في كتابه الملل ج ۲ ص ۲۵۷ ولم ينقل للهند مذہب في عبادة الكواكب الا فرقتان توجهتا الى النيران الشمس والقمر فعبدة الشمس زعموا ان الشمس ملك من الملائكة ولها نفس وعقل

ومنہا ان الکواکب وضياء العالم وتكون الموجدات السفلیة وهي ملك الفلك فتستحق التعظیم الجود والتبخیر والدعاء۔ دوسرے فرقہ والے چاند کو بھی فرشتہ سمجھتے ہیں۔ دعوای ان القمر ملک من الملائکۃ يستحق التعظیم والعبادة والیہ تدبیر هذا العالم السفلی والامور الخزیئۃ فیہ وبزیادة القمر ونقصانہ تعرف الازمان والساعات وهي تلو الشمس وقرینہا ومنها نورة۔ اے ہذا واللہ اعلم۔
تم الفصل الاول ویکلیہ الفصل الثانی فی احوال جبریل وغیرہ۔

جبریل علیہ السلام۔ قرآن مجید میں متکرر الذکر ہیں۔ جبریل علیہ السلام امین وحی الی الرسل علیہم السلام ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور جملہ انبیاء علیہم السلام کے مابین سفیر ہیں۔ انزال عذاب و تباہی و زلازل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل مومل ہیں۔ جبریل کا معنی ہے لغت سریانی میں عبد اللہ۔ جبر کا معنی لغت سریانی میں عبد ہے اور ایل اللہ تعالیٰ کے اسم میں سے ہے وری عبد بن حمید فی تفسیرہ عن عکرمۃ ان اسم جبریل عبد اللہ واسم میکائیل عبید اللہ۔ کذا فی العدة جرمک۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ جبریل کا معنی عبد الرحمن یا عبد العزیز ہے۔ وکذا روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اور بعض محققین کے نزدیک یہ ترکیب اضافت مقلوبہ ہے لہذا جبر اللہ تعالیٰ کے اسم میں سے ہے اور ایل کا معنی ہے عبد۔ قال العلامة السہلی فی الرض جرمک واسم جبریل سریانی ومعناه عبد الرحمن او عبد العزیز هكذا جاء عن ابن عباس موقفاً ومرفوعاً ایضاً والوقف اصح واكثر الناس علی ان اضر الاسم هو اسم اللہ وهو ایل وكان شیخنا رحمۃ اللہ یدہب مذہب طائفة من اهل العلم فی ان هذه الاسماء اضافتها مقلوبۃ وكذلك الاضافة فی كلام الجهم یقولون فی غلام زید غلام فعلی هذا یكون ایل عبارة عن العبد ویكون اول الاسم عبارة عن اسم من اسم اللہ تعالیٰ الا تری کیف قال فی حدیث ابن عباس جبریل ومیکائیل كما تقول عبد اللہ وعبد الرحمن الا تری ان لفظ عبد یتكرر بلفظ واحد والاسماء الفاظها مختلفة۔ اے۔

وقال فی العدة وذہبت طائفة الی ان الاضافة فی هذه الاسماء مقلوبۃ فایل هو العبد واولہ اسم من اسم اللہ تعالیٰ والجہر عند الجهم هو اصلاح مافسد وهي توافق معناه من جهة العربیۃ فان فی الوحی اصلاح مافسد وجبر ما وری من الدین ولم یکن هذا الاسم معروفاً بمکۃ ولا بارض العرب ولذا انہ علیہ السلام لما ذکرۃ لحدیجۃ رضی اللہ عنہا انطلقت لتسأل من عندہ علم من الکتاب کعلاس ونسطور الراهب فقال قدوس قدوس ومن ابن هذا الاسم بهذه البلاد ورايت فی اثناء مطالعتی فی الكتب ان اسم جبریل علیہ الصلاۃ والسلام عبد الجلیل وکنیتہ ابو الفتوح واسم میکائیل عبد الرزاق وکنیتہ ابو الغنائم واسم اسرافیل عبد الخالق وکنیتہ ابو المناقر واسم عزرائیل

عبد الجبار کینتہ ابویحیی۔

جبریل علیہ السلام کو الروح الامین۔ والروح وروح القدس والناموس الکبروطاوس الملائکۃ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے تنزل الملائکۃ والروح۔ اس آیت میں روح کا عطف ملائکہ پر اور مستقل ذکر جبریل کے بلند مرتبہ کی طرف اشارہ کے لیے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جبریل علیہ السلام افضل ملائکہ میں۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ ان جبریل علیہ السلام من افضل الملائکۃ لہ ست اجنحة فی کل واحدة مائۃ جناح وله دراء ذلک جناحان لا ینشرهما الا عند هلاک القری۔

بعض مؤرخین کا قول ہے کہ جبریل علیہ السلام جنگ بدر میں جس گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے تھے اس کا نام حیزوم تھا۔ لیکن محققین کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے۔ حیزوم کسی اور فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا۔ ففی اثرہم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لجبریل من القاتل یوم بدر من الملائکۃ اقدم حیزوم فقال جبریل ما کل السماء اعرف قال ابن کثیر رحمہ اللہ وهذا لا شریۃ قول من زعم ان حیزوم اسم فرس جبریل۔

علماء حدیث و تفسیر لکھتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام ہی ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان سفیر مبینی پیغام و وحی پہنچانے والے تھے۔ کسی اور فرشتے کو یہ منصب بطریق استقلال دوام کسی وقت حاصل نہیں ہوا۔ قال السیوطی ان جبریل هو السفیر بنی اللہ و بین انبیاءہ ولا یعرف ذلک لغیرہ من الملائکۃ انتھی۔ واعترض علیہ بعضہم بان اسرافیل کان سفیراً بنی اللہ و بین نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فنعن الشعبی انہ جاءہ صلی اللہ علیہ وسلم النبوۃ وهو ابن اربعین سنۃ و قرن بنیوۃ اسرافیل سنین فلما مضت ثلاث سنین قرن بنیوۃ جبریل کذا فی السیرۃ الخلیبۃ ج ۱ ص ۲۳۷۔ و اخرج احمد بن حنبل و یعقوب بن سفیان فی تارخہما وابن سعد و البیہقی عن الشعبی قال نزلت علیہ النبوۃ وهو ابن اربعین سنۃ فقرن بنیوۃ اسرافیل ثلاث سنین فکان یُعَلِّمُہُ الکلمۃ والشیء لا ینزل القرآن فلما مضت ثلاث سنین قرن بنیوۃ جبریل فنزل القرآن علی نسانہ عشرين سنۃ عشرًا بمکۃ وعشرًا بالمدينۃ۔ کذا فی الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۲۳۷۔ و روی ان اسرافیل قرن بد صلی اللہ علیہ وسلم قبل النبوۃ ثلاث سنین یسمہ حسمہ ولا یری شخصہ یُعَلِّمُہُ الشیء بعد الشیء۔

واجاب الحافظ السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ عن ذلک بان السفیر هو المرصد لذلك وذلك لا یعرف لغیر جبریل ولا ینافی ذلک بحی غیرہ من الملائکۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحیان ولك ان تقول ان کان المراد بالخی الیہ بوحی من اللہ تعالیٰ كما هو المتبادر فلیس فی هذا الرأیۃ ان اسرافیل کان یاتیہ بوحی فی تلك المدة وجواب الحافظ السیوطی رحمہ اللہ یقتضی ان اسرافیل غیرہ

من الملائكة كان يأتيه بوحى من الله قبل محي جبريل له صلى الله عليه وسلم بوحى غير النبوة ولا يفرجه ذلك عن الاختصاص باسم السفير وبان اسرافيل لم ينزل لغیر نبينا صلى الله عليه وسلم من الانبياء صلوات الله وسلامه عليهم كما ثبت في الحديث فلم يكن السفيرين الله وجميع انبيائه قيل وانما خص بذلك لانه اول من سجد من الملائكة لادم عليه السلام هذا ما هو مذکور في انسان العيون ج ۲ ص ۲۳۵۔

حافظ سیوطی نے اپنی کتاب الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۶۸ میں زیر بحث مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ یہاں پر ان کی عبارت بعینہ ذکر کرنا ہم مفید سمجھتے ہیں کیونکہ وہ کئی فوائد پر مشتمل ہے۔ سیوطی کی عبارت حاوی یہ ہے۔

وصل کتاب الاعلام الى حلب فوقف عليه واقف فرأى قولى فيه ان جبريل هو السفيرين الله وبين انبيائه لا يعرف ذلك لغيره من الملائكة۔ فكتب على الهامش بخطه ما نصه بل قد عرف ذلك لغيره من الملائكة قال الحافظ برهان الدين الحلبي في شرح البخاري۔ اعلم ان في كيفية نزول الوحي على رسول الله صلى الله عليه وسلم سبع صوِّ ذكرها السهيلي في ررضه الى ان قال سابعها وحى اسرافيل كما ثبت عن الشعبي ان النبي صلى الله عليه وسلم وكل به اسرافيل فكان يترأى له ويأتيه بالكلمة والشئ ثم وكل به جبريل۔ قال ابن عبد البر في اول الاستيعاب وساق سنداً الى الشعبي قال انزلت عليه النبوة وهو ابن اربعين سنة فقرن بنوته اسرافيل ثلاث سنين ثم نقل عن شيخه ابن الملقن ان المشهور ان جبريل ابتداء بالوحى انتهى ما كتبه المعترض۔

واقول الجواب عن ذلك من وجوه۔ احدها ما نقله المعترض نفسه في آخر كلامه عن ابن الملقن ان المشهور ان جبريل ابتداء بالوحى وانما قال ابن الملقن ذلك لانه الثابت في احاديث الصحیحين وغيرهما واثار الشعبي مرسل او معضل فكيف يعتمد عليه مع ثبوت خلافه في الصحيحين وغيرهما والجب من المعترض كيف اعترض بما لم يثبت مع نقله في آخر كلامه ان المشهور خلاف ما اعترض به الوجه الثاني۔ ان المراد بالسفير الذي هو مرسل ذلك وذلك لا يعرف لغير جبريل ولا ينافي ذلك محي غيره من الملائكة الى النبي صلى الله عليه وسلم في بعض الاحيان كما ان كاتب السر مرصد للتوقيع عن السلطان ولا ينافي ذلك ان يوقع عنه غيره في بعض الاحيان فلا يسلب كاتب السر الاختصاص بهذا الاسم ولا يشاركه فيه من وقع مرة او مرتين فكذلك لا يسلب جبريل الاختصاص باسم السفير ولا يشاركه فيه احد من الملائكة الذين جاءوا الى الانبياء في وقت ما وكم من ملك غير اسرافيل جاء الى النبي صلى الله عليه وسلم في قضايا متعددة كما هو في كثير من الاحاديث وجاء ملك الموت الى ابراهيم عليه السلام فشره بالخلعة فجب من المعترض كيف اقتصر على اسرافيل دون محي غيره من الملائكة۔

الوجه الثالث۔ ان العبارة التي اوردتها وهو السفير بين الله وبين انبيائه بصيغة الجمع واسرائيل لم ينزل الى احد غير النبي صلى الله عليه وسلم كما ورد في الحديث. وذكر بعض العلماء في حكمته انه الموكل بالنفخ في الصق والنبي صلى الله عليه وسلم بعث قرب الساعة وكانت بعثه من اشرافها فبعث اليه اسرائيل بهذا المناسبة ولم يبعث الى نبي قبله وحينئذ فالمبعوث الى النبي صلى الله عليه وسلم فقط لا يصدق عليه انه سفير بين الله وبين انبيائه بصيغة الجمع لانه لم يكن سفيراً الا بين الله وبين نبي واحد والحكم المنفي عن الجميع لا يلزم نفية عن فرد من افراد ذلك المجموع فلا يصح النقض به۔

الوجه الرابع۔ انه قد ورد في الحديث ما يوهي اثر الشعبي وهو ما اخرجهم مسلم والنسائي و الحاكم عن ابن عباس قال بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس وعند جبريل اذ سمع نقباً من السماء من فوق فرفع جبريل بصره الى السماء فقال يا محمد هذا ملك قد نزل لم ينزل الى الارض قط قال فاتي النبي صلى الله عليه وسلم فلم عليه فقال ابشر بنو من اوتيتهما لم يوثقهما بنى ثلث فافتحه الكتاب و خواتيم سورة البقرة لن تقرأ حرقاً منهما الا اوتيتهما قال جماعة من العلماء هذا الملك هو اسرائيل و اخرج الطبراني عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لقد هبط على ملك من السماء ما هبط على نبي قبلي ولا يهبط على احد بعدى وهو اسرائيل فقال انما رسول ربك اليك امراني اخبرك ان شئت نبياً عبداً وان شئت نبياً ملكاً فنظرت الى جبريل فاوما الى ان تواضع فلو اني قلت نبياً ملكاً لاسرت الجبال معي ذهباً. وهاتان القضيتان بعد ابتداء الوحي بسنتين كما يعرف من سائر طرق الاحاديث وهما ظاهران في ان اسرائيل لم ينزل اليه قبل ذلك فكيف يصح قول الشعبي انه اتاه في ابتداء الوحي۔

الوجه الخامس۔ انه قد ائتمنا في الاعلام الدليل على ذلك عقبه وهو قول ورقة جبريل امين الله بينه وبين رسوله وقول ابن سابط فوكل جبريل بالكتب والوحي الى الانبياء وقال عطاء بن السائب اول ما يحاسب جبريل لانه كان امين الله الى رسوله وميكائيل يتلقى الكتب واسرائيل بمنزلة الحاجب وقوله صلى الله عليه وسلم فاما جبريل فصاحب الحرب صاحب المرسلين الحديث واثار اخر (وقلنا في اخر الكلام) فعرف بمجموع هذه الاثار اختصاص جبريل من بين سائر الملائكة بالوحي الى الانبياء افا كان عند المعارض من الفطنة ما يهتدى به لصحة هذا الكلام اخذ من هذه الدلة هذا اخيراً جواب والله اعلم۔

سوال۔ جبریل علیہ السلام نے کل کتنی مرتبہ نبی علیہ السلام پر وحی نازل کرنے کے لیے نزول فرمایا۔

جواب صحیح احادیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام کثرت سے نزول فرماتے رہے کسی صحیح روایت سے عدد نزول کا پتہ نہیں چلتا۔ فالعلم عند اللہ۔ بعض کتب تاریخ میں درج ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر ۲۷ ہزار بار نزول فرمایا قال ان جبریل نزل علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ستا و عشرين الف مرة ولم يبلغ احد من الانبياء عليهم السلام هذا العدد اہ۔ واللہ اعلم بصحة هذا القول ولا ادري ما تحتہ۔ ومن اين اخذ هذا۔

یہ بات تو واضح و معلوم ہے کہ نبی علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام کا ہے ایک دن میں کئی بار نزول فرماتے تھے اور گاہے کئی روز انقطاع و فترت کے بعد نزول فرماتے تھے۔ تاہم بطور ترقیق کے اگر ہم ۲۷ ہزار کو ایام نبوت پر تقسیم کریں تو روزانہ تقریباً تین مرتبہ نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر اکثر ایام میں تین بار اور بعض ایام قلیلہ میں صرف دو بار نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ قمری سال کے ایام تقریباً ۳۵۵ ہوتے ہیں۔ لہذا نبوت کے ۲۳ سالوں کے کل ایام ۹۱۶۵ بنتے ہیں۔ دنوں کے عدد دہا پر ۳۶ ہزار کو تقسیم کریں تو مذکورہ بالا نتیجہ نکلتا ہے۔

سوال۔ مشہور ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد جبریل علیہ السلام کا زمین پر نزول منقطع ہو گیا اور کچھ بھی وہ زمین پر نازل نہیں ہوتے۔ کیا یہ بات صحیح ہے۔

جواب۔ یہ بات مشہور عوام میں سے ہے اور بالکل غلط ہے۔ احادیث میں ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام ہر سال لیلۃ القدر میں نازل ہوتے ہیں اور بعض نیک مومنوں پر عمومی یا خصوصی طور پر سلام کہتے ہیں۔ كما قال الله تعالى في بيان ليلة القدر تنزل الملائكة والروح فيها باذن ربهم الآية۔ فعن الضحاك ان الروح هنا جبريل وانه ينزل هو الملائكة في ليلة القدر ويسلمون على المسلمين وذلك في كل سنة۔ واهرج الطبراني في الكبير عن ميمونة بنت سعد قالت قلت يا رسول الله هل يرقد الجنب؟ قال ما احب ان يرقد حتى يتوضأ فاني اخاف ان يتوفي فلا يحضره جبريل۔ قال السيوطي رحمه الله فهذا الحديث يدل على ان جبريل ينزل الى الارض ويحضر موت كل مؤمن حضره الموت وهو على طهارة۔

ذکر دجال سے متعلق ایک حدیث ہے کہ دجال لعین مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا کیونکہ جبریل اس کی حفاظت پر کھڑے ہوں گے اور دجال ان کے در سے واپس ہو جائے گا۔ فاخرج الطبراني ونعيم بن حماد في كتاب الفتن من حديث الفتن عن النبي صلى الله عليه وسلم في وصف الدجال قال فيمر بمكة فاذا هو خلق عظيم فيقول من انت؟ فيقول انا ميكائيل بعثني الله لامنعكم من حرمة وبعث بالمدينة فاذا هو خلق عظيم فيقول من انت؟ فيقول انا جبريل بعثني الله لامنعكم من حرمة۔

اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے نزول کے بعد وحی نازل ہوا کرے گی اور وحی لانا جبریل علیہ السلام کے سپرد ہے۔ لہذا جبریل علیہ السلام ہی عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کرتے رہیں گے۔

بعض احادیث میں ہے کہ ہر روز قیامت فرشتوں میں یاگل مخلوق میں سب سے پہلے جبریل علیہ السلام کا حساب لیا جائے گا۔ اخرج ابن ابی حاتم عن عطاء بن السائب قال اول من یحاسب جبریل لانہ کان امیر اللہ المرسلہ و اخرج ابو الشیخ عن خالد بن عمران قال جبریل امین اللہ الی مرسلہ و اخرج ایضاً عن عبد العزیز بن عبدی قال اسم جبریل فی الملائکة خادم ربہ۔

جبریل علیہ السلام مومن کسی انسان کی شکل میں نبی علیہ السلام کو نظر آتے تھے۔ زیادہ تر وحی بھی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لاتے تھے۔ صرف دو مرتبہ نبی علیہ السلام نے جبریل کو اپنی اصلی شکل میں دیکھا ہے اور حسب تصریح علماء جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھ لینا ہمارے نبی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ وفی النصاب الصغری خص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برویتہ جبریل فی صوتہ التی خلقہ اللہ علیہا ای لم یرہ احد من الانبیاء علی تلك الصورة الا نبینا علیہ السلام کذا فی انسان العیون ج ۱ صفحہ ۲۵۶۔ اخرج احمد وابن ابی حاتم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یر جبریل فی صوتہ الا مرتین اما واحد فانه سألہ ان یریہ نفسہ فاراه نفسہ فسد الافق واما الاخری فلیلة الاسراء عند السلکة۔ و اخرج ایضاً احمد عن ابن مسعود قال رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم جبريل في صوتته وله ستمائة جناح كل جناح منها قد سد الافق يسقط من جناحه من التهايل والدُّر والياقوت ما الله به عليم. والتهاول الاشياء المختلفة الالوان ومنها يقال لما يخرج من الرياض من الوان الزهر التهاويل. و اخرج الطبرانی و احمد عن عائشة رضي الله عنها ان النبي صلى الله عليه وسلم لم یر جبريل في صوتته التي خلق عليها الا مرتين رآه منهبطاً من السماء الى الارض ساداً عظم خلقه ما بين السماء والارض و اخرج احمد عن عائشة رضي الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رأيت جبريل منهبطاً قد ملأ ما بين السماء والارض عليه ثياب سندس معلقاً به اللؤلؤ والياقوت و اخرج ابو الشيخ عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال رأيت جبريل له ستمائة جناح من لؤلؤ قد نشرها مثل ليش الطل و ليس۔ وفی الاحادیث و اکثر ما كنت اراه على صورة دحية الكلبي و كنت احياها اراة كما يرى الرجل صاحبه من وراء الغريبال۔ و اخرج ابن سعد والنسائي بسند صحيح عن ابن عمر قال كان جبريل يأتي النبي صلى الله عليه وسلم في صورة دحية الكلبي و اخرج الطبرانی عن انس ان النبي عليه السلام قال كان جبريل ياتيني على صورة دحية الكلبي و كان دحية رجلاً عجيباً

وحیہ کلہی رضی اللہ عنہ نہایت حسین و جمیل صحابی ہیں ہود حنیہ بن خلیفہ بن عامر۔ قدیم الاسلام ہیں۔ بدر میں شریک نہ تھے۔ زمانہ معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ تھے۔ وقیل کافی السیرۃ الخلیفۃ ج ۱ ص ۲۵۳ وكان اذا اتاه على صورة الادمى ياتيه بالوعد والبشارة. ۱۵۔ بعض آثار میں ہے کہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ نزول وحی کے وقت حفاظت وحی کے لیے فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوتی تھی۔ ذکر ابن جریر اندہ مانزل جبریل یوحی قضا الا ونزل معه من الملائكة حفظة یحیطون بہ وبالنبی الذی یوحی الیہ یطردون الشیاطین عنہا للئلا یسمعوا ما یبلغہ جبریل الی ذلک النبی من الغیب الذی یوحیہ الیہ فیبلغوہ الی اولیائہم۔ هذا والله اعلم۔

عزرائیل علیہ السلام۔ اگرچہ تفسیر بیضاوی حصہ اول میں عزرائیل علیہ السلام مذکور نہیں ہیں مگر جبریل و میکائیل کی مناسبت کے پیش نظر ہم ان کے احوال تبعا یہاں پر ذکر کر رہے ہیں۔ عزرائیل علیہ السلام ارواح حیوانات نکالنے پر مومل ہیں۔ اس واسطے انھیں ملک الموت بھی کہا جاتا ہے۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ عند عزرائیل فسماء الدنيا وخلق الله رجلیہ فی تخوم الارضین وراسہ فی السماء العلویا ووجہہ مقابل اللوح المحفوظ وله اخوان بعد من يموت لا یقبض روح مخلوق الا بعد ان یتوفی روحہ وینقض اجلہ۔ قبض ارواح میں فرشتوں کی ایک بڑی جماعت عزرائیل علیہ السلام کی معاون ہے قال اللہ تعالیٰ قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم وقال تعالیٰ حتی اذا جاء احدکم الموت توفته رسلنا وھم لا یفرطون۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما توفته رسلنا ای عون ملک الموت من الملائكة۔

ملک الموت عظیم القدر جمیل الشان فرشتہ ہیں ان کے بعض احوال و امور جو ان کے سپر ہیں کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ قبض ارواح اللہ تعالیٰ نے ان کے سپر دیکھا ہے اور وہ قبض ارواح والی جماعت ملائکہ کے امیر ہیں۔ اخرج ابو الشیمخ فی کتاب العظۃ عن وہب بن منبہ قال ان الملائكة الذین یأتون الناس هم الذین یتوفونہم ویکتبون لہم اجالہم فاذا توافی النفس دفعوها الی ملک الموت وھو کالعقاب یعنی العشار الذی یؤدی الیہ من تحت۔

۲۔ آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت زمین کے مختلف خطوں سے سرخ۔ سفید۔ سیاہ۔ نرم اور سخت وغیرہ مختلف الالوان والانواع مٹی لانے والے عزرائیل علیہ السلام ہی تھے۔ اخرج ابن ابی حاتم عن ابی ہریرۃ قال لما اراد اللہ ان یخلق آدم بعث ملکا من حلة العرش یاتی بتراب من الارض فلما ہوی لیاخذ قالت الارض اسألك بالذی ارسلک ان لا تأخذ الیوم منی شیئا

يكون للنار منه نصيب غدا فتركها فلما رجع الى سربه قال ما منعك ان تأتي بما امرتك قال سألتني بك فعضمت ان اتر شيئا سألتني بك فارسل آخر فقال مثل ذلك حتى ارسلهم كلهم فارسل ملك الموت فقالت له مثل ذلك فقال ان الذي ارسلني احق بالطاعة منك فاخذ من وجهه الارض كلها من طيها وخبيثها فجاء به الى سربه فصب عليه من ماء الجنة فصار حامسا فخلق منه آدم - و
اخرج ابو حذيفة اسحق بن بشر في كتاب المبتداعين ابن اسحق عن الزهري نحوه وسمى الملك المرسل اولاً اسرافيل والثاني ميكائيل. واخرج ابن عساكر من طريق السدي عن ابي مالك وعن ابي صالح عن ابن عباس وعن مرة عن ابن مسعود وناس من الصحابة وسمى المرسل اولاً جبريل والثاني ميكائيل واخرج ابن عساكر ايضا عن يحيى بن خالد نحوه وسمى الاول جبريل والثاني ميكائيل وقال في آخره فسماه ملك الموت ووكله بالموت -

۳۔ کسی انسان کی موت پر جب اس کے گھر والے روتے ہیں اور اظہارِ غم کرتے ہیں تو عزرائیل علیہ السلام اس گھر والوں سے خطاب فرماتے ہیں کہ اس انسان کی روح قبض کرنے میں ہم نے کوئی جرم نہیں کیا اس کی اجل اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔ اے غم کرنے والو صبر کرنے پر تمہیں ثواب ملے گا صبر کرو اور اپنی زندگی خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کی طاعت میں لگا دو۔ خبردار! ہمیں اس گھر میں قبض ارواح کے لیے بار بار آنا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ایک پچھر کی روح بھی قبض نہیں کر سکتے۔
۴۔ جو لوگ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں بوقت موت ملک الموت ان سے شیطان کو بھگا دیتے ہیں۔

۵۔ عزرائیل علیہ السلام ہر شخص سے دن رات میں ایک بار ملاقات کرتے ہیں۔
۶۔ ہر گھر میں روزانہ تین بار احوال معلوم کرنے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ بعض آثار میں زیادہ کا ذکر ہے۔ واخرج الطبرانی في الكبير وابن نعيم وابن مندة كلاهما في الصحابة من طريق جعفر بن محمد عن ابي عبد الله عن الحسن بن الحسن عن ابي عبد الله قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ونظر الى ملك الموت عند رأس رجل من الانصار فقال يا ملك الموت ارفق بصاحبي فانه مؤمن فقال ملك الموت طب نفسا وقر عيننا واعلم اني لا قبض روح ابن آدم فاذا اصرخ صاحخ قمت في الدار معي روحه فقلت ما هذا الصارخ والله ما ظلمناه ولا سبقنا اجله ولا استعجلنا قتله وما لنا في قبضه من ذنب فان ترضوا لما صنع الله توجزوا وان تسخطوا تأثموا وتؤاثر اوان لنا عندكم عترة بعد عترة فالحمد للذي هدانا لهذا ما كنا لاعلم به ولا فاجر سهل ولا جليل الا انا انصفهم في كل يوم وليلة حتى لا نأعرف بصغيرهم وكبيرهم منهم بانفسهم والله لو اشرت ان قبض روح

بعض ضلہ ما قدرت علی ذلک حتی یكون الله هو یا ذن بقضها قال جعفر بن محمد بلغنی انه انما تصنعهم عند مواقیب الصلاة فاذا نظر عند الموت فان كان من یحافظ علی الصلوات الخمس تامنه الملك و طرح عنه الشیطان ویلقنه الملك لا اله الا الله محمد رسول الله فی ذلک الحال العظیم واخرجه ابن ابی حاتم فی تفسیرہ وابو الشیمہ فی العظة عن جعفر بن محمد عن ابیه مرفوعاً مضطرباً واخرج ابن ابی الدنیا و ابی الشیمہ عن الحسن قال ما من یوم الا وملك الموت یتصفح فی کل بیت ثلاث مرات فمن وجده منهم قد استوفی رزقه وانقضی اجله قبض روحه فاذا قبض روحه اقبل اهله برنة وبكاء فیاخذ ملك الموت بعضا دق الباب فیقول مالی الیکم من ذنب وانی لما مؤد الله ما اکلت له رزقا ولا انیت له عمرا و لا انتقصت له اجلا وان لی فیکم لعنة ثم عودۃ حتی لا یبقی منکم احد قال الحسن فوالله لو یرد مقامہ یمعوز کلامه لذهلوا عن میتهم ولبکوا علی انفسهم۔

۷۔ نیک انسان۔ صالح۔ سخی کے ساتھ بوقت موت عزرائیل علیہ السلام نرمی و خوش اخلاقی کا برتاؤ کرتے ہیں اور برے انسان کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

۸۔ روح قبض کرتے وقت نیک شخص کے سامنے اچھی شکل اور حسین صورت میں آتے ہیں اور برے کردار کے سامنے خوفناک شکل میں آتے ہیں۔ واخرج المزی فی الجناز عن سلیم بن عطیة قال دخل سلیمان علی صديق له یعرج وهو بالموت فقال یا ملک الموت اسرفی به فانه مؤمن فتکلم الرجل وقال انه یقول انی بکل مؤمن رفیق۔ واخرج الزبیری بن بکافر ابن عساکر من طرق عن حمید بن میمون عن ابیه قال کنت فیمن حضر المطلب بن عبد الله بن حنطب بمنبج وهو یحج بنفسه ولقی من الموت شدة فقال سرجل من حضر وهو فی غشیته اللهم هون علیه فانه کان وکان یشنی علیه فافاق فقال من المتکلم فقالوا افلان فقال فان ملک الموت یقول لک انی بکل مؤمن سخی رفیق ثم مات فی الحال واخرج ابن ابی الدنیا عن عبید بن عمیر قال بینما ابراهیم صلوات الله علی نبینا وعلیه یوما فی دارة اذ دخل علیه سرجل حسن الشارة فقال یا عبید الله من ادخلک داری فقال ادخلنیها سربها قال سربها احق بها فمن انت قال ملک الموت قال لقد نعت لی منك اشیا ما اراها فیک قال فادبر فادبر فاذا عیون مقبلة وعیون مدبرة واذا اکل شعرة منه کأنها السنان قائم فتعوف ابراهیم علیه السلام من ذلک وقال عدلی الصورة الاولى قال یا ابراهیم ان الله اذا بعثنی الی من یحب لقاءه بعثنی فی الصورة التي ساریت اولاً الشارة بشین معجمة وراء خفيفة الهیة۔

واخرج عن وهب قال ان ابراهیم صلوات الله علیه رأى فی بیته رجلا فقال من انت ؟ قال انا ملک الموت قال ابراهیم ان کنت صادقا فأمرنی منك آیت اعرف انک ملک الموت قال له

ملک الموت اعرض بوجهک فاعرض ثم نظراً فأراک الصوۃ التي يقبض بها المؤمنین قال فوأى من النور
 البهار شيئاً لا یعلمه الا الله ثم قال اعرض بوجهک فاعرض ثم نظراً فأراک الصوۃ التي يقبض بها النفار
 والبغاس فخرج ابراهيم رعباً شديداً حتى ارتعدت فرائضه والصق بطنه بالارض وكادت نفسه ان
 تخرج - واخرج عن ابن مسعود وابن عباس معاً قالما اتخذ الله ابراهيم خيلاً سأل ملک الموت به
 ان يأذن له ان يبشره بذلك فأذن له فجاء ابراهيم فبشرة فقال الحمد لله ثم قال یا ملک الموت ارنی
 كيف تقبض انفس الکفار قال یا ابراهيم لا تطبق ذلك قال بلى قال اعرض فاعرض ثم نظراً فاذا برجل
 اسود تنال رأسه السماء يخرج من فيه لهب النار ليس من شعرة في جسده الا في صوۃ رجل يخرج
 من فيه ومسامعه لهب النار فغشى على ابراهيم ثم افاق وقد تحول ملک الموت في الصوۃ الاولى
 فقال یا ملک الموت لوم یلق الکافر من البلاء والحزن الا صوۃ تک لکفاه فأرنی كيف تقبض انفس
 المؤمنین قال اعرض فاعرض ثم التفت فاذا هو برجل شاب احسن الناس وجهاً واطيبهم سراحاً
 في ثياب بیض فقال یا ملک الموت لوم یر المؤمن عند الموت من قرۃ العين والکرامۃ الا صوۃ تک
 هذه لکان یکنیه -

۹۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ارواح خود عزرائیل علیہ السلام قبض فرماتے ہیں
 اور بعض روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے معاونین ارواح قبض کرتے ہیں البتہ ان کے امیر
 عزرائیل علیہ السلام ہیں۔

۱۰۔ ساری زمین ملک الموت کے سامنے پھیلی کی طرح یا دسترخوان کے مانند یا طشت طباق
 کے مانند ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کے لیے طویل مسافتیں قریب کر دی ہیں۔

۱۱۔ بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کی اجل آن پہنچتی ہے تو عزرائیل علیہ السلام کو
 قبض روح کا امر ہوتا ہے۔ اور بعض آثار میں ہے کہ اس وقت عرش سے آپ کے پاس اس شخص
 کی روح قبض کرنے کی ایک سیڑھی (رقعہ) آجاتی ہے جس سے آپ کو اس کی زندگی ختم ہونے کا پتہ چل
 جاتا ہے۔ اخرج ابوالشیخ عن الحكم بن عتيبة قال الدنيا بين يدي ملك الموت بمنزلة الطست بين
 يدي الرجل واخرج ابن ابى الدنيا والبالشيم عن اشعث بن سليم قال سأل ابراهيم صلوات الله
 عليه ملك الموت واسمه عزرائيل وله عينان في وجهه وعينان في قفاه فقال يا ملك الموت ماذا
 تصنع اذا كانت نفس بالشرق ونفس بالمغرب ووقع الوباء بأرض والتقى الزحقان كيف تصنع قال
 ادعو الامراء باذن الله فتكون بين اصبعي هاتين قال ودحيت له الامرض فتزكت كالطست يتنأل
 منها حيث شاء واخرج ابن ابى الدنيا من طريق الحسن بن عمار عن الحكم ان يعقوب عليه السلام

قال لملك الموت ما من نفس منقوسة الا وانت تقبض روحها قال نعم قال فكيف وانت عندى ههنا والانفس فى اطراف الارض قال ان الله سخرى الدنيا فى كالتست يوضع قدام احدكم فيتناول من اطرافها ما شاء كذلك الدنيا عندى -

واخرج الدينورى فى المجالسة عن ابى قيس الازدى قال قيل لملك الموت كيف تقبض الارواح قال ادعوها فتجيبنى - واخرج ابن ابى الدنيا وابو الشيخ وابو نعيم عن شهر بن حوشب قال ملك الموت جالس والدينا بين مركبتيه واللوح الذى فيه اجال بنى آدم بين يديه بين يديه ملائكة قيام وهو يعرض اللوح لايطرف فاذا اتى على اجل عبد قال اقبضوا هذا واخرج ابن ابى حاتم وابو الشيخ عن ابن عباس انه سئل عن نفسين اتفق موتهما فى طرفتين عين واحد بالشرق وواحد بالمغرب كيف قدرة ملك الموت عليهما قال ما قدرة ملك الموت على اهل المشارق والمغرب والظلمات والهوى والبحر الا كرجل بين يديه مائدتين تناول من ايها شاء - واخرج جويرى فى تفسيره عن الكلبي عن مجاهد عن ابن عباس قال ملك الموت الذى يتوفى الانفس كلها وقد سلط على ما فى الارض كما سلط احدكم على ما فى راحته ومعد ملائكة من ملائكة الرحمة وملائكة من ملائكة العذاب فاذا توفى نفسا طيبة دفنوها الى ملائكة الرحمة واذا توفى نفسا خبيثة دفنوها الى ملائكة العذاب -

واخرج ابن ابى الدنيا وابو الشيخ عن ابى المثنى الحمصى قال ان الدنيا سبلها وجباها بين يدي ملك الموت ومعد ملائكة الرحمة وملائكة العذاب فيقبض الروح امر يعطى هؤلاء هؤلاء هؤلاء هؤلاء يعنى ملائكة الرحمة وملائكة العذاب قيل فاذا كانت وقعت وكان السيف مثل البرق قال يدعوها فتاتيها الانفس - واخرج ابن ابى حاتم عن زهير بن محمد قال قيل يا رسول الله ملك الموت واحد والرحمة والعتيقان من المشرق والمغرب وما بين ذلك من السقط والهلاك فقال ان الله حوى الدنيا لملك الموت حتى جعلها كالطست بين يدي احدكم فهل يعرفته منها شئ - واخرج ابن ابى شيبة فى المصنف قال حدثنا عبد الله بن نمير عن الامش عن خيثمة قال اتى ملك الموت سليمان بن داود وكان له صديق فقال له سليمان ما لك تأتى اهل البيت فتقبضهم جميعا وتدع اهل البيت الى جنبهم لا تقبض منهم احدا قال لا اعلم بما اقبض منها انما اكون تحت العرش فنلقى الى صكائك فيها اسماء -

مذكور صدر حديثه عن معلوم هو انك انت كى پاس عرش الهى سے شخص كى نام كى پرچى (صكا) پہنچتى ہے - واخرج احمد فى الزهد وابن ابى الدنيا عن عمر قال بلغنا ان ملك الموت لا يعلم متى يحضر اجل الانسان حتى يؤمر بقبضه -

۱۲۔ احادیث میں ہے کہ عزرائیل علیہ السلام قبض روح کے لیے کسی کے پاس آنے کی اجازت نہیں لیتے صرف ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس قبض روح کی اور انہر آنے کی اجازت طلب کی تھی اخروج الطبرانی عن الحسین ان جبریل ہبط علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم موته فقال کیف تمھلک قال اجدنی یا جبریل مغموما واجدنی مکرمًا بافاستأذن ملک الموت علی الباب فقال جبریل یاھل هذا ملک الموت یستأذن علیک ما استأذن علی آدمی قبلک ولا یستأذن علی آدمی بعدک قال ائذن لہ فأذن لہ فاقبل حتی وقف بین یدیه فقال ان اللہ امر سلنی الیک وامرنی ان اطیعک ان امرتني ان اقبض نفسک قبضتھا وان کرھت ترکتها قال وتفعل یا ملک الموت قال نعم بذلک امرت فقال لہ یا جبریل ان اللہ قد اشتاق الی لقائک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امض لما امرت بہ۔

۱۳۔ پہلے زمانے میں قبض روح کے لیے عزرائیل علیہ السلام کسی شکل میں ظاہر ہو کر شریف لاتے تھے۔

۱۴۔ نیز امراض کے بغیر کسی تندرست انسان کے سامنے آکر اس کی جان لیتے تھے تو لوگ ملک الموت کو برا بھلا کہتے تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے انھیں خفیہ طور پر روح قبض کرنے کا حکم دیا اور لوگوں پر امراض مسلط کیے۔ چنانچہ ان کی توجہ عزرائیل علیہ السلام پر طعن و تشنیع کرنے کی بجائے امراض کے علاج کی طرف ہو گئی۔ اخروج المرزى وابن ابی الدنیاء ابوالشیخ عن ابی الشعثاء جابر بن زید ان ملک الموت کان یقبض الامراض بغیر وجع فسیبہ الناس ولعنوه فشکا الی ربہ فوضع اللہ الادجاع ونسی ملک الموت یقال مات فلان بوجع کذا وکذا۔ و اخروج ابونعیم عن الامشش قال کان ملک الموت یظھر للناس فیاتی الرجل فیقول اقض حاجتک فانی ارید ان اقبض روحک فشکا فانزل الداء وجعل الموت خفیة۔ و اخروج احمد والبخاری الحاکم وصحیحہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کان ملک الموت یأتی الناس عیاناً فاتی موسی فلفطہ ففقأ عینہ فأتی ربه فقال یا رب عبدک موسی فقأ عینی ولولا کرامتہ علیک لشفقت علیہ قال لہ اذهب الی عبدی نقل لہ فلیضع یدہ علی جلد ثوب لہ بكل شعرة وارث یدہ سنۃ فاناک فقال ما بعد هذا قال الموت قال فالان قال فشمہ فقبض روحہ ورحمہ اللہ الیہ عینہ فکان یأتی بعد ذلک الناس خفیة۔ و اخروج ابو حذیفۃ اصحقی بن بشری کتاب الشداک بسندہ عن ابن عمر قال قال ملک الموت یا رب ان عبدک ابراہیم جریح من الموت فقال لہ قل لہ الخلیل اذا طال بہ العهد من خلیلہ اشتاق الیہ فبلغہ فقال نعم یا رب قد اشتقت الی لقائک فاعطاه روحاً نجاتہا فشمہ فقبض فیہا روحہ۔ و اخروج ابوالشیخ عن محمد بن المنکدر ان ملک الموت قال لاجراہیم علیہ السلام ان ربی امرنی

ان اقْبَضَ نَفْسَكَ بِأَيْسَرِ مَا قَبِضْتَ نَفْسَ مَنْ قَالَ فَإِنَّا سَأَلْنَاكَ بِحَقِّ الَّذِي أَسْرَسَلْنَاكَ أَن تَرَجِعَ فَقَالَ
 ان خَلِيلَكَ سَأَلَنِي أَنِ أَرَا جَعَلْتَ فِيهِ فَقَالَ إِنَّهُ وَقَلَ لَهُ أَنِ سَرِيكَ يَقُولُ ان لَخَلِيلٍ يَجِبُ لِقَاءُ خَلِيلٍ فَأَتَاهُ
 فَقَالَ امْضُ لِمَا صَرَفْتُ بِهِ قَالَ يَا إِبْرَاهِيمُ هَلْ شَرِيتَ شَيْئًا بِأَقْطَاقٍ قَالَ لَا قَالَ فَاسْتَنْصَحْهُ فَقَبِضَ نَفْسَهُ
 عَلَى ذَلِكَ -

۱۵۔ کئی بار آپ ایسے شخص کی روح قبض کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچتے ہیں جب کہ وہ شخص
 غفلت سے ہنستا ہو تو آپ فرماتے ہیں تعجب ہے یہ سن رہا ہے اور میں اس کی جان لینے پر آمور ہوں۔
 اخراج ابو الفضل الطوسی فی کتاب عیون الاخبار بسندہ من طریق ابراہیم وابن النجاشی فی تاریخ بغداد
 من طریق ابن ہدبہ عن انس مرفوعاً ان ملک الموت لیظنونی وجہ العباد فی کل یوم سبعین نظرۃ فاذا
 فحک العبد الذی بعث الیہ یقول وا عجباً بعثت الیہ لا قبض -

۱۶۔ انسان کے علاوہ حیوانات کی کیفیت موت میں آثار و احادیث مختلف وارد ہیں بعض آثار میں ہے
 کہ ان کی روح قبض کرنا ملک الموت کے سپرد نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی کا مدار ذکر اللہ و تسبیح پر ہے جب وہ
 تسبیح سے غافل ہو جاتے ہیں تو ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ روح انسانی کے اکرام کی خاطر اللہ تعالیٰ نے
 اس کا قبض کرنا ملک الموت کے ذمہ لگایا۔ اور بعض آثار میں ہے کہ ملک الموت اور ان کے معاونین ملائکہ
 ہی حیوانات کی روح نکالتے ہیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ارواح انسانیمہ کا قبض ملک الموت کے
 سپرد ہے اور تین فرشتے اور بی جن میں سے ایک کے سپرد شیاطین کی ارواح نکالنا ہے۔ اور ایک کے
 ذمے جنات کی ارواح قبض کرنا ہے اور ایک کے سپرد پرندوں، درندوں، چوٹیوں وغیرہ وحشرات و
 حیوانات کی ارواح قبض کرنا ہے۔ یہ کل چار فرشتے ہیں، البتہ ملک الموت ان کے امیر ہیں۔
 ۱۷۔ نفع صور کے وقت تمام فرشتوں کی رو میں ملک الموت ہی قبض فرمائیں گے۔

۱۸۔ شہداء بحر کی رو میں بلا واسطہ خود اللہ تعالیٰ قبض فرماتے ہیں۔ اس بات میں ان شہداء کا اکرام
 و احترام مقصود ہے۔ اخراج ابو الشیخ والعقلی فی الضعفاء والدیلمی عن انس قال قال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم اَجَالَ الْبَهَائِمِ وَخَشَاشِ الْأَرْضِ كُلِّهَا وَالتَّسْبِيحُ فَإِذَا انْقَضَى تَسْبِيحُهَا قَبِضَ اللَّهُ (لَهَا)
 وَلَيْسَ إِلَى مَلِكِ الْمَوْتِ مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ وَلَهُ طَرِيقٌ آخَرُ أَخْرَجَهُ الْخَطِيبُ فِي الرَّأْيَةِ عَنْ مَالِكٍ مِنْ حَدِيثِ
 ابْنِ عُمَرَ مِثْلَهُ قَالَ ابْنُ عَطِيَّةٍ وَالْقُرْطُبِيُّ وَكَانَ مَعْنَى ذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ يَعْدِمُ حَيَاتَهَا بِإِشْرَةِ مَلِكِ الْمَوْتِ
 وَأَمَّا الْأَرْمِي فَشَرَفَ بَانَ خَلَقَ اللَّهُ لَهُ مَلَكًا وَاعْوَانَ وَجَعَلَ قَبْضَ رُوحِهِ وَأَسْلَأَ لَهَا مِنْ جَسَدِهِ عَلَى يَدِهِ
 لَكِنْ أَخْرَجَ الْخَطِيبُ فِي الرَّأْيَةِ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مَعْبُدٍ الْكَلَابِيِّ قَالَ حَضَرْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ وَ
 سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ الْبَرَاغِيثِ أَمَلَكِ الْمَوْتِ يَقْبِضُ أَمْ أَحْصَاهَا طَرِيقٌ طَوِيلٌ أَمْ قَالَ أَلْهَاهَا نَفْسُ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ

فان ملك الموت يقبض امرأها ثم قال الله يتوفى الانفس حين موتها.

ثم رأيت جوهرا اخرج في تفسيره عن الفخاك عن ابن عباس قال وكل ملك الموت يقبض ارجاج الادميين فهو الذي يقبض ارجاجهم وملك في الجن وملك في الشياطين وملك في الطير والوحوش والسباع والحشاش والحيتان والغزل فهم اربعة املاك والملائكة يتوفون في الصعقة الاولى وان ملك الموت يلقبض ارجاجهم ثم يموت واما الشهداء في البحر فان الله يلقبض ارجاجهم لا يكل ذلك الى ملك الموت لكرامتهم عليه حيث ركب البحر في سبيل جوير ضعيف جدا والضحاك عن ابن عباس منقطع والخزعة شاهد مرفوع. واخرج ابن ماجه عن ابى امامة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله وكل ملك الموت بقبض ارجاج الا شهداء البحر فان الله يتولى قبض ارجاجهم. واخرج ابن ابى شيبه في المصنف عن عبد الله بن عيسى قال كان فيمن كان قبلكم رجل عبد الله اربعين سنة في البر ثم قال يارب قد اشتقت ان اعبدك في البحر فاني قوما فاستعملهم فحملوه وجرت بهم سفينتهم ما شاء الله ان تجرى ثم وقفت فاذا شجرة في ناحية الماء فقال ضعوني على هذه الشجرة فوضعوها وجرت بهم سفينتهم فاراد ملك ان يعرج الى السماء فتكلم بكلامه الذي كان يعرج به فلم يقدر على ذلك فعلم ان ذلك لخطيئة كانت منه فاني صاحب الشجرة فسأله ان يشفع له الى ربه فصلى ودعا الملك وطلب الى ربه ان يكون هو الذي يقبض نفسه ليكون اهون عليه من ملك الموت فأتاه حين حضر اجله فقال اني طلبت الى ربي ان يشفعني فيك كما شفعت في وان أقبض نفسك فمن حيث شئت قبضتها فمسجد سجدة فخرجت من عينه دمعة فمات.

١٩. ملك الموت پر کثرت سے صلاة و سلام پڑھنے سے وہ بوقت نزع روح نریم تیرا و فراتے ہیں۔
اخرج ابن عساکر في تاريخه عن ابى زرعة قال قال لي نجيب بن ابى عبيد البري رأيت ملك الموت في النوم وهو يقول قل لأبيك يصلي على حتى ارفق به عند قبض روحه فحدثت ابى بما رأيت فقال يا بني لا تأملك الموت أنس متى بأملك واخرج ابن عساکر من طريق زيد بن اسلم عن ابيه قال ذكرت حديثا رواه ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم ما حق امرئ مسلم بيت ثلاث ليال الا وصبته مكنو عند أسفه فدعوت بذات وقطاس لاكتب وصيتي وغبني النوم فممت ولم اكتبها فبينما انا نام اذ دخل داخل ابيض الثياب حسن الوجه طيب الرائحة فقلت يا هذا من ادخلك دارى قال ادخلنيها ربه اقلت من انت قال ملك الموت فرعبت منه فقال لا ترعب الى لم اهر قبض رحك قلت فاكذب لي اذ ابراءة من النار قال هات دواة وقرطاسا فمدرت يدي الى الدواة والقرطاس الذي

نمت عنه وهو عند أسي فناولته فكتب بسم الله الرحمن الرحيم استغفر الله استغفر الله حتى ملا ظهر الكاغذ وبطنه ثم ناولنيه وقال هذا براءتك رحمتك الله وانتهيت فزعا ودعوت بالسراج فنظرت فاذا القرطاس الذي نمت وهو عند رأسي مكتوب بظهرة وبطنه استغفر الله هذا والله اعلم۔

اسرافیل علیہ السلام۔ یہ جلیل القدر فرشتہ ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام ملائکہ مقربین میں سے اور موکل بہ نفع صورت میں۔ افضل ملائکہ یہ چار فرشتے ہیں اسرافیل۔ جبریل۔ میکائیل۔ عزرائیل کما اخرج ابوالشیخ عن عکرمہ بن خالد ان رجلا قال یا رسول اللہ ائی الملائکہ اکرم اللہ؟ فقال جبریل ومیکائیل واسرافیل وملك الموت۔ فاما جبریل فصاحب الحرب صاحب المرسلین واما میکائیل فصاحب کل قطرة تسقط وکل ورقة تنبت واما ملك الموت فهو موکل بقبض روح کل عبد فی بتر او بحرق واما اسرافیل فامیز الله بینہ و بینہم۔

اسرافیل علیہ السلام کا مقام قرب عند اللہ بزرگہ حاجب (دربان) ہے کما اخرج ابوالشیخ عن خالد بن ابی عمران قال جبریل امیر اللہ الی رسلہ ومیکائیل یتلقى الکتاب واسرافیل بمنزل الحاجب کذا ذکرہ الحافظ السیوطی فی الحاوی ج ۲ ص ۱۶۴۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نزول وحی کی اطلاع اسرافیل علیہ السلام کو دی جاتی ہے بعدہ جبریل علیہ السلام کو وحی نازل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ قال السیوطی رحمہ اللہ فی الحاوی اخرج ابن ابی زینین فی کتاب السنۃ عن کعب قال اذا اراد اللہ ان یوحى امر ارجاء اللوح المحفوظ حتی یصفق جہۃ اسرافیل فیرفع رأسہ فینظر فاذا الاھر مکتوب فینادی جبریل فیلبیہ فیقول امرت بكذا امرت بكذا فیہبط جبریل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیوحی الیہ۔ و اخرج ابوالشیخ عن ابی بکر الہذلی قال اذا امر اللہ بالاھر تدلت الالواح علی اسرافیل بما فیہا من امر اللہ فینظر فیہا اسرافیل ثم ینادی جبریل فیجیبہ وذکر نحوه۔ و اخرج ابوالشیخ ایضاً عن ابی سنان قال اللوح المحفوظ معلق بالعرش فاذا اراد اللہ ان یوحى بشئ کتب فی اللوح فیجئ اللوح حتی یقرع جہۃ اسرافیل فینظر فیہ فان کان الی اهل السماء فعد الی میکائیل وان کان الی اهل الارض فعد الی جبریل فاؤل ما یحاسب یوم القیامۃ اللوح یدعی بہ ثم عد فرائضہ فیقال لہ هل بلغت؟ فیقول نعم فیقول من یشہدک؟ فیقول اسرافیل فیدعی اسرافیل ثم عد فرائضہ فیقال لہ هل بلغتک اللوح؟ فاذا قال نعم قال اللوح الحمد للہ الذی تجانی من سن الحساب ثم کذا لک۔ و اخرج ابوالشیخ عن وہیب بن الورد قال اذا کان یوم القیامۃ دعی اسرافیل ثم عد فرائضہ فیقال ما صنعت فیما ادا

الیك اللوح؟ فيقول بلغت جبريل فيدعي جبريل تُرْعِدُ فرائضه فيقال ما صنعت فيما بلغت
اسرافيل؟ فيقول بلغت الرسل فيؤتى بالرسول فيقال ما صنعتهم فيما آدى اليكم جبريل؟ فيقولون
بلغنا الناس فهو قوله تعالى فلنساءلن الذين أرسل اليهم ولنساءلن المرسلين -

واخرج ابن المبارك في الزهد عن ابن ابي جبلة بسندة قال اول من يدعى يوم القيامة اسرافيل
فيقول الله هل بلغت عهدي؟ فيقول نعم رب قد بلغت جبريل فيدعي جبريل فيقال هل بلغت
اسرافيل عهدي؟ فيقول نعم فيخلى عن اسرافيل فيقول لجبريل ما صنعت في عهدي؟ فيقول
يا رب بلغت الرسل فيدعي الرسل فيقال لهم هل بلغكم جبريل عهدي؟ فيقولون نعم فيخلى عن
جبريل. الحديث -

ان آثار سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام تک وحی پہنچانا جبریل علیہ السلام کے ساتھ مختص ہے اور
یہ بھی واضح ہوا کہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے وحی بذریعہ اسرافیل علیہ السلام ہی حاصل کرتے ہیں
بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فترت کے تین سال میں اسرافیل علیہ السلام ہی نبی علیہ السلام
کے ساتھ رہے کما قصدا فی احوال جبریل علیہ السلام فراجمہا۔ لیکن بعض آثار مرفوعہ میں ہرگز اسرافیل
علیہ السلام صرف مدنیہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دو بار تشریف لائے تھے۔ اخرج
الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لقد هبط علی
ملائک من السماء ما هبط علی نبی قبلی ولا یهبط علی احد بعدی وهو اسرافیل فقال انما رسول اللہ
الیك امرنی ان اُخبرک ان شئت نبیاً عبداً وان شئت نبیاً ملکاً فنظرت الی جبریل فاما الی
ان تواضع فلواتی قلت نبیاً ملکاً لسارت الجبال معی ذہباً۔

عورتوں کے ارجام میں بچوں کی صورتوں و اشکال پر اسرافیل علیہ السلام اور ان کے معاون فرشتے
موکل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی موصوٰر و خالق کل اشیاء ہیں۔ لیکن عالم الاسباب میں اللہ تعالیٰ نے بعض
امور کی نگرانی فرشتوں کے ذمہ لگائی ہے۔ قال الشیخ العارف باللہ الامام الشعلانی رحمہ اللہ فی
الیواقیت ج ۱ ص ۱۱۱ از قلت فهل الملائكة الموكلون بالامر اح الذين يتولون تصوير الاجنة
هم أعوان عزرائیل و اسرافیل؟ فالجواب هم أعوان اسرافیل علیہ السلام الموكلون بالصوّر و اما
اسرافیل علیہ السلام فاما هو ناظر الی صوّر الخلیقة المصوّرة تحت العرش فان فی الحدیث ان لكل
ما خلق اللہ تعالیٰ صورة مخصوصة فی ساق العرش اظهرها اللہ تعالیٰ قبل تكوينهم ثم اتاه لصو بنی
آدم تشابه و تشاکل فی الخلیقة لانهم علی صوۃ ابیہم آدم و آدم هو کذلک فی الصور التي تحت
العرش -

والیہ الاشارة بقوله صلى الله عليه وسلم ان الله خلق آدم على صورته وفي رؤيته على صورة الرحمن ومعناه الصورة التي صورها الرحمن في العرش والروح قبل خلق آدم عليه السلام فان الحق تعالى لا صورة له لمباينته لجميع خلقه فافهم -

فعلم ان اسرافيل ناظر الى الصور المنقوشة في العرش وملك الارواح عند تصوير الجنين ناظر الى اسرافيل وتلك الصور كلها حكيمه عما في علمه الازلي سبحانه وتعالى فياخذ اسرافيل تلك الصور المنقوشة المسماة عند الله لتلك الذرة المخلقة المبركة ثم يلقها الى ملك الاحرام وملك الاحرام يلقها الى الجنين في الرحم فيصورة بتلك الصور المعينة والقاء الصورة انما يكون بالقاء نسختها التي تليق بها -
واتما اضاف تعالى التصوير في الاحرام اليه بقوله هو الذي يصوركم في الاحرام كيف يشاء لان هذه الاسباب مقدرة على قضيه علمه وتدبيره اجراء للعادة الحسنی فهو تعالى مصور للصور ومصور مصوريها لخالق سواه ولا مصور الا هو ولذلك شدد الوعيد على من اتخذ الاصنام انتهى هذا والله اعلم -

میکائیل علیہ السلام - آیت والذين يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك كي تفسير میں مذکور ہیں۔ میکائیل علیہ السلام مومل بالامطار والارزاق والنبات فرشته میں اخراج ابو الشیخ فی کتاب العظمة عن ابن سابط قال فی امر الکتاب کل شیء هو کائن الی یوم القیامة وکل ثلاث من الملائكة فوکل جبریل بالکتب والوحی الی الانبیاء علیهم السلام وکل ایضاً بالهلکات اذا اراد الله ان یهلك قومًا وکله بالنصر عند القتال وکل میکائیل بالقطر والنبات وکل ملک الموت یقبض الانفس فاذا کان یوم القیامة عارضوا بین حفظهم و بین ما کان فی امر الکتاب فیحدون سواء -

طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ خرمج و جال کے وقت مکہ مکرمہ کی حفاظت پر میکائیل علیہ السلام مامور ہوں گے۔ میکائیل علیہ السلام کی حفاظت کی وجہ سے جال مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ فی الحدیث فہم بمکة فاذا هو بخلق عظیم فیقول من انت ؟ فیقول انا میکائیل بعثنی الله لاهنعد من حرمہ۔ بعض کتب تفسیر میں ہے کہ نصف شعبان کی رات میں آنے والے سال کی قضائیں و تقادیر لکھی جاتی یا ظاہر کی جاتی ہیں اور لیلۃ القدر میں تقدیر و قضا کے دفاتر اور رجسٹر متعلقہ فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں۔ ان دفاتر میں سے نسخہ ارزاق و نباتات و امطار میکائیل علیہ السلام کے سپرد کیا جاتا ہے۔

ذکر الألوسی فی شرح المعانی ج ۳ ص ۲۱۱ ان ہنا ثلاثا اشياء الاول نفس تقدیر الامم ای تعیین

مقادیرھا و اوقاتھا و ذلك في الأزل والثاني أظهر تلك المقادير للملائكة عليهم السلام بان تكتب في اللوح المحفوظ وذلك في ليلة النصف من شعبان والثالث اثبات تلك المقادير في نسخ و تسليمها الى اسر بابھا من المدا ترات فتدفع نسخة الرزاق والنبات والامطار الى ميكائيل عليه السلام ونسخة الحرب والرياح والجنود والزلازل والصواعق والخسوف الى جبريل عليه السلام ونسخة الاعمال الى اسرافيل عليه السلام ونسخة المصائب الى ملك الموت وذلك في ليلة القدر ۱۰۸۰ - تمت رسالتی اعلام الکرام بحاصلھا - هذا والله اعلم بالصواب -

ذوالقرنین رحمہ اللہ - قرآن میں یہ اسم مذکور ہے - تفسیر نما میں شرح ان الذين كفروا اسواء عليهم الز میں مذکور ہیں - قرآن مجید میں ذوالقرنین کا قصہ موجود ہے - انھیں اللہ تعالیٰ نے بڑی مملکت و قوت اور ہر قسم کے اسباب دنیا نصیب فرمائے تھے - یا جوج و ماجوج کی سدا آئیے بنو اتی اس سدا کے طفیل آج تک یا جوج و ماجوج کے فسادات سے لوگ محفوظ ہیں - اس سدا کو بڑے بڑے ہونا اور اس میں سورخ ہونا قیامت کی علامات میں سے ہے - اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کی بڑی ح کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ مشرق و مغرب تک پہنچے اقلیم دنیا کے مالک تھے -

اس بات پر تو سب علماء قدما و متاخرین کا اتفاق ہے کہ وہ بڑے صالح اور نیک تھے - لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا رسول یا غیر نبی و رسول - دونوں طرف علماء گئے ہیں بلکہ مغرب قول یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھے - قال ابن کثیر فی البدایہ ۲ ص ۱۸۱ والصیحة انکان ملکاً من الملوك العادلین وقيل كان نبياً وقيل رسولاً واغرب من قال ملکاً من الملائكة وابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان ذوالقرنین ملکاً صالحاً رضي الله عنه واثني عليه في كتابه وكان منصوباً وكان الخضر زبارة وذکر الارزقي وغيره ان ذوالقرنین اسلم على يدى ابراهيم الخليل وطاف معه بالكعبة المكرمة هو اسمعيل عليه السلام وسمى ان الله سخر لى القرنين السحاب بمحله حيث اراد -

سبب تسمیہ بہ ذوالقرنین میں اقوال ہیں قيل لانہ کان فی رأسہ شبه القرنين وقال ذهب كان له قرنان من نحاس في رأسه وهذا ضعيف اولاه ملك فارس والروم فسمى به وقيل لانه بلغ قرني الشمس غرباً وشرقاً وملك ما بينهما من الاراضي وهذا شبه الاقوال وهو قول الزهري وقال الحسن البصري كانت له غدیرتان من شعریطاً فیھا فسمى ذا القرنين -

ذوالقرنین کے نام میں اقوال ہیں - (۱) ان کا نام عبد اللہ بن الضحاک بن معد ہے سلسلہ قحطان تک پہنچتا ہے - قالہ ابن عباس - (۲) مرزبان بن مرزبہ (۳) وقيل اسمه الصعب بن خي مراد وهو اول التبا بعة وهو الذي حكم لابراهيم في بئر السبع ذكره السهيلي (۴) وقيل انه افریدن بن

اسفیان الذی قتل الضحاک (۵) و ذکر الدارقطنی وغیرہ ان اسمہ ہرمس او ہرمیس بن قبطون بن رومی بن لنطی بن کشدوخین بن یونان بن یافث بن نوح (۶) اسکندر وقال قتادة اسکندر هو ذو القرنین وابوہ اول القیاصرقہ وکان من ولد سام بن نوح علیہ السلام کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ صفحہ ۱۔

سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ ذو القرنین ساری زمین کا حکمران تھے قال بلغنی اندہ ملکت الارض کلہا اربعۃ مؤمنان وکافران سلیمان النبی و ذو القرنین وغیرہ و بخت نصر وعن الحسن کان ذو القرنین ملک بعد الغزو د۔

ذو القرنین کی عمر کتنی تھی؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض اقوال تو بالکل غلط و افسانے معلوم ہوتے ہیں۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ موت کے وقت آپ کی عمر تین ہزار سال تھی۔ مگر یہ غلط قول ہے۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ ذو القرنین ۱۶۰۰ سال تک زمین میں گھومتے رہے اور لوگوں کو دعوت توحید دیتے رہے۔

فائدہ۔ اسکندر یعنی ذو القرنین کے نام سے دو آدمی مشہور ہیں۔ دوسرا اسکندر رومی یونانی ملک مقدونیہ ہے جس کی جنگوں کے قصے مشہور ہیں۔ اسے اسکندر اکبر و اعظم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ فلیب بادشاہ کا بیٹا اور ارسطو فلسفی کا تلمیذ تھا۔ یہ شہر بلایس ۳۳۳ ق میں تباہ ہوا۔ اس نے اس زمانے کی وسیع طاقت و مملکت فارس سے اعلان جنگ کیا۔ ۳۳۳ ق میں دارا بادشاہ فارس کو شکست دے کر اس کی ماں بیوی اور دو بیٹیاں قید بنالیں۔ یہی مصر میں شہر اسکندریہ کی بنیاد رکھنے والا ہے۔ یہ بہت پرست تھا۔ جنگ کے قبل بتخانوں میں جاکر بتوں سے مدد مانگتا اور انھیں خوش کرنے کے لیے نذر و نیاز پیش کرتا۔

۳۳۰ ق میں اس نے دوبارہ دارا کو آخری شکست دی اور کل بلاد فارس، مصر، شام، فلسطین، عراق کا حاکم ہوا۔ پھر اس نے دارا کی بیٹی ستاسیرا سے شادی کی پھر اس کی دوسری بیٹی روکان سے شادی کی۔ قتل عام اور ادنیٰ بات پر بخوں ریزی کرنا اور اپنے رفقاء کو قتل کر دینا اس کی عادت تھی۔ ۳۲۵ ق میں ہندوستان (موجودہ پاک و ہند) فتح کرنے کا عزم کیا۔ ان فتوحات میں بھی حسب سابق کسی بڑے مقابلہ تک فوج نہ پہنچی اور لوگ خود بخود اس کی حکمرانی تسلیم کرتے رہے۔ البتہ ایک راجہ بروس (پورس) نے سخت مقابلہ کیا اور اسے شکست دینے کے بعد پنجاب کے قریب آیا بلکہ سندھ فتح کر کے پنجاب کے بھی کچھ حصے فتح کر لیے۔ آگے جانا چاہا مگر اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ انھیں پتہ چلا کہ ہندوستان کے ہر راجہ کے پاس بہت سے ہاتھی ہیں۔ لہذا جنگی

ہاتھیوں کے مقابلہ سے ڈر کر فوج نے آگے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ ۳۲۵ ق میں اسکندر فوج سمیت بڑے کھروفر سے واپس شہر بابل پہنچا اور بحری بیڑہ تیار کرنے کا حکم دیا تاکہ کل عرب و افریقہ فتح کر کے تمام دنیا کو ایک ہی مملکت بنا کر وہ اس کا حکمران بن جائے۔ لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی اور گیارہ دن بیمار رہ کر ۳۲۳ ق میں مر گیا۔ موت کے وقت اس کی عمر ۳۳ سال سے بھی کم تھی۔ بعض کی رائے میں وہ مسموم یعنی زہر سے مارا۔ ایک چھوٹا بیٹا وارث چھوڑا۔ لوگوں نے اس کے بھائی اریدریہ کو حاکم بنا دیا۔ کذا فی دائرۃ المعارف ج ۱ ص ۳۰۲۔ یہ وہ اسکندر ہے جو فاتح اعظم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بڑا گمراہ و کافر و ظالم تھا۔ بتوں کو پوجتا اور ان سے حاجات مانگتا تھا۔

شہرستانی ملل و نحل ج ۲ ص ۱۳ پر اسکندر رومی کے متعلق لکھتے ہیں ہو ذو القرنین الملک دلیس ہو الملک فی القرآن بل هو ابن فیلبوس الملک سلمہ ابوہ الی ارسطو طالیس للحکیم المقیم بمدینۃ اینیاس فاقام عنده خمس سنین يتعلم منه الحكمة والادب وقيل للاسکندر هذا انک تعظم مؤثرات اکثر من تعظیمک والدک قال لاق ابی کان سبب حیاتی الفانیة ومؤثراتی ہو سبب حیاتی الباقیة ۱۰۸۔

فائدہ۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں مذکور ذو القرنین سے سی رومی اسکندر مراد ہے۔ امام رازی نے اس قول پر متعدد اشکالات ذکر کرنے کے بعد بغیر حل اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ قال اذا کان الامر کذلک فقد ثبت ان الاسکندر کان تلميذا لارسطو فيكون مذهب ارسطو حقا ومرتج عليه العلامة النيسابوری بان مذهب الفلاسفة ليس بباطل كله فربما کان الاسکندر علی الحق الذی فیہ دون الباطل ۱۰۸۔ بیضاوی و نيسابوری کی عبارت بھی اسی قول کی ترجیح پر وال ہیں۔

ہمارے خیال میں ذو القرنین و اسکندر رومی دو شخص ہیں۔ دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔ اولاً اس لیے کہ اسکندر رومی کے بارے میں بتواتر یہ بات منقول ہے کہ وہ کافر تھا اور بت پرست تھا۔ بوقت موت اس نے وصیت کی ان تنقل جثته الی معبد آمون۔ کذا فی دائرۃ المعارف وغیرہا۔ معبد آمون ایک بت کے کا نام ہے۔ وفی کتب التاریخ الموثوق بها انہ لما دخل بابل کان بها الصنم المشہور باسم بعل قمر بآنا علی عادته فی عبادۃ کل صنم یصادفہ فی فتوحاتہ ۱۰۸۔ وفيہا ثم انہ تجبر وتمر حق ادعی انہ ابن الاله جو بت پرست و عدا الناس الی عبادتہ ۱۰۸۔ اور ذو القرنین جو قرآن میں مذکور ہیں وہ مومن تھے اور صالحین میں سے تھے۔ بعض کے نزدیک وہ نبی تھے اور بعض

عمار کی رائے میں وہی اللہ تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں الہام ہوتا تھا۔ نیز وہ ایمان باللہ اور توحید کے داعی و مبلغ تھے۔ قال اللہ تعالیٰ قلنا یا ذا القرنین امانا ان تعویب و امانا ان تتخذ فیہم حسنا قال امانا من ظلم و سوف نعذبہ ثم یرد الی ربہ فیعد بہ عذابا نکر و امانا من امن و عمل صالحا فلہ جزاء الحسنی۔

خامساً۔ ذوالقرنین سرد یا جوج و ماجوج کے بانی ہیں اور اسکندر رومی کے بارے میں کسی مؤرخ نے ہمارے دکان کو تحریر نہیں کیا۔

ثانیاً۔ ذوالقرنین محبوب اللہ اور متقی تھے اور اسکندر رومی ظالم تھا اور تقویٰ سے بہت دور تھا۔ مری ابن الکواء اسے سأل علیاً رضی اللہ عنہ عن ذی القرنین فقال هو عبد احب اللہ فاجتہد و ناصح اللہ ففصحه فامرهم بتقوی اللہ تعالیٰ فضریوہ علی قرینہ فقتلوه ثم بعث اللہ فضریوہ علی قرینہ فمات۔

رابعاً۔ اسکندر رومی دوسرے سے مؤمن و موحّد نہ تھا جب کہ ذوالقرنین کے بارے میں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے اور بعض میں ہے کہ وہ فرشتہ تھے۔ مری ابن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سمع رجلاً یقول لا خیر یا ذا القرنین فقال ما کفکم ان تتسمقوا باسماء الانبیاء حتی تستمیتکم باسماء الملائکۃ ذکرہ السہیلی۔ اسکندر رومی جیسے بڑے انسان کے متعلق فرشتہ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور روایت ہمارے معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ تھے۔ وعن عبد اللہ بن عمر قال کان ذوالقرنین نبیاً مری ابن عساکر باسناد غریب عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ادری ان تبعہ کان لعیناً ام لا ولا ادری الحد و کفارات لاهلہا ام لا ولا ادری ذوالقرنین نبی ام لا۔ مراجع البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۱۔

خامساً۔ اسکندر رومی کی تاریخ کا ذکر ابھی گزرا۔ اس کی موت ۳۲۳ قبل مسیح علیہ السلام میں واقع ہوئی اور ذوالقرنین کا زمانہ بہت قدیم ہے۔ بعض تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے معاصر تھے۔ ذکر الارقی وغیرہ ان ذوالقرنین اسلم علی یدی ابراہیم الخلیل علیہ السلام و طاف معہ بالکعبۃ المکرمۃ ہو و اسماعیل علیہ السلام۔ فی البدایۃ ج ۲ ص ۱۰۱ ان ذوالقرنین حج ماشیاً و ان ابراہیم علیہ السلام لما سمع بقدمہ تلاقا و دعاه۔ اہ۔

وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۹ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کان ابراہیم علیہ السلام بمکۃ و اقبل ذوالقرنین علیہا فلما کان بالابطح قیل لہ فی ہذہ البلدۃ ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام فقال ذوالقرنین ما ینبغی لی ان اربک فی بلدۃ فیہا ابراہیم خلیل الرحمن فانزل ذوالقرنین و

ومشی الی ابراہیم علیہ السلام فسلم علیہ ابراہیم واعتنقہ فلکان ہر اول من عاقب عبد السلام
وفیہ ایضاً وصف ذو القرنین بالاسکندر باخترازا من ذی القرنین الاصغر ہو اسکندر البیروانی
فانہ کان قریباً من عیسیٰ علیہ السلام وبن عیسیٰ و ابراہیم علیہما السلام انکس الفی سستہ
کان الاصغر کافراً ۵۔ ہذا واللہ اعلم و عنہ اتم۔

سادساً۔ اسکندر رومی مشہور فلسفی ارسطویہ لونی کا تلمیذ تھا۔ ارسطو سے فلسفہ پڑھا اور
ارسطو کی تعلیمات و آراء کا معتقد تھا۔ اور جنگوں میں اور فتوحات میں ارسطو کی مشوروں پر
عمل کرتا تھا اور ارسطو کے متعدد عقائد فلسفہ موجب کفر ہیں۔ امام غزالی نے کتاب نہایت
فلاسفہ میں تصریح کی ہے کہ ارسطو کے بعض عقائد مفضی الی الکفر ہیں۔ ارسطو کے چند عقائد
یہ ہیں۔

(۱) یہ عالم جسمانی جو آسمانوں اور عناصر اربعہ کا مجموعہ ہے قدم ہے، محسوس
نہیں ہے۔

(۲) یہ عالم کبھی فنا نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ ازلی وابدی ہے۔ اسی وجہ سے ارسطو اور اس
کے اتباع قیامت کے منکر ہیں۔

(۳) آسمانوں میں خرق و التیام یعنی ان کا پھٹنا، ان میں دروازوں یا سوراخ کا
وقوع محال ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ مختار فی الخلق نہیں ہیں بلکہ موجب ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ سے بلا اختیار صرف ایک شے یعنی عقل اول صادر ہوئی۔ فلک
قرے نیچے یعنی زمین کے واقعات و امور کا خالق ارسطو کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نہیں
ہیں بلکہ عقل اول ہی ان کی تخلیق کرتی ہے۔

یہ ارسطو کے چند عقائد ہیں جو یقیناً کفر ہیں اور اسکندر رومی اپنے استاد ارسطو کے
عقائد کا معتقد تھا۔ لہذا اسکندر رومی اسلام سے اور عقائد اسلامیہ سے کوسوں دور
تھا۔ اس کے برخلاف ذو القرنین مؤمن و صالح انسان تھے۔ وہ ارسطو کے نہ تلمیذ تھے
اور نہ ارسطو کے عقائد کے معتقد تھے۔ کیونکہ قرآن شریف ارسطوی عقائد رکھنے والے انسان
کی مدح نہیں کر سکتا۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

فصل

اس فصل میں ہم چند فوائد جلیلہ و ضوابط شریفہ ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ طلبہ و اہل علم کے لیے یہ نہایت مفید ثابت ہوں گے۔

فائدہ۔ الدینار۔ مثلاً ما بقوضتہ اور فذبحوها وما کادوا یفعلون کی تفسیر میں دینار کا ذکر اور فاخرہ من الثمرات یرزقکم کی تفسیر میں ۳۰ درہم کا ذکر موجود ہے۔ دینار و درہم کی مقدار معلوم کرنا نہایت ضروری ہے۔ بہت سے مسائل شرعیہ ان کے اوزان معلوم کرنے پر موقوف ہیں۔ بہت سے طلبہ و علماء کو ان کے اوزان و مقدار کا پتہ نہیں ہوتا۔ امام فائدہ کے لیے ہم چند دیگر اوزان شرعیہ مثل مثقال، صاع، رطل وغیرہ کا ذکر بھی مناسب سمجھتے ہیں۔

دینار۔ سب سے پہلے دینار کا وزن سن لیں۔ دینار و مثقال دونوں کا وزن ایک ہے۔ بالفاظ دیگر یہ دو نام ہیں ایک مسمیٰ اور ایک مقدار کے لیے۔ دینار یعنی مثقال ثوب جو کا ہوتا ہے اور یہ پورے ساڑھے چار ماشہ کا بنتا ہے۔ فتح القدیر میں سے الدینار بسنجة اهل الحجاز عشرون قیراطاً والقیراط خمس شعیرات فالدینار عندہم مائۃ شعیرۃ۔ فتح القدیر ج ۲ ص ۵۳۔ درمختار میں ہے الدینار عشرون قیراطاً والدہم اربعۃ عشر قیراطاً فیکون الدرہم الشرعی سبعین شعیرۃ والمثقال مائۃ شعیرۃ۔ انتہی۔ شامی ج ۴ ص ۲۲۔ وکذا فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۔ کتاب مصباح میں ہے الدینار عشرون قیراطاً۔ کل قیراط اثنا عشر أریۃ۔ انتہی۔ بہر حال ایک دینار یعنی مثقال کی مقدار ساڑھے چار ماشہ ہے۔

دینار سونے کا ہوتا ہے۔ مومنے میں نصاب زکوٰۃ حسب تصریح کتب حدیث و کتب فقہ میں مثقال یعنی بیس دینار ہے۔ اس بیان کے بعد اب رائج الوقت اوزان یعنی تولوں کا حساب لگانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایک تولہ کی مقدار ہے بارہ ماشہ اور ایک ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے۔ پس ۲۰ مثقال تقریباً ۱۶ تولہ کے برابر ہیں۔

درہم شرعی۔ ایک درہم کا وزن ہے ستر بجو۔ اوزان مروجہ میں درہم کی مقدار ہے تین ماشہ ایک رتی و بجو۔ بعض فقہاء اس میں تھوڑا سا اختلاف بیان کرتے ہیں۔ مظاہر حق میں ہے

درہم تین ماشہ ایک رقی اور پانچواں حصہ رقی کا ہوتا ہے۔
 درہم چاندی کا ہوتا ہے۔ شریعت میں چاندی کا نصاب زکوٰۃ دو سو درہم ہے تو یہ تقریباً ساڑھے
 باون تولہ چاندی بنتا ہے۔ اس میں بھی فقہاء نے تھوڑا سا اختلاف لکھا ہے۔ مالابدمنہ ص ۹۱ پر مولانا
 قاضی شہار اشرف پانی پتی مرحوم متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں۔ نصاب زربست مثقال است کہ بہت
 نیم تولہ باشد و نصاب یم دو صد درہم است کہ پچاھ و شش روپیہ سکہ دہلی وزن آں می شود۔
 بعض علماء محشین ہدایہ نے شرح کنز کے حوالہ سے نقل کیا ہے (لَا التَّوَلَّجَةُ (تولہ) فی اصطلاحنا
 اثنا عشر ماہجۃ (ماشہ) وکل ماہجۃ ثمانی حبتۃ وعلیٰ ہذا یكون نصاب الفضة بوزن بلادنا
 اثنین و خمین تولجۃ و سرب تولجۃ و ست حبات و نصاب الذہب بوزن بلادنا سبۃ تولجات
 و نصف تولجۃ انتہی۔ شیخ انور فرماتے ہیں ے

درہم شرعی ازین مسکین شنو
 کہ آں سہ ماشہ ہست یک سرخہ دو جو
 باز دینار سے کہ دارد اعتبار

وزن آں از سہ ماشہ داں نیم و چہار
 صاع۔ احاف کے نزدیک آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور مد بہر صورت صاع کے ربع کا نام ہے
 لہذا ایک مد دو رطل کا ہوتا ہے۔ یہ صاع کوئی کماتا ہے۔ صاع کوئی دو سو شتر تولے کا ہوتا ہے
 تو ایک صاع تین سیر چھے چھٹانک کا ہوا کیونکہ ایک سیر انسی تولے کا ہوتا ہے اور ایک چھٹانک
 پانچ تولے کا ہوتا ہے۔

س رطل۔ چونتیس تولہ اور ڈیڑھ رقی کا ہوتا ہے۔ شوافع وغیرہ کے نزدیک ایک صاع
 کی مقدار پانچ رطل اور ثلث رطل ہے۔ یعنی ۵ ۱/۳۔ اوزان شرعیہ کے بارے میں میرا ایک
 طویل فارسی منظوم ہے۔ بطور تکمیل افادہ اس کے چند اشعار یہاں پر ذکر کرنا چاہتا ہوں۔
 وہ منظوم یہ ہے:-

- ۱۔ وزن مثقالے کہ مے آید بکار چار رقی آر بابا سہ چہار
- ۲۔ مد بود دو رطل و صاع از چار مد سیر از ہشتاد تولہ ستم
- ۳۔ تولہ دو اڑدہ ماشہ باشد اے سیر ہشت رقی ماشہ باشد سیر بر
- ۴۔ درہم شرعی زر و حانی بخو آں سہ ماشہ یک رقی بائیس او
- ۵۔ یاد کن مقدار صاع ہاشمی وزنش از ارطال باشد دو و سی

- ۶۔ بعد ازیں صلیح حجازی را برداں
 ۷۔ ہشت ارطال است صلیح حنفی
 ۸۔ شصت صیعاں یک وقت شدائے دلیر
 ۹۔ چار و سی تولہ و یک نیم از رقی
 ۱۰۔ ادقیہ دہ نیم تولہ مرتبہ

یعنی اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے جس کی مقدار ساڑھے دس تولہ ہے۔ بطور نمونہ ہم نے یہ چند اشعار ذکر کر دیے۔

تنبیہ :- عند الاحناف اقل مہروس درہم ہیں۔ بعض کم علم لوگ اس کا مطلب ڈھائی روپیہ پاکستانی لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک درہم چوٹی کے برابر ہے۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ درہم چاندی کا ہوتا ہے جس کا وزن ہوتا ہے تین ماسہ سے کچھ زیادہ۔ جیسا کہ سطور بالا میں معلوم ہو چکا ہے۔ پس دس درہم ڈھائی تولہ چاندی سے کچھ زیادہ بنتے ہیں اور چاندی کی قیمت ہر زمانے میں بدلتی رہتی ہے۔ کئی سال قبل ایک تولہ چاندی کی قیمت ایک روپیہ بھی لہذا ایک درہم چوٹی کے برابر تھا۔ مگر ہر زمانے میں یہ قیمت برقرار نہیں رہتی۔ آج کل ایک تولہ چاندی کی قیمت تقریباً ۳۵ روپے ہے۔ پس دس درہم یعنی اقل مہر کی مقدار ہے ۸۶ روپے پاکستانی سے کچھ زیادہ۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ :- متعدد قبائل عرب کا ذکر تفسیر بیضاوی میں جا بجا ہوا ہے۔ لہذا یہاں پر قبائل عرب کی تفصیل ذکر کرنا طلبہ و علماء کے لیے بہت مفید و مناسب ہے۔ علامہ تاریخ زیر بن بکار کی رائے میں انساب طبقات عرب چھٹے ہیں۔ علی الترتیب ان کے نام یہ ہیں :- (۱) شیب (۲) بعد قبیلہ (۳) بعد عمار (۴) بعد بطن (۵) بعد فخذ (۶) بعد فصیلہ۔

علامہ زین عراقی نے انہیں درج ذیل دو شعروں میں منظوم کیا ہے :-

للعرب العرب باطباق عداة
 فصلها الزبير وهي ستة
 اعتمدت الشعب فالقبيلة
 عماره بطن فخذ فصيلة

مؤرخ علی بن برہان الدین حلبی کتاب سیرۃ النبی معروف بہ سیرت حلبیہ ج ۳ پر لکھتے ہیں :-
 فالشعب اصل القبائل والقبيلة اصل العمارۃ والعمارة اصل البطون والبطن اصل الاتحاد وال
 الفخذ اصل الفصيلة فيقال مضر شعب رسول الله صلى الله عليه وسلم وقيل شعبه خزيمية و
 كنانة قبيلته عليه السلام وقريش عمارته عليه السلام وقصى بطنه عليه السلام وهاشم فخذ
 عليه السلام وبنو العباس فصيلته عليه السلام اذ :-

ابن کلبی قبائل کے چھ طبقے ذکر کرتے ہیں اور فخذ و فصیلہ کے درمیان ایک اور طبقہ ذکر کیا ہے جس کا نام عشیرہ ہے والعشیرۃ رھط الرجل۔

نویری نے طبقات کے دس درجے ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) جذم۔ یہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔ (۲) جماہیر (۳) شعوب (۴) قبائل (۵) عمائر (۶) بطون (۷) آنخاز (۸) عشار (۹) فصائل (۱۰) ارباط۔ کذا فی نہایت الارب ج ۲ ص ۲۶۲۔

نشان بن سعید حمیری نے قبائل کے درجات اس ترتیب سے ذکر کیے ہیں (۱) شعب (۲) قبیلہ (۳) عمائر (۴) بطن (۵) فخذ (۶) جیل (۷) فصیلہ وجعل مضر مثال الشعب و کنانہ مثال القبیلۃ وقریشا مثال العمائر و فہراً مثال البطن وقصیاً مثال الفخذ وھاشمًا مثال الجیل والعباس مثال الفصیلۃ قرآن شریف میں ہے وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ قرآن میں شعوب کا ذکر مقدم ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیں المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۵۹۔ بلوغ العرب ج ۲ ص ۱۸۷۔ اللسان ج ۱ ص ۵۷ ج ۲ ص ۱۹۹۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۸۳۔ نہایت العرب ج ۲ ص ۲۶۲ منتخبات ص ۵۵ انسان العیون ج ۱ ص ۳۔

بعض نے شعب سے قبل جذم ذکر کیا ہے اور فصیلہ کا ذکر عشیرہ کے بعد کیا اور بعض نے عشیرہ کے بعد اسرہ ثم عترہ کا اضافہ کیا ہے۔ بعض علماء نے ترتیب کی یہ صورت ذکر کی ہے (۱) الجذم (۲) ثم الجھور (۳) ثم الشعب (۴) ثم القبیلۃ (۵) ثم العمائر (۶) ثم البطن (۷) ثم الفخذ (۸) ثم العشیرۃ (۹) ثم الفصیلۃ (۱۰) ثم الرھط (۱۱) ثم الاسرۃ (۱۲) ثم العترۃ (۱۳) ثم الذریرۃ۔ کذا فی المفصل وغیرہ۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ۔ شیخ الاسلام ایک تعظیمی لقب ہے۔ آیت واذ القوا الذین امنوا قالوا امنا کی شرح میں مذکور ہے۔ ائمہ اسلام و علماء دین میں کئی بزرگ شیخ الاسلام لقب سے ملقب تھے۔ ہمارے زمانے میں شیخ الاسلام کے لقب سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث و صدر مدرسین دارالعلوم دیوبند معروف و مشہور ہیں۔ مولانا موصوف جامع کمالات ظاہریہ و باطنیہ تھے۔

قال الحافظ السخاوی فی کتاب الجواہر فی مناقب العلماۃ ابن حجر شیخ الاسلام و اطلقہ السلف علی المتبع لکتاب اللہ و سنتہ رسولہ مع التبحر فی العلوم من المعقول المنقول و مرئیا و وصف بہ من ہلکم درجۃ الوکایۃ وقد یوصف بہ من طال عمرہ فی الاسلام فدخل

في عدد من شأب شَيْبَةً في الاسلام كانت له نوداً - ولم تكن هذه اللفظة مشهورة بين القدماء
بعد الشيخين الصديق والفاروق رضي الله عنهما فانتد وصر وصفهما بذلك -

وعن علي رضي الله عنه فيما جرى الطبري في الرياض النضرة عن انس رضي الله عنه ان
رجلاً جاء الى علي رضي الله عنه فقال يا امير المؤمنين سمعتك تقول على المنبر اللهم صلني
بما أصلحت به الخلفاء الراشدين المهديين فمن هم فاعز وصرقت عيناه وأهملها ثم قال ابوك
وعمر اماما الهدى وشيخا الاسلام ورجلاً قرئش المقدي بهما بعد رسول الله صلى الله عليه
وسلم - ثم اشتهر بها جماعة من علماء السلف حتى تبدلت على رأس الماشة الثامنة فوصف
بها من لا يحصى وصارت لقباً لمن ولي القضاء الاكبر ولو عثر عن العلم والسنن فانا لله وانا اليه
راجعون - انتهى -

وروي الواحدى رحمه الله تعالى ان ابن ابي رئيس المنافقين واصحابه استقبلهم نفر
من الصحابة فقال لقومهم انظروا كيف امرأة هؤلاء السفهاء عنكم فاخذ بيد ابى بكر رضي الله
عنه وقال مرحباً بالصديق سيدي بنى تيمم وشيخ الاسلام وثاني رسول الله صلى الله عليه وسلم
في الغار الباذل نفسه وما له لرسول الله صلى الله عليه وسلم ثم اخذ بيد عمر رضي الله عنه فقال
مرحباً بسيدي بنى عدى الفاروق القوي في دينه الباذل نفسه وما له لرسول الله صلى الله عليه وسلم
عليه سلم ثم اخذ بيد علي رضي الله عنه فقال مرحباً بنى عم رسول الله صلى الله عليه وسلم وختنه
سيدي بنى هاشم ما خلا رسول الله صلى الله عليه وسلم فنزلت واذا القوال الذين آمنوا قالوا آمنا الآية على ما
ذكره البيضاوى رحمه الله تعالى -

ففي هذه الرهاية اطلاق شيخ الاسلام على الصديق رضي الله عنه - قال الشيخ الشهاب
الخفاجي في شرح تفسير البيضاوى ج ٣ ص ٣٢٢ شيخ الاسلام كان في زمن الصحابة رضي الله عنهم
يطلق على ابى بكر رضي الله عنه وعمر وهما الشيخان ثم قال بعد ذكر ما قال السخاوى رحمه الله تعالى
قلت ثم صارت هذه اللفظة لقباً لمن تولى منصب القوي وان عرى عن لباس العلم و
القوى

لقد هزلت حتى بدا من هزالها كلاًها وحتى ساء ما كل مفلس
وقال مولانا عبد الحى رحمه الله تعالى في اواخر الفوائد البهية ص ١٢٠ كان العرب على ان
شيخ الاسلام يطلق على من تصد ريلافاء وحل المشكلات فيما شجر بينهم من النزاع و
للتصام من الفقهاء العظام والفضلاء الفخام وقد اشتهر بها من اخيار المائة الخامسة والسادة

أعلام منهم شيخ الإسلام أبو الحسن علي السغدی وشیخ الإسلام عطاس بن حمزة السغدی وشیخ الإسلام علی بن محمد الاسبیجانی وشیخ الإسلام عبد الرشید البخاری جد صاحب الخلاصة وشیخ الإسلام برهان الدین المرغینانی صاحب الهدایة وشیخ الإسلام نظام الدین عمر ابن صاحب الهدایة وشیخ الإسلام محمد الاوزجندی وغیرهم کذا ذکر الکفوی فی ترجمۃ شیخ الإسلام محمد الاوزجندی۔
هذا والله اعلم۔

فائدہ۔ کسری و قیصر کا ذکر آیت واذ نجینا کہ من آل فرعون کی تفسیر میں موجود ہے۔ کسری ہر بادشاہ فارس کا لقب تھا اور قیصر ہر سلطان روم و شام کا لقب تھا۔ ہم یہاں پر دونوں کی کچھ تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ اولاً قیصر کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔ بعدہ کسری کا تذکرہ پیش کیا جائے گا۔

قیل ان اول من سقی قیصر من ملوک الروم هو اغسطس والیہ تنسب القیاصرة بعده وهو الذی غلب علی آخر رجل ملک اليونان ومصر والاسکندریۃ من البطالسة ملوک اليونان وهو بطليموس الحدید وقد ملک ثلاثین سنة ثم ملک بعده ابنته قلیطره وكان ملکها اثنتین وعشرین سنة وكانت لها حروب بالشام ومصر مع الثانی من ملوک الروم وهو اغسطس الی ان قتل زوجها وقتلت هی نفسها وانتهت بها ملک البطالسة علی مقدونیۃ وبلاد مصر من اسکندریۃ وغیرها قال المسعودی فی المروج۔

وقال فی موضع آخر من هذا الکتاب وغلبت الروم علی ملک اليونانیین وكان اول من ملک من الروم فیها ساطوحاس وهو جانیوس الاصغر بن ررم بن سماحلین فكان ملکہ اثنتین وعشرین سنة وقد قیل ان اول من ملک اليونانیین من ملوک الروم قیصر اسمہ هالوس ابن افلیوس ثم ملک بعده اغسطس بن قیصر ستا وخمیسین سنة وهذا الملك هو الاول من ملوک الروم واسمہ قیصر وهو الثانی من ملوکہم۔

وتفسیر قیصر ای شق عندہ وذلك ان امہ ماتت وهی حامل بہ فشق بطنها فكان هذا الملك یفتخر فی وقتہ بان النساء لم تلده وكذلك من حدث بعده من ملوک الروم من كان من ولده یفتخرون بهذا الفعل وماکان من امہم فصارت سمة لمن طرأ بعده من ملوک الروم انتہی بتصرف مروج ج ۱ ص ۱۹۲۔

علم من هذه العبارة ان فی اول من سقی بقیصر قولین فقیل هو اغسطس وقیل والد اغسطس۔

وهنا قول ثالث وهو ان اول القياصرة واول من سُمي به قسطنطين بن قسطنطيانى
القسطنطينية وكان زمنه بعد المسيح بثلاثمائة سنة وهو اول من تنصر من ملوك الروم كما ذكر
ابن كثير في البداية والنهاية ج ٢ ص ١٥١ -

وذكر ابن خلدون ان اول من سُمي بقيصر يونس بن غايش من ملوك الروم وكان قبل ولادة المسيح
عليه السلام بقليل - وهذا قول رابع -

وقيل اول من سُمي بقيصر اغانيوس وكان ملكه قبل اوغسطس فهذا قول خامس كما
سياق -

وفي العمدة ج ١ ص ١٥٠ ومعنى قيصر التقيير والقاف على لغتهم غير صافية وذلك ان امته
لما اتاهها الطلق به ماتت فقربطنها عنه فخرج حيًا وكان يفتخر بذلك لانهم لم يخرجوه من فرج و
اسم قيصر في لغتهم مشتق من القطع لان احشاء امته قطعت حتى اخرج منها وكان شعبًا
جبارًا مقدرًا ما في الحرب انتهى -

وقيل اصل هذا الاسم جاشر فعربته العرب الى قيصر ولفظ جاشر مشترك عندهم فيقال
للشعر - قال ابن خلدون في تاريخه ج ٢ ص ١٩٩ في تفصيل احوال ملوك الروم - انه خرج
يونس بن غايش الى جهة الاندلس وحارب من كان بها الى ان ملك برطانية واشبونة
وسرجع الى رومة واستخلف على الاندلس اكتبين ابن اخيه يونان ثم قتل يونس قتله
الوزراء فزحف اكتبين ابن اخيه من الاندلس واخذ بشأريته وملك الروم وعنه يونس
هو الذي سُمي قيصر فصارت سمة ملوكهم من بعده واصل هذا الاسم جاشر فعربته العرب الى قيصر
ولفظ جاشر مشترك عندهم فيقال للشعر جاشر وزعموا ان يونس ولد وشعره تام يبلغ عينيه و
يقال ايضا للشقوق جاشر وزعموا ان قيصر مات امته هي مقرب فقربطنها واستخرج يونس
والاول اصحه واقرب الى الصواب وكانت مدة ملك قيصر خمس سنين -

وولد للمسيح عيسى عليه السلام لثنتين واربعين سنة خلت من ملكه وهلك
قيصر لست وخمسين من ملكه وبعد خمسة آلاف ومائتين لمبدأ الخليقة ادم عليه السلام -
انتهى ما ذكر ابن خلدون باختصار فيه اختلاط في طبع بعض الحروف فلا يعلم هل هذا الاسم
يونس بن غايش او يونس او يونس والله اعلم -

ونقل ابن خلدون عن ابن العبد مؤرخ النصارى ان امر رومة وهي بلدة كبيرة في الروم
كان سراجًا الى الشيوخ الذين يدبرون امرهم وكانوا ثلاثمائة وعشرين رجلاً لا يرام كانوا حلفوا

ان لا يولوا عليهم ملكاً وكانوا يقدمون واحداً منهم ويؤمنون بالشيخ وانتهى تدبيرهم الى اغانيوس
فدبرهم اربع سنين وهو الذي سمي قيصر لان امه ماتت وهو جنين في بطنها فقروا بطنها و
اخرجوه ولما كبرت اتت اليه ياسته هؤلاء الشيخة رفته اربع سنين ثم ولي من بعد وليوش قيصر ثلاث سنين ثم ولي من بعده
اوغشطش قيصر بن مرنوخس ولثنتين واربعين سنة من ملك اوغشطش ولد عيسى
عليه الصلاة والسلام بعد مولد يحيى عليه السلام بثلاثة اشهر. انتهى
باختصار.

وكسر بالكسر اشهر وجاز فتح الكاف كحاف القاموس والجمع اكاسرة وكاسرة وكاسرة وكسوة والقياس
كسرون بكسر الكاف وفتح الراء كعيسون وموسون بفتح السين والنسبة الى كسر كسرى بكسر
الكاف وتشديد الياء مثل حرمتي وكسروى بكسر الكاف وفتح الراء كذا في القاموس وغيره.
قلت ان الهمام الكبير ثعلب صنف كتاباً باسمه كتاب الفصيح صغير للجورة عليه امام
الفاخرة المشهور بالزجاج في نحو عشرة مواضع منه في مناظرة اتفقت بين الزجاج وثلث منها
ما قال الزجاج له وقلت كسرى بكسر الكاف. وهذا خطأ لما هو كسرى (بالفتح) والدليل على
ذلك اننا واياكم لا يختلف في النسبة الى كسرى يقال كسروى بفتح الكاف وليس هذا مما يغير
بالنسب لبعده منها الا ترى انك لو نسبت الى معزى لقلت معزوى والى درهم لقلت درهمنى
اي بكسر الميم والدال ولا يقال معزوى ولا درهمنى اي لا يقال بفتحهما كذا في معجم الادباء
لياقوت ج ١ ص ١٣١.

قال العبد الضعيف ما اخذ الزجاج خطأ بلا هرب عند جمهوى امة النحوى اللغة فان
صاحب القاموس وغيره من اهل اللغة صرحوا بجواز الكسر الفتح في كاف كسرى بل الكسر اشهر
ولشير اليه قول صاحب القاموس. وكسرى ويفتح. واما قول الزجاج ان النسبة اليه كسروى
بفتح الكاف وادعى الجمع فمردود حيث صرحوا بكسر الكاف. قال العلامة الزبيدي في
تاج العروس ج ٣ ص ٥٢٣ في شرح قول صاحب القاموس والنسبة كسرى وكسروى بكسر الكاف
فتح الراء وتشديد الياء ولا يقال كسروى بفتح الكاف انتهى.

قال صاحب القاموس كسرى ملك الفرس معرب خسر بضم الخاء وفتح الراء اي واسع
الملك. قال شارحه العلامة الزبيدي في شرحه اي هذا معناه بالفارسية هكذا ترجموه و
يعمهم المصنف ولا ادري كيف ذلك فان خسر ايضاً معرب خورش ووكما صرحوا بذلك ومعناه
عندهم حسن الوجد والراء مضمومة وسكون المصنف مع معرفته لغوامض اللسان عجيب.

ونقل شیخنا عن ابن درستیہ فی شرح الفصحی لیس فی کلام العرب اسم اولہ مضموم وأخرہ
واو فلذلک عربوا خسرو وبنوہ علی فعلی بالفتح فی لغتہ وفعلی بالکسر فی أخرى وابدوا الخاء کافاً
علامة لتعربہ ثم قال شیخنا ومن لطائف الادب ما اشدنیہ شیخنا الامام البارع ابو عبد اللہ محمد بن
الشاہلی اعزہ اللہ تعالیٰ ۛ

لہ مقلہ یعزى لبابل سحرہا کان بہا ہارت قد اودع السحرا
یذکر فی عہد النجاشی خالہ واجفائہ الوسنی تذکر فی کسری
هذا والله اعلم۔

فائدہ۔ ان قلت مامعنی للحديث الصحيح۔ اذا هلك قيصر فلا قيصر بعده واذا هلك كسرى
فلا كسرى بعده قلنا معناه لا قيصر بعده بالشام ولا كسرى بعده بالعراق قاله الشافعي في المختصر سبب
الحديث ان قريشاً كانت تأتي الشام والعراق كثيراً للتجارة في الجاهلية فلما اسلموا خافوا انقطاع
سفرهم اليهما لمخالفتهم اهل الشام والعراق بالاسلام فقال عليه الصلاة والسلام لا قيصر ولا كسرى
اي بعدهما في هذين الاقليمين ولا ضرر عليكم فلم يكن قيصر بعده بالشام ولا كسرى بعده بالعراق ولا يكون
كذا في العدة ج امث۔

فائدہ۔ القيصر لقب كل من ملك الروم والشام والكسرى لقب كل من ملك فارس و
كل من ملك الترك يقال له خاقان وكذا يسمى كل من ملك الحبشة النجاشي۔ ويسمى ملك القبط
فرعون۔ وملك مصر العزيز وملك حمير تبع۔ وملك الهند دهمي۔ وملك الصين فغفور۔
وملك الزنج غانة۔ وملك اليونان بطليموس۔ وملك اليهود قبطون او مانح۔ وملك البربر
جالوت۔ وملك الصابئة نمرد۔ وملك اليمن تبعاء۔ وملك فرغانة اخشيد۔ وملك العرب
من قبل البعج النعمان وملك افریقیہ جرجير وملك خلاط شهرمان وملك السند فو۔ وملك
الخرزربيل وملك النوبة كابل وملك الصقالبة ماجدًا۔ وملك الاحرمن تقفوق۔ وملك
الاجات خداوندكار۔ وملك اشروشنه افشين وملك خوارزم خوارزم شاه۔ وملك جرجان
صول۔ وملك اذربيجان اصبهيد وملك طبرستان سلاخر وملك اقليم خلاط شهرمان
ونيا بته الرزم دمشق واسكندرية ملك مقوقس۔ كذا ذكر العيني وغيره۔ هذا والله اعلم۔

فائدہ۔ صحابی کی تعریف میں کئی اقوال ہیں۔

تعریف اول۔ هو من رأى النبي صلى الله عليه وسلم مؤمناً به ومات على الاسلام بقيد ايمان
وه لوگ خارج ہوئے جو بوقت ملاقات وروئے کافر تھے اگرچہ اس کے بعد مسلمان ہو گئے ہوں۔ باقی

وہ لوگ جنہوں نے بعثت سے قبل نبی علیہ السلام کو دیکھ کر آپ کے مبعوث ہونے کی بشارت دی ان میں صحابی ہونے کا بھی احتمال ہے اور صحابی نہ ہونے کا احتمال بھی مثل بھیرا مہب اور اس کے نظارہ۔ رجأت میں سے جنہوں نے نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہو ایمان کی حالت میں وہ بھی صحابہ ہیں۔ ابن الاثیر جنات کو صحابہ میں شمار نہیں کرتے لہذا وہ تعریف میں لفظ انسان ذکر کرتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک جنات بھی صحابہ میں داخل ہیں۔ صحابہ میں دخول ملائکہ محل نظر ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہی ہے اس بات پر کہ آپ ملائکہ کی طرف بھی مبعوث ہوئے ہیں یا کہ نہیں۔ اگر آپ نبی الملائکہ بھی ہوں اور ان کی طرف بھی مبعوث ہوں تو ملائکہ صحابہ میں داخل ہوں گے ورنہ نہیں۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں لم یکن مرسلًا الملائکہ بالاجماع۔ رازی کا یہ دعویٰ محل نظر ہے۔ شیخ بسکیؒ و سیوطیؒ وغیرہ علماء کے نزدیک آپ نبی الملائکہ ہیں اور ملائکہ کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ امام بسکیؒ نے اس میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

موت اسلام پر شرط ہے۔ لہذا وہ لوگ خارج ہوئے جو مرتد ہو کر کفر پر مرے وہ صحابی نہیں کہلاتے مثل عبید اللہ بن جحش سابق زنج ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت الی الحبشہ کرنے کے بعد عیسائی بن کر کفر پر فوت ہوا۔

اور اس تعریف میں وہ صحابہ داخل ہیں جو مرتد ہونے کے بعد دوبارہ مسلمان ہوئے لیکن دوبارہ اسلام لانے کے بعد انھیں نبی علیہ السلام کا دیکھنا و زیارت نصیب نہ ہوئی۔ مثل اشعث بن قیس جو مرتد ہوا تھا پھر خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں مسلمان ہوا۔ لیکن بہت سے محققین و ائمہ کے نزدیک ارتداد مبطل صحابیت ہے۔ لہذا وہ تعریف میں اپنے مذہب کے مطابق ایک قید کا اضافہ کرتے ہیں۔

اس تعریف پر اعلیٰ کا اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ بعض صحابہ نابینا تھے مثل ابن ام مکتومؓ انھیں نبی علیہ السلام کی رویت حاصل نہ تھی۔ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ نبی علیہ السلام کو نہیں دیکھا لیکن نبی علیہ السلام تو ان کو دیکھتے تھے اور یہ کافی ہے۔ اور ثانیاً یہ ہے کہ انہیں رویت النبیؐ کے موقع حاصل تھے اگر وہ معذور نہ ہوتے تو دیکھ سکتے تھے لیکن عذر عارضی کی وجہ سے وہ دیکھنے سے محروم تھے اور رویت کا موقع ملنا حکم رویت میں ہے۔ بعض علماء لفظ رأی کی بجائے لفظ لقی ذکر کرتے ہیں کما فی التعریف الثانی الآتی ذکرہ۔

تعریف ثانی ہو من لقی النبی علیہ السلام مؤمنًا بہ ومات علی الاسلام۔ یہ تعریف بعینہ مثل تعریف اول ہے صرف لفظ رأی کے بدلے یہاں پر لقی کا ذکر ہے۔ اس تعریف پر اعلیٰ صحابی کا وہ اعتراض

وارد نہیں ہوتا جو تعریف سابقہ پر وارد ہوتا ہے۔ البتہ دونوں تعریفوں پر روئے النبی علیہ السلام فی المنام کا اعتراض ہوتا ہے فی الحدیث من سأل فی المنام فکلمنا لانی فی رؤیایہ فقد آتی فان الشیطان لا یمثل لی۔ منام میں لقاء و روئے دونوں متحقق ہیں۔

جواب یہ ہے کہ روئے النبی علیہ السلام فی المنام بلاریب بڑی سعادت ہے۔ لیکن اس پر احکام شرعیہ مبنی نہیں ہو سکتے۔ احکام شرعیہ یقظہ یعنی بیداری کی حالت پر متفرع ہو سکتے ہیں۔ اور صحابی ہونا ایک شرعی حکم ہے وہ بھی بیداری پر موقوف ہے۔ پس جو شخص بہ حکم شریعت غیر صحابی ہو خواب کی وجہ سے اس کا حکم بدل کر صحابی ہو جائے یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔ بعض علماء اسی اعتراض کے پیش نظر تعریف میں قید یقظہ کا اضافہ کرتے ہیں اور تعریف ثالث کرتے ہیں۔

تعریف ثالث ہو من لقی النبی علیہ السلام فی الیقظۃ مؤمنابہ ومات علی الاسلام۔ لیکن اس تعریف پر اور سابقہ تعریفوں پر ایک اور اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ بعض کا ملین اور اصحاب کشف اولیاء کو حالت بیداری میں نبی علیہ السلام کی زیارت و رویت کی سعادت حاصل ہوتی ہے کما قال بعض الاولیاء انی امری النبی علیہ السلام فی الیقظۃ کمرؤیۃ بعض الصحابۃ ایاہ۔ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ کشف قوی حجت نہیں ہے احکام اسلامیہ کتاب و سنت و اجماع و قیاس پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ کشف سے احکام شرعیہ مثل صحابی وغیرہ ثابت نہیں ہوتے۔

ثانیاً۔ صحابیت کے لیے روئے النبی فی حیاۃ النبی علیہ السلام ضروری ہے۔ یعنی حیات نبویہ میں دیکھنا لازم ہے۔ اور بعد الموت نبی علیہ السلام اگرچہ زندہ ہیں اور حیات کے تمام امور کجا لہا آپ کو حاصل ہیں۔ تاہم یہ بھی یقینی بات ہے کہ وہ عرف میں دنیاوی حیات نہیں کھلاتی جاسکتی۔ عرف عام میں حیات فوق الارض و حیات محسوسہ حیات کھلاتی ہے۔ اور حیات برزخ امور مستور ہیں سے ہے۔ لہذا بذریعہ کشف روئے موجب صحابیت نہیں ہے۔ البتہ جس نے بعد الموت و قبل الدفن نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہو مثل ابو ذؤیب ہذلی شاعر اس کی صحابیت میں علماء کے دو قول ہیں۔ اصح عدم صحابیت ہے۔ کما صرح بہ الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ۔ ان تعریفات کے پیش نظر وہ اطفال بھی صحابی ہیں جنہیں بچپن میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ هذا الذی اختارہ البخاری و احمد و الجمہور۔ ان تعریفات کے لحاظ سے صحابی کے لیے روایت حدیث یا شرکت غزوات یا بلوغ یا طول صحبت ضروری نہیں ہے۔ اور یہی جمہور علماء کا مختار قول ہے۔

تعریف رابع۔ ہو من لقی النبی علیہ السلام وطالت بحالستہ مؤمنابہ ومات علی الاسلام۔ قال النووی فی تہذیب الاسماء۔ اما الصحابی ففیہ مذہبان اصحہما و

ہو مذهب البخاری وسائر المحدثین وجماعۃ من الفقہاء وغیرہم اند کل مسلم سرائی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولو ساعةً وإن لم یجالسہ ویخالطہ۔ والثانی وهو مذهب اکثر اہل الاصول اند یشرط مجالستہ وهذا مقتضی العرف والذالمقتضی اللغۃ وهكذا قال الامام ابوبکر ابن الباقلا رحمہ اللہ وغیرہ۔ ۸۱۔

تعریف خامس۔ ہومن لقی النبی علیہ السلام مؤمنابہ وغرامعہ ومات علی الاسلام یہ تعریف ان علماء کی ہے جو صحابی کے لیے غزوہ میں شرکت لازم قرار دیتے ہیں۔ ابن حجر اس تعریف کو شاذ کہتے ہیں۔

تعریف سادس۔ ہومن لقی النبی علیہ السلام مؤمنابہ بعد البلوغ ومات علی الاسلام۔ اس تعریف والوں کے نزدیک بلوغ کے بعد لقاء ضروری ہے۔ لہذا وہ بچے جو نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت بالغ نہ تھے صحابی نہیں کہلا میں گئے۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔

تعریف سابع۔ بعض علماء روایت حدیث النبی علیہ السلام کو شرط قرار دیتے ہیں۔ لہذا وہ یوں تعریف کرتے ہیں من لقی النبی علیہ السلام مؤمنابہ وحفظت روایتہ عنہ علیہ السلام ومات علی الاسلام۔

تعریف ثامن۔ ہومن لقی النبی علیہ السلام مؤمنابہ وضبط اتہ غرامعہ او استشهد بین یدیکہ۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔

تعریف تاسع۔ ہومن لقی النبی علیہ السلام وكان قد بلغ سن التمييز مؤمنابہ ومات علی الاسلام۔ اس قول والے سن تمیز ہی میں ملاقات شرط قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس مدت سے قبل بچے کی طرف نسبت ملاقات ونسبت روایت صحیح نہیں ہے۔ کذا ذکر ابن حجر رحمہ اللہ۔

تعریف عاشر۔ قال فی شرح المتحیر الصحابی عند المحدثین وبعض الاصولیین من لقی النبی علیہ السلام مسلماً ومات علی الاسلام او قبل النبوة ومات قبلہا علی الخفیۃ کرید ابن عمر بن نفیل او اسر تد وعادی حیاتہ وعند جمہول الاصولیین من طالت صحبۃ متبعاً لمدۃ یشبت معها اطلاق صاحب فلاں عرفاً بالتحدید فی الاصحہ انتہی۔

شارح تحریر کی عبارت سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو مرتد ہوا اور پھر مسلمان ہوا وہ صحابی ہے۔ یعنی اسلام کے ساتھ اس کی صحابیت بھی عود کر آتی ہے۔ اگرچہ دوبارہ نبی علیہ السلام کی ملاقات نصیب نہ ہوئی ہو۔ یہ مذہب شافعی کا مقتضی ہے۔ کیونکہ مذہب شافعی میں مرتد کے

اعمالِ صالحہ ضائع نہیں ہوتے بشرطیکہ اس کی موت ارتداد پر نہ ہو۔ لیکن ہمارے اخاف کے نزدیک نفسِ ارتدادِ مُحِیطِ اعمالِ صالحہ ہے اور صحبتِ اشرفِ اعمال میں سے ہے۔ لہذا ارتداد سے صحبت کا شرف بھی زائل ہوا۔

قال ابن عابدین فی رد المحتار ج ۱ منہ لکنہم قالوا انہ بالاسلام تعود اعمالہ مجرّدۃ عن الثواب ولذا لا یجب علیہ قضاء وھا سوۃ عبادۃ بقۃ سببھا کالحج وکصلۃ صلاھا فارثا فلأسلم فی وقتھا علی هذا فقد یقال تعود صحبۃ مجرّدۃ عن الثواب وقد یقال ان أسلم فی حیۃ النبی علیہ السلام لا تعود صحبۃ ما لم یلقہ لبقاء سببھا انتہی۔

فائدہ۔ صحابہ تین قسم پر ہیں۔ اولِ مہاجرین۔ دومِ انصار۔ سوم ان کے علاوہ دیگر صحابہ۔ پھر مہاجرین و انصار دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ جو سابقون الاولون ہیں۔ اور ایک وہ جو ایسے نہیں۔ سابقون الاولون اور غیر سابقین کے فرق میں کئی اقوال ہیں۔

قول اول۔ جو اہل قبلتین ہیں۔ یعنی جن صحابہ نے بیت المقدس و کعبۃ الشہ دونوں کی طرف نماز پڑھی ہو وہ سابقین ہیں۔ اور ان کے علاوہ غیر سابقین ہیں۔ ہجرت کے بعد سترہ یا سولہ ماہ تک نبی علیہ السلام بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے بعد یہ حکم منسوخ ہوا اور کعبۃ الشہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار۔ فعن سعید بن المسیب انہ کان یقول فی قولہ تعالیٰ والسابقون الاولون قال ہم الذین صلّوا القبلتین۔

قول ثانی۔ بیعتہ الرضوان یوم الحدیبیہ والے سابقین اولین ہیں اور ان کے سوا غیر سابقین ہیں۔ قالہ الشعمی۔

قول ثالث۔ شرکاء جنگ بدر سابقین ہیں اور باقی غیر سابقین ہیں۔ قالہ محمد بن کعب القرظی وعطاء بن یسار علی ما ذکر ابن عبد البر فی الاستیعاب۔ هذا واللہ اعلم۔

فائدہ فی التابعی۔ تابعون جمع کا واحد تابع و تابعی ہے۔ تابعی کی تعریف میں حسب تصریح نووی رحمہ اللہ و قول ہیں۔ احدثہما الذی سرائی صحابیّا اولیقیہ ومات علی الاسلام۔

والثانی۔ انہ الذی جالس صحابیّا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار الذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعدّ لہم جحّات تجری تحتہا الانھار۔ الآیۃ۔

وامّا تابعو التابعین فہم الذین سرائو التابعی ولفوہ او جالسوہ۔ ولہم ایضاً فضل فی الجملة

فقی الصّحیحین عن عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خیرکم قرانی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔

فائدہ۔ محدثین مثل سالم وغیرہ نے تابعین کو پندہ طبقوں پر منقسم کیا ہے۔ اول وہ طبقہ جنہوں نے
عشرہ مبشرہ کو پایا ہو مثل قیس بن ابی حازم۔ آپ نے جملہ عشرہ مبشرہ سے سماع کیا ہے۔ اس فضیلت
میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ دوم وہ اولاد صحابہ جو نبی علیہ السلام کی حیات میں پیدا ہوئی۔ افضل
تابعین میں اقوال میں۔ قال احمد افضل التابعین سعید بن السیب قلیل لہ علقمۃ والا سوج۔

فقال سعید وعلقمۃ والا سوج وعندنا قال لا اعلم فیہم مثل ابی عثمان النضدی وقیس بن ابی
حازم وعندنا قال افضلہم قیس وابو عثمان وعلقمۃ ومسروق قال النووی فی تہذیب الاسماء و
لعلہ اسرأد افضلہم فی ظاہر علوم الشرع والا فاولیس خیر التابعین وفی صحیح مسلم ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال فی اویس القرنی ہو خیر التابعین۔ وقال ابو عبد اللہ بن خفیف الزاہد اہل
المدينة یقولون افضل التابعین ابن المسیب واهل الکوفۃ اویس واهل البصرۃ الحسن البصریؒ او
ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ۔ عرب عربی و اعرابی الفاظ تفسیر بیضاوی میں مکرر الذکر ہیں۔ عربی و اعرابی
میں یہ فرق ہے کہ عربی وہ شخص ہے جو قوم عرب سے ہو خواہ شہری ہو یا دیہاتی۔ لہذا عجمی پر اطلاق عربی
نہیں ہو سکتا۔ اور اعرابی وہ شخص ہے جو دیہات میں رہتا ہو خواہ قوم عرب کے ہو یا عجم کے۔
لہذا دونوں میں نسبت عموم و خصوص من وجہ ہے۔ قوم عرب کا دیہاتی عربی بھی ہے اور اعرابی
بھی۔ اور قوم عرب کا شہری آدمی عربی ہے نہ کہ اعرابی۔ اور عجمی قروی یعنی دیہاتی پر اعرابی کا اطلاق صحیح
ہے نہ کہ عربی کا۔ عربی کی جمع عرب ہے۔ اور اعرابی کی جمع اعراب ہے باسقاط یاد النسبۃ مثل روم ورومی
وہش وحبشی۔ کذا فی کتب الادب۔ ہذا و اللہ اعلم۔

فائدہ۔ الشیخان۔ آیت والمطلقت یتربصن بانفسہن ثلاثۃ قُرء میں مذکور ہیں۔
علم حدیث میں اور روایت حدیث کے مباحث میں شیخان سے امام بخاری و امام مسلم مراد ہوتے ہیں۔
یقال مرآۃ الشیخان ای البخاری و مسلم فی صحیحہما دونوں اماموں کو امت میں عظیم منقبت
حاصل ہے کہ مباحث روایت و حدیث میں دونوں شیخ کے لقب سے موسوم ہیں۔ اور جب مطلق
شیخان کا ذکر ہو تو اس سے یہی دو امام مراد ہوتے ہیں۔ گویا کہ دونوں فن حدیث میں کل امت کے
شیخ و استاذ ہیں۔

امام بخاری کا نام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم ہے۔ تاریخ ولادت بعد سلاۃ جمعہ

۱۴ شوال ۱۹۴ھ ہے۔ اور تاریخ وفات لیلة عید الفطر ۲۵۶ھ ہے۔ قریب خرتک میں

مدفون ہیں جو حکم قدسے دوفرخ دور ہے۔ امام سلم کا نام سلم بن الحجاج بن سلم قشیری ہے۔ تاریخ وفات
شرب یک شنبہ ۲۵ رجب ۲۶۱ھ ہے۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ رضی اللہ عنہما۔

کتب فلسفہ میں شیخین سے ابو علی بن سینا و فارابی مراد ہوتے ہیں۔ اور کتب نحو و صرف بصری میں
شیخین سے مراد سیبویہ و خلیل ہیں اور نحو و صرف کوئی میں کسائی و فرار مراد ہوتے ہیں۔ کتب فقه
حنفی میں شیخین سے مراد ابو حنیفہ و ابو یوسف ہوتے ہیں۔ اور علم معانی و بیان میں شیخین سے مراد
عبد القاہر جرجانی و صاحب ابن عباد یا عبد القاہر و سکاکی ہوتے ہیں اور کتب تفسیر میں شیخین سے
مراد زمر مشہوری و بیضاوی ہوتے ہیں۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں شیخین عبارت ہے ابو بکر صدیق و
عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے۔ اور علم کلام میں اس سے ابو الحسن اشعری و امام ماتریدی مراد
ہوتے ہیں۔

فائدہ ۱۳۔ الخلفاء الاربعۃ۔ بحث القرو و صرف مقطعات کے اواخر میں خلفاء اربعہ کا ذکر ہوا
ہے۔ خلفاء اربعہ سے مراد خلفاء اربعہ راشدین ہیں۔ یعنی صدیق اکبر و عمر فاروق و عثمان ذوالنورین
و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ یہی چار خلفاء راشدین ہیں۔ ان چاروں خلفاء کی خلافت مکمل طور پر
مناج نبوت پر قائم تھی اور کتاب و سنت کے موافق تھی اسی وجہ سے انھیں خلفاء راشدین کہتے
ہیں۔ پس خلفاء راشدین چار ہیں۔ حدیث شریف ہے علیکم سنتی و سنت الخلفاء الراشدين
المہدیین۔

سفیان ثوری وغیرہ محدثین کے نزدیک خلفاء راشدین پانچ ہیں۔ پانچویں عمر بن عبد العزیز
تابعی ہیں۔ قال سفیان الثوری الخلفاء خمسة ابو بکر و عمر و عثمان و علی و عمر بن عبد العزیز انھی
کذا ذکر النووی فی تہذیب الاسماء ج ۱۸۔ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی تاریخ وفات ۱۸۰ھ
ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ اور سات دن ہے۔ عمر فاروق رضی
اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دس سال چھ ماہ ہے۔ وفی البدایۃ ج ۱ ص ۱۸۱ کانک ولایۃ عمر عشر
سنین و خمسۃ اشھر و احدًا و عشرين یومًا و اقل عشر سنین و ستۃ اشھر و اربعۃ ايام و اربعۃ
عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت بارہ سال ہے۔ وفی البدایۃ ج ۱ ص ۱۹۱ کانک خلافت
ای خلافت عثمان رضی اللہ عنہ ثنتی عشرۃ سنۃ و الاثنی عشر یومًا و اما عمرہ فانہ جاوز ثلثین
و ثمانین سنۃ۔ اہ بتصرف۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت چار سال ۹ ماہ ہے۔ کذا فی

البداية ج، ص ۳۳۱۔

عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا تینوں خلفاء کی عمر بوقت وفات ۶۳ سال تھی۔ جمہور محدثین و ائمہ دین کے نزدیک حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی خلفاء راشدین میں شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ علی رضی اللہ عنہ دس رمضان سنہ ۴۰ کو شہید ہوئے۔ پھر حسن خلیفہ ہوئے اور صرف چند ماہ بعد یعنی سنہ ۴۱ کے اوائل میں خلافت سے دست بردار ہو گئے اور مصالحت کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کل مسلمانوں کے امیر المؤمنین بنائے گئے۔ اور نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خلافت راشدہ تیس سال تک قائم رہے گی اور مصالحت حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما پر ۳۰ سال پورے ہو گئے۔

قال ابن كثير والدليل على انه اى الحسن احد للخلفاء الراشدين للحديث الذى اوردناه فى دلائل النبوة من طريق سفينة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال للخلافة بعدى ثلاثون سنة ثم تكون ملكا. وانما اكملت الثلاثون بخلافة الحسن بن على فانه نزل عن الخلافة لمعاوية فى ربيع الاول من سنة ۴۱ و ذلك كمال ثلاثين سنة من موت رسول الله صلى الله عليه وسلم فانه توفى فى ربيع الاول سنة احدى عشرة من الهجرة وهذا من دلائل النبوة صلوات الله وسلامه عليه البداية ج ۱ ص ۱۱۱، وقال فيها ج ۱ ص ۱۱۱ وقد انقضت الثلاثون بخلافة الحسن بن على فإيام معاوية أول الملك فهو أول ملوك الاسلام وخيارهم واخرج الطبرانى باسناد وعن معاذ بن جبل وابى عبيدة قالوا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان هذا اهرى رجل رحمة ونبوة ثم يكون رحمة وخلافة ثم كان ملكا عضوضا ثم كان عتوا وجبرية وفسادا فى الارض يستحلون الهرير والفرج والخمر ويضربون على ذلك ينصرون حتى يلقوا الله عز وجل. واسناده جيد. انتهى. هذا والله اعلم۔

فائدة فى الجاهلية۔ نبى عليه الصلاة والسلام کی بعثت سے قبل کا زمانہ زمانہ جاہلیت کہلاتا ہے۔ قال فى دائرة المعارف والجاهلية هى حالة الناس قبل بعثة رسول الله صلى الله عليه وسلم والجاهلية الجهلاء توکيد وقيل معناها الجاهلية القديمة۔

زمانہ جاہلیت دو قسم ہے۔ اول جاہلیت عامہ یعنی قبل النبوة والبعثة کا زمانہ۔ دوم جاہلیت شخصیہ مخصوصہ یعنی ہر صحابی کا اسلام سے قبل کا زمانہ۔ وفى کتاب لیس لابن خالویه ان لفظ الجاهلیة اسم حدث فى الاسلام للزمان الذى كان قبل البعثة کذا فى الزهر ۱۷۱۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جاہلیت اصطلاح جدید ہے جو ظہور اسلام کے بعد ظاہر ہوئی۔ اسلام سے قبل

حالِ عرب پر جاہلیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ تاکہ اس ظلمانی دور کا امتیاز ہو جائے اسلام کے بعد کے نورانی دور سے۔ قرآن شریف میں لفظ جاہلیت کسی آیات میں مذکور ہے **أَخْلَكُمُ الْجَاهِلِيَّةُ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ**۔

کبھی جاہلیت کے ساتھ بطور صفت لفظ جھلاء برائے مبالغہ و تاکید ذکر کرتے ہیں فالجاہلیۃ الجھلاء پریدون بہل الجاہلیۃ القدیمۃ کافی محیط المحيط ص ۳، و اساس البلاغۃ ج ۱ ص ۱۳۵۔ وقیل وكانوا اذا عابوا شیئاً واستبشعوا قالوا کان ذلک فی الجاہلیۃ للجھلاء کذا فی اقرب الموارد ص ۱۳۰۔ فالجاہلیۃ للجھلاء ہی الوثنیۃ التي حاکم بها الاسلام وقد اُتّب القرآن المشرکین علی حجتہم الوثنیۃ فقال اذ جعل الذین کفروا فی قلوبہم الحمیۃ حمیۃ الجاہلیۃ۔ جاہلیت کے معنی و ترجمہ میں متعدد اقوال ہیں۔

قول اول۔ اس کا مأخذ جہل ہے اور جہل ضد علم ہے۔ پس جاہل کا معنی ہے اُتمی یعنی اُن پر جہل بالفاظ دیگر جاہل کا معنی ہے غیر عالم جو نہ کتاب پڑھ سکے اور نہ لکھ سکے۔ یہی جاہل کا مأخذ ہے جاہلیۃ کا چونکہ زمانہ جاہلیت دلی عرب و مشرکین عرب اکثر اُتمی تھے اور پڑھے لکھے نہ تھے اسی وجہ سے ان کے زمانے پر جاہلیت کا اطلاق ہوا۔

قول ثانی۔ اس کا مأخذ جہل ضد علم ہے۔ لیکن جہل و جاہل سے معنی عام کی بجائے معنی خاص مراد ہے یعنی جہل باشر و برسولہ فالجاہلیۃ من الجھل باللہ و برسولہ و بشرائع الدین الالہی۔

قول ثالث۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جاہلیت کا مأخذ جہل عُرفی ہے۔ عُرف عام و عرف شرع میں جہل کا مفہوم ہے سفاہت، گمراہی، بے دینی، سرکشی، تکبر، قومی تعصبات، ظلم، قتل، غارتگری، بے جا غضب و غیرہ وہ افعال قبیحہ و اخلاق شنیعہ جو جاہلین عرب میں رائج تھے۔ یہ وہ امور ہیں جن سے اسلام نے سختی سے منع کیا۔ پس یہ امور جہل و جاہلیت ہیں اور ان کا مرتکب جاہل ہے۔ اگرچہ وہ شخص بڑا عالم ہو۔ لہذا جاہلیت ضد اسلام ہے اور جاہل مقابل مسلم کامل ہے۔

اسی معنی پر قرآن و سنت میں جاہلیت و جاہل کا اطلاق ثابت ہے۔ سورہ فرقان میں ہے **وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا**۔ قال الطبری فی تفسیرہ ج ۱۹ ص ۲۱۰ انہم یمشون علیہا بالحلم لا یجھلون علی من جھل علیہم۔ سورہ بقرہ میں ہے **قَالُوا اتَّخَذَ نَاهِزًا قَالِ اعُوذُ بِاللّٰهِ اِنْ اَکُوْنُ مِنَ الْجَہْلِیْنَ**۔ سورہ اعراف میں ہے **حُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ**۔ سورہ ہود میں ہے **اِنِّیْ اَعْظَمْتُکَ اِنْ تَکُوْنُ مِنَ الْجَاهِلِیْنَ**۔ واخرہ الترمذی عن خولۃ قالت خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو

مُحْتَضِينَ أَحَدَ ابْنِي ابْنَتِهِ وَهُوَ يَقُولُ أَنْكُمْ لَتُبْخَلُونَ وَتُجْبَتُونَ وَتُجْهَلُونَ وَتُكْمَلُونَ سَرِيحَاتِ
 اللَّهُ - جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۱۰ - وروث فی الحدیث انہ علیہ السلام قال لابی ذر رضی اللہ عنہ
 انک امرؤ فیک جاهلیۃ - و فی حدیث آخر اذا کان احدکم صائمًا فلا یرفث ولا یجھل - و فی
 حدیث آخر اربع فی امتی من امر الجاہلیۃ لا یتروکونہن الفخر بالاحساب والطعن فی
 الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحۃ - اخرجه احمد فی مسندہ ج ۲ ص ۱۰۲ ص ۱۰۳ و ج ۲ ص ۲۲۵ -
 اور تقریباً یہی معنی مراد ہے عمرو بن کلثوم کے اس شعر میں

أَلَا يَجْهَلُن أَحَدُ عَلَيْنَا فَتَجْهَلُ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِينَ

متعدد اہل تحقیق و اہل لغت کے اقوال بھی جہل کے مذکورہ صدر معنی کے مؤید ہیں - لسان العرب
 وغیرہ میں ہے - وذهب آخرون ان الجاہلیۃ من المغاضرة بالانساب والتباہی بالاحساب
 والكبر والتجبر وغير ذلك من الخلال التي كانت من ابرز صفات الجاهليين -

راجع اللسان ج ۱۳ ص ۱۳۱ و اساس البلاغة ج ۱ ص ۱۳۵ و صحاح الجوهري ج ۲ ص ۱۶۹ و
 شرح المعلقات السبع للزوزنی ص ۱۰۱ و الاغانی ج ۲ ص ۲۱۰ و بلوغ الارباب ج ۱ ص ۱۰۱ -

مشرق کولڈ زبریر لکھا ہے للجهل ضد الخلق ضد العلم اذ - کتاب فجر الاسلام ص ۸۷ میں
 ہے لفظ جاہلیت کے بیان میں و یقول المستشرق کولڈ زہیر ان المقصود الاول من الكلمة السفه
 الذی هو ضد الخلق والافقة والحقة والغضب وما الى ذلك من معان وهي امور كانت واضحة
 فی حياة الجاهلین و یقابلها الاسلام الذی هو مصطلح مستحدث ایضاً ظہر نظمہم الاسلام و
 عمادة للفضوع لله والانقیاد له - انتہی بتصرف -

قرآن حکیم میں جس جاہلیت اُولیٰ کا ذکر ہے اس کی تفسیر میں اختلاف ہے - سورہ احزاب میں
 ہے وقرن فی بیوتکم ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولی - فقیل للجاہلیۃ الاولی التي ولد فیہا
 ابراہیم و الجاہلیۃ الاخری التي ولد فیہا محمد کذا فی طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۳۳ ص ۱۳۴ - وقیل
 الاولی بن عیسیٰ و محمد - یعنی بعض علماء کے نزدیک صرف ایک جاہلیت ہے جو عیسیٰ و محمد علیہما
 السلام کے مابین ہے - اور بعض کے نزدیک دو ہیں - بلوغ الارباب وغیرہ میں ہے وقد اُدّی اختلاف
 فی مفہوم الآیۃ الی تصوّر وجود جاہلیتین جاہلیۃ قديمة و جاہلیۃ اخرى هي التي كانت عند
 ولادة الرسول صلى الله عليه وسلم وليس المعنى أن ثم جاہلیۃ اخرى وقد اوقع لفظ الجاہلیۃ علی تلك
 المدۃ التي قبل الاسلام کما لا یجفی - بلوغ الارباب ج ۱ ص ۱۰۱ -

عصر جاہلیت و مبداء جاہلیت و تعدد جاہلیت پر علماء نے بڑی بحث کی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ

جس طرح ہمارے نبی علیہ السلام سے قبل عصر جاہلی تھا اسی طرح بعض دیگر انبیاء علیہم السلام سے قبل بھی اس قسم کے اعصار جاہلی تھے۔ تاریخ طبری میں ہے۔ ذہب بعضہم الی ان الجاہلیۃ کانت فیہا بنی نوح وادریس۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۵۷۔ و ذہب آخرون الی انہا کانت بنی آدم و نوح و انہا بنی موسیٰ و عیسیٰ و الفترۃ الی کانت بنی عیسیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و امامنتہا کما فظہن الرسول و نزول الوحی عند اکثرین اذ فتح مکہ عند جماعۃ کذا فی المفصل ج ۱ ص ۲۔

و فی الصحاح ما بین کل رسولین من رسل اللہ عزوجل من الزمان الذی انقطعت فیہ الرسالۃ۔ و فی الحدیث فترۃ ما بین عیسیٰ و محمد علیہما السلام۔ راجع لتفصیل ہذا البحث لسان العرب ج ۱ ص ۱۳۔ بلوغ الحرب ج ۱ ص ۱۱۱۔ تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۵۷۔ الاساطیر العربیۃ ص ۱۲۱۔ المیزان فی تفسیر القرآن ج ۱ ص ۱۰۰۔ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۱۰۰۔ و غیر ذلک من المراجع۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ فی حساب الجمل۔ بحث اللہ کے بیان میں حساب جمل کا ذکر موجود ہے۔ جمل بضم جیم و فتح میم مشدد ہے۔ بعض علماء تخیف میم کو بھی صحیح کہتے ہیں۔ حساب جمل سے حساب حروف بجائیہ و حروف مجم مراد ہے۔ حروف بجائیہ عربی میں ۲۹ ہیں۔ الف باتنا تا جیم تا آخر۔ اسے حساب الجمل بھی کہتے ہیں۔ حساب جمل کے پیش نظر ہر حرف ایک عدد پر دال ہوتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے :-
الف ۱۰۔ ب ۲۔ ج ۳۔ د ۴۔ ه ۵۔ و ۶۔ ز ۷۔ ح ۸۔ ط ۹۔ ی ۱۰۔ ک ۲۰۔ ل ۳۰۔ م ۴۰۔ ن ۵۰۔ س ۶۰۔ ع ۷۰۔ ف ۸۰۔ ص ۹۰۔ ق ۱۰۰۔ ر ۲۰۰۔ ش ۳۰۰۔ ت ۴۰۰۔ ث ۵۰۰۔ خ ۶۰۰۔ ذ ۷۰۰۔ ض ۸۰۰۔ ظ ۹۰۰۔ غ ۱۰۰۰۔

بطریق ترکیب باہرین فن ہذا کے نزدیک یہ آٹھ الفاظ و کلمات بنتے ہیں۔ یعنی الجذر۔ ہوز۔ حلی۔ کلمن۔ سفص۔ قرشت۔ تخذیضظغ۔ اور بعض علماء سات بناتے ہوئے آخری دو لفظوں کو بعد ترکیب ایک ہی کلمہ شمار کرتے ہیں مثل بعلبک۔ ہمزہ مثل الف ہے۔ یہ عربی کے ۲۹ حروف ہیں۔ بعض عجیب لغات میں چھ حروف اور بھی ہیں یعنی پ ٹ ڈ ژ گ ج۔ لیکن یہ حروف عربی کے تابع ہیں عددیں۔ پ ۲۔ ٹ ۴۰۰۔ ڈ ۴۔ ژ ۷۔ گ ۲۰۔ ج ۳۔

حساب جمل قدیم ہے۔ یہودی میں یہ حساب بہت رائج تھا اسی وجہ سے جب انھوں نے آلہ الکر وغیرہ حروف مقطعات سے تو حساب جمل سے انھوں نے ان حروف کو مدت بقا امت محمدیہ پر حمل کیا۔ کما ذکرہ البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حساب جمل کے متعدد طریقے ہیں۔ مشہور دو طریقے ہیں صغیر و کبیر۔ مثلاً صغیر میں عدد میم ۴۰ اور عدد نون ۵۰ ہے۔ اور کبیر میں علی الترتیب ۹ اور ۱۰۶ ہے۔ صغیر میں مسمی کا اعتبار ہوتا ہے اور ان

حروف کے مستحق مفردات ہی ہیں۔ اور کیر میں تلفظِ اسماء کا لحاظ ہوتا ہے اور ان حروف کے اسماء مرکب ہیں دو یا تین حروف سے۔ پس حرفِ "م" کا اسمِ ممیم ہے۔ اور اس اسم میں دو ممیم اور ایک حرف یا ہیں۔

کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابجد ہوز حطی الخ دراصل شعیب علیہ السلام کی قوم کے بادشاہوں کے نام تھے۔ پھر ان سلاطین کے اسماء پر حسابِ جبل جاری کیا گیا اور ابھی تک حساب و عدد کا وہ پُرانا طریقہ جاری ہے۔ یہ سلاطین اولاد محض بن جندل بن یصوب بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام تھے۔ ان میں سے بعض طائف و نجد کے اور بعض مکہ مکرمہ و حجاز کے اور بعض مصر و مدین کے بادشاہ تھے۔ شعیب علیہ السلام کے زمانے میں مدین کا بادشاہ کلن تھا۔ اس نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ شعیب علیہ السلام نے عذابِ یومِ الظلہ کی وعید سنائی اللہ تعالیٰ نے آگ کا دروازہ ان پر کھول کر تباہ کر دیا۔ قال اللہ تعالیٰ فی الشعراء کذب اصحاب الایکۃ المرسلین اذ قال لہم شعیب الا تتقون انی لکم رسول امین الی قولہ فکذبوہ فاخذہم عذاب یوم الظلۃ انہما کان عذاب یوم عظیم۔ وقال فی سورۃ ہود والی مدین اخاہم شعیباً الی قولہ ولما جاء امرنا نجینا شعیباً والذین امنوا معہ برحمۃ منا واخذت الذین ظلموا الصبیحۃ فاصبحوا فی حیارہم جائمین۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۱ ص ۱۵۷ وکان اہل مدین قومًا عربیًا یسکنون مدینتہم مدین القحی قریۃ من ارض معان من اطراف الشام مما یلی ناحیۃ الحجاز قریبا من بحیرۃ قوم لوط ویقال شعیب بن یثغر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ویقال شعیب بن نوب بن عیفا بن مدین بن ابراہیم۔ ویقال شعیب بن ضیف بن عیفا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام۔ بہر حال یہ سلاطین قومِ شعیب علیہ السلام میں سے تھے۔

وفی مروج الذهب ج ۲ ص ۲۸۷ وقد تنازع اہل الشرائع فی قوم شعیب بن نوبل بن زعول ابن مر بن عنقاء بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام وکان لسانہ العربیۃ فمنہم من رأى انہم من العرب البائدة ومنہم من رأى انہم من ولد المحض بن جندل بن یصوب بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام وان شعیباً اخوہم فی النسب وقد کانوا عدۃ مملوک تفرقوا فی ممالک متصلۃ ومنفصلۃ فمنہم المسمی بابی جاد وھولہ وحطی وکلن وسعفص وقرشت وھم بنو المحض بن جندل۔ واحرف الجمل علی اسماء ھولہ المملوک وھی التسعة والعشرون حرفاً التقرید وعلیہا حساب الجمل وقد قیل فی ھذہ الاحرف غیر ما ذکرنا۔

وكان ايجد ملك مكة وما يليها من الحجاز وكان هوز وحطى ملكين ببلاد وچ وهي ارض الطائف وما اتصل بذلك من ارض نجد. وكلن وسفص وقرشت ملوكاً بمدين وقيل ببلاد مصر وكان كلن على ملك مدين ومن الناس من رأى انه كان ملكاً على جميع من سميناً مشاعاً متصلاً على ما ذكرنا وان عذاب يوم الظلة كان في ملك كلن منهم وان شعيباً دعاهم فكدنوه فوعدهم بعذاب يوم الظلة ففتح عليهم باب من السماء من نار فانت عليهم فرشت حارثة بنت كلن اباها فقالت وكانت بالحجاز

كلن هدم ركني هلك وسط المحلة
سيد القوم آتاه الحنف نارا تحت ظله
كونت نارا واضحت دار قومي مضجعه

وفي ذلك يقول المنتصر بن المنذر الديني

الا يا شعيب قد لظقت مقالة
وهم ملوك ارض الحجاز وأوجها
كمثل شعاع الشمس في صورة البدن
ملوك بني حطى وسفص ذي النكا
وهو آراب البنية والحجر
وهم قطن البيت المحرام وسرتبوا
خطوا وسموا في المكارم والفخر

ولهم ولاد الملوك اخبار عجيبه من حرب وسير وكيفية تغلبهم على هذه الممالك وتلكم عليها و
ابادتهم من كان فيها وعليها قبلهم من الامم انتهى ما في المرح.

قال ابن جرير الطبري في تاريخه ج ۱ ص ۱۰۰ عن القاسم بن سليمان عن الشعبي قال ايجد هوز وحطى وكلن وقرشت كانوا ملوكاً جبارة فتفكر قرشت يوماً فقال تبارك الله احسن الخالقين.
(لعل معناه انه جعل نفسه احسن الخالقين) فسخه الله تعالى فجعله اجد هاق (اي ازدهاق)
وله سبعة امراض فهو هذا الذي بدناوند وجميع اهل الاخبار تزعم انه ملك الاقاليم كلها وابنه
كان ساحراً فاجراه. هذا والله اعلم.

فائدة الزنديق - آيت واذا قيل لهم امنوا كما امن الناس كي شرح مي مذکور ہے۔ زنديق
کی تفسیر شرعی و احکام شرعیہ کے بیان مي میرا مستقل رسالہ ہے اس کا نام ہے "التحقيق في الزنديق" ہم پہلے
اس کی تلخیص ذکر کرتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ زنديق کے بارے مي چند امور کا جائزہ ضروری ہے۔
امراؤل۔ زنديق کی تفسیر ميں کلام علماء و فقہاء مختلف ہے۔ اس کی تعریف ميں متعدد اقوال ہیں۔
قول اول۔ مقاصد ميں اس کی تفسیر منافق سے کی گئی ہے فہما متقاربان اور بايں معنی عربی ہے

استعمال کرتے تھے۔ قال الشاعر

ظلمت حیران آمشی فی آرزقہا کائنی مصحف فی بیت زندیق

قول ثانی۔ فقہار فرماتے ہیں ہومن یطین الکفر یظہر الاسلام کلنفاق وقالوا ہو کفر بالانفاق۔ ثم فی کلام البعض انہ کلام النفاق وفی کلام البعض انہ قسم من المنافق لکن هذا التعریف والتفسیر یقتضی انہ عین المنافق فامعنی التشبیہ وجعلہ قسمًا من المنافق وایضًا اذا کان المراد بہ المنافق فلا وجہ للاختلاف فی ان توبتہ مقبولة فی احکام الدنیا اذ توبۃ المنافق مقبولة اتفاقًا مع ان الفقہاء مختلفون فی قبول توبتہ۔ قال القونوی فی شرح البیضاوی ۲۷ ص ۱۶۔

قول ثالث۔ بعض کتب فتاویٰ میں ہے الزندیق من یقول ببقاء الدھر ای لا یومن بالآخرۃ ولا بالمخالف ویعتقد ان الحلال والحرام مشترک۔ اقول استدلال البیضاوی واللبصاص وکثیر من العلماء علی قبول توبۃ الزندیق بقولہ تعالیٰ امنوا کما امن الناس فلو کان الزندیق مفسرًا بهذا التفسیر فلا مساس لہ فی هذا المقام ولا یصح الاستدلال بهذه الایۃ علی قبول توبتہ کما لا ینحی اذ الزندیق المفسر بهذا التفسیر یماین منافق المدینۃ لانہم کانوا من الیہود وکانوا معترفین بالمخالق وبالآخرۃ وبقاء الدھر۔ فعمل ان هذا التفسیر محذوش۔ متعدد کتابوں میں تفسیر مذکور ہے۔ قال فی فتاویٰ قاری الہدایۃ الزندیق هو الذی یقول ببقاء الدھر ویعتقد ان الاموال والمحرم مشترک انتہی۔

قول رابع۔ قال العلامة ابن کمال باشا فی رسالتہ الزندیق فی لسان العرب یطلق علی من ینفی الباری تعالیٰ وعلی من یشد الشریک وعلی من ینکر حکمتہ انتہی کذا فی الشامی ج ۳ ص ۲۲۔ تفسیر مذکور بھی وہ اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا بیان تفسیر ثالث میں گزر رہا ہے۔

قول خامس۔ میری تحقیق کے پیش نظر زندیق وہ ہے جو ظاہر اسلام کا مدعی ہو لیکن لسانیًا علمًا اصول اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہا ہو خواہ مبطن کفر ہو یا کہ نہ ہو۔

یہ مفہوم کلی ہے جو متعدد اصناف و انواع زندقہ کو شامل ہے۔ زندقہ کی انواع متعدد ہیں یہ تفسیر ان سب کو شامل ہے اور یہ فائدہ عموم کے علاوہ سابقہ اعتراضات سے بھی پاک ہے۔ زندقہ کی متعدد انواع جنہیں یہ تفسیر شامل ہے یہ ہیں :-

اولاً یہ شامل ہے اس منافق کو بھی جو داعی الی النفاق ہو۔

ثانیاً یہ شامل ہے دہری کو بھی جو قائل ہو بقادر دہر کا خواہ وجود خالق کا قائل ہو یا نہ ہو۔

ثالثاً۔ ہو شامل لما فی فتاویٰ قاری الہدایۃ ان الزندیق هو الذی یقول ببقاء الدھر

ويعتقد ان الاموال والحرم مشتركة -

رابعاً۔ یہ شامل ہے اس زندقہ کو جو بقول علامہ ابن کمال باشا سان عرب میں معروف ہے وہو من ينفي البسارى تعالى او يثبت الشريك او من ينكر حركته -

خامساً۔ یہ شامل ہے ملحد کو بھی وہو من مال عن الشئ القيم الى جهة من جهات الكفر من الحد في الدين اى حاد و عدل۔ ملحد کا حکم بھی مثل زندقہ ہے اور اس کی توبہ مختلف فیہ ہے یعنی ملحد زندقہ کی ایک قسم ہے۔

سادساً۔ اس میں داخل ہے ایا حتی بھی۔ وهو الذى يعتقد اباحة المحرمات -

سابعاً۔ یہ شامل ہے بعض اُن نام نہاد متصوفین کو بھی جو اس بات کے مدعی ہوں کہ وہ قرب من اللہ کے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے مکلف نہیں۔ یعنی ان کے لیے تمام معاصی حلال ہیں اور وہ مکلف بالصوم والصلاة نہیں ہیں۔ یہ بھی ایا حیتین کا ایک گروہ ہے۔ قال ابن کمال باشا فی رسالته نقلاً عن الامام الغزالی فی کتاب التفرقة بين الاسلام والزندقة ومن جنس ذلك ما يدعيه بعض من يدعى التصوف انه بلغ حالة بينه وبين الله تعالى اسقطت عنه الصلاة وحل له شرب المسكر والمعاصي واكل مال السلطان فهذا مما لا اشك في وجوب قتله اذ ضرره في الدين اعظم وينفقه به باب من الاباحه لا ينسد وضربه هذا فوق ضرب من يقول بالاباحه مطلقاً فانه يمتنع عن الاصغاء اليه لظهور كفره اما هذا فيزعم انه لم يرتكب الا تخصيص عموم التكليف بمن ليس له مثل درجته في الدين ويتدعى هذا الى ان يدعى كل فاسق مثل حاله انت هـ -

ثامناً۔ اس میں داخل ہیں وہ اہل بدعت و اہوار جن کی بدعت موجب کفر ہو۔ ایسے اہل بدعت اگر بدعت سے رجوع کر لیں اور تائب ہو جائیں فہا در نہ وہ واجب القتل ہیں۔ جو اہل بدعت انبیاء علیہم السلام کی بشریت کے منکر ہوں یا غیر اللہ کے لیے کئی علم غیب کے حصول کے مدعی ہوں وہ بھی اس زمرہ میں داخل ہیں۔ قال فی الشامی ج ۳ ص ۲۲۳ ان دعوى علم الغیب معارضة لنص القرآن فيکفر بها۔ اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ کاہن واجب القتل ہے کیونکہ وہ معرفت غیب کا مدعی ہوتا ہے۔ وفي البزازیة یکفر باء علم الغیب و باتیان الکاهن و تصدیقہ انتہی۔ نیز اسی زمرہ میں داخل ہیں غالی روافض و قرامطہ و زنادقہ فلاسفہ جو عالم اجسام کو قدیم سمجھتے ہیں اور سموات میں خرق و التیام کے منکر ہیں۔ یہ سب حسب تصریح فقہاء واجب القتل ہیں اسما علی فرقہ بھی اسی زمرہ میں داخل ہے۔ فرقہ اسماعیلیہ کا لقب قرامطہ و باطنیہ ہے۔ قال فی نو العین اهل الاهواء اذا ظهرت بدعتهم

بحیث توجب الکفر فانه يباح قتلهم جميعاً اذ لم يرجعوا ولم يتوبوا و اذا تابوا واسلموا تقبل توبتهم جميعاً الا الا باحیة والغالية والشیعة من الرافض والقرامطة والزنادقة من الفلاسفة لا تقبل توبتهم بحال ویقتل بعد التوبة وقبلها لانهم لم یعتقدوا بالصانع تعالیٰ حتیٰ يتوبوا و يرجعوا وقال بعضهم ان تاب قبل الاخذ والاعطاس تقبل توبته والا فلا وهو قیاس فی قول ابی حنیفة وهو حسن جداً۔ کذا فی الشامی ۔

تائیداً۔ زندیق کی اسی تفسیر میں داخل ہے فرقہ قادیانیہ جو غلام احمد قادیانی کو نبی یا مسیح و مہر مانتا ہے۔ یہ فرقہ زمانہ حال کے زنادقہ کہا میں سے ہے اور کسی اسلامی مملکت میں بحکم شرع اے ہائش اقامت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں اور ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دین اسلام میں سے ہے۔

کسی اسلامی مملکت میں یہ فرقہ جزیہ ادا کر کے بطور ذمی بھی سکونت نہیں کر سکتا کیونکہ ان میں سے جو لوگ مسلمان تھے اور پھر قادیانی ہو گئے وہ مرتد ہیں اور مرتد واجب القتل ہے۔ مرتد ذمی نہیں بن سکتا۔ اسی طرح یہ لوگ مرتد ہونے کے علاوہ زندیق بھی ہیں لہذا ان میں جو اشخاص قادیانیت کے مبلغ وداعی ہوں ان کی توبہ قضاء مقبول نہیں ہے اور وہ زندیق کی وجہ سے واجب القتل ہیں جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا کہ باحیہ و روافض و قرامطہ و زنادقہ فلاسفہ کی توبہ مقبول نہیں اور وہ واجب القتل ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور زندیقہ کیا ہوگا کہ وہ اسلام کے اندر ہمارے نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی نبوت کے قائل ہیں۔

اور جو قادیانی پیدائشی قادیانی ہوں یعنی قادیانی خاندان میں پیدا ہوئے اور پھر اسی عقیدے پر قائم رہتے ہوئے بڑے ہو گئے وہ بھی کسی اسلامی مملکت میں از روئے شریعت اسلامیہ سکونت و اقامت کے مجاز نہیں ہو سکتے۔ اور وہ جزیہ ادا کر کے ذمی بھی نہیں بن سکتے بلکہ وہ زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں۔ اگر وہ قادیانیت کے داعی و مبلغ ہوں تو ان کی توبہ قضاء مقبول نہیں ہو سکتی اور اگر داعی و مبلغ نہ ہوں تو ان کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔

بہر حال پیدائشی قادیانی زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں وہ جزیہ ادا کر کے بھی دار اسلام میں اقامت اختیار کرنے کے مجاز نہیں۔

۱۔ کیونکہ وہ ختم نبوت جو ضروریات اسلام میں سے ہے کے منکر ہیں۔ درمختار میں ہے واجب القتل ملحدین کے بیان میں و کذا من علم انہ ینکونی الباطن بعض الضروریات کحرمۃ الخمر یمظہر اعتقاد حرمۃ انتہی۔ جب وہ شخص واجب القتل ہے اس الحاد و زندیقہ کی وجہ سے جو باطن حرمت خمر کا

منکر ہو اگرچہ لوگوں کے سامنے حرمتِ خمر کا اظہار کرتا ہو تو قادیانی جو علی الاعلان ختمِ نبوت کا انکار کرتے ہیں اور زندہ کی اشاعت میں کوشش کرتے ہیں بطریقِ اولیٰ واجب القتل ہیں۔

۲۔ ان کی زندہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور تمام اہل اسلام کو کافر سمجھتے ہیں۔ لہذا یہ بہت بڑا زندہ ہے۔

۳۔ نیز وہ قرآن و احادیث کے بے شمار نصوص کی تحریف کرتے ہوئے ان سے اپنی گمراہی پر استدلال کرتے ہیں اور تحریفِ قرآن و سنت سے بڑھ کر اور زندہ کیا ہوگا۔ لہذا وہ مثلِ قرامطہ باطنیہ ہیں۔ صاحبِ مواقف وغیرہ علماء مذاہب اربعہ قرامطہ و باطنیہ کے بارے میں لکھتے ہیں استدلالِ یحیٰ لا یقرارہم فی دیارِ الاسلام بحزبہ ولا غیرہا ولا یخلع منکھنم ولا ذباھنہم۔ شامی ج ۳ ص ۳۲۴ پر ہے والحاصل انہم یرصد علیہم اسم الزندیق والمنافیق وللملحد ولا یخفی ان اقرارہم بشہادتین مع هذا الاعتقاد الخبیث لا یجعلہم فی حکم المرتد لعدم التصدیق ولا یصح اسلام احدہم ظاہراً الا بشرط التبری عن جمیع ما یخالف دین الاسلام لانہم یدعون الاسلام ویقررون بالشہادتین وبعد الظفر بہم لا تقبل توہمہم اصلاً و ذکر فی التاترخانیۃ انہ سئل فقہاء سمرقند عن رجل ینظر الاسلام والایمان ثم اقر بانہ کنت اعتقد مع ذلك مذہب القرامطۃ و ادعی الیہ الا ان ثبت و مرجعت و هو یظہر الا ان ما کان یظہر قبل من الاسلام و الایمان قال ابو عبد الکرم بن محمد قتل القرامطۃ و استنصالحہم فرض و اما هذا الرجل الواحد فبعض مشایخنا قال یتعقل یتعقل یتعقل ای تطلب غفلتہ فی عرفان مذہبہ و قال بعضهم یمقتل بلا استغفال لان من ظہر منہ ذلك ودعا الناس لا یرصد فیما یدعی بعد من التوبۃ و لو قبل منہ ذلك لهدوا الاسلام و اضلوا المسلمین من غیر ان یمکن قتلہم انتہی۔

یہ ہے ائمہ اسلام کا فتویٰ زندہ و قرامطہ کے بارے میں۔ اور قادیانیت بھی قرامطہ کی طرح اسلام کے لیے عظیم فتنہ ہے اس لیے ہر قادیانی واجب القتل ہے۔

۴۔ نیز وہ شاعرِ اشد اور کئی اصول اسلام اور خصائص اسلام کی ہتک و بے حرمتی کرتے ہیں مثلاً وہ غلام احمد کی بیویوں کو اہانت المؤمنین اور اس کے دیکھنے والوں کو صحابہ کہتے ہیں اور اپنی عبادت گاہ کو وہ مسلمانوں کی طرح مسجد کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ امور خصائص اسلام میں سے ہیں اور یہ اسلام سے استنزا ہے۔ مسجد صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہو سکتا ہے۔ کسی اسلامی مملکت میں کسی کافر فرقہ کو از روئے شرع یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ مسلمانوں کی طرح اذان دے اور مسلمانوں کی طرح اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھے اور اپنے الحاد کی اشاعت کے لیے اسلامی نام

استعمال کر کے تشبہ بالمسلمین کرے یہ اسلام کی سخت بے حرمتی ہے۔ اور اس قسم کی بے حرمتی ایک مستقل زندہ ہے جو موجب قتل ہے۔

۵۔ جزئیہ تو عیسائیت، یہودیت وغیرہ ان ادیان باطلہ کے معتقدین سے لیا جاتا ہے جو قدیم و معروف تھے اور بوقت طور اسلام موجود تھے۔ اور جو اپنے آپ کو اہل اسلام کے برخلاف ایک فرقہ شمار کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ لیکن جو فرقہ خود اسلام کا مدعی ہو اس سے کس طرح جزئیہ لیا جاسکتا ہے۔ ایسے فرقہ کے بارے میں بعد از تحقیق دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ اگر تحقیق کے بعد ان کا مسلمان ہونا ثابت ہو تو وہ یقیناً مسلمان شمار ہوگا اور اہل اسلام سے جزئیہ وصول نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر تحقیق سے وہ کافر ثابت ہو تو وہ مرتد یا زندق ہوگا اور مرتد و زندق سے جزئیہ نہیں لیا جاسکتا۔ بلکہ وہ اگر مصر ہو تو واجب القتل ہے۔ قادیانی فرقہ احتمال ثانی کے قبیل سے ہے وہ مرتد و زندق ہے کھامر التفصیل من قبل۔ لہذا اس فرقہ والے واجب القتل ہیں۔ وہ کسی طرح دار اسلام میں اقامت و رہائش کے مجاز نہیں ہیں۔ قادیانی لوگ اسلام اور شعائر اسلام کی بے حرمتی و بے عزتی و استہزاء کرتے ہیں اور بے حرمتی کرنے والا زندق ہے۔ وہ نصوص قطعہ کی تحریف کرتے ہیں اور یہ زندہ ہے بلکہ تحریف نصوص اسلام کی بڑی بے حرمتی ہے۔

عاشر۔ زندہ کی یہ جامع تفسیر جو ہم ذکر کر چکے شامل ہے سب انبی علیہ السلام و سب الشیخین و سب عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی۔ ایسا سب زندق ہے اور واجب القتل ہے۔ علامہ شمر نبلائی شرح درر میں لکھتے ہیں ولا تقبل توبۃ سب النبی علیہ السلام سواء جاء تاباً من قبل نفسه او شهد علیہ بذلك انتھی۔ و مختار علی ہامش الشامی ج ۳ ص ۳۱۵ میں ہے وکل مسلم امرت ان تقبل توبۃ من قبل نفسه الا الکافر یست نبت من الانبیاء فانہ یقتل حدّاً ولا تقبل توبۃ مطلقاً او الکافر یست الشیخین۔ و فی البحر من سب الشیخین او طعن فیہما کفر ولا تقبل توبۃ و بہ اخذ الدبوسی و ابواللیث و هو المختار للفتویٰ انتھی۔ شامی میں ہے ان الرافضی اذا کان یست الشیخین ویلعنہما ذہوکافر وان کان یفضل علیہما فہو مبتدع۔

مادی عشر۔ زندق کی اس تعریف میں داخل ہیں منکر بن حجیت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ منکر بن حدیث بلاریب کبار زندقہ میں سے ہیں۔ انکار حدیث مستلزم ہے انکار قرآن کو بھی۔ اولاً تو اس لیے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات حجیت احادیث پر دال ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ما یطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی۔ وقال اللہ تعالیٰ ما اٹکم الرسول فخذوا وما نھکم عنہ

فائدہ تھا۔ لہذا بحیثیت احادیث سے انکار مستلزم ہے انکار قرآن مجید کو۔ ثانیاً اس لیے کہ حدیث شریح قرآن ہے۔ احادیث کے بغیر قرآن کا صحیح مفہوم سمجھنا ناممکن ہے۔

ثانی عشر۔ زندقہ کی تفسیر ہذا شامل ہے ان نام نہاد دانشوروں کو بھی جو تحریف قرآن نصوص و احادیث کے مرتکب ہیں۔ موجودہ زمانے میں ایسے لوگوں کی تعداد کافی زیادہ ہے وہ اسلام کے مدعی ہیں اور اپنے آپ کو مصلحین کہتے ہیں حالانکہ وہ مفسدین ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام اور نصوص کی تفسیر علماء اسلام نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ علماء قدامت پسند ہیں۔ علماء اسلام و محققین شریعت محمدیہ ان کے زعم میں جہال و مفسدین کا گروہ ہے۔ البیاض باللہ۔

یہ محرفین کہتے ہیں کہ زمانہ حال میں اسلام و احکام اسلام کی نئی تشریح و توضیح کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ نئی تشریح و توضیح کھرتے ہوئے نصوص کی تحریف کھرتے ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق حلال کو حرام اور حرام کو حلال بتاتے ہیں۔ یہ یورپی تہذیب کے دلدادہ دانشور زندقہ ہیں اور واجب القتل ہیں۔

چنانچہ ان زنداقہ میں سے ایک زندیق نے تحریف کھرتے ہوئے لکھا ہے کہ از روئے قرآن سود لینا حلال ہے اور شراب کی بعض قسمیں حلال ہیں۔ ایک اور زندیق لکھتا ہے کہ ہری للمتقین سے نصائک و یہود وغیرہ کفار مراد ہیں اور یہی کفار اس کے زعم میں متقین ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ تمام کفار قیامت کے دن نجات پائیں گے۔ اور لکھا ہے کہ تمام ادیان کفریہ برحق و صحیح ادیان ہیں لہذا اسلام قبول کرنا نجات آخرت کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ قرآن نے ان کے دین کو دین حق بتاتے ہوئے کہا ہے لکھو دینکم ولی دین۔ نیز قرآن میں ہے قل کل یعلى شاکلتہ۔ اس زندیق کے نزدیک ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جس دین پر قائم ہے وہ صراط مستقیم پر ہے۔

ایسے محرفین زندیق اور واجب القتل ہیں۔ بے شمار آیات و احادیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ کفار صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں اور کفر ملت شیطانہ ہے اور کفار دوزخی ہیں۔ یہ وہ چند انواع و اصناف زندقہ ہیں جنہیں ہماری مذکورہ صدر تفسیر زندقہ شامل ہے۔ اسی طرح اور متعدد انواع الحاد ہیں جو اس تفسیر و تعریف جامع میں داخل ہیں۔ مذکورہ صدر انواع لمحدین میں سے بعض کی توبہ قضاء مقبول ہے اور بعض کی مقبول نہیں ہے۔ کتب فقہ میں ان کی تفصیلات مذکور ہیں۔

یہاں پر چند گروہ اور بھی ہیں جو اگرچہ وہ زنداقہ نہیں ہیں اور وہ کفر کا ارتکاب نہیں کھرتے، لیکن ان کا حکم مثل حکم زنداقہ ہے اور زنداقہ کی طرح وہ بھی واجب القتل ہیں کیونکہ ان کے عمل سے عمل

زنادقہ کی طرح اسلام اور مسلمانوں کو نقصان عظیم پہنچتا ہے ایسے لوگوں میں سے ہے خنقاہ خنقاہ
 وہ شخص ہے جو کسی کا گلا دبا کر اسے ہلاک کر دے۔ در مختار میں ہے الخنقاہ لا قبیۃ لہ۔ شامی ج ۳ ص ۳۲
 پر ہے ان من خنقاہ مرقۃ لا یقتل ومن تکرر الخنقاہ مند فی المصر قتل بہ وان کان غیر کافر، و
 انما لا تقبل توبتہ لسعیہ فی الامراض بالفساد ودفع ضررہ عن العباد ومثلہ قطاع الطريق۔
 انتہی بحاصلہ۔

اثر ثانی۔ لفظ زندیق کے اصل و ماخذ کے بیان میں متعدد وجوہ ہیں۔ زندیق بروزن اکلیل
 مُعَرَّب ہے اور اس کا معنی ہے ملحد۔ عند البعض یہ معرب زندہ ہے ای الذی یقول ببقاء الدھر
 معنی زندہ فی الفارسیۃ ملی والباقی۔ اور عند البعض یہ معرب زنداہے اور زندہ مزدک مجوسی کی کتاب
 کا نام ہے۔ اور عند البعض اس کا ماخذ ہے زندی اور عند البعض اس کا ماخذ ہے زن دین ای دین
 النساء و زن فی الفارسیۃ المرأة۔

جوہری لغوی لکھتے ہیں الزندیق من الیونانیۃ وهو معرب ولجمع الزنادقة۔ کتاب مُعَرَّب
 میں ہے الزندیق معروف وزندقۃ اند لا یؤمن بالآخرۃ ووحداۃ نبی الخالق۔ وعن ثعلب لیس
 زندیق من کلام العرب ومعناه علی ما تقولہ العامة ملحد ودھری۔ وعن ابن درید انفاہی
 معرب واصلہ زندہ ای یقول بد وام بقاء الدھر۔

کتاب مفاتیح العلوم میں ہے الزنادقة وهم المانویۃ وكان المزدکیۃ یسمون بذلک و
 مزدک هو الذی ظہر فی ایام قباد وهو ملک للفرس وزعم ان الاموال والحرم مشترکۃ و اظہر
 کتاباً سماہ زندا وهو کتاب المجوس الذی جاء بہ زردشت الذی یزعمون انہ نبی فنسب
 اصحاب مزدک الی زندا و عربت الکلمۃ فقیل زندیق۔ انتہی۔ مفاتیح العلوم کی عبارت سے
 معلوم ہوا کہ زندیق کا ماخذ زنداہے جو نام ہے اس کتاب مجوس کا جو ان کے زعم میں زردشت نے
 لوگوں کے سامنے پیش کی تھی۔ یہ قول اگرچہ ہمارے خیال ناقص میں محل ہے اور بظاہر صحیح نہیں ہے
 صحیح قول ہم آگے مسعودی کے حوالے سے ذکر کریں گے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زردشت نبی
 مجوس کے بارے میں بھی ہم کچھ بتا دیں۔

زردشت کی شہرت اگرچہ زیادہ ہے لیکن بایں ہمہ اس کے متعلق صحیح تاریخی معلومات نہیں ملتیں
 اور اس کے زمانے کا یقینی طور پر تعین بھی نہیں کیا جاسکتا۔ افلاطون نے جو تقریباً سنہ ۴۰۰ ق م کے
 قریب زمانے کا ہے زردشت کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے ”ایرانی نوجوانوں کو مغ زردشت بن ہرمز تعلیم دیا
 کرتا تھا“ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زردشت کا زمانہ سنہ ۶۰۰ ق م سے پہلے کا نہیں۔ انیسویں صدی

میں ہاگ اور بنس دونوں کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ زرتشت کا زمانہ سنہ ۲۲۵ ق م سے سنہ ۲۳۵ ق م تک ہے لیکن بعض ایسے مورخین بھی ہیں جن کے نزدیک زرتشت کا زمانہ سنہ ۳۵۰ ق م کے قریب ہے۔ اور بعض کی تحقیق یہ ہے کہ اس کا زمانہ سنہ ۲۲۵ ق م سے زیادہ بعید نہیں ہے۔ بہر حال ایرانی اور ملوک ایران غیر مجوسی تھے اور وہ زرتشت کو نبی مانتے ہیں۔

مجوسیت کی مقدس کتاب کا نام ژندوستا ہے۔ اصل نام اوستا ہے ژند اضافی لفظ ہے مسعودی مروج الذهب ج ۱ ص ۲۵۰ پر لکھتے ہیں کہ شاہ ایران بہرام بن بہرمن نے مانی بن یزید تیلید قاروون کو مع اس کے اتباع کے ایک جیلہ سے جمع کیا پھر سب کو قتل کرا دیا۔ قال فی ایام مانی هذا ظہر اسم الزندقة الذی الیہ اضعیف الزنادقة وذلك ان الفرس حين اتاهم زرادشت بن اسميان بکتابہم المعروف بالبستاه باللغة الاولى من الفارسية وعمل له التفسیر وهو الزند وعمل لهذا التفسیر بشر حاسما البازند وكان الزند بيا نالتا ويل المقدم المنزل وكان من اورد فی شریعتہم شیئا بخلاف المنزل الذی هو البستاه وعدل الی التأویل الذی هو الزند قالوا هذا زندی فاضافوا الی التأویل وانه منحرف عن الظاهر من المنزل الی تأویل هو بخلاف التنزیل۔

فلما ان جاءت العرب اخذت هذا المعنى من الفرس وقالوا زنديق وعربیة والثبوتی ای اصحاب مانی هم الزنادقة ولحق بهمؤلاء سائر من اعتقد القدم وابی حدود العالم اکل۔
تمت رسالتی التحقیق فی الزندیق بحاصلها وبالله الحمد والمنة۔

فائدہ۔ المحدث۔ آیت کما اضاء لهم مشوا فیہ واذا اظلم علیہم قاموا کی تفسیر میں محدثین کا ذکر موجود ہے۔ محدثین بفتح وال غیر مشدود متاخرین شعراء کو کہا جاتا ہے۔ علماء ادب و تاریخ کہتے ہیں کہ شعراء عرب کے چھ طبقات ہیں۔

اول۔ جاہلیوں۔ یہ وہ طبقہ ہے جس کے شعراء اسلام کے ظہور سے قبل زمانہ جاہلیت میں تھے مثل امرؤ القیس وغیرہ۔

دوم۔ مخضرمون۔ بضم میم وفتح خاء معجمة وفتح راء۔ بعض علماء کے نزدیک اس میں کسرہ راء خطا ہے لیکن عند البعض کسرہ بھی صحیح ہے۔ قال ابن خلدان انه مع فیہ محضرم بکسر الراء وبالحاء المهملة و استغریہ۔ اس طبقہ کے شعراء وہ ہیں جنہوں نے جاہلیت و اسلام دونوں کا زمانہ پایا ہو۔ مثل لبید و حسان رضی اللہ عنہما۔ و اطلقہ المحدثون علی کل من ادرك المجاہلیة و ادرك حیاة النبی علیہ السلام و لیست له صحبة ولم یشرط بعض اهل اللغة نفی الصحبة و فی المحکم رجل مخضرم اذا کان

نصف عمرہ فی الجاہلیۃ ونصفہ فی الاسلام وقال ابن فارس انہ من الاسماء التي حدثت في الاسلام وهو من قولہم لحم مخضرم اذ لم یلد من ذکر ہوام انثی او من خضرم الشئ اذا قطعہ وخضرم فلان عطیتہ اذا قطعہا لکانہم قطعوا عن الکفر الى الاسلام اولان سرتہم فی الشعر نقصت لان حال الشعراء نظامت بنزول القرآن کما قالہ ابن فارس۔

سوم۔ متقدّمون۔ اس طبقہ کے شعراء کو اسلامیتوں بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ شعراء ہیں جو صدر اسلام میں تھے مثل جریر و فرزدق۔

چہارم۔ مولّدون اور یہ وہ شعراء ہیں جو طبقہ ثالثہ کے بعد تھے مثل بشیر وغیرہ۔
پنجسم۔ محدثون۔ بفتح الدال۔ یہ وہ شعراء ہیں جو طبقہ رابعہ کے بعد ہیں مثل ابوتمام و بختری و متنبی۔

ششم۔ متأخرون۔ متأخرین اصطلاح اہل ادب میں وہ شعراء ہیں جو طبقہ خامسہ کے بعد حجاز و عراق وغیرہ بلاد میں ظاہر ہوئے۔

پہلے تین طبقوں کا کلام باتفاق علماء حجت ہے۔ قواعد عربیہ و لغات میں ان کے اشعار سے استدلال کرنا صحیح ہے۔ متأخرین یعنی طبقہ سادسہ کے کلام سے استدلال بحربا بالاتفاق غیر صحیح ہے۔ باقی طبقہ خامسہ یعنی محدثین میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان کا حکم وہ ہے جو طبقہ سادسہ کا ہے۔ اور زرخشری و علامہ بیضاوی رحمہ اللہ کے نزدیک موثوق بہم کے کلام سے استدلال بحربا درست ہے۔ کیوں کہ ان کی روایت مقبول ہے۔ پس ان کا قول حکم روایت میں ہے تو ان کا قول بھی مقبول ہوگا۔ اسی وجہ سے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے اظہم کے تعدیہ پر ابوتمام کے اس شعر سے تمسک کیا ہے

ہما اظلمنا حالی ثمت اجليا ظلامیہما عن وجد امر داسیب

حالانکہ ابوتمام طائی طبقہ خامسہ کے شعراء میں سے ہے۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں فانہ ای اباتمام وان کان من المحدثین لکنہ من علماء العربیۃ فلا یبعد ان یجعل ما یقولہ بمنزلۃ ما یرویہ۔ اے۔ ویثیدہ ما ذکر الازہری فی التہذیب ان کل واحد من اضاء و اظلم یكون لازماً و متقدّماً۔ قال الشہاب الخفافی فی عنایۃ القاضی ج ۱ ص ۱۳۳ و اختلاف فی المحدثین فقیل لا یمسّہم بشعرهم مطلقاً و قیل یمسّہم بہ فی المعانی دون الالفاظ و قیل یمسّہم بہم یوثق بہ منہم مطلقاً و اختارہ الزرخشری و من حذا حذوہ قال لا فی اجعل ما یقولہ بمنزلۃ ما یرویہ اعترض علیہ بان قبول الرأیۃ مبنی علی الضبط و الوثوق و اعتبار القول مبنی علی معرفۃ الاوضاع اللغویۃ و الاحاطۃ بقوائینہا و من البین ان اتقان الرأیۃ لا یمسّہم اتقان الدأیۃ۔

وفالکشف ان القول درایتہ خاصۃ فی کثقل الحدیث بالمعنی وقال المحقق القزازی
القول بانہ بمنزلۃ نقل الحدیث بالمعنی لیس بسدید بل ہو بعل الراوی اشبه وهو لا یوجب
السماع الا ان کان من علماء العربیۃ الموثوق بہم فالظاهر انہ لا یخالف مقتضاہا فان استوی
بہ ولم یجعل دلیلاً لم یرد علیہ ما ذکرہ ولا ما قیل من انہ لو فتح هذا الباب لزم الاستدلال
بکل ما وقع فی کلام علماء المحدثین کالحربری واضرابہ والحقہ فیما سر وہ لا فیما سر وہ وقد خطوا
المتنبی واباتمام والبحری فی اشیاء کثیرۃ کما ہو مسطور فی شرح تلک الدواوین انتہی۔ هذا
واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ۔ الثریا۔ شرح بسملہ میں جلالہ کے بیان میں مذکور ہے۔ ثریا کو اردو میں پروین
کہتے ہیں۔ یہ کئی ستاروں کا مجموعہ ہے۔ یہ برج ثور کا حصہ ہے۔ خالی آنکھ سے ثریا میں صرف چھ
ستارے نظر آتے ہیں۔ اگر مطلع صاف ہو تو تیر آنکھ کو اس سے زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔ چھوٹی
دوہین سے مجموعہ ثریا میں ۱۰۰ کے قریب اور بڑی دوہین میں ۶۲۵ ستارے دیکھے گئے ہیں۔ عقد ثریا
مشہور و معروف ہے اسے عوام بھی جانتے ہیں۔

بعض آثار میں ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مجموعہ ثریا میں کبھی گیارہ اور کبھی بارہ تارے دیکھتے
تھے۔ وفي انسان العیون ج ۱ ص ۱۹۵ عن العباس رضی اللہ عنہ قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فقال انظر هل ترى فی السماء من شیء؟ قلت نعم قال ماتری؟ قلت الثریا قال اما انہ سیمک هذه الامۃ
بعدها من صلبک وقد اختلف الناس فی عدہ فحکم الثریا المرئیۃ فقیل سبعة اربع و قیل تسعة و جمعا
بینہما بان الاول یشکون هو المرئی لغالب الناس ولو غیر حدید البصر الثانی لمن یشکون حدید البصر فمنہم
واما العدۃ المرئی لہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیل کان یری احد عشر نجما و قیل اثنا عشر نجما و جمعا بینہما بحمل
الاول علی ما اذا لم یعین النظر الثانی علی ما اذا المعن النظر و حیث یقتضی هذا ان تكون الخلفاء من بنی
العباس اثنی عشر اء۔ قیل کو اکب الثریا ستۃ و سبعة۔

خلیل ائی للثریا الحاسد
وانی علی سرب الزمان لو اجد
تجمعت فیہا شملہا وہی سبعة
واقفد من احببته وهو واحد

حدیث مذکور کے علاوہ کئی دیگر احادیث میں بھی ثریا کا ذکر موجود ہے۔ ایک حدیث شریف میں
نبی علیہ السلام نے بطور پیش گوئی ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم کی عظمت و بزرگی کے لیے بطور مثال ثریا
کا ذکر فرمایا ہے۔

فقد وردت احادیث صحیحۃ تشير الی فضل ابی حنیفۃؒ منہا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما رواہ

الشيخان عن ابي هريرة عن الطبراني عن ابن مسعود ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لو كان الايمان عند الثريا لتناوله رجال من ابناء فارس ورواه ابو نعيم عن ابي هريرة والشيخازي والطبراني عن قيس بن سعد بن عباد بن عباد ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لو كان العلم معلقاً عند الثريا لتناوله رجال من ابناء فارس ولفظ الطبراني عن قيس لا تناوله العرب لئلا يذهب العلم من ابناء فارس وفي رواية مسلم عن ابي هريرة لو كان الايمان عند الثريا لذهب به رجل من ابناء فارس حتى يتناوله وفي رواية للشيخين عن ابي هريرة مرفوعاً والذي نفسي بيده لو كان الدين معلقاً بالثريا لتناوله رجل من فارس هذا وقد كان جد ابي حنيفة من فارس على ما عليه الاكثرون -

قال الحافظ السيوطي هذا الحديث الذي رواه الشيخان اصل صحيح يعتمد عليه في الاشارة لابي حنيفة رحمه الله تعالى -

قال البيضاوي ان الله وصف في الاصل ثم صار له تعالى كالعلم مثل الثريا والصعق - قال الشهاب الثريا تصغير ثروى مؤنث ثروان جعل اسماً للنجم لكثرة كواكبه ونقل علماء المرأة ايضاً والصعق بفتح العين شدة الصوت وبكسر العين الشديد الصوت والمتوقع للصاعقة والنازلة عليه ولقب خويلد بن نفيل فارس بنى كلاب (خويلد هذا ليس الذي هو الدخيلة الكعبة رضي الله عنها) وتسكن عينه ويقال صعق كابل لقب به لان تيمناً اصابوا رأسه بضربة فكان اذا سمع صوتاً صعق اولاً ثم اتخذ طعاماً فكفأت الریح قدراً فلعنها فارس لئلا يسل الله عليه صاعقة وهما وصفان في الاصل صار علماً بالغلبة والغلبة في الله والثريا نقد يريته وفي الصعق تحقيقية انتهى هذا والله اعلم وعلمنا تم -

فصل

تفسیر بیضاوی مستحی بہ انوار التنزیل و اسرار التاویل علماء و طلبہ کے مابین جس طرح آج کل مقبول و محبوب ہے اور درس نظامی کے نصاب میں داخل ہے اسی طرح وہ ہر زمانے میں مقبول و مرغ العلماء و الطلیبہ رہی ہے۔ اور جس طرح وہ آج کل مدارس میں منقح و مشکل کتاب سمجھی جاتی ہے زمانہ ماضی میں بھی علماء و طلبہ کے نزدیک اس کی یہ حیثیت مسلم تھی۔ تفسیر بیضاوی کی شروح و حواشی و تعلیقات کی کثرت سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ہم یہاں پر تفسیر بیضاوی کی شروح و تعلیقات و حواشی کا علی الاختصار ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ تفسیر ہذا کے شراح و محققین کے تراجم کی تفصیل میں میری ایک مستقل ضخیم کتاب ہے۔ تفصیل کے لیے اس کی طرف مراجعت کی جائے وہ بہت مفید کتاب ہے۔ علماء و طلبہ اس میں کافی معلومات و حقائق تاریخیہ پائیں گے۔ شارحین تفسیر بیضاوی کا مختصر تذکرہ یہ ہے:-

(۱) شرح محی الدین محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ قوجوی متوفی ۹۵۱ھ۔ یہ نہایت مفید اور نافع شرح ہے۔ اس کا مصنف بڑا زہاد اور صالح تھا۔ شیخ زادہ کے نام سے معروف ہیں۔

(۲) شرح ابو الفضل قرشی خطیب مشہور بہ کازرونی متوفی ۹۲۵ھ۔ یہ مفید شرح و حاشیہ ہے۔ تاہم یہ جل بیضاوی کے لیے کافی نہیں ہے۔ مصری مدارس میں یہ مروج ہے اولہا الحمد للہ الذی انزل آیات بیّنات حکمتہ للہ۔

(۳) شرح شیخ شمس الدین محمد بن یوسف قرمانی متوفی ۸۸۶ھ و قبل ۸۸۵ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اولہا الحمد للہ الذی وفقنا للخوض للہ۔

(۴) شرح فاضل محمد بن جمال الدین بن رمضان الشروانی۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ اولہا قال الفقیر بعد حمد اللہ العلیم العلام للہ۔

(۵) شرح شیخ صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں۔ کبریٰ و صغریٰ۔ ان میں تفسیر بیضاوی کی اٹھارہ شروح سے انتخاب کیا گیا ہے۔

(۶) شرح شیخ جمال الدین اسحاق قرمانی متوفی ۹۳۳ھ۔ یہ مفید جامع شرح ہے۔

- (۷) شرح عالم و فاضل مشہور بہ روشنی آیدنی؟
- (۸) شرح و حاشیہ حافظ امان اللہ بن نور اللہ بناری۔ متوفی ۱۱۳۳ھ۔ یہ جامع معقول و منقول تھے۔ علامہ محب اللہ ہاری مصنف سلم العلوم متوفی ۱۱۱۹ھ کے معاصر تھے۔
- (۹) حاشیہ و شرح مولوی عبدالحکیم لکھنوی ابن مولوی عبد الرتب بن بحر العلوم عبد العیلم متوفی ۱۲۸۸ھ۔ یہ مفید حاشیہ ہے۔
- (۱۰) شرح و حاشیہ مولانا شیخ نور الدین بن محمد احمد آبادی گجراتی۔ متوفی ۱۱۵۵ھ۔ یہ بڑے محقق، وجید عصر و فرید دہر تھے۔
- (۱۱) حاشیہ مولانا محمد اسیر سلہٹی۔ یہ بڑے عالم و صاحب تقویٰ تھے۔
- (۱۲) شرح و حاشیہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم۔ مشہور بہ ابن تجید معلم سلطان محمد خان۔ یہ مفید جامع حاشیہ ہے جو حواشی کشف کا ملخص ہے۔
- (۱۳) شرح قاضی زکریا بن محمد انصاری مصری متوفی ۹۲۶ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ مسمی بہ فتح الجلیل بمیان خفی النوار التزیل۔ اولھا الحمد لله الذی انزل علی عبدہ الکتب الخ امام عبد الوہاب شرانی کتاب لطائف المنن میں لکھتے ہیں ان القاضی زکریا علقہ املاء بعد ان کشف بصرہ لما قرأ علیہ۔ قال وغالبها بخطہ و خط ولده جمال الدین۔
- (۱۴) شرح و حاشیہ شیخ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اس کا نام ہے نوادر الابکار و شواہد الافکار۔
- (۱۵) شرح و حاشیہ شیخ محمود بن حسین افضل حاذقی مشہور بہ صادق گیلانی متوفی فی حدود ۹۷۰ھ۔ یہ سورۃ اعراف سے تا آخر قرآن ہے۔ اس کا نام ہے ہدایۃ الرأۃ الی الفارق المداوی للعجز عن تفسیر البیضاوی۔
- (۱۶) حاشیہ شیخ بابا نعمۃ اللہ بن محمد متوفی فی حدود ۹۷۰ھ۔
- (۱۷) حاشیہ مولیٰ مشہور بہ منا و عوض متوفی ۹۹۴ھ۔ یہ تقریباً تیس جلدوں میں ہے۔
- (۱۸) شرح مولیٰ محقق ملا خسرو محمد بن فرامرزی متوفی ۱۱۸۵ھ۔ یہ بہترین حاشیہ ہے۔ یہ ابتداء سے سب قول السفاء تک ہے۔ اور اس کا تتمہ تا آخر سورہ بقرہ لکھا ہے محمد بن عبد الملک بغدادی خفی متوفی ۱۰۱۶ھ نے۔
- (۱۹) حاشیہ شیخ ابی بکر بن احمد بن الصائغ ضبی متوفی ۱۱۱۴ھ۔ اس کا نام ہے الحسام الماضی فی ایضاح غریب القاضی۔ اس حاشیہ میں تفسیر بیضاوی کے الفاظ مشککہ وغیرہ کی تشریح ہے۔

اور اس کے علاوہ بعض دیگر فوائد بھی جمع کیے ہیں۔

(۲۰) حاشیہ فاضل نور الدین حمزہ بن محمود قرمانی متوفی ۸۵۵ھ یہ زیرِ اہون پر ہے۔ اس کا نام تفسیر التفسیر۔

(۲۱) حاشیہ سنان الدین بردعی مشہور بہ عجم سنان۔ اذلہ الحمد للہ الذی نَقَدَ قُلُوبُنَا الخ۔ یہ حاشیہ ماکادہ ایفعلون تک ہے۔

(۲۲) شرح محقق عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ الاسفرائینی متوفی ۹۴۳ھ۔ یہ تحقیقات و نکات سے بھرپور ہے۔ یہ ابتداء سورت اعراف تک ہے اور آگے سورہ نبالے آخر قرآن تک ہے۔ یہ شرح مصنف نے سلطان سلیمان خان کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی تھی۔ عصام الدین علامہ جامی کے تلمیذ ہیں۔ شرح جامی للکافیہ پر آپ کے حواشی مشہور ہیں۔

(۲۳) حاشیہ و شرح علامہ سعد الدین عینی شہیر بہ سعدی آفندی متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ سورہ ہود سے تا آخر قرآن شریف ہے۔ یہ بڑی لطیف و شریف اباحت پر مشتمل ہے۔ مدین کے نزدیک معتد تھی۔

(۲۴) حاشیہ و شرح فاضل سنان الدین یوسف بن حسام متوفی ۹۸۶ھ۔ یہ مقبول حاشیہ ہے۔ اول سورہ انعام سے تا آخر سورہ کف ہے۔ اور آخری حصہ کی بعض سورتوں سورہ ملک، مدثر، قمر پر ہے۔ مصنف نے سلطان سلیم خان ثانی کی خدمت میں یہ حاشیہ پیش کیا تھا۔

(۲۵) حاشیہ مولیٰ مصطفیٰ بن محمد مشہور بہ بستان آفندی متوفی ۹۷۷ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔

(۲۶) حاشیہ مولیٰ محمد بن عبد الوہاب مشہور بہ عبد الکریم زادہ متوفی ۹۷۵ھ۔ یہ سورت طہ تک ہے۔

(۲۷) حاشیہ مولیٰ محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسن متوفی ۹۷۷ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔

(۲۸) تعلیقات فاضل مصلح الدین محمد لاری متوفی ۹۷۷ھ۔ یہ صرف زیرِ اہون سے متعلق ہے مباحث شریفہ پر مشتمل ہے۔

(۲۹) تعلیقات شیخ ادیب غرس الدین جلی طیب۔

(۳۰) حاشیہ و شرح شیخ محمد عابد لاہوری متوفی ۱۰۶۰ھ۔

(۳۱) شرح وحاشیہ شیخ وحیہ الدین گجراتی متوفی ۹۷۸ھ و قبل ۹۹۷ھ۔

(۳۲) شرح شیخ ملا عبد السلام لاہوری متوفی ۱۰۲۷ھ۔

(۳۳) حاشیہ شیخ محمد احمد آبادی گجراتی متوفی ۹۸۲ھ۔

(۳۴) شرح شیخ عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۰۵۲ھ۔

آپ مشہور محدث ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کی دو شرحیں آپ نے لکھی ہیں۔ اللغات۔ واشتقاق اللغات۔

(۳۵) تعلیقات ملا حسین خٹائی۔ یہ سورت تیس سے تا آخر قرآن ہے۔ اولھا الحمد للہ الذی تولیٰ العرفاء فی کبریا ذاتہ الخ۔

(۳۶) تعلیقات شیخ محی الدین محمد اسکلیبی متوفی ۹۲۲ھ۔

(۳۷) تعلیقات شیخ محی الدین محمد بن القاسم شہیرہ اخوین متوفی ۹۰۴ھ۔ یہ صرف

زہرا دین پر ہے۔

(۳۸) تعلیقات مولانا محمد بن عبد الغنی متوفی ۱۰۳۶ھ۔ یہ نصف سورت بقرہ تک

ہے۔

(۳۹) حاشیہ فاضل محمد امین مشہور بہ ابن صد الدین شروانی متوفی ۱۰۲۰ھ۔ یہ التہ

ذک الکتاب تک ہے۔

(۴۰) حاشیہ مولیٰ ہدایہ اللہ علانی متوفی ۱۰۳۹ھ۔

(۴۱) حاشیہ فاضل محمد شراشتی۔ یہ جزر نبأ پر ہے۔

(۴۲) تعلیقات فاضل محمد امین مشہور بہ امیر بادشاہ البخاری الحسینی۔ یہ سورت انعام

تک ہے۔

(۴۳) حاشیہ فاضل محمد بن موسیٰ بسنوی متوفی ۱۰۴۶ھ۔ یہ آخر سورت انعام تک ہے۔

یہ مبنی ہے طریقہ ایجاز بلکہ طریقہ تعلیمہ والغاز بہ۔ اولھا الحمد للہ الذی فضل بفضلہ العالمین علی الجاہلین الخ۔

(۴۴) تعلیقات شیخ علاء الدین علی بن محی الدین محمد متوفی ۹۲۵ھ۔ یہ زہرا دین پر ہے اس کا

نام ہے مصباح التعبد فی کشف انوار التفریل۔

(۴۵) حاشیہ شیخ احمد بن روح اللہ انصاری متوفی ۱۰۰۹ھ۔ یہ آخر سورت اعراف تک

ہے۔

(۴۶) حاشیہ مولیٰ محمد بن ابراہیم حلبی متوفی ۸۷۱ھ۔

(۴۷) شرح جمال الدین عبدالرحیم بن حسن اسندی شافعی متوفی ۸۷۲ھ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں ایک مطول اور ایک مختصر۔

(۴۸) شرح بدرالدین حسین بن خواجہ شہاب الدین گیلانی شافعی متوفی بمکۃ ۸۸۹ھ۔ یہ صرف خطبہ تفسیر بیضاوی کی شرح ہے۔

(۴۹، ۵۰) شرح قاضی عمر بن عبداللہ رومی حنفی۔ یہ آخر سورت آل عمران تک ہے ایک جلد میں۔ پھر اس کا مکملہ سورت اسرار سے تا آخر قرآن لکھا ہے علی بن محمد دمشقی صالحی متوفی ۱۱۲۸ھ نے۔

(۵۱) حاشیہ عزالدین بن جماعہ محمد بن عبدالعزیز بن محمد کنانی شافعی متوفی ۸۱۹ھ۔

(۵۲) حاشیہ شیخ سیف الدین محمد بن محمد بن عمر حنفی شیخ سیوطی متوفی ۸۷۷ھ۔

(۵۳) حاشیہ سرری الدین محمد بن ابراہیم دروری مصری حنفی معروف بہ ابن الصائغ، متوفی ۱۰۶۶ھ۔

(۵۴) حاشیہ ابن بلال حنفی محمد بن علی۔

(۵۵) حاشیہ قاضی عبدالحکیم بن شیخ نصوص رومی حنفی متوفی ۱۰۸۵ھ۔ یہ زہراؤں کی سورت سے لے کر ہے۔

(۵۶) حاشیہ قاضی محمد بن یوسف حمیدی متوفی ۱۰۳۳ھ۔

(۵۷) حاشیہ صدر عبداللہ بن محمد رومی معروف بہ آلتونی جوق زادہ متوفی ۱۱۸۳ھ۔

(۵۸) حاشیہ محی الدین محمد بن محمد بن محمد بدعی تبریزی متوفی ۹۲۷ھ۔

(۵۹) حاشیہ شیخ بسمل اکبر نواب شیرازی متخلص بہ بسمل۔

(۶۰) حاشیہ قاضی بدرالدین محمد بن محمد عبدالرحمن شافعی متوفی ۸۹۰ھ۔

(۶۱) حاشیہ محمد بن محمد بن محمد مغربی مالکی معروف بہ بلیدی متوفی ۱۱۷۶ھ۔

(۶۲) حاشیہ شیخ بوری بن بدر الدین حسن دمشقی متوفی ۱۲۲۴ھ۔

(۶۳) حاشیہ علی بن صادق بن محمد بن ابراہیم داغستانی حنفی مدرس دمشق مشہور بہ شامی متوفی ۱۱۹۹ھ۔

(۶۴) حاشیہ دباغ زادہ شیخ الاسلام محمد رومی صاحب التبیان۔ یہ صرف جزر نبأ

پر ہے۔

- (۶۵) حاشیہ مولانا عبدالحکیم حنفی سیالکوٹیؒ متوفی ۱۰۶۷ھ۔
- (۶۶) حاشیہ السید السند الشریف علی بن محمد جانیؒ متوفی ۱۰۸۶ھ۔
- (۶۷) حاشیہ نور الدین محمد بن عبد الہادی حنفیؒ نزہیل مدینہ منورہ متوفی ۱۱۳۸ھ۔
- (۶۸) حاشیہ بہاؤ الدین محمد بن محمد بن العالی الہمدانی الشیعی مصنف تشریح الافلاک فی البیتہ۔
- (۶۹) حاشیہ قنوی عصام الدین اسماعیل بن مصطفیٰ رئیس العلماء رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۹۵ھ۔ یہ بہت مفید اور جامع شرح ہے۔
- (۷۰) حاشیہ صدر کمال الدین احمد بن عصام الدین احمد رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۸۳ھ۔
- (۷۱) حاشیہ عضد الدین عبد الرحمن بن یحییٰ بن یوسف مصری حنفیؒ متوفی ۱۰۸۸ھ۔
- (۷۲) حاشیہ محمد بن حمزہ حنفیؒ نزہیل دمشق متوفی ۱۱۱۱ھ۔
- (۷۳) حاشیہ مولیٰ محمد رومیؒ امام جامع محمود باشا متوفی ۹۷۳ھ۔
- (۷۴) تخریج شیخ عبد الرؤف مناویؒ۔ اس میں تخریج احادیث بیضاویؒ ہے مسمیٰ بہ الفتح السماوی تخریج احادیث البیضاویؒ۔ اولہ اللہ احمد ان جعلنی من خدام اہل الکتاب۔
- (۷۵) تطبیق کمال الدین محمد بن محمد بن ابی شریف القدسیؒ متوفی ۹۰۳ھ۔
- (۷۶) مختصر تفسیر بیضاویؒ لمحمد بن محمد بن عبد الرحمنؒ المعروف بابام الکالیۃ شافعی قاہری متوفی ۸۷۴ھ۔
- (۷۷) تعلیقات محدث کبیر فقیہ عظیم قاسم بن قطوبغا حنفی تلمیذ ابن ہمام متوفی ۸۷۵ھ۔ یہ فہرہ لا یرجعون تک ہے۔
- (۷۸) حاشیہ ابراہیم بن محمد مصری شافعیؒ متوفی ۱۰۷۹ھ۔
- (۷۹) حاشیہ محمود بن عبد اللہ موصلی مفتیؒ متوفی ۱۰۸۲ھ۔
- (۸۰) حاشیہ شہاب الدین احمد بن عبد اللہ صاحب البحر المتقی۔
- (۸۱) حاشیہ احمد بن توفیق قاضی حنفی گیلانیؒ متوفی ۱۰۵۱ھ۔
- (۸۲) ومن شارحی انوار التنزیل للعلامة البیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ هذا العبد الضعیف وشرحی له هذا خصنتہ فی نحو خمسين مجلدًا اوسمیت بازهار التسهيل وسمیت مقدمتہ باثمار التکميل وهذه ترجمتی۔
- فانا محمد موصی ابن العارف باللہ الزاهد التقی المولی شیر محمد من اللہ فی الجنة تصوا العبد

مولدى كنه خيل وهى قرية بين جبلين من مضافات بلدة ومد يريته ديره اسماعيل خان فى اقليم سرحد من الباكستان كان جدنا الاعلى من سكان بلدة غزنى او من سكان حوايلها من ولاية افغانستان واسم جدنا هذا السيد الشيخ احمد الرحمانى وقبره فى سفح جبل من جبال غزنى يزار مشهور فى تلك البلاد وكان من كبار اولياء الله تعالى وكذلك ابى كان من الاولياء الزاهدين العارفين ومن اهل الكشف والمعرفة الباطنية .

وكان ابى دائم الاستغراق فى مراقبة الله وصفاته وامواله الاخيرة ومع فقره كان جوده ومخاضه مشهورا ولا يزال اهل القرية يذكرن قصص جوده العجيبة واحوال استغراقه ومراقبته وبصيرته القلبية قرأ ابى بعض الكتب الدينية على بعض العلماء فى قرينته كنه خيل .

مات ابى فى مرض طويل مرض اجتماع الماء فى البطن والمعدة وكنت عند موته صغيرا ابن خمس سنوات بل اصغر .

وعند زيارتي لقبر والدى سمعت مرارا من داخل قبرة تلاوة القرآن الشريف خصوصا تلاوة سورة الملك التى هى منجية تلاوة واضحة جيدة بلسان فصيح وصوت حسن يأخذ بمجامع القلوب ويجذبها كأنه زممار من زمائر آل داود وكنت اشعر بخوف وقشعريرة او لا وكانت اُمى تشجعنى وتقول لى لا تخف فاستأنست بالتلاوة وزال الخوف من سماع تلاوة القرآن من داخل قبرة وهذا من عجائب الكرامات . وفى كتب التاريخ ان بعض الناس كانوا يسمعون من قبر ثابت البناني العارف بالله تلاوة القرآن الشريف . ثم بعد موت الاب سببتنى اُمى الذكرة لله كثيرا الصائمت القائمة لله وقاسينا مصائب وشدائد فى زمن الصغر .

وقرأت اوائل كتب الفقه وجميع كتب الفارسية على بعض علماء القرية . ومع اشتغالى بهذه الدرس من الطفولية اخدم اُمى واساعدتها فى امور تتعلق بدخل البيت وخارجة اشتغلت جمع العلف لبعض دواب البيت وخدمته اتيان الماء من بعيد وكان الماء فى بعض الايام على بعد ثلاثة اميال . ثم خرجت باشارة صهرى زوج اختى للخليفة احمد رحمه الله لتحصيل العلم الى بلدة عيسى خيل وهذا اول خروجي لطلب العلم حينما كان عمرى نحو احدى عشرة سنة او اقل فبدأت بعلم الصرف وحفظت عدة كتب منه فى اشهر عديدة على شيخى الخليفة محمد رحمه الله باشراف المفتي محمد رحمه الله .

ثم ذهبت معه الى قرية ابا خيل من قرى مديريته بنون فمكثت فيها سنتين وحفظت هناك جميع كتب الصرف الى الفصول الاكبرية وكتب النحوى الى الكافية واوائل كتب المنطق على

مولانا جان محمد وعلى المفتي الكبير الزعيم الشهير في العالم مولانا محمود ثم ذهبت مع الشيخ المفتي المذكو إلى قرية عبد الخليل فبقيت معه هناك نحو سنتين وقرأت عليه شرح الجامعي ومختصر المعاني والمنطق إلى سلم العلوم والمقامات وأصول الشاشي وشرح الميبدى لهداية الحكمة وشرح الوقاية وبعض كتب القراءة والتجويد -

ثم سافرت إلى أكوڑه خٹك ومكثت في دار العلوم الحقائقية نحو سنتين وقرأت هناك جميع كتب المنطق والآل القاضي مبارك وجميع كتب الفلسفة وأقليدس والميراث وأصول الفقه الآل التلويح والتوضيح وقرأت المطول وجميع كتب الأدب العربي -

وسافرت من أكوڑه خٹك في الإجازات السنوية إجازات شهر رمضان إلى بلدة سراويلندي فقرأت ترجمة القرآن الشريف بتمامه على المفسر الكبير جامع الفنون مولانا غلام الله خان رحمه الله تعالى -

ثم ذهبت إلى ملتان ودخلت في الجامعة الكبيرة قاسم العلوم فمكثت فيها ثلاثة أعوام وخرجت من جميع العلوم من الفقه والحديث والتفسير والمنطق والأصول وعلم القراءة قرأت السبع -

ثم عيّنت مدرّساً في مدرسة مطالع العلوم في بلدة كوٹہ من إقليم بلوچستان إلى مدة ثم في مدرسة إسلامية في بلدة بوابيول ثم في قاسم العلوم ببلدة ملتان ثم في الجامعة الأشرفية ببلدة لاهور منذ سنة ١٣٨٥ وأنا إلى الآن فيها مشغول بالتدريس والحمد لله رب العالمين -

ثم إن الله تعالى وسبحانه على في باب العلم منّا ونعملاً تعدّ ولا تحصى خصني بامور علمية شريفة ومن عظمة منيفة من بين علماء هذا العصر اقول هذا تحدياً بثناء الله الكريم وشكراً الجزيل الألف لا فخر أورياء وكيف يفخر من أوله نطفة وآخره جيفة وبين يدي القبر وعقبات الآخرة لا يدى فيها مصيرة وفيها يسئل عن ذرة ذرة من أعماله ما بال من أوله نطفةً وجيفةً آخره يفخر

فيما من الله تبارك وتعالى به على أني ما سكنت في مدرسة وجامعة للتحصيل الآلو أنا سبق الطلبة وفي قهرم في نتائج الامتحانات والاختبارات وما سبقني في ذلك احد منهم بل ما ساءوا في منهم طالب قط وهكذا كان حالي إلى أن خرجت من العلوم كلها حتى أن بعض الطلبة من الرفقاء يجتهدون إلى غاية ويحفظون كتب الدرس للامتحان خفية كي يفوقوني في

حلبة المسابقة مسابقة امتحانية لكن ما فتح احدا بمرامه هذا والله الحمد. وحق ان الشيوخ والطلبة كانوا يتحذرون ويتعجبون من شدة ذكائي ووقفة حافظتي وسعة مطالعتي واحاطتي بما في كتب الدرس زمن التعلم. وهنا قصص من هذا الباب كثيرة اطوى عنها الكشع اختصاراً.

ومما من الله تبارك وتعالى به علي اني كثيراً ما كنت احل المسائل المشككة في الفنون او العبارات الصعبة في الكتب حلا يندمغ به الاشكالات في زمن الطلب والتحصيل وقد عجز عن حلها المدرسون الكبار بل اساتذتي العظام فكانوا يختبروني بأسئلة استصعبوها او عجزوا عن حلها ويمتنحوني في الدرس بمواضع صعبة من العبارات في الكتب التي قد قضوا عليها بالغلط وانالا اعرف حالهم فكننت احلها بدلة واقتررت تقريراً يستفي بها اشكال الكلام وينحل المرام فينتعجبون تعجباً وكل ذلك باحسان والهام من الله تعالى وسبحانه ولا فخر. وهذا امر غريب قلما سراه احد من العلماء في المعلمين وهنا غير واحد من الاخبار القصص المتعلقة بهذا الباب اترك ذكرها.

ومما من الله تبارك وتعالى ان الخصلة المذكورة لي باقية الى الان بل ازدادت ازدياداً بتوفيق الله تعالى واحسانه والله الحمد والمنة. فاذا كنت توفيق الله تعالى في اثناء الدروس للطلبة وفي التصنيفات توجيهات واسراراً من عند نفسي في حل العضلات العلمية والمغلقات من فنون شتى كال تفسير الحديث والفقه والاصول والمنطق والفلسفة وعلم الادب العربية وغير ذلك. فلي توجيهات جيدة وتقريرات قوية في غير واحد من مغلقات هذه العلوم تعانق القلوب وتصاخر الازهان وتدخل الأذن قبل الإذن قد خلت عنها الزبر. ومصطفى ودرسي شاهد اعدل على ذلك ومن شك فليرجع الى كتبي نحو بغية الكامل وفهم العليم وفتح الله وغير ذلك.

ومما من الله تعالى به علي انه وفقني بفضلله وكرمه لاستخراج اجوبة كثيرة خلت عنها الزبر واستنباط غير واحد من توجيهات ووجوه ما فتى بها الاذان من قبلي وذلك عند حل سوال علمي مهم ودفع مشكلة علمية قوية حتى اني ربما اذكر في حل سوال واحد نحو عشرة وجوه من الاجوبة والتوجيهات او نحو عشرين واكثر الى عدة مائت وكتبي تنباك ما سطرته اظالعت وحقت ويثلم بها صدك ان فتشت ودققت.

وهذا الاستكثار من الاسرار المكتومة والدقائق المكنونة والعلوم السنية والوجه العلمية نعمة من الله تعالى عظيمة. ولا يقدر على الاستكثار هذا الا من سرق سعة العلم وبسط المطالعة و

دقة النظر ذاكرة قوية وذهنا غواصا بفضل الله وكرمه. وانشئت مصداق ذلك فارجم الى بعض تصانيفي فذكرت في كتابي فتح العليم نحو مائة وتسعين جوابا وتوجيها لحل الاشكال العظيم في تشبيه حديث كما صليت على ابراهيم. مع اسرار ودقائق علمية كثيرة من هذا الباب.

حتى قال بعض العلماء بعد ثرية فتح العليم ما سمعنا ان احدا من العلماء القدماء ذكر مسألة علمية هذا القد من عدد الاجبة والتوجيهات بل ولا نصفها. وقال بعض كبار ائمة الحرمين الشريفين عند مطالعة فتح العليم ان امثال هذه التحقيقات لا يقدر عليها عامة علماء العصر وانما كان هذا شان العلماء قبل خمسمائة سنة واكثر من ذلك.

وانتهيت في فتح الله وجرة خصائص الجلالة الى ما ينيف على خمسين وسبع مائة خاتمة فلا يطلع احد من الفضلاء على هذا الكتاب الا وهو يتعجب من جم هذه الخصائص الكثيرة اقول هذا تحدينا ولا خسر.

ورأيت في السلف الشيخ العلامة ابن القيم رحمه الله تعالى متازا في هذه اللصلة السنية حيث سلك في غير واحد من كتبه هذا المسلك من ذكر اجوبة ووجوه كثيرة لحل سوال واحد او ايضا مطلب واحد فانما متبع منهج وسالك سبيله وان كنت قليل البضاعة ذا قلم مكسور وصد مصدور واني للظالم ان يدلك شأ الضليع.

أَسِيرُ خَلْفَ رِكَابِ التَّجَبُّ ذَا عَرَجٍ مُؤَمِّلًا جَبَرُ وَلَا قَيْتُ مِنْ عَرَجٍ

فَإِنْ لَحِقْتُ بِهِمْ مِنْ بَعْدٍ مَا سَبَقُوا فَكَمْ لَرَبِّ السَّمَاءِ فِي النَّاسِ مِنْ فَرَجٍ

وَأَنْ ظَلَلْتُ بِفَقْرِ الْأَرْضِ مِنْقَطِعًا فَمَا عَلَى عَرَجٍ فِي ذَلِكَ مِنْ حَرَجٍ

وحق والحق احق ان يحق ان البعيد قريب اذا التقي العزم والتوفيق كما ان القريب بعيد اذا اتلاقى التفريط والتعويق.

ومما من الله تعالى به على تصنيفي لكتب كثيرة في فنون شتى وسهل الله لي طريق التاليف والتصنيف واسباب ذلك بتوفيقه وفضله فصنفت نحو مائة كتب في فنون مختلفة من التفسير والحديث والمنطق والفلسفة والهيئة والنجوم القديمة والحديثة وعلم المراتب وعلم الابعاد والصرف والنحو وسائر العلوم العربية والبلاغية وعلم التاريخ وغير ذلك واقول كما قال بعض القدماء من العلماء ما من مسألة معقدة من مهمات الفنون والعلوم الا وانا استطيع بفضلته تعالى وكرمه ان اولف فيها كتابا كبيرا او رسالة بتوفيق الملك المنعم والحمد لله على احسانه وكرمه.

ومثلاً نعمة الله تعالى به على في باب التصنيف ان جعل تسريدي للتصانيف تبييضاً لها و
مُسَوِّدَتي مبَيِّضَةً على ما جمعت علوماً كثيرة وحوالات على كتب الاثمة متوفرة ولله الحمد والمنة
ولا فخر.

وهذه خصلة نادرة الوجود من الله تعالى وسبحانه بها على فيما بين العلماء الكبار فان
المصنفين اغلبهم يسودون أولاً بجمع المسائل من غير رعاية ترتيب ومن غير لحاظ تحسين نحو
ذلك ثم يرجعون ويكرهون النظر فيها فيبيّضون بتغيير ما كتبوا أولاً وإيقاع نبذ من المحسوس
الاثبات فيها وكون المسودة مبَيِّضَةً قل من يتصف بها ويُعد هذا الوصف من النادر و
يوجد في اثناء المداغم.

ولذا قال الشيخ عبدالحق الكنوي رحمه الله واني احمد الله حمداً كثيراً على انه جعلني
فيما بين علماء عصرى متصفاً بهذه الصفة وجعل مسودتي لمؤلّفاتى مبَيِّضَةً او كما مبَيِّضَةً
وقال الجلال السيوطي رحمه الله في طبقات النحاة عند سرد احوال العلامة قطب الدين الشيرازي
شارح حكمة الاشراف والقانون والتحفة الشاهية ونهاية الادراك ان مسودته مبَيِّضَةً
ومثلاً من الله تعالى به على التبخر في العلوم كلها العقلية والعقلية من التفسير الحديث
والفقه والكلام والاصول والمعاني والبيان والنحو الصرف والاشتقاق واللغة العربية و
سائر علوم العربية وما يتعلق بذلك والمنطق والطبيعات والالهيات وعلم السماء والعلوم
الهندسة وعلم الهيئة القديمة اليونانية والهيئة الحديثة الكورنيكية. ولى تصانيف
في هذه العلوم وتعاليق على كتبها.

بل اعرف بالضبط والمعرفة الجيدة غير واحد من الفنون التي لا يعرفها علماء العصر فضلاً
عن التبحر والتمهر فيها. ومشايخي الكبار واكابر علماء العصر الذين هم في مرتبة مشايخي
يعترفون لي بذلك وربما جعلوني حكماً في تحقيق بعض المسائل المختلفة المهمة ورُبّما
فَقَّضُوا الى تحقيق مباحث مهمة معضلة عجز عن تحقيقها علماء الزمان عن آخرهم وطلبوا
متى بسطها وتحقيقها فحققتها بالادلة المقنعة واستقصيت الكلام فيها بالادلة الشافية
الكافية بتوفيق الله تعالى وفضله فسلموا لذلك واعجبهم ما ذكرت وعلموا بوفق ما صررت و
حَقَّقْتُ ولله الحمد والمنة.

وبالحكمة سهّل الله تعالى لي هذه العلوم لاسيما العلوم العقلية من المنطق والفلسفة
بانواعها حيث وَهَبَ لي فيها مقام المجتهد المطلق. فابحث في فصولها وابوابها واحكامها و

اسبابها بالنقض والابرار وبذكو الحقائق السنية وايراد الدقائق العلية حسب اصول المعقول كاني
 مجتهد ها ومؤتسها واغوص في مباحث لم ينص فيها احد قبلي واستنبط علومها واسرارها لم يطعمته
 احد من قبلي واستنبط خرائد لم يطعمته احد غيري .

وابدى في الدرس بين حلقات الطلبة والعلماء من النكات المخفية والعلوم المستسرة ما
 يظن السامع ان عمرى مضى في هذا الفن الواحد وفي استحكامه . وهكذا حال درسي لجميع كتب
 الفنون العقلية والنقلية وهكذا يحسب سامع كل درس لي في جميع الفنون وذلك لكثرة ما يسمع
 من النقص والابرار على وفق الاصول وضبطي للاصول والفرع . وكثرة ما يقع سمعه من بدائع
 اللطائف والطائف البديعة . والله الحمد ولا فخر . ذكرت نبذا مما من الله به عليّ تحديثاً بالنعمة و
 ترغيباً للطلبة والعلماء في جمع العلوم وهديتاً لهم الى مسالك الفنون واشارة لهم الى ان من جدّ
 وجد ومن دقّ الباب ونجّ ونجّ ولنعم ما قيل :-

يَجِدُ لَا يَجِدُ كُلُّ جَدٍّ
 وَهَلْ جَدُّ بِلَا جِدٍّ بِمَجِدٍّ

هذا والله اعلم وعلمه اتم وفضله اجل ونعمه اكمل -

فصل

فصل ہذا میں تفسیر بیضاوی میں واقع معدودے چند اخطار کا ذکر تنبیہاً لاہل العلم کیا جاتا ہے۔ وھذہ
الخطاء لا یخطئ عن مقام البیضاوی ومكانته فاندعالم کبیر محقق مدقق ولقد احسن من قال لیس العالم
الکبیر الذی لا یخطئ بل الکبیر من تعدد اخطاؤه وتعدد وتقل۔

(۱) بیضاوی نے مثلہم کمثل الذی استوقد نائراً کی شرح میں لکھا ہے الاستیقاد طلب الوقود
والسعی فی تحصیلہ۔ آپ کا یہ قول مبنی ہے اس بات پر کہ استیقاد میں سین طلب کے لیے ہے۔ اور تفسیر
قول خلاف اولیٰ ہے۔

اولاً تو اس لیے کہ ائمہ لغت و علماء محققین کا قول اس کے خلاف ہے۔ ائمہ لغت و محققین کے نزدیک
یہاں پر استوقد بمعنی اوقد ہے۔ قال الامام الاخفش ان الاستفعال بمعنى الافعال کا استجاب
بمعنی آجاب و حکي الامام ابونید اوقد و استوقد بمعنى کاجاب واستجاب۔

ثانیاً اس لیے کہ استیقاد بمعنی طلب الوقود محتاج ہے کلام محذوف کی طرف جو کہ اوقد وھا
ہے ای طلباً نائراً فاوقد وھا۔ قول بالمحذوف کی ضرورت اس لیے ہے تاکہ ذھب اللہ بنوہم کا
مفہوم درست ہو جائے۔ کیونکہ ذھاب نور وجود نار پر دلالت کرتا ہے اور محض طلب نار سے تحقیق نار
لازم نہیں ہے تو لامحالہ یہاں پر اوقد وھا محذوف ماننا پڑے گا۔

نیز فلتما اضاءت میں فار تفریع ہے ماقبل پر۔ تو ماقبل اضاءة سبب ہوگا اضاءة
کے لیے۔ اور اضاءة کی تفریع ایقاد پر صحیح ہے نہ کہ طلب و قود پر۔ اور ایقاد سبب اضاءة تو ہو سکتا
ہے طلب و قود نہیں ہو سکتا۔ بہر حال حسب تفصیل بیضاوی یہاں پر اشکال عظیم ہے جو بغیر قول
بالمحذوف مندرج نہیں ہوتا اور اصل کلام میں عدم المحذوف ہے۔ جب بغیر حذف کلام بن سکے تو
قول بالمحذوف کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

(۲) فلتما اضاءت ماحوالہ کی ترکیب میں بیضاوی نے متعدد احتمالات تبعاً للز مخشری
ذکر کیے ہیں۔ ان میں ایک احتمال یہ ہے کہ اضاءت کا فاعل ضمیر ہے جو نار کو راجع ہے اور ما
موصولہ ہے اور منصوب علی الظرف ہے یا ما مزید ہے اور حوالہ ظرف ہے اضاءت کے لیے۔

اور یہ دونوں احتمال نہایت بعید بلکہ ابعید ہیں اور اعجاز قرآن کے شایانِ شان نہیں ہے خصوصاً زیادتِ ما کا احتمال تو عجیب تر ہے۔

احتمالِ اول اس لیے بعید ہے کہ ما موصولہ بمعنی امکنہ جب ظرف ہو تو حرفِ فی کی تصریح لازم ہے۔ کیونکہ ما معرفہ ہے۔ تو وہ مکانِ معین پر دال ہوگا اور تقدیر فی مکانِ معین میں جائز نہیں ہے۔ اس لیے جلستُ المسجد غیر صحیح ہے۔ صحیح جلستُ فی المسجد ہے۔ تقدیر فی ظرفِ مکانیہ مبہمہ میں جائز ہے بوجہ کثرتِ استعمال ولا کثرة فی الموصول المعرب عن المكان المعین۔ نیز اس احتمال میں ایک اور اشکال بھی ہے وهو لزوم المكان للمكان واتحاد الظرف مع المظروف وهو محال۔

تفصیل مقام یہ ہے کہ ما ظرفیہ موصول ہے اور حوالہ ظرف اس کا صلہ ہے ظرف مستقر ہو کر۔ اور حوالہ سے بھی مراد امکنہ ہیں اور یہ ظرف ہے ما کے لیے۔ اور ما سے بھی مراد امکنہ ہیں کما صرح بہ البیضاوی۔ والتقدير فلما اضاءت الناس الامكنة التي ثبتت في الامكنة۔ پس لازم آیا کہ امکنہ کے لیے امکنہ ہوں گے اور ما سے جو امکنہ مراد ہیں حوالہ سے بھی وہی امکنہ مراد ہیں اور یہ ہے لزوم ظرفیۃ الشئ لنفسه واتحاد الظرف مع المظروف۔ اور یہ محال ہے۔ لہذا بیضاوی کا یہ قول درست نہیں ہے۔ علامہ نے اگرچہ اس کا حل ذکر کیا ہے لیکن بہر حال اس قسم کا قول بغیر ضرورت اور دیگر احتمالاتِ صحیحہ کے ہوتے ہوئے نہ بیضاوی جیسے محقق کے لائق ہے اور نہ اعجاز و بلاغتِ قرآن کے شایانِ شان ہے۔

اور دوسرا احتمال کہ مازائدہ ہونہایت بعید و باطل ہے۔ اولاً تو اس لیے کہ بغیر ضرورت قرآن میں قول ہر زیادۃ کلمہ محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اور نہ ایسے مقام میں اس کی زیادتِ مسموع و منقول ہے۔ کیونکہ کلامِ عرب میں جلستُ ما مکاناً یا جلستُ ما یوم النخیس مسموع نہیں ہے۔

معلوم نہیں کہ زخمخشری اور بیضاوی نے کہاں سے یہ قول اخذ کیا ہے۔ ابو حیان نحوی بحر محیط جلد اول صفحہ ۱۰۱ پر زخمخشری کی اس وجہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں وقد التزمخشری بهذا الوجه مع انه لا يحفظ من كلام العرب جلستُ ما مجلساً حسناً ولا قمتُ ما يوم الجمعة۔ انتہی بتصرف۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں لا حاجة الى اسرتكاف ما قل استعماله لاسيما زيادة ما هنا حتى ذكروا انها لم تسمع هنا ولم يحفظ من كلام العرب جلستُ ما مجلساً حسناً ولا قمتُ ما يوم الجمعة۔

ویا لیت شعری من این اخذ ذلک الزمخشری و کیف تبعہ البیضاوی انتہی۔ شرح المعانی ج ۱ ص ۱۹۵۔

(۳) مالک یوم الدین میں ایک قرأت ملک یوم الدین ہے۔ یہ دونوں متواتر قراتیں ہیں۔ امام عاصم و کسائی یہاں پر مالک پڑھتے ہیں اور باقی قرات ملک پڑھتے ہیں۔ بیضاوی قرات ملک کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں وہو المختار لانتہ قراءة اهل الحرمین للبیضاوی نے تبعاً للزمخشری قرات ہذا کو مختار کہا ہے۔ جمہور قرات و محدثین کے نزدیک قرات سبعة سب مختار ہیں۔ ان میں سے کسی ایک قرات پر دوسری قرات کے مقابلے میں مختار کا اطلاق درست نہیں ہے۔ اسی طرح کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ دوسری قرات غیر مختار ہے اور اس میں کچھ نقص ہے۔ نیز لازم آتا ہے کہ وہ ساقط ہے۔ حالانکہ یہ تمام قرات سبعة مختار ہیں۔ اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے متواتر ثابت ہیں۔ بہر حال کسی ایک قرات کو دوسری پر اس طرح ترجیح دینا کہ اس سے دوسری کی تنقیص لازم آئے بڑی غلطی ہے۔

لیکن بیضاوی تفسیر ہذا میں کسی جگہ پر ایسی ترجیح دیتے رہتے ہیں۔ جس سے اجتناب کرنا اولیٰ ہے اگرچہ تاویل کر کے بیضاوی کے ایسے کلام کی توجیہ صحت کی جا سکتی ہے لیکن اس سے بچنا بہر حال اولیٰ و احسن ہے قال ابن شامة قد اکثر المصنفون فی التفاسیر من الترجیح بین قراءة مالک و ملک حتی بالغ بعضهم الی حد یکاد یسقط وجه القراءة الاولى و هذا لیس بجمع بعد ثبوت القراءتین و اتصاف الربہما بمعناها انتہی۔

(۴) بیضاوی محققین کا ملین میں سے ہیں لیکن یہ افسوس کی بات ہے کہ علم حدیث سے ان کو ادنیٰ بھی مس و تعلق نہیں تھا۔ اور اتنے بڑے مفسر و محقق کے لیے یہ بڑا نقص و عیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تفسیر ہذا میں موضوع و ضعیف احادیث ذکر کرتے ہوئے ان سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) مثلاً تفسیر سورت فاتحہ کے آخر میں اس کی فضیلت کے سلسلہ میں ایک موضوع حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے عن حذیفۃ بن الیمان مرفوعاً ان القوم لیبعث اللہ علیہم العذاب حتیٰ مقصیاً فیکرأ صبی من صبیائہم فی الكتاب الحمد للہ رب العالمین فیسمعہ اللہ فیرفع عنہم بذلک العذاب اسربعین سنۃ۔ قال الحافظ العراقي اند موضوع۔

(۲) اسی طرح آیت و اذا القا الذین امنوا قالوا امنا کی شرح میں روایت قصہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ذکر کی ہے جو کہ موضوع ہے قال ابن حجر ان هذا الحدیث ای حدیث

قصۃ سرائیس المنافقین منکر و هو سلسلۃ الکذب لا سلسلۃ الذہب و آثار الرضع علیہا لا تحتہ۔
ان دو کے ذکر پر ہی ہم کفار کھرتے ہیں ورنہ اس قسم کے آثار و احادیث موضوعہ تفسیر ہذا میں بہت
زیادہ ہیں۔

(۵) کئی مقامات پر آپ کی تفسیر میں واضح تضاد موجود ہوتا ہے۔ مثلاً واذا دخلوا الی شیطانہم
کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ شیطان سے مراد کبار منافقین ہیں اور قائلین صغار منافقین ہیں۔ اور بعد
سطور قبل آپ نے ان آیات کا شان نزول رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کافصہ ذکر فرمایا ہے۔ لہذا
اس شان نزول کے پیش نظر قائل رئیس المنافقین ہو گا نہ کہ صغار منافقین الا ان یقال ان قول
البیضاوی ہذا مبني علی غیر تلك الراية لکن فیہ بعد لا یخفی۔

اسی طرح مزید کئی مواضع میں اس قسم کا تضاد آپ کی تفسیر میں موجود ہے فمذ لك ما قال
البیضاوی علی ما ذکرہ البہاء العالمی عند قوله تعالیٰ فی سورة ہود لیسلوکم ایکم احسن عملا
ان الفعل معلق عن العمل وقال فی سورة الملک نقیض ذلك۔ وصرح فی سورة ہود بان التوراة
كانت قبل اغراق فرعون وقال فی سورة المؤمنون نقیض ذلك۔ وقال عند قوله تعالیٰ فی سورة
مریم وكان رسولاً نبیا ان الرسول لا یلزم ان یكون صاحب شریعة وقال فی سورة الحج
نقیض ذلك۔ وصرح فی سورة الفل بان سلیمان علیہ السلام توجه الی الحج بعد اتمام بیت
المقدس قال فی سورة سبأ نقیض ذلك هذا۔

(۶) بیضاوی عموماً لغوی تحقیقات امام راغب سے نقل فرماتے ہیں اور کثافت سے بھی اخذ کرتے
ہیں۔ لیکن گاہے گاہے تقلید زنجیری کھرتے ہوئے مغالطہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی تو
ایسی بات کہہ دیتے ہیں جو جمہور اہل لغت کے خلاف ہوتی ہے۔ اگر وہ ادنیٰ تحقیق کر لیتے کتب
لغت دیکھ کر تو اس قسم کی غلطی سے بچ سکتے تھے۔ ایسی واضح غلطی اتنے بڑے محقق کے شبانہ
شان نہیں ہے۔

مثلاً ویدہم فی طغیانہم یعمہون میں لکھتے ہیں من مد الجیش و آمدہ اذا زاده وقولہ
لا من المد فی العمر فاند یعدی باللام کاملی لہم ویدل علیہ قرأۃ ابن کثیر ویدہم اہ
بجاصلہ۔ قرأت ابن کثیر میں یمد بضم یا من باب الافعال ہے۔ دیگر قرأ یمد بفتح یا وضم میم
من باب نصر پڑھتے ہیں۔

کلام بیضاوی کا حاصل یہ ہے کہ مد مجرور کے دو معنی ہیں اول زیادت۔ دوم افعال۔ اور
مد فی العمر بمعنی افعال ہے۔ اول متعدی بنفسہ ہے اور دوم متعدی باللام ہے۔ اور امداد بمعنی

باب افعال صرف پہلے معنی یعنی زیادت پر دلالت کرتا ہے۔ امداد کے معنی مدد فی العمر یعنی اہمال نہیں آتے۔ یہ ہے کلام بیضاوی کا خلاصہ۔ لیکن محققین اہل لغت کے نزدیک علامہ بیضاویؒ کی دونوں باتیں غلط ہیں۔

اول اس لیے کہ مد بمعنی اہمال بھی متعدی بنفسہ مستعمل ہے۔ اسی طرح امداد اکا معنی صرف زاوۃ زیادۃ نہیں ہے بلکہ وہ بمعنی اہل اہمالاً بھی مستعمل ہے۔ اہل لغت نے اس کی تصریح کی ہے۔ قال للجوہری مدۃ اللہ فی عمرہ ومدۃ فی غیۃ ای امہلہ وطول لہ وصری عن ابن عباس ان المدۃ ہنہا بمعنی الاملاء والاملاء ہوا لامہال۔ علامہ آوسیؒ لکھتے ہیں والحق ان الامہال ہنا محتمل والیہ ذہب الزجاج وابن کثیران فقد ورد عند من یعول الیہ من اہل اللغۃ کل منہا ثلاثاً ومنیذاً ومعنی بنفسہ وباللام وکلاہما من اصل واحد ومعناہما یرجع الی الزیادۃ کثراً او کیقاً انتہی۔

(۷) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر ہذا کے بعض مواضع میں مذہب متکلمین کی بجائے مذہب فلاسفہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً عالم اور احتیاج عالم الی المؤثر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں وہو کل ما سواہ تعالیٰ من الجواهر والاعراض فانہا کمکانہا وافتقارہا الی مؤثر واجب لذاتہ تدل علی وجودہ۔

آپ کی یہ عبارت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ احتیاج عالم الی المؤثر کی علت امکان ہے۔ اور یہ فلاسفہ یونان کا مسلک ہے متکلمین کے نزدیک علت احتیاج حدوث ہی ہے۔ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ امام المتکلمین ہیں۔ لہذا آپ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ مذہب متکلمین کے مقابلہ میں مذہب فلاسفہ کو رائج قرار دیں۔

(۸) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ گا ہے اپنی رائے وغیر منصوص تاویل کو منصوص و مرفوع تفسیر پر رائج قرار دیتے ہیں۔ اور مرفوع تفسیر کی تزییف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے قیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ طریقہ قاضی بیضاویؒ جیسے متکلم و امام علماء اسلام کے شایان شان نہیں ہے۔

مثلاً غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے بیان میں لکھتے ہیں وقیل المغضوب علیہم الیہوہ لقولہ تعالیٰ فیہم من لعنہ اللہ وغضب علیہ والضالین النصاری لقولہ تعالیٰ قد ضلوا من قبل واصلوا کثیراً وقد صری مرفوعاً اہ۔ یہاں پر تفسیر مرفوع کو ضعیف قرار دے کر اسے قیل سے ذکر کیا۔ خود بیضاوی رحمہ اللہ نے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح کی ہے۔

اخرج احمد فی مسندہ وحسنہ ابن جہان فی صحیحہ عن عدی بن حاتم واخرجہ ابن مردودہ

عن ابی ذر رضی اللہ عنہما بلفظ سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قول اللہ غیر المغضوب علیہم قال ہم الیہود ولا الضالین قال النصارى وقال ابن ابی حاتم لا اعلم فیہ خلافا عن المفسرین۔ یہ مفسرین کے اجماع کی حکایت ہے۔ پس تعجب ہے کہ تفسیر مرفوع واجماع سے اپنی رائے پر اعتماد و کھر کے بیضاوی نے کس طرح اور کیونکر عدل کیا۔

(۹) مفسرین کے نزدیک کسی آیت کی وہ تفسیر راجح و اقویٰ شمار ہوتی ہے جو مرفوع یا موقوف احادیث صحیحہ میں مروی ہو۔ لیکن قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کئی آیات کی شرح میں مرفوع احادیث میں منقول تفسیر کو ترک کھر کے دیگر وجوہ کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ طریقہ خلافِ اولیٰ ہے۔

مثلاً بیضاوی نے سورت یس کی تفسیر کرتے ہوئے آیت والشمس تجری مستقر لہا کی تاویل میں متعدد وجوہ ذکر کی ہیں لیکن مرفوع احادیث میں مروی تفسیر کا ذکر نہیں کیا۔

علامہ بیضاوی کی عبارت یہ ہے والشمس تجری مستقر لہا ای لحد معین ینتہی الیہ دورھا فشبہ بمستقر المسافر اذا قطع مسیرہ اولکبد السماء فان حرکتھا فیہ یوجد فیہا بطنٌ بحیث یظن ان لہا هناك وقفتہ قال ے والشمس حیزری لہا بالبحر تدویم۔ اولاستقرار لہا علی نحر مخصوص اولمنتہی مقدار لکل یوم من المشارق والمغارب فان لہا فی دورھا ثلاثمائة وستین مشرقا ومغربا تطلع کل یوم من مطلع وتغرب من مغرب ثم لا تعود الیہا الی العام القابل اولنقطع جریہا عند خراب العالم انتہی۔

وہ مرفوع حدیث جسے بیضاوی نے ترک کھر دیا اور جو آیت متقدمہ کی تفسیر سے متعلق ہے یہ ہے اخبر الترمذی باسنادہ عن ابی ذر قال دخلت المسجد حین غابت الشمس والنبی صلی اللہ علیہ وسلم جالس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ذر اتدری ان تذہب ہذا قال قلت اللہ ورسولہ اعلم فقال انہا تذہب فتستأذن فی السجود فیؤذن لہا وكأنہا قد قیل لہا اطلعی من حیث جئت فتطلع من مغربہا قال ثم قرأ وذلك مستقر لہا قال وذلك فی قراءة عبد اللہ۔ ہذا حدیث حسن صحیح۔ ترمذی ج ۲ ص ۱۷۱۔

قال الشیخ عبد الحق فی المعانی قد ذکر لہ ای لقولہ مستقر لہا فی التفسیر وجوہ غیر ما فی ہذا الحدیث ولا شک ان ما وقع فی الحدیث المتفق علیہ هو المعتمد والمعتمد والعجب من البیضاوی انہ ذکر وجوہا فی تفسیرہ ولم یذکر ہذا الوجہ ولعلہ اوقع فی ذلک تفلسفہ نعوذ باللہ من ذلک وفی کلام الطیبی ایضا ما یشرع بضیق الصدّ نسأل اللہ العافیۃ انتہی کلام الشیخ۔

(۱۰) جمہور محدثین و مفسرین و علماء کرام کے نزدیک عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین کوئی نبی اللہ تعالیٰ نے مبعوث نہیں فرمایا کئی مرفوع احادیث اس سلسلہ میں منقول ہیں۔

لیکن علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تبعاً لصاحب الکشاف لکھا ہے کہ زمانہ فترت میں چار انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تھے۔ ان میں سے تین بنو اسرائیل میں سے تھے اور ایک عرب میں سے تھے۔ عربی کا نام خالد بن سنان ہے۔ بیضاوی کا یہ قول صحیح مرفوع احادیث کے خلاف ہے۔ ففی البخاری انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والاخرۃ ولیس بینی و بینہ نبی۔ وفی روایتہ اخری لیس بینی و بینہ نبی و لا رسول۔ خالد بن سنان کے بارے میں کتاب ہذا کی ایک اور فصل میں ہم تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ فراجمہ۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص ۲ ذکر البیضاوی تبعاً لصاحب الکشاف ان بین عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہما وسلم اربعۃ انبیاء ثلاثہ من بنی اسرائیل و واحداً من العرب و هو خالد بن سنان و بعدہ حنظلہ بن صفوان علیہما السلام ارسلہ اللہ تعالیٰ لاصحاب الرہق بعد خالد بمائتہ سنۃ انتہی۔ هذا واللہ اعلم۔

فصل

اس فصل میں ہم اصول تفسیر سے متعلق چند فائدے ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

فائدہ -

یہاں پر ہم علم تفسیر کی تعریف و موضوع و غایت کا مختصر ذکر کرتے ہیں :-
حد تفسیر :- تفسیر کے ماخذ لغوی میں تین قول ہیں۔

اول یہ کہ اس کا ماخذ فسر بمعنی بیان و کشف ہے۔ بنا بریں وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔

قول ثانی :- یہ مقلوب سفر ہے۔ کما قال البعض۔ یقال أسفر الصبح ای اضاء۔ قال الله تعالى والصبح اذا أسفر۔ یہ قول امام راغب نے ذکر کیا ہے۔ اور فرمایا کہ فسر کشف معانی میں متعل ہوتا ہے۔ اور سفر کشف ایمان کے لیے متعل ہوتا ہے۔ تاہم یہ قول بعید ہے کیونکہ معنی ہے قلب پر او۔ قلب خلاف اصل ہے۔

قول ثالث :- اس کا ماخذ تفسر ہے وہی اسم لما یعرف بہ الطیب المرض۔ ان آخری دو قولوں کے پیش نظر بھی وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔ کیونکہ تفسیر قرآن بھی کشف معانی اور ضیاء بصیرت کا ذریعہ ہے۔

حد اصطلاحی :- قیل هو علم یعرف بہ معانی القرآن بحسب الطاقة البشرية بنا بریں تعریف علم قرأت خارج ہوگا علم تفسیر سے۔

وقیل هو علم یعرف بہ معانی کلام الله تعالى او الفاظہ بحسب الطاقة البشرية۔ اس تفسیر کے لحاظ سے علم قرأت داخل ہوگا علم التفسیر میں۔ کذا فی عنایہ القاضی۔

وقیل هو العلم الباحت عن اصول کلام الله من حیث الدلالة علی المراد واختارة المقتضی وغیرہ۔

بیان موضوع و غایہ :- علم تفسیر کا موضوع کلام اللہ ہے یعنی قرآن۔ اور اس کا غایہ ہے الوصول الی سعادة الدارين والاعتصام بالعودة الوثقی۔ کذا قالوا۔ ولحق عندی أن یقال أن غایتہ الاطلاع علی مراد الله من کتابہ المجید۔

فائدہ (۲)۔

قرآن مجید سے مراد اُنہ معلوم کرنے اور اس کے مطالب سمجھنے کے دو طریقے ہیں۔ اول تفسیر دوم تاویل۔ اور یہ دونوں طریقے مستحسن اور موجب ثواب ہیں۔ عرف عام میں دونوں پر تفسیر کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ تاویل کی اصل اول ہے جس کا معنی ہے رجوع کرنا فکارت صرف الایۃ الی ما تحتہ من المعانی عند البعض اس کا ماخذ آیات بمعنی سیاسة ہے کأن المثل للكلام ساس الكلام ووضع المعنی فیہ موضعہ۔ تفسیر و تاویل میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ قول اول۔ ابو عبیدہ اور بعض دیگر علماء کہتے ہیں کہ تفسیر و تاویل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ دونوں مترادفین ہیں۔

قول ثانی۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ تفسیر الفاظ مفردہ سے متعلق ہوتی ہے۔ اور تاویل معانی و جملوں سے متعلق ہوتی ہے۔ پس الفاظ و مفردات کی شرح از قبیل تفسیر ہے اور معانی و جملوں کی توضیح سے متعلق اباحت تاویل کہلاتی ہیں۔

قول ثالث۔ تفسیر عام ہے تاویل سے۔ فالتاویل ما يتعلق بالكتب الالهية والتفسير ما يتعلق بها او بغیرها من كتب الفنون هذا ما یعلم من كلام الراغب۔ قول رابع۔ تفسیر قطعی و یقینی ہوتی ہے اور تاویل ظنی۔ پس بطریق یقین یہ کہنا کہ فلاں لفظ و آیت سے مراد اُنہ یہ ہے تفسیر ہے نفید شہادۃ علی ان الله عنی باللفظ هذا المعنی۔ اور تاویل محتمل و معانی متعدّدہ میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کو کہتے ہیں ای بدن القطع وبدن الشهادة علی الله تعالیٰ۔ هذا والله اعلم۔

هذا آخر ما تبسّر لهذا العبد الضعیف جمعه وترتیبه
وتحریره وقد استراخ القلم منه ضحوة یوم
الاربعاء الثامن والعشرين من الصفر سنة ۱۴۰۳ھ
والحمد لله وصلى الله على خير خلقه محمد وعلى آله و
اصحابه اجمعين



فہرست مضامین اٹلارٹیکمیل (جز ثانی)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹	بیان عکاظ	۲	بیان احوال عرب
۹	مصنف کا رسالہ غایۃ الطلب فی اسواق العرب	۲	عرب کے تین طبقوں کی تفصیل
۱۰	سوق عکاظ کے احوال	۲	عرب باندہ
۱۳	سوق عکاظ کے اجراء کی تاریخ	۳	ثمود و ارم و عالقہ عرب باندہ ہیں
۱۳	اس بازار کے نگران بنو تمیم تھے۔	۳	فرعون ثلاثہ کا بیان
۱۳	اسواق عرب کے انتقاد کا مقصد	۴	نوح علیہ السلام کی اولاد ثلاثہ کا ذکر
۱۴	قس بن ساعدہ اور اس کے بعض خطبات کا ذکر	۴	کیا اہل پاکستان نسل سام میں سے ہیں یا نسل عام سے
۱۴	سوق عکاظ کے سفر میں جنات نے نبی علیہ السلام	۴	یا نسل یافتہ سے؟
۱۵	سے قرآن مجید سنا تھا۔ جس کا ذکر سورت جن میں	۴	مصنف کی تحقیق کہ اہل پاکستان سامی النسل ہیں۔
۱۵	موجود ہے۔	۴	ان بارہ وجوہ کا ذکر جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم
۱۶	عرب کے مشہور بازاروں کی تعداد کا ذکر	۴	سامی النسل ہیں اور یہی ہمارے لئے موجب فخر ہے۔
۱۶	بیان سوق دوومۃ الجندل	۶	بیان عرب عاریہ
۱۶	اس سوق میں بیع بالحصاة کے ذریعہ خرید و فروخت	۶	عاریہ قحطان کی اولاد میں قحطان کے اسم و نسب کا ذکر۔
۱۸	ہوتی تھی۔	۶	عند البعض قحطان ہود علیہ السلام ہیں۔
۱۹	بیان سوق مشقر	۶	عرب باقیہ یا قحطانی ہوں گے یا عدنانی۔
۱۹	اس سوق میں بیع ملاسہ ہوتی تھی	۸	عند البعض عربی زبان پر اول تکلم قحطان ہے۔
۲۰	بیان سوق صحار	۸	مصنف کی تحقیق لطیف کہ اول تکلم بالعربیہ اسماعیل
۲۰	بیان سوق دبا	۸	علیہ السلام ہیں۔
۲۰	بیان سوق شحر	۸	بیان عرب مستعربہ یعنی عدنانیہ
۲۰	بیان سوق عدن	۸	ہمارے نبی علیہ السلام عدنانی ہیں۔
۲۰	بیان سوق صنعاء	۸	معد بن عدنان کو اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہ السلام
۲۱	بیان سوق رابیعہ	۸	کے ذریعہ محفوظ رکھا کیونکہ اس کی نسل سے خاتم الانبیاء
۲۱	بیان سوق مجنہ	۸	علیہ السلام نے پیدا ہونا تھا۔
۲۱	بیان سوق ذوالحجاز	۹	عدنان بخت نصر کا معاصر تھا۔

۳۲	ترک افریدیوں کی اولاد میں	۲۱	بیان سوقی جہاںشہ
۳۲	ایران کی وجہ تسمیہ	۲۲	بیان فارس
۳۲	موسوی علیہ السلام بادشاہ منوچہر کے معاصر ہیں	۲۲	فتح فارس کا ذکر
۳۲	افریدیوں کا اپنی بڑی سے بدکاری کرنے کا قصہ	۲۲	حکومت ساسانیہ کا بیان
۳۲	بادشاہ کی کاؤس سلیمان علیہ السلام کا معاصر تھا اور بنگر	۲۲	نبی علیہ السلام کس نبی نو شیروان کے عہد میں پیدا ہوئے تھے
۳۳	سلیمان علیہ السلام شیاطین اس کے تابع تھے	۲۲	فارس کی وجہ تسمیہ
۳۳	بختنصر لہ اسف کا گورنر تھا	۲۲	مصنف کے رسالہ عبرۃ السائنس باحوال ملوک فارس
۳۳	بختنصر کے زمانے کی تعیین	۲۳	کا بیان -
۳۵	دارا اکبر حمایہ بنت جمن کا بیٹا بھی تھا اور بھائی بھی	۲۳	فارس کے ملوک کینیدہ و ساسانیہ کا بیان
۳۵	ترجمہ دارا اصغر	۲۳	قتل دارا کے بعد کے احوال
۳۵	سکندر اور دارا کی جنگ کی تفصیل	۲۳	اول بادشاہ کیو مرث و نیزہ کی تاریخ
۳۶	سکندر کے بعد ملوک یونانیہ کا جدول	۲۴	ملوک فرس کے چار طبقے ہیں
۳۶	قتل دارا کے بعد طوائف الملوک کی مدت اور دیگر	۲۴	قول ابن حبیب کہ کیو مرث جتنی تھا اور نوع انسان کا
۳۶	احوال کی تفصیل	۲۴	پہلا بادشاہ جہشاد تھا
۳۶	طوائف الملوک کے بعد مملکت ساسانیہ کے بانی	۲۵	مصنف کی تحقیق میں ابن حبیب کا قول بوجہ سہ
۳۶	اول ارد شیر کا ذکر	۲۵	درست نہیں ہے
۳۶	مانی بن نیزہ زندیق فرس اور اس کے قتل کا ذکر	۲۵	وفات آدم علیہ السلام کے وقت اولاد آدم کی تعداد
۳۸	لفظ زندیق کا مآخذ	۲۵	کیو مرث کی مزید تحقیق
۳۸	اصول احکام مملکت کا قصہ	۲۵	کیو مرث کے بادشاہ بننے کی تفصیل
۳۹	سابور ذوالاکتاف کی وجہ تسمیہ	۲۶	بعض کا قول ہے کہ نبی آدم کا پہلا بادشاہ او شینج تھا
۴۰	بناء خورنق کا قصہ	۲۶	ملوک فارس میں صنحاک کے احوال کا ذکر
۴۰	مہرام جور بن یزدجرد کی شجاعت و قوت کے عجیب قصے	۲۸	عید مہر جان و نوروز کی تقریری کے اسباب
۴۰	شاہ فیروز کا زمانہ قحط میں عجیب انتظام	۳۰	ابتداء سے تا ظہور اسلام ملوک فارس کے اسامہ و مدت
۴۲	ترجمہ بادشاہ قباد بن فیروز	۳۰	حکومت وغیرہ احوال کا عجیب نقشہ
۴۲	انوشیروان کے تولد کا عجیب قصہ	۳۰	شاہ جہشید کی سرکشی
۴۳	عہد قباد میں مزدک بانی فرقہ مزدکیہ ظاہر ہوا	۳۱	ابراہیم علیہ السلام صنحاک و افریدیوں کے عہد میں تھے
		۳۱	افریدیوں بادشاہ کا ترجمہ

۵۶	فترت کے مصداق تین ہیں	۴۳	بیان فرقہ مزدکیہ
۵۶	فترۃ الوحی کے تین سالوں کا ذکر	۴۳	ترجمہ انوشیروان
۵۷	فترت قسم ثانی کا بیان	۴۴	نبی علیہ السلام اور والد نبی علیہ السلام کا مولد اسی کے عہد حکومت میں ہوا تھا۔
۵۷	فترت قسم ثالث کا بیان	۴۴	مولد نبی علیہ السلام کے وقت مملکت ایران وغیرہ میں بعض امور غارقہ کا ظہور۔
۵۷	کیا عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین زمانے میں کوئی بی مبسوٹ ہوا تھا؟	۴۴	انوشیروان کی مجلس میں بارہ امور کا ذکر اصول مملکت کے بارے میں۔
۵۸	کیا خالد بن سنان نبی تھے؟	۴۵	اس شخص کا ذکر جس نے سب سے پہلے بیت اللہ شریف کو غلاف پہنایا۔
۵۸	ترجمہ خالد بن سنان۔	۴۵	ان حروب فارس و روم کا ذکر جن میں آیت الم غلبت الیوم نازل ہوئی۔
۶۰	زمانہ فترت میں بعثت انبیاء علیہ السلام کی تحقیق	۴۶	ترجمہ ابروئیز جس نے نبی علیہ السلام کے خط کو چاک کیا تھا۔
۶۱	ترجمہ حاتم طائی مشہور کنی	۴۷	بیان حکومت بنات کسریٰ جن کے بارے میں نبی علیہ السلام نے لن یطیع قوم دلو امرہم امرأة فرمایا۔
۶۲	حاتم طائی کی بیٹی کا قصہ	۴۷	احوال یزدجرد آخر ملوک ساسان جو خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل ہوا۔
۶۳	کیا حاتم موحّد تھا؟ یہ لطیف و بدیع بحث ہے۔	۴۸	نبی علیہ السلام کے ان خطوط کی تفصیل جو آپ نے بادشاہوں کو بھیجے تھے۔
۶۳	مصنّف کی تحقیق کہ حاتم موحّد ناجی ہے اور اس دعویٰ کی تائید کے لئے دس دلائل لطیفہ کا ذکر۔	۴۹	کسریٰ کا نبی علیہ السلام کی گرفتاری کے لئے آدمی بھیجنا اور نبی علیہ السلام کا انہیں کسریٰ کے قتل ہو جانے کی اطلاع دینا۔
۶۱	عبداللہ بن جعدان کا ترجمہ۔	۵۰	ملوک فارس کی تعداد اور مدت حکومت
۶۱	ایک لطیف و شریف بحث کہ کیا اہل فترت ناجی ہیں یا غیر ناجی۔	۵۱	تمام دنیا کی عمر اور تواریخ انبیاء از وقت صیوط آدم علیہم السلام۔
۶۲	اصحاب کہف کا بیان	۵۱	مصنّف کے رسالہ النظرۃ الی الفترۃ کا ذکر۔
۶۵	ان کے زمانہ پر بحث	۵۳	
۶۶	ان کی تعداد و اسما کا ذکر۔	۵۵	
۶۶	عجیب فوائد اسماء اصحاب کہف	۵۵	
۶۸	عروین لچی کے احوال	۵۵	
۶۸	عرو و عرب میں پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی کو بدل ڈالا اور بت پرستی رائج کی۔	۵۶	
۶۹	تبلیغ بدلنے کا قصہ		
۶۹	بحیرہ۔ سانہ۔ و صیلہ۔ حامی کا بیان		
۸۰	بیان فلسطین۔		

۹۱	بیان بناء ابراہیمی	۸۱	فرائد اور اس کے طول و منبع کا بیان
۹۳	بنار عمالقة	۸۲	قریش کا بیان
۹۳	بنار قریش کی تفصیل	۸۲	قریش کی وجہ تسمیہ
۹۵	ان امور کا بیان جو بنار قریش کے وقت درپیش ہوئے	۸۳	ذکر قحطان و ثقب قحطان
۹۷	بناء قریش کی آٹھ خصوصیات	۸۳	کیا قحطان عبود علیہ السلام کے بیٹے ہیں؟
۹۹	بناء ابن زبیر کا ذکر	۸۴	ان لوگوں کی دلیل کا ذکر جو قحطان کو اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے مانتے ہیں۔
	قرامطہ کا کعبۃ اللہ پر قبضہ کرنا اور حجر اسود کو اٹھا کر لے جانا۔	۸۴	بنابرین کل عرب اولاد اسماعیل علیہ السلام ہیں۔
۱۰۰	بنار قحاج کا ذکر	۸۴	قریظہ کا بیان
۱۰۰	طیبتہ نبی علیہ السلام کا مانع کعبہ ہے۔	۸۵	بیان قرح
۱۰۱	ذکر اشکال اور اس کا جواب	۸۵	بیان کوفہ اور اس کی وجہ تسمیہ۔
۱۰۱	تولیت کعبہ کی تفصیل لطیف	۸۵	عجیب مغائرہ بین اہل کوفہ و بصرہ
۱۰۲	بیت اللہ شریف کی چابی کا عجیب قصہ	۸۶	مسجد کوفہ کے فضائل
۱۰۳	بیان اللات	۸۶	ذکر کرمان
۱۰۵	بیان مصر	۸۷	تفصیل احوال کعبۃ اللہ
۱۰۵	مصر کے فضائل اور وجہ تسمیہ	۸۷	بناء کعبہ سے قبل مقام ہذا کے احوال
۱۰۶	عیوب مصر کا قصہ	۸۷	بیت اللہ کی سمت پر ساتوں آسمانوں میں بیت اللہ ہے
۱۰۷	بیان مزدلفہ		اسلام سے قبل بڑے بڑے بادشاہ کعبہ کی تعظیم کے معتقد تھے۔
۱۰۷	بیان منیٰ	۸۸	بیت اللہ کے اندر خزانے کا بیان
۱۰۸	بیان مدینہ طیبہ	۸۸	اس بات کا بیان کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ بیت اللہ تھا۔
۱۰۸	فضائل مدینہ	۸۹	بعض جنمیں کا یہ قول کہ بیت اللہ کی یہ عظمت زحل کی مہجون سے بڑے۔ باطل ہے۔
۱۰۸	اسماء مدینہ	۹۰	فوج علیہ السلام کی کشتی نے طواف کعبہ کیا
۱۰۸	اس کے اول باشندوں کا ذکر	۹۱	تعمیر بیت اللہ کی تفصیل
۱۰۹	بیان مکہ مکرمہ	۹۱	اس بات کی تفصیل کہ بیت اللہ کی تعمیر گیارہ مرتبہ ہوئی ہے
۱۰۹	مکہ کی وجہ تسمیہ		
۱۰۹	اسمار مکہ مکرمہ		
۱۱۰	کیا مکہ افضل ہے مدینہ سے یا بالعکس اور ذکر دلائل طرفین		

۱۲۳	شہر واسطہ کی تعمیر کا عجیب قصہ	۱۱۰	ذکر مشعر حرام
۱۲۴	بیان یمن	۱۱۰	ذکر محسر
۱۲۴	یمن کی وجہ تسمیہ	۱۱۱	ذکر مسجد حرام
	سلاطین یمن کے اسرار و مدت حکومت و بعض	۱۱۱	مسجد حرام کی توسیع کا بیان
۱۲۵	احوال کا مفید نقشہ و جدول	۱۱۱	کیا سارے حرم پر مسجد کا اطلاق ہوتا ہے؟
۱۲۶	قصہ اصحاب اخذ و دو کی تفصیل	۱۱۲	مسجد ہذا میں فضیلت نماز کا ذکر
۱۲۷	ابرحہ صاحب قصہ فیل کے واقعہ کی تفصیل	۱۱۲	مسجد حرم میں تین سوانیاء علیہم السلام مدفون ہیں
۱۲۹	تاریخ مولد نبی علیہ السلام کا بیان	۱۱۲	قبر اسماعیل علیہ السلام کا مقام
	سیف بن ذی یزن سے عبد المطلب کی ملاقات	۱۱۳	بیان مروہ
	کرنا اور اس کا عبد المطلب کو خاتم الانبیاء کے ظہور	۱۱۳	صفا و مروہ پر نصب بتوں کا بیان
۱۳۱	کی بشارت دینا	۱۱۳	بیان میل - برید - فرسخ - ذراع
۱۳۲	بیان یوم بہت	۱۱۵	بیان نائمہ و اساف
۱۳۳	ہفتہ میں محرم دن یوم جمعہ ہی ہے		بدکاری کی وجہ سے اساف و نائمہ کا سبب ہو کر پتھر پٹنے
	یہود و نصاریٰ نے یوم بہت و یوم احد کی تعیین	۱۱۵	کا قصہ
۱۳۳	میں غلطی کی	۱۱۷	اہل جاہلیت طواف اساف سے شروع کرتے تھے
	یہود پر درہل جمعہ کی تعظیم لازم کر دی گئی تھی پھر	۱۱۸	قبیلہ نضیر کے احوال
۱۳۳	انھوں نے یوم بہت کو پسند کیا	۱۱۸	نجران کا ذکر
	اسلام میں عبادت کے لئے جمعہ کی تقرری کی گیارہ	۱۱۸	قرآن میں مذکور قصہ اخذ و نجران میں واقع ہوا تھا
۱۳۵	وجہ کا ذکر	۱۱۹	مدینہ میں وفد نجران کی آمد کا قصہ
	جاہلیت میں اور مختلف زبانوں میں ہفتے کے	۱۲۰	دریائے نیل کا بیان
۱۳۷	سات دنوں کے نام	۱۲۰	یہ طویل تر دریا ہے
۱۳۸	فصل در بیان فرق مختلفہ		فتح مصر کے بعد پہلے سال نیل کا خشک ہونا اور پھر
	مصنف کے رسالہ المطالب المبرورہ فی الفرق الشہور	۱۲۱	خط عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا بوجہ ہونا
۱۳۸	کا ذکر		حدیث الربیعۃ انما تخرج من اصلھا منھا النیل والفرات
۱۳۸	بیان فرقہ کرامیہ	۱۲۲	کا مطلب
۱۳۸	کرامیہ مجسمہ فرقہ ہے	۱۲۲	فرات میں غتی انار کا قصہ
۱۳۹	بیان فرقہ صابہ	۱۲۳	بیان شہر واسطہ

۱۳۹	صابہ کا بانی بودا سفت تھا۔	۱۵۶	شیعوں کے بعض گمراہ عقائد
۱۴۰	یہ کو اکب پرست فرقہ ہے۔		بعض شیعہ علی رضی اللہ عنہ میں خدا کے حلول
۱۴۰	فرقہ صابہ کے بعض عقائد	۱۵۷	کے قائل ہیں۔
۱۴۱	بیان فرقہ حشویر	۱۵۸	فریب و غدر ہر شیعہ کی سرشت میں داخل ہے
۱۴۲	بیان فرقہ ظاہریہ۔	۱۵۸	شیعوں کے غدر کی تفصیل۔
۱۴۲	یہ داؤد ظاہری کے اتباع ہیں۔	۱۵۹	بیان فرقہ مجوس۔
۱۴۲	پانچوں مذاہب کی تنظیم لازم ہے۔	۱۵۹	مجوس دو خالقوں کے قائل ہیں
۱۴۳	داؤد ظاہری رحمہ اللہ کے اعمال	۱۵۹	عقیدہ مجوس دو قاعدوں پر مبنی ہے۔
۱۴۴	داؤد کی قناعت و زہد کا عجیب قصہ	۱۶۰	تفصیل دین مجوس
۱۴۶	کیا ظاہریہ کا قول احکام فقہ میں معتبر ہے۔	۱۶۰	تحقیق شیطان کا سبب مجوس کی رائی میں۔
۱۴۷	بیان فرقہ خوارج		مجوس کے عقیدہ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ اور شیطان
۱۴۸	بیان فرقہ مرجئہ		میں جنگ ہوئی۔ پھر فرشتوں نے مصالحت
	ان کے نزدیک ایمان صرف معرفت کا نام ہے اور		کرا دی۔
۱۴۸	معاصی سے کوئی نقصان نہیں ہو سکتا۔	۱۶۲	بیان فرقہ زردشتیہ۔
۱۴۸	مرجئہ کے بارے میں مرفوع حدیث کا ذکر	۱۶۳	زردشت کا بیان۔
۱۴۹	بعض جہال کا امام ابو حنیفہ کو مرجئہ کہنا بڑی غلطی ہے	۱۶۳	زردشت کا خیال نور و ظلمت کے بارے میں۔
	امام ابو حنیفہ کی برأت کے بارے میں بحث بدیل و	۱۶۴	بیان فرقہ ثنویہ۔
۱۴۹	لطیف۔	۱۶۴	بیان فرقہ مانویہ۔
۱۵۰	ارجاء کی تین قسمیں	۱۶۵	شمس و قمر کے انوار کے بارے میں ان کا عقیدہ
۱۵۱	بیان فرقہ جہمیہ	۱۶۶	بیان فرقہ مزدکیہ
۱۵۲	جہمیہ فرقہ جبریہ ہے۔		مزدکیہ کو اہل فارس زندیق کہتے تھے اور یہی
۱۵۳	بیان فرقہ معتزلہ	۱۶۷	فرقہ لفظ زندیق کا مأخذ ہے۔
۱۵۳	تفصیل عقائد معتزلہ		مزدکیہ زمانہ قدیم کے کونٹ ہیں بلکہ وہ
۱۵۵	معتزلہ کے چند فرقوں کا بیان۔	۱۶۷	بعض وجوہ میں کونٹوں سے بھی آگے ہیں۔
۱۵۵	بیان فرقہ شیعہ۔	۱۶۷	فرقہ دیصانیہ
۱۵۵	تشیع کی بنیاد یہود نے رکھی۔	۱۶۷	بیان یہود
۱۵۶	تشیع کے چند فرقوں کا ذکر۔	۱۶۸	بیان نصاری

۱۷۸	ذکر شعیب علیہ السلام	۱۷۹	فصل در احوال انبیاء علیہم السلام
۱۷۹	ذکر حزقیل علیہ السلام		مصنعت کی کتاب مرآۃ النبیاء فی تاریخ الانبیاء
۱۷۹	ذکر یوسف علیہ السلام	۱۷۹	کا ذکر۔
	یوسف علیہ السلام کی احوال کے بارے میں	۱۷۹	ذکر آدم علیہ السلام
۱۸۰	تاریخی تحقیق۔	۱۸۰	حدیث ان اللہ خلق ماۃ الف آدم
۱۸۰	داؤد علیہ السلام کا ذکر۔	۱۸۰	مولہ خاتم الانبیاء علیہ السلام کی تاریخ
۱۸۱	زمانہ داؤد علیہ السلام پر تاریخی بحث۔	۱۸۱	نوح علیہ السلام کے احوال
۱۸۱	ذکر سلیمان علیہ السلام	۱۸۱	ان کے ابنار ثلثہ حام سام یافث کا ذکر
	بیت المقدس کی تعمیر و وسعت و بلندئ و تاریخ	۱۸۱	اہل پاکستان کس کی اولاد ہیں
۱۸۲	کی تحقیق۔	۱۸۱	ذکر صالحی بانی فرقہ صابئہ
	سلیمان علیہ السلام کی مدت حکومت اور دیگر	۱۸۲	وفار التنور کا مطلب
۱۸۲	انبیاء کی وفات کی تاریخوں کی غیب تحقیق۔	۱۸۲	طوفان نوح کی تاریخ پر بحث
۱۸۲	ذکر ادریس علیہ السلام	۱۸۳	ابراہیم علیہ السلام کے احوال
۱۸۳	چار انبیاء علیہم السلام اچھی تک زندہ ہیں۔	۱۸۳	ابراہیم علیہ السلام کا والد تاریخ ہے نہ کہ آزر
۱۸۳	علوم فلاسفہ ادریس علیہ السلام سے مانو ہیں۔	۱۸۳	فضائل ابراہیم علیہ السلام
۱۸۳	ادریس علیہ السلام کے زمانے کی تحقیق	۱۸۵	ذکر عزیر علیہ السلام
۱۸۳	ذکر یحییٰ علیہ السلام	۱۸۵	ذکر موسیٰ علیہ السلام
۱۸۳	قتل یحییٰ علیہ السلام کا ذکر	۱۸۵	موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو تھپڑ مارنا۔
	بناء جامع مسجد دمشق کے وقت ایک خارجی		موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی تاریخ وفات کی
	صندوق ملا۔ جس میں یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک	۱۸۶	تحقیق لطیف۔
۱۸۳	موجود تھا۔	۱۸۶	مدین میں ان کی شادی کا قصہ
۱۸۳	یحییٰ علیہ السلام قیامت میں موت فوج فرمائیں گے	۱۸۶	ذکر حدیث اصدق النساء فرستہ امرأتان۔
۱۸۳	ذکر عیسیٰ علیہ السلام	۱۸۶	ذکر اسماعیل علیہ السلام
۱۸۵	کیا مریم نبیہ تھیں؟	۱۸۶	ذکر ہارون علیہ السلام
	نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی شادی و مدت	۱۸۶	کیا قبر ہارون جبل اُحد میں ہے۔
۱۸۵	حیات و موضع قبر وغیرہ احوال کا ذکر۔	۱۸۸	وفات موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا بیان
۱۸۵	مختصر احوال خاتم الانبیاء علیہ السلام کا ذکر۔	۱۸۸	ذکر زکریا علیہ السلام

۱۹۳	ذکر قصہ ماروت و ماروت۔	۱۸۵	ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلہ نسب۔
۱۹۳	کیا قصہ زہرہ صمیحہ ہے؟	۱۸۶	آپ کے نوچوں کا ذکر۔
	فیصل خنزیر ضرب دب قرع عقب عکبوت	۱۸۶	بنات عبد المطلب کے نام
۱۹۵	ارنب زہرہ وغیرہ تیرہ مسوئوں کا ذکر۔		عبد المطلب کی چھ بیویوں کے نام اور ان کی اولاد
۱۹۵	قصہ ماروت ماروت میں علماء کے اقوال۔	۱۸۶	کی تفصیل۔
۱۹۶	ابن عمر کا زہرہ کو سب و شتم کرنا اور اس کی توجیہ	۱۸۶	تاریخ مولد نبی علیہ السلام کی تحقیق
۱۹۶	بیان جن	۱۸۷	سوموار کے دن کی خصوصیت
۱۹۶	مستترہ فلاسفہ حمیمہ وجود جن کے منکر ہیں۔	۱۸۷	آپ کی ولادت دن کو ہوئی یا رات کو
۱۹۷	جن و شیاطین ایک نوع ہیں۔	۱۸۷	ولادت کے بعد آپ کا کلام کرنا
۱۹۷	ابوالجحن کا نام شومیہ ہے	۱۸۸	نبی علیہ السلام کے والدین کے ایمان کی بحث۔
۱۹۸	کیا ابلیس ابوالجحن ہے؟		آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے
۱۹۸	جن کی تین قسمیں	۱۸۹	بطن سے ہیں۔ سولہ ابراہیم کے۔
۱۹۹	کیا جن انسان کی طرح اکل و شرب کرتے ہیں؟	۱۸۹	آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی بحث۔
۱۹۹	کیا نوع جن میں رسول و نبی آئے تھے؟	۱۹۰	ازواج مطہرات کے نام
۲۰۰	جنات کے دخول جنت کی بحث۔	۱۹۰	ذکر ابنا، ابراہیم علیہ السلام
	جنی والہی میں جواز و عدم جواز نکاح کی		ابراہیم علیہ السلام کی ازواج ثلاثہ اور ان کی اولاد
۲۰۰	مفضل بحث۔	۱۹۱	کی تفصیل۔
۲۰۱	جلال الدین کے نکاح مع جلیہ کا عجیب قصہ۔	۱۹۱	پکٹے پٹے بیٹوں کو زمین کے مختلف خطوں میں بھیجا
۲۰۱	احوال ابلیس	۱۹۱	ذکر ابنا، اسماعیل علیہ السلام
۲۰۱	ابلیس کا نام و کنیت	۱۹۲	ذکر اولاد یعقوب علیہ السلام
۲۰۲	ابلیس و شیطان کا فرق	۱۹۲	بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کا ذکر۔
۲۰۲	اصل لفظ شیطان میں دو قول ہیں	۱۹۲	کیا جمع بین الاختین فی النکاح پہلے جائز تھا؟
	کیا ابلیس نوع ملائکہ میں سے تھا یا نوع جن میں		اسحاق علیہ السلام کی اولاد و اولاد اولاد
۲۰۳	سے؟ یہ بحث نہایت اہم ہے۔	۱۹۳	کی تفصیل۔
۲۰۳	امام شعبی کا قصہ۔		موسیٰ و ہارون و زکریا و سلیمان و یوسف و یونس
۲۰۳	بعض اولاد ابلیس کے نام اور شرارتوں کا ذکر۔		داؤد و خضر و یاس علیہم السلام کے نسب
۲۰۵	ابلیس کا تخت سمندر پر ہے۔	۱۹۳	کے سلسلے۔

۲۲۱	نبی علیہ السلام نے صرف دو مرتبہ جبریل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھا تھا۔	۲۰۵	ایک غریب و عجیب قصہ کہ امریکہ میں بعض لوگ ابلیس کی باقاعدہ پرستش کرتے ہیں۔
۲۲۲	بیان عزرائیل علیہ السلام	۲۰۶	ابلیس کی پرستش کرنے والوں کے قصے کی تفصیل۔
۲۲۲	عزرائیل کے معاون فرشتے۔	۲۰۷	ذکر حضرت علیہ السلام
۲۲۲	تخلیق آدم علیہ السلام کے لئے زمین سے مٹی اٹھانے والے عزرائیل علیہ السلام تھے۔	۲۰۸	نسب حضرت علیہ السلام میں متعدد اقوال کا ذکر
۲۲۳	کسی کی موت پر رونے والوں سے عزرائیل کا کلام نیک شخص کی موت کے وقت آپ اچھی شکل میں اور برے شخص کی موت کے وقت خوفناک شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔	۲۰۸	نبوت حضرت علیہ السلام میں اختلاف ہے
۲۲۳	کسی کی اجل پوری ہونے کا عزرائیل کو کیسے پتہ چلتا ہے؟	۲۰۸	حیات حضرت علیہ السلام کی بحث
۲۲۵	پہلے زمانے میں عزرائیل امراض کے بغیر کسی کے پاس ظاہر ہو کر جان لیتے تھے۔	۲۱۰	مریم علیہا السلام کا ذکر۔
۲۲۷	حیوانات کی ارواح کون قبض کرتا ہے؟	۲۱۰	نسب مریم کا بیان۔
۲۲۸	ملک الموت پر کثرت سے صلاۃ پڑھنے کا فائدہ۔	۲۱۱	کیا مریم نیتہ تھیں۔
۲۲۹	ذکر اسرافیل علیہ السلام	۲۱۱	ذکر ملائکہ علیہم السلام
۲۳۰	افضل الملائکہ چار ہیں۔	۲۱۱	مصنف کے رسالہ اعلام الکرام باحوال الملائکہ العظام کا ذکر۔
۲۳۰	اسرافیل علیہ السلام کا مقام قرب عند اللہ۔	۲۱۲	حقیقت ملائکہ میں نو مذاہب کا ذکر۔
۲۳۰	وحی کی اطلاع اولاً اسرافیل علیہ السلام کو دی جاتی ہے۔ بعد جبریل علیہ السلام کو۔	۲۱۳	حقیقت ملائکہ میں مذہب فلاسفہ کا بیان
۲۳۱	قیامت کے دن سب سے پہلے اسرافیل علیہ السلام سے سوال کیا جائیگا۔	۲۱۳	فلاسفہ کا قول کہ عقول عشرہ ملائکہ میں اور عقل فعال جبریل ہے، باطل ہے، بوجہ بعد۔
۲۳۱	ہمارے نبی علیہ السلام کے پاس اسرافیل علیہ السلام کے آنے کا ذکر۔	۲۱۴	بیان جبریل علیہ السلام
۲۳۱	بچوں کی صورتوں پر موقوف فرشتہ اسرافیل علیہ السلام ہیں۔	۲۱۴	لفظ جبریل کا مطلب
۲۳۱		۲۱۷	بر نبی اور خدا کے مابین سفیر جبریل علیہ السلام جوتے تھے
		۲۱۷	کیا اللہ تعالیٰ اور ہمارے نبی علیہ السلام کے درمیان چند سال تک سفیر اسرافیل علیہ السلام تھے؟
		۲۱۸	اس سلسلے میں ذکر تحقیق سیوطی رحمہ اللہ۔
		۲۱۹	ذکر تعداد نزول جبریل علیہ السلام
		۲۱۹	علی النبی علیہ السلام
		۲۲۰	کیا موت نبی علیہ السلام کے بعد جبریل علیہ السلام کا نزول زمین پر منقطع ہوا؟

۲۳۲	مزید اقوال قیصر۔	۲۳۲	مصنف کے رسالہ تحقیق فی الزندقہ کا ذکر
۲۳۲	لفظ کسریٰ کی تحقیق بدیع۔	۲۳۵	زندقی کی تفسیر میں متعدد اقوال کا ذکر
۲۳۲	مطلب حدیث اذا حلت کسریٰ فلا یصر بعدہ	۲۳۶	مصنف کا قول زندقی کی تعریف میں
۲۳۲	واذا حلت کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ۔	۲۳۶	مصنف کی تعریف جامع کے بارہ فوائد کا ذکر
۲۳۲	مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے القاب	۲۳۶	بعض اہل بدعت بھی زندقی ہیں۔
۲۳۲	کا عجیب فائدہ۔	۲۳۶	قادیانی فرقہ کے دونوں گروہ زندقی ہیں۔
۲۳۳	صحابی کی دس تعریفوں کا لطیف بیان	۲۳۶	از روئے شرح قادیانی کسی مملکت اسلامیہ
۲۳۳	صحابہ تین قسم پر ہیں۔	۲۵۰	میں اقامت کے مجاز نہیں۔
۲۳۳	تابعی کی تعریف کا بیان۔	۲۵۰	قادیانی جزیرہ ادا کر کے بھی اسلامی مملکت
۲۳۳	تابعین کے پندرہ طبقوں کا بیان۔	۲۵۱	میں اقامت نہیں کر سکتے۔
۲۳۳	عربی و اعراب کا بیان۔	۲۵۱	قادیانیوں کے زندقی ہونے کی وجہ۔
۲۳۳	لفظ شیخان کے مصداق کی عجیب تفصیل	۲۵۱	مکرم حیثیت حدیث بھی زندقی ہے
۲۳۳	تراجم خلفاء راشدہ اور انکی حکومت کی حدت	۲۵۲	قرآن کی تحریف کرنیوالے بھی زندقی ہیں۔
۲۳۵	مطلب حدیث اخلاق بعدی ثلاثون سنہ	۲۵۳	امروانی لفظ زندقی کے ماخذ کی تحقیق شریف
۲۳۵	جاہلیت کے مطلب پر بحث شریف۔	۲۵۳	ترجمہ رشتہ رہبر خوش۔
۲۳۵	جاہلیت دو قسم پر ہے۔	۲۵۳	فائدہ شعرا کے چھ طبقوں کا بیان۔
۲۳۵	جاہلیت کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔	۲۵۴	کون سے طبقے کا کلام حجت ہے اور کون
۲۳۸	جاہلیت کے ماخذ میں مصنف کی رائے	۲۵۴	سے کاجت نہیں۔
۲۳۸	جاہلیت اولیٰ کی تحقیق۔	۲۵۵	شریاء کا بیان
۲۳۹	متعدد انبیاء علیہم السلام کی ولادت سے	۲۵۶	حدیث میں ابوحنیفہؒ کو نزیہ کے ساتھ
۲۴۰	قبل جاہلیت کا ذکر۔	۲۵۶	تشبیہ دینے کا بیان۔
۲۴۰	فائدہ در بیان حساب جل۔	۲۵۶	فصل بیضاوی کے شرح و محشین کا بیان
۲۴۰	حساب جل کی تحقیق۔	۲۵۶	عبدضعیف روحانی مصنف کتاب
۲۴۱	کلمات ابجد حوز الخ در صل بادشاہوں	۲۵۶	کا مختصر ترجمہ۔
۲۴۳	کے نام تھے۔	۲۵۷	فصل تفسیر نذائیں بیضاوی کے چند
۲۴۳	کلمات ابجد کی تاریخی تحقیق۔	۲۵۸	اخطا کا بیان۔
۲۴۳	فائدہ در بیان زندقی۔	۲۵۸	فصل در بیان فوائد اصول تفسیر۔
۲۳۲	ذکر میکائیل علیہ السلام		
۲۳۲	خروج و بقال کی وقت میکائیل علیہ السلام ہی		
۲۳۲	مکر مکر کے محافظ ہوں گے۔		
۲۳۲	میکائیل از لوق و امطار پر ہو گل بست۔		
۲۳۲	تھریک کے بارے میں اشکال اور اسکا دفع۔		
۲۳۲	ذکر ذوالقرنین۔		
۲۳۲	کیا ذوالقرنین نبی تھے؟		
۲۳۲	سبب تسمیہ ذوالقرنین۔		
۲۳۲	آپ کے نام میں کئی اقوال ہیں۔		
۲۳۲	ذوالقرنین کی عمر کا بیان۔		
۲۳۲	اسکندر دو ہیں۔		
۲۳۲	اسکندر رومی یونانی قاتل دارا کا ترجمہ۔		
۲۳۲	بعض علماء کہتے ہیں کہ قرآن میں مذکور ذوالقرنین		
۲۳۲	یہی اسکندر رومی ہے۔		
۲۳۲	مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ ذوالقرنین و		
۲۳۲	اسکندر رومی دو شخص ہیں۔		
۲۳۲	مذکورہ صدر دہلوی کی چھ دلیلیں۔		
۲۳۲	فصل در بیان فوائد۔		
۲۳۲	بیان دینار در ہم مشغال صاٹ رطل۔		
۲۳۲	مصنف کی نظم بیان اوزان میں۔		
۲۳۲	مہر شرعی کی مقدار میں علماء کی غلطی کا بیان۔		
۲۳۲	قبائل عرب کا بیان۔		
۲۳۲	ترتیب قبائل عرب۔		
۲۳۲	لقب شیخ الاسلام کی تشریح۔		
۲۳۲	بیان کسریٰ و قیصر۔		
۲۳۲	اول سنی بر قیصر میں پہلے اقوال ہیں۔		
۲۳۲	قیصر کے معنی کا بیان۔		

فهرست بعض مؤلفات الروحاني البازي و هي كثيرة نذكر ههنا نبذة منها و اكثرها باللغة العربية

في علم التفسير

- ١- شرح وتفسير لنحو ثلاثين سورة من آخر القرآن الشريف . هو تفسير مفيد مشتمل على علوم .
- ٢- ازهار التسهيل في مجلدات كثيرة تزيد على اربعين مجلدًا . هو شرح مبسوط للتفسير الشهير في الدنيا للمحقق البيضاوي .
- ٣- كتاب علوم القرآن في اصول التفسير و علومه الكلية .
- ٤- تفسير آية " قل يا عبادي الذين أسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله " الآية . هو مشتمل على غرائب اسرار تحتوى عليها هذه الآية . ذكر المصنف فيه نحو سبعين سرًا و هذه الاسرار اللطيفة مثيرة لساكن العزيمات الى روضات الجنات .
- ٥- كتاب ثبوت النسخ في غير واحد من الاحكام الاسلامية و هو مشتمل على اسرار النسخ و مصالحه التي خلت عنها الكتب . صنفه المصنف دمعًا لمطاعن غلام احمد برويز رئيس طائفة الملاحدة المنكرين حجية الاحاديث النبوية في الاحكام الاسلامية و ذلك بعد ما

- اتفقت مناظرات قلمية و خطائية بين المصنف و بين هذا الملحد غلام احمد و أتباعه .
- ٦- فتح الله بخصائص الاسم الله . كتاب بديع كبير لا نظير له في كتب السلف و الخلف و هو يشتمل على نحو سبع مائة و خمسين من خصائص الاسم الله الجلالة .
- ٧- رسالة في تفسير " هدى للمتقين " فيها نحو عشرين جوابًا لحل اشكال تخصيص الهداية بالمتقين .
- ٨- مختصر فتح الله بخصائص الاسم الله .

في علم الحديث

- ١- شرح حصّة من صحيح مسلم رحمه الله تعالى .
- ٢- كتاب علوم الحديث . كتاب مفيد في اصول الحديث و علومه .
- ٣- شرح السنن و الجامع للامام الترمذی رحمه الله تعالى .
- ٤- فتح العليم بحل الاشكال العظيم في حديث كما " صليت على ابراهيم " . كتاب كبير غريب بديع لا نظير له في كتب السلف و الخلف ذكر المصنف فيه حلّ هذا الاشكال نحو مائة و تسعين جوابًا .

٥- مختصر فتح العليم .

في علم الادب العربي

- ١- شرح ديوان ابي الطيّب المتنبي .
- ٢- خصائص اللغة العربيّة و مزايها كتاب ضخيم نفيس لا نظير له في بابيه مشتمل على لطائف فضائل اللغة العربيّة.
- ٣- رشحاح القلم في الفروق . هذا الكتاب يحتوي على لطائف التعريفات للمصدر الصريح و المصدر المؤول وحاصل المصدر و اسم المصدر و علم المصدر و الجنس و اسم الجنس و علم الجنس و الجمع و اسم الجمع و شبه الجمع و الجنس للغوى و الفقهي و العرفي و المنطقي و الاصولي و نحو ذلك و بيان الفروق بينها .
- ٤- الطوبسى . قصيدة في نظم اسماء الله الحسنى .
- ٥- الحسنى . قصيدة في نظم اسماء النبي صلى الله عليه وسلم .
- ٦- المباحث الممهدة . في شرح المقدمة . رسالة نافعة في مباحث لفظ المقدمة الواقع في الخطب .
- ٧- ديوان القصائد . مشتمل على قصائد .

في علم النحو

- ١- بُغية الكامل السامى شرح المحصول و الحاصل لملا جامى . شرح مسوط جمع مباحث متعلّقة بالفعل و الحرف و الاسم و حدودها و علاماتها . هو كتاب

لا نظير له في كتب النحو .

- ٢- التعليقات على الفوائد الضيائية للجامى .
- ٣- النجم السعد في مباحث " امّا بعد " جمع فيه المصنّف مباحث مفيدة لقولهم " امّا بعد " و ذكر نحو ١٣٣٩٧٤٠ وجهاً من وجوه اعرابه . فانظر الى هذه الكلمة المختصرة الى هذه الوجوه الكثيرة .
- ٤- نفحة الرّيحانة في اسرار لفظة سبحانه . رسالة مفيدة مشتملة على اسرار هذه اللفظة .
- ٥- الطريق العادل الى بغية الكامل .
- ٦- كتاب الدّرة الفريدة . في الكلم السّي تكون اسماً و فعلاً و حرفاً او حوت قسمين من اقسام الكلمة الثلاثة . و هذا من غرائب كتب الدنيا .

في علم الصرف

- ١- كتاب الصّرف . كتاب نافع على منوال جديد .
- ٢- كتاب الابواب و تصريفاتها .

في علمى العروض و القوافي

- ١- الرّياض الناصرة شرح محيط الدّائرة .
- ٢- العيون الناضرة الى الرياض الناصرة . هو كتاب لطيف مشتمل على اصول هذا الفنّ و انواع الشعر و ما يتعلّق بذلك .
- ٣- كتاب الوافي شرح الكافي . شرح

مبسوط للكاتب المشهور بالكافي .

في اللغة العربية

- ١- كتاب الفروق اللغوية بين الالفاظ العربية.
- ٢- نعم النول في اسرار لفظة القول . رسالة مشتملة على أبحاث لطيفة في مادة " ق ، و ، ل " .
- ٣- كتاب زيادة المعني لزيادة المبني . ذكر المصنف فيه ان زيادة المادة تدل على زيادة المعني واتى بشواهد من القرآن و الحديث و اللغة .
- ٤- لطائف البال في الفروق بين الاهل والآل . كتاب لا مثيل له في موضوعه .
- ٥- هل الاحاديث حجة في القواعد العربية و الضوابط اللغوية . كتاب كبير مشتمل على بدائع و غرائب .

في علم التاريخ

- ١- تخير الحسب بمعرفة اقسام العرب و طبقات العرب .
- ٢- الصحيفة المبرورة في معرفة الفرق المشهورة .
- ٣- مرآة النجباء في تاريخ الانبياء .
- ٤- التحقيق في الزنديق .
- ٥- عبرة السائس باحوال ملوك فارس .
- ٦- غاية الطلب في اسواق العرب .
- ٧- إعلام الكرام باحوال الملائكة العظام .
- ٨- تراجم شارحى تفسير البيضاوى و مُحشّيه .

٩- الطاحون في احوال الطاعون .

١٠- النظرة الى الفترة . في بيان مصاديق زمن

الفترة و اقسامها و احكامها .

١١- تاريخ العلماء و الاعيان .

في علم المنطق

- ١- شكر الله على شرح حمد الله للسنديلي .
- ٢- التعليقات على شرح القاضي مبارك لبلم العلوم .
- ٣- التعليقات على سلم العلوم .
- ٤- التعليقات على شرح مير زاهد على ملا جلال .
- ٥- الثمرات الالهامية لاختلاف اهل المنطق و العربية في ان حكم الشرطية هل هو بين المقدم و التالى او هو في التالى .
- ٦- شرح مبحث الوجود الرابطى من كتاب حمد الله .

- ٧- التحقيقات العلمية في نفى الاختلاف في محل نسبة القضية الشرطية بين علماء المنطق و علماء العربية . كتاب عويص لا يفهمه الا البعض من الافاضل . ذكر فيه المصنف مباحث لا يقدر عليها الا من كان ذا مطالعة واسعة جداً .

في علم الهيئة القديمة

- ١- التعليقات على التصريح شرح كتاب الفخري .
- ٢- التعليقات على شرح الجفميين .
- ٣- نيل البصرة في نسبة سبع عرض الشعيرة .

١٤- كتاب شرح حديث " انّ النبي عليه السلام كان يصلى العشاء لسقوط القمر ليلة ثالثة . "

١٥- التقاويم المختلفة و أحوال مبادئها .

١٦- قدر المدة من الفجر الى طلوع الشمس .

كتاب دقيق لا يفهمه الا المهرة . ألفه المصنّف عند تحكيم العلماء اياه في هذه

المسئلة الكثيرة الاختلاف .

١٧- هل للسموات ابواب .

١٨- هل السماوات القرآنيّة اجسام صلبة او

هى عبارة عن طبقات فضائيّة .

١٩- هل الارض متحرّكة . جمع فيه اقوال

علماء الاسلام و آراء الفلاسفة من

القدماء و المحدثين .

٢٠- كتاب عيد الفطر و سير القمر .

٢١- كتاب الهيئة الحديثة . كتاب كبير

جامع لمسائل الفنّ . هو أوّل

كتاب صنّفه المصنّف في هذا الفنّ .

في الموضوعات المتفرّقة

١- كتاب أسرار الاسراء الى بيت المقدس

قبل العروج الى السماء .

٢- الخواصّ العلميّة للاسمين محمد و احمد

اسمى نبينا صلى الله عليه وسلم .

٣- كتاب الحكمة في حفظ الله الكعبة من

اصحاب الفيل دون غيرهم من اصحاب

الحجّاج الظالم و من الملاحدة الباطنية .

٤- كتاب الحكايات الحكيمية .

٤- كتاب أبعاد السيّارات و الثوابت و أحجامهم حسبما اقتضاه علم الفلك القديم .

في علم الهيئة الجديدة

١- الهيئة الكبرى . كتاب كبير مفصّل .

٢- سماء الفكرى شرح الهيئة الكبرى . في مجلّدين ضخمين .

٣- الهيئة الوسطى .

٤- النجوم النّشطى شرح الهيئة الوسطى .

٥- الهيئة الصغرى .

٦- مدار البشرى شرح الهيئة الصغرى .

٧- ميزان الهيئة .

٨- اين محلّ السماوات السبع . كتاب نفيس

مهمّ لم يصنّف احد قبل هذا في هذا

الموضوع . صنّفه المصنّف لدفع مطاعن

المتنوّرين المبنيّة على اطلاق السفن

الفضائيّة الى القمر و الزهرة و غير ذلك .

٩- هل الكواكب والنجوم متحرّكة بذواتها .

١٠- هل السماء و الفلك مترادفان .

١١- عمر العالم و قيام القيامة عند علماء

الفلك و علماء الاسلام .

١٢- الفلكيات الجديدة . كتاب جامع

في الموضوعات المتفرّقة

١- كتاب أسرار الاسراء الى بيت المقدس